٤٢

باب الستر

اب تک مصنف علیہ الرحمۃ شرائط الصلوٰۃ کا ذکر فرما رہے ہیں درمیان میں اگرچہ مواقیت صلوٰۃ ٤٢/٢٠
اور مساجد شرائط الصلوٰۃ میں سے نہیں لیکن ان سے متعلق ہے ستر بھی شرائط الصلوٰۃ میں سے ہے
لیکن اس کا شرط ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ امام شافعی امام احمد اسحاق بن
راہویہ کے نزدیک شرائط صحت صلوٰۃ میں سے ہے امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ
شرط صلوٰۃ نہیں۔ دوسری یہ ہے اگر کوئی قصداً ترک کردے تو حرام ہے اور سہواً ترک کرے
تو کوئی حرج نہیں ان کے متبعین نے استدلال کیا ہے یہ اگر شرائط صحت صلوٰۃ میں سے ہوتا
تو وقت صلوٰۃ کیساتھ مختص ہوتا حالانکہ اس کے ساتھ مختص نہیں ابن قدامہ حافظ ابن حجر
اور جمہور نے اس کا جواب دیا ہے ایمان بھی شرائط صحت صلوٰۃ میں سے ہے حالانکہ وہ نماز کیساتھ
مختص نہیں۔ دوسرا استدلال مالکیہ کا ہے کیا اگر یہ شرائط میں سے ہوتا تو نیت شرط ہوتی
جواب دیا گیا ہے استقبال قبلہ بھی شرائط میں سے ہے لیکن اس میں نیت شرط نہیں۔
دوسرا اختلاف اس بات میں ہے کہ ستر کی مقدار کتنی ہے عند الحنفیۃ المقال یہ حکم امام
ابو حنیفہ کے نزدیک مابین السرۃ والرکبۃ مستور ہے لیکن رکبہ داخل ہے سرہ داخل نہیں امام شافعی
کے نزدیک رکبہ داخل ہے اور امام مالک کے نزدیک سرہ کی طرح رکبہ بھی داخل نہیں ہے
داؤد ظاہری اور جمہور ظاہریہ کے نزدیک سوأتین (دبر قبل) مستور ہے باقی ستر نہیں
اور یہ لوگ استدلال کرتے ہیں بخاری کی روایت سے کہ اقف البئر پر آپ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ
کی رانیں کھلی ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں لیٹے
ہوئے تھے اور رانیں کھلی ہوئی تھیں ایک روایت میں ہے کہ آپ زقاق خیبر کے اندر
چل رہے تھے اور آپ کی رانیں کھلی ہوئی تھیں جمہور کہتے ہیں ان روایات کی وجہ سے تشدید کی
ہوگی دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایات محتمل ہیں یعنی ہو سکتا ہے ہوا وغیرہ کی وجہ سے کپڑا ہٹ گیا
وغیرہ ہو اور ادھر کوئی کپڑا نہ پہنچ سکا ہو جو رانوں کو اوپر سے ڈھانک لے تو اس کا اعتبار
نہ کیا جاوے یا وہ فی الحقیقۃ رانیں ایک کپڑے سے مستور تھیں تیسرا جواب یہ کہ زقاق خیبر
کی روایات مختلف ہیں بخاری کے اندر تو ہے فحسر عن فخذہ اور مسلم میں ہے فانحسر الازار عن
فخذہ یعنی فخذ کا ستر ہو اتفاقاً ہوا جرہد کی روایات سے معلوم ہوتا ہے اس سے
الفخذ عورۃ ایسے ہی دارقطنی کے اندر ہے لا تنظر یا علی الی فخذ حی ولا میت
حنفیہ کے نزدیک رکبہ داخل ہے کیونکہ ایک روایت میں وارد ہے الرکبۃ عورۃ اور بھی دوسری روایات وارد ہیں

754 **الفصل الاول: عن عمر بن ابی سلمۃ قال رأیت ... عن ابی ہریرۃ لا یصلین احد کم** ٢٠
حضرت ابو سلمہ کا ترجمہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہیں اس حدیث کے اندر تو مسئلہ بیان
ہوا ایک کپڑے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عمر ابن مسعود مجاہد کے نزدیک
ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور استدلال کرتے ہیں ایک روایت جو ابن ابی شیبہ نے
حضرت ابن مسعود سے نقل کی ہے لا یصلین فی ثوب واحد وان کان اوسع ما بین السماء والارض

754 لیکن دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے لہذا یہ کہا جائیگا کہ اس حدیث ابن مسعود کی ٤٢/٢٠
اسناد ضعیف ہے اور ایسے ہی جن جن احادیث کے اندر مخالفت وارد ہوئی ہے وہ مخدوش ہیں
چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، علی، انس، جابر،
عائشہ، اسماء، ام ہانی، عمرو بن ابی سلمہ، سلمہ بن الاکوع اور تابعین میں سے حسن بصری
محمد بن سیرین، شعبی، نخعی، امام ابو حنیفہ اور ائمہ میں سے صاحبین، امام مالک، امام شافعی، امام
احمد کی ایک روایت، امام وکیع بن الجراح ان کا یہ قول ہے کہ صلوٰۃ فی ثوب واحد جائز ہے۔
تابعین کی ایک جماعت جیسے طاؤس رحمہ اللہ علیہ، امام احمد کی دوسری روایت ہے اور نخعی کا قول ابھی ہے کہ
مکروہ ہے اور یہ تمام اختلاف اس صورت میں ہے کہ وہ دو کپڑوں پر قادر ہو ورنہ تو جائز ہے تمام کے نزدیک
جو لوگ کراہت یا بالکل عدم جواز کے قائل ہیں ان کے پاس صرف یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ
زینت اختیار کی جانی چاہئے۔ ہماری دلیل روایات کثیرہ ہیں اور اس باب کی روایات بھی شاہد ہیں
٢٧ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے یہ پیدا ہوا کہ ثوب واحد میں اندر نماز پڑھی جائے تو
اسکا عاتقین (کندھوں) پر باندھنا ضروری ہے یا نہیں؟ جمہور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ضروری
نہیں ہے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ عاتقین پر باندھنا شرط لصحۃ صلوٰۃ ہے
اور اگر وہ باندھنے پر قادر ہے تو ترک کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوگی علامہ ابن حزم ظاہری اور
ابن وہب مالکی، شیخ تقی الدین سبکی (تاج الدین سبکی کے والد) کا بھی یہی مذہب ہے دوسری روایت یہ ہے کہ عاتقین پر باندھنا
ضروری اور واجب تو ہے مگر شرط صحت صلوٰۃ نہیں ہے۔ ابن المنذر اور امام بخاری نیز امام احمد کی ایک روایت
یہ ہے کہ اگر کپڑا وسیع ہو تو باندھنا واجب اور اگر وسیع نہیں ہو تو اتزار کرے اور روایات
مختلف ہیں بعض سے کچھ سمجھ میں آتا ہے اور بعض کا مضمون سے کچھ مفہوم ہوتا ہے ایک روایت
یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کپڑا وسیع ہونے کی صورت میں عاتقین پر ڈالنا واجب اور تنگ ہونے کی
صورت میں اتزار کافی ہے اور اسی روایت سے امام احمد وغیرہ نے استدلال کیا جمہور نے استحباب
پر رکھا ہے یہ استحباب پر محمول ہے۔ ابن بطال نے بھی عدم وجوب پر استدلال کیا حضرت عائشہ کی حدیث
سے فرمانی ہیں وہ کہ حضور ایک چادر کے اندر نماز پڑھ رہے تھے اور اسکا ایک طرف جسم پر ہوتا اور ایک آپ کے
اوپر ہوتا تھا دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے لیکن لا یصلین صحیحین کا لفظ نہیں بلکہ ان دونوں میں لا یصلی ہے

757 عن عائشة قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في خميصة لها اعلام فنظر الى اعلامها
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منقش کپڑے میں نماز جائز ہے اور اس کی اعادہ نہیں ہوگا۔ خميصة بعض نے کہا ہے ٢٣
یہ اونی کپڑا ہوتا ہے اور بعض نے اسکی تفسیر کی ہے کہ ایک منقش سیاہ چادر۔ انبجانیۃ ابی جہیم اس کا ٢٤
اسم گرامی بعض نے عبید اور بعض نے عامر بتلایا ہے ان کا نام حذیفہ ہے اب یہ کہ حضور نے خاص طور سے
وہ چادر ان کو کیوں بھیجوائی ہے جواب یہ دیا گیا کہ موطا کے اندر ہے کہ کان اھداہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی انہوں نے آپ کی خدمت میں ہدیہ دیا تھا اسی چادر کو اب دشکال ہوا کہ ہدیہ کو واپس کرنے سے تو
مھدی کو ایذاء ہوتی ہے جواب یہ کہ حضور کو اس ایذاء کا علم ہی تھا کہ دیا وہ تھا اسی وجہ ہو تو

757 ہوا تتوفی بانبجانیۃ ابی جہم یعنی ریشمی نقش دار کپڑے کے بدلہ میں سادہ کمبل منگالی۔ اب اشکال ثانی ہوا کہ حضور نے جب اسکو ۲۴
اپنے لئے پسند نہیں فرمایا تو دوسرے کیلئے کیوں محبوب رکھا۔ اسکا جواب علامہ خطابی نے دیا کہ ارسال
(نماز نخرے) کیلئے فرمایا۔ اشکال ثالث ہوا کہ آپ کو اس چیز نے مشغول کیسے کیا آپ تو
بالکل منقطع عن الخلق ہیں۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کی دو حیثیتیں ہیں بشر ہونے کی حیثیت سے
آپ کو ایسا ہوگیا اگرچہ ثبوت اسکا یقینی نہیں ہے۔ الفا سے معلوم ہوا التفات الا
ہوگیا حالانکہ بخاری کے اندر ہے فاخاف ان یفتنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الالتفات کا وقوع نہیں ہوا ۲۵
بلکہ صرف خوف تھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ فانھا الھتنی کا دت ان تلہینی یہ معنی میں ہے نیز یہ اور ایسے ہی
کادت ان یفتنی دونوں اپنے معنی میں محکم ہیں بخلاف حرف الھتنی کے اس سے مراد دونوں اقوال ہیں ۲۵
ارادہ اپنے معنی میں ہو یا کادت الخ کے معنی ہو لہذا المحتمل کو محکم کی طرف راجع کریں گے
جواب ۲: الہاء کا وقوع ہوگیا تھا اور کادت ان یفتنی اور فاخاف ان یفتنی میں افتتان سے
مقدمۂ افتتان مراد ہو۔ یہ حدیث بخاری کے اندر اسطرح ہے کہ حافظ نے فرمایا یہ معلق ہے لیکن
علامہ کرمانی نے دونوں احتمال ذکر کیے ہیں تعلیق ہو اور ممکن ہے کہ متصل ہو مسند مذکور کیا ہو۔

758 عن انس قال کان قرام الحدیث: اس سے معلوم ہوا کہ تصاویر کا رکھنا مکروہ ہے۔ امام صاحب امام مالک امام احمد ۲۶
نخعی، ثوری کے نزدیک کراہت اسوقت نہیں جبکہ وہ پامال ہو اور امام شافعی کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے

759 عن عقبة بن عامر قال اُهدي لرسول الله صلى الله عليه وسلم فروج حرير فلبسه ثم صلى فيه ۲۷
اھدی الخ یہ ھدیہ کرغزوائے اکیدر ابن الملک شاہ دومۃ الجندل نے یہ ھدیہ بھیجا تھا۔ مسند احمد صحیح مسلم میں
اسکی تصریح موجود ہے۔ جمہور اہل رجال کے نزدیک یہ مسلمان ہیں ابن حجر اور بعض کی رائے ہے کہ مسلمان نہیں
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حریر کا آپ نے استعمال فرمایا حالانکہ ایک مرتبہ آپ اسے اوڑھے نماز میں
ہوا اور حریر تھا آپ نے فرمایا عن ابن حرام ان لذکور امتی وحلال للاناث امتی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپکا
نماز اسکے اندر پڑھنا قبل التحریم ہے اور یہی حدیث اس حلت کیلئے ناسخ ہیں۔ دوسری بات اس حدیث
سے معلوم ہوتی کہ حریر کے کپڑے کے اندر نماز جائز ہے یہی مذہب ہے احناف امام صاحب امام شافعی کا اسکے قائل
ابو ثور کا ہے۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اعادہ فی الوقت ضروری ہے اور حنابلہ کے نزدیک مطلقا
نماز صحیح نہیں ہوگی خواہ وقت ہو یا نہ ہو۔ علامہ ابن العربی مالکی نے حریر کے جواز اور عدم جواز کے متعلق
دس قول نقل کیے ہیں: ۱ محرم مطلقاً ۲ محرم الا فی السفر ۳ محرم الا فی المرض ۴ محرم الا
فی الحرب ۵ محرم الا فی الغزوۃ اور اس قول اور اس سے پہلے ۴ میں یہ فرق ہے کہ حرب عام اور غزوہ خاص
۶ محرم الا فی العلم یعنی علم حاصل کرنے والوں کیلئے علم کے زمانے میں جائز ہے ۷ محرم علی الرجال لا
۸ اوپر پہننا حرام ہے اور اندر پہننا جائز ہے۔ مثلاً اگر دو جوڑی چادر ہے تو اندر کا اگر
ریشم کا اور اوپر کا غیر حریر ہے تو جائز ہے یہ مذہب ہے امام صاحب اور ابن ماجشون مالکی کا۔
۹ مباح مطلقاً ۱۰ اگر ریشم دوسرے اسوقت مخلوط ہو جائے تو اسکا حکم خز کا حکم
ہو جاتا ہے یعنی جائز ہے جیسا کہ خز جائز ہے۔

الفصل الثانی

760 عن سلمة بن الاکوع قال قلت الخ عن ابی هریرة قال بینما رجل یصلی مسبل ازارہ ۷۳/۲
ایک قمیص کے اندر نماز پڑھنا اس کی معلوم ہوا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر گریبان چاک یعنی کشادہ ہو
تو اسکو باندھنا چاہیے علامہ محمد بن شجاع حنفی۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی
اور امام صاحب امام مالک کے نزدیک نماز صحیح ہے اور اس حدیث کے اندر آپ نے احتیاطاً منع فرمایا
دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے مسبل ازار کی نماز مع الکراہۃ جمہور کے نزدیک جائز ہے اور حضور نے وضو
کا حکم اسلئے فرمایا کہ اسبال ازار خطاء ہے اور وضو مکفر خطاء ہے لیکن جمہور کے نزدیک اسکی نماز اور وضو صحیح
762 عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الخ عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی عن السدل ۶
764 جمہور کے نزدیک اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عورت کا ستر کتنا ہے اسکے اندر مختلف اقوال ہیں
اول یہ ہے تمام ستر ہے امام احمد کی ایک روایت اور ابوبکر بن عبد الرحمن تابعی کا مذہب ہے
ثانی یہ ہے کلها عورة الا وجهها امام احمد کی دوسری روایت ہے ثالث یہ ہے کلها عورة الا وجهها
وکفیها امام مالک امام شافعی کا مذہب اور اسی کے قریب قریب امام احمد کی روایت ہے
رابع یہ ہے نماز کے اندر وجہ کے علاوہ تمام ستر ہے اور غیر نماز میں کفین اور وجہ کے علاوہ تمام ستر ہے
خامس یہ ہے تمام ستر ہے مگر وجہ اور کفین اور رجلین یہ امام صاحب سے منقول ہے البتہ رجلین کے
اندر امام صاحب کے چند قول ہیں ۱ رجلین ستر میں داخل ہے ۲ ستر سے خارج ہے
۳ ظاہر رجل ستر اور باطن رجل ستر سے خارج ہے امام طحاوی نے یہ فیصلہ کیا کہ نماز کے اندر رجلین
داخل ہے اور خارج نماز میں ستر نہیں دوسرے یہ کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے
امام شافعی کے نزدیک درع خمار دو کپڑوں میں پڑھے عطاء بن رباح کے نزدیک ان دو کپڑوں پر
ازار کا اضافہ ہے ابن سیرین مجاہد کے نزدیک ان تین پر ملحفہ کی زیادتی ہے گویا چار ہوگئے
ابن المنذر کہتے ہیں کہ المقصود بالذات تمام بدن کا ستر ہے اگر ایک کپڑے سے بھی ہو جائے
تو کافی ہے اور جو لوگ اس سے زیادہ کی شرط لگاتے ہیں وہ استحباب کے قائل ہیں ذکر جماعة
اسکی مراد اور امام مالک حفص بن غیاث اسمعیل بن جعفر بکر بن نصر ابن اسحاق ابن زہیب ہیں
دوسری روایت حدیث ابوہریرہ کی ہے جس میں کہ آپ نے سدل سے منع فرمایا۔ سدل کی تفسیر حضرت نے
بیان فرمائی کہ جانبین یا سر پر کپڑے کو ڈال لے اور ادھر ادھر سے اسکو لپیٹے نہیں اسکی قریب
قریب ابن قدامہ نے تفسیر کی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ اسبال ہے ڈالے کہ زمین پر لٹکنے لگے
یہی امام عینی نے نقل کیا ہے کہ نزدیک مکروہ ہے اگر وہ کپڑا ہے تو اسوجہ سے کہ اس میں تشبہ بالیہود ہے
اور اگر ایک کپڑے کا سدل ہے تو کشف عورت کا خطرہ ہے۔ سدل عطاء مکحول زہری
امام مالک کے نزدیک جائز ہے اور یہی ابن سیرین کا مذہب ہے امام ثوری کے نزدیک مکروہ ہے
نماز کے اندر اور امام شافعی کے نزدیک نماز اور غیر نماز دونوں میں سدل مکروہ ہے اور یہی قول
اور حنابلہ کا بھی یہی مذہب نقل کیا گیا لیکن امام عینی فرماتے ہیں کہ علماء فقہاء کے نزدیک سدل کی کراہت
نماز کیساتھ مخصوص ہے اور سینہ کو چھپانا مقابلہ شافعیہ حنفیہ کے نزدیک مکروہ ہے بعض تنزیہی اور بعض کراہت تحریمی کا قول

765 766 767 عن شداد بن اوس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا الیہود عن ابی سعید قال عن ابی هریرة اذا صلی احد ٢٣/٩

حضور نے نماز کے اندر جوتا پہننے کا حکم دیا جمہور کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ اسپر نجاست نہ ہو۔ حضرت شداد

لنگوہی فرماتے ہیں آنحضور نے خشا بعثت یہود کی مخالفت میں یہ حکم دیا تھا لیکن چونکہ اب لوگ ہی جوتے پہنکر

عبادت کرتے ہیں لہذا اب کرنیں بغیر جوتے کے عبادت کرنا چاہیے۔ دوسری حدیث ابو سعید خدری کی

اسکی مالکیہ نے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے اگر کسی کپڑے وغیرہ پر نجاست لگی ہوئی ہو اور اسکو علم نہ ہو تو

نماز ہو جائیگی اور اگر نجاست کا علم ہے تو نماز نہیں ہوگی دوسرا قول مالکیہ کا ہے نماز ہو جائیگی

یہی صحیح ہے خواہ نجاست کا علم ہو یا نہ ہو۔ حضرت امام صاحب امام احمد اور امام شافعی کا صحیح قول یہ ہے کہ

طہارت صحت صلوٰۃ کیلئے شرط ہے لہذا نجاست کا علم ہو اور عدم علم برابر ہیں اگر نجاست ہے تو نماز

نہیں ہوگی۔ اس حدیث کا جواب امام طحاوی نے دیا ہے اسکی اندر ان فیها قذرا ہے اور قذر ١٣

گندگی کو کہتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ تھوک وغیرہ لگا ہوا ہو لہذا اسکی نجاست مراد لیکر مالکیہ کا استدلال

کرنا درست نہیں ہے لیکن ابو داؤد کی روایت میں لفظ خبثا واقع ہوا بجائے قذرا کے اور اسکے

معنی نجاست کے ہیں نیز ایک روایت میں دم حلمة واقع ہوا اور ظاہر بھی یہی ہے کہ اس کی نجاست

مراد ہے لہذا امام طحاوی کا یہ جواب دینا کہ اس سے بزاق مراد ہے صحیح نہیں دوسرا جواب امام [illegible]

نے دیا کہ تھوڑا سا خون لگا ہوا ہوگا جو معفو عنہ ہے دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ

جمہور کے نزدیک تھوڑی سی نجاست مانع ہے نہیں اور امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے کہ مانع ہے

امام صاحب کے نزدیک نجاست مغلظہ کے اندر بقدر درہم اور مخففہ کے اندر ربع ثوب کے بقدر معاف ہے

تیسری حدیث ابی ہریرہ کی ہے اسمیں مصنف نے ابن ماجہ کی طرف نسبت کر دی لیکن اسکے الفاظ ابن ماجہ میں نہیں

768 الفصل الثالث: عن ابی سعید عن عمرو بن شعیب عن محمد بن المنکدر عن ابی بن کعب ١٧

حضرت ابی سعید کی روایت قابل توضیح نہیں دوسری روایت کے اندر وارد ہے حافیا و منتعلا اسمیں واؤ [illegible]

تیسری حدیث محمد بن المنکدر کی ہے المشجب زمین کے اندر تین لکڑیاں گاڑ دیتے ہیں اور اوپر

باندھتے ہیں کسی رسی وغیرہ سے اور اس پر گھڑا وغیرہ رکھ دیتے ہیں فقال لہ قائل اس کے قائل

عبادہ بن الولید ابن عبادہ ابن صامت ہیں۔ صحیح بخاری کے اندر ہے کہ سعید بن الحارث سے نقل کیا

کہ ہم نے سوال کیا جابر سے اور صحیح مسلم میں عبادہ بن ولید کی روایت ہے کہ ہم نے جابر سے کہا تو ایک

جگہ سوال اور ایک جگہ کہنا وارد ہوا اس کا حافظ نے جواب دیا کہ واقعہ متعدد ہے لیکن [illegible]

کے نزدیک متعدد نہیں بلکہ رواۃ کا تصرف ہے دوسری حدیث ابی بن کعب کی مشکوٰۃ کے نسخہ میں نہیں ہے

باب السترة

مصنف نے شرائط میں ایک شرط صلوٰۃ سترہ کو ذکر فرمایا تھا اسی کی مناسبت سے سترہ کو ذکر کرتے ہیں ٢٢

سترہ لغۃ میں ما یستتر بہ کو اور اصطلاح میں کہتے ہیں اس شیٔ کو جو مصلی کے سامنے قائم کی

جائے تاکہ مصلی اور گذرنے والا (مار) گنہگار نہ ہو۔ اب یہ اسکا حکم کیا ہے؟ ابن العربی نے تین

قول نقل کئے ہیں ۱ واجب ہے یہ قول ہے امام احمد بن حنبل کا ۲ مستحب ہے یہ مذہب ہے امام صاحب امام شافعی اور

امام مالک کا مذہب نقل کیا جائز ہے یہ مذہب امام مالک سے ایک کتاب کا نام ہے مدونہ اسکے اندر نقل کیا گیا ہے ٤٣/٤٤
اور اسی لیے جو امام مالک کا قول نقل کیا گیا وہ عتبیہ نامی ایک کتاب سے منقول ہے۔ علامہ [illegible] شارح
مسلم الحدیث [illegible] ابن العربی نے اس پر تعقب کیا اور اعتراض فرمایا اور وجوب کا قول حنابلہ کی طرف منسوب کرنا
غلط ہے بلکہ ان کا مذہب استحباب کا ہے چنانچہ علامہ شمس الدین حنبلی نے شرح مقنع کے اندر
تحریر فرمایا ہے اسکے استحباب میں کوئی اختلاف نہیں دوسرا مسئلہ یہ کہ بقدر [illegible] ہے
عطاء ابن رباح سفیان ثوری امام صاحب قاضی ابو الطیب شافعی کے نزدیک طول اسکی مقدار ایک
ذراع ہے حافظ ابن عبد البر نے امام مالک اور امام شافعی سے یہ نقل کیا کہ مقدار عظم الذراع ہے
اسکو شافعیہ نے ضبط کیا قدر ثلثی ذراع۔ امام احمد بن حنبل سے دو روایتیں ہیں ایک مثل امام صاحب
دوسری مثل امام شافعی کے علامہ عینی نے شرح ہدایہ و بخاری کے اندر علماء سے یہ نقل کیا ہے
اس صورت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو رہا ہے جبکہ ایک ذراع سے کم ہو اگر [illegible] ہے تو کافی
امام نووی فرماتے ہیں کہ [illegible] خواہ رقیق ہو یا غلیظ دونوں برابر ہیں شمس الدین حنبلی فرماتے
کہ اسکے غلظ کی صورت میں بھی کچھ نہیں ہیں [illegible] سترہ کا اطلاق [illegible] جیسے دیوار اور [illegible]
جیسے [illegible] دونوں پر آتا ہے لیکن جتنا موٹا ہو اتنا ہی بہتر ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ایک انگلی
بقدر غلیظ ہونا چاہیے۔ امام مالک کے نزدیک نیزہ کے [illegible] غلیظ ہونا چاہیے

772 الفصل الاول:- عن ابن عمرؓ قال [illegible] عن ابی جحیفة عن نافع عن ابن عمرؓ [illegible] عن طلحة بن عبید اللہ ٢٤

اس حدیث کے اندر ہے کہ آپ نے نیزہ قائم کیا عیدگاہ کے اندر وہاں سترہ کی کیا ضرورت ہے
جواب یہ ہے کہ وہ جگہ چونکہ [illegible] نہیں ہوتی تھی اسلئے سترہ کی ضرورت پیش آئی۔
773 دوسری حدیث ابو جحیفہ کی ہے جس میں ہے کہ حضور نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا قبۃ حمراء [illegible]
وارد ہوا ہے احناف کے یہاں سرخ کپڑے کا استعمال مکروہ ہے اور یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے
جواب یہ ہے کہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اسکے سرخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسمیں سرخ [illegible] دھاری
پڑے ہوئے تھے کیونکہ وہ اکثر یمن سے آتی تھیں اور وہاں سرخ دھاری کا استعمال شائع ذائع ہے
نیز ایک روایت میں ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر ایسے ہی ایک روایت میں ہے
کہ ایک آدمی آپ کے پاس آیا جو سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ نے اسکو منع فرمایا تو یہ دونوں روایتیں
اس روایت کے منافی اور معارض معلوم ہوتی ہیں لہذا یہاں حمرہ سے مراد [illegible] لیا جائے
774 سرخ دھاریاں ہوں۔ رکعتین اسکی مراد یا تو ظہر کی نماز یا عصر کا قصر ہے۔ تیسری حدیث سے ٤٤/٣
یہ بات معلوم ہوئی کہ جانور کا سترہ بنانا جائز ہے حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اسمیں جمہور میں
علماء کا اختلاف معلوم نہیں ہو رہا لیکن علماء نے امام مالک کا مذہب یہ نقل کیا کہ اونٹ [illegible]
کو سترہ بنا سکتے ہیں۔ امام نووی نے امام شافعی سے نقل کیا کہ عورت یا دابہ کا استتار [illegible] سترہ بنانا
جائز نہیں آگے چلکر فرماتے ہیں امام نووی کہ عورت کا مسئلہ تو درست ہے لیکن دابہ کا مسئلہ کچھ نہیں
آتا کیونکہ یہ اس متن والی صحیح حدیث کے منافی ہے لہذا اس کا سترہ بنانا جائز ہے

774 ابن رسلان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محل ضرورت کا وقت ہے۔ حضرت شیخ مولانا 42/3
بنوری صاحب کی تحقیق کرتے ہوئے خلاصہ یہ بیان کیا کہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک ضرورت کے وقت سترہ
بنانا جائز ہے اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ضرورت اور بلا ضرورت دونوں صورتوں میں جائز ہے
قلت افرائت قلت کے قائل نافع ہیں لیکن ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ان کے شاگرد قائل ہیں 4
اور انہوں نے حضرت نافع سے سوال کیا تھا کہ **اذا ھبت الرکاب** ھبت کے معنی تحرکت کے ہیں 4
لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ جب سواری حرکت کرنے لگتی تو پالان کو سترہ بنا لیتے بلکہ اسکا مطلب
یہ ہے کہ جب وہ سواری جنگل کی طرف گھاس چرنے کیلئے جاتیں تو پھر کس کو سترہ بناتے
تھے انہوں نے فرمایا کہ پالانوں کو سترہ بنا لیتے تھے چوتھی حدیث حضرت طلحہ کی ہے جس سے معلوم ہوا
کہ سترہ مثل مؤخرۃ الرحل ہونا چاہئے اب آگے مسئلہ یہ ہے کہ سترہ اور مصلی کے مابین کتنا
فاصلہ ہونا چاہئے اسکے اندر تین قول ہیں ۱ ایک بالشت یعنی شبر ۲ تین ذراع ہونا
چاہئے ائمہ ثلاثہ امام شافعی امام احمد امام مالک ائمہ چاروں کا یہی مذہب ہے اور اگر اس مقدار کا
فاصلہ ہو تو مستحب ہے لیکن اگر زیادہ ہو تو کیا سترہ باقی رہتا ہے یا نہیں بس یہ سوال کو
چھوڑ دیا کوئی جواب نہیں دیا۔ ۳ بعض علماء کے نزدیک چھ ذراع ہونا چاہئے جیسا کہ
ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کیا کہ ایک دفعہ حضور نے نماز پڑھی تو چھ ذراع کا فاصلہ تھا
776
777 **عن ابی جہیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو یعلم المار الخ عن ابی سعید اذا صلی احدکم الی شیء الخ** 6
اس حدیث کے اندر نماز کے آگے سے گذرنے والے پر وعید آئی ہے اب علماء کا اختلاف ہے کہ
کتنی مقدار کے اندر گذرنا جائز ہے ۱ شمس الائمہ سرخسی۔ قاضی خان۔ خواہر زادہ یہ لوگ
فرماتے ہیں کہ مصلی کے موضع سجود کے علاوہ سے گذرنا جائز ہے دوسرا قول یہ ہے کہ دو صف کے بقدر
فاصلہ چھوڑ کر گذرنا جائز ہے تیسرا قول ہے کہ تین صف کے بقدر۔ چوتھا ہے کہ تین ذراع
کے بقدر پانچواں قول ہے کہ پانچ ذراع کے بقدر چھٹا قول ہے کہ چالیس ذراع کے بقدر فاصلہ
ہو اسکے بعد سے گذرنا جائز ہے ساتواں قول یہ ہے کہ اگر مصلی صلوۃ الخاشعین پڑھ رہا ہو
تو جہاں تک اسکی نظر ہے وہاں تک گذرنا ناجائز اور اس سے آگے سے جائز ہے اور
صلوۃ الخاشعین کی تفسیر یہ ہے کہ اسکی نظر قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ اور رکوع میں ظہر قدم
پر اور سجود میں ناک پر اور قعود کی حالت میں اسکی نظر اپنی گود میں رہے اور سلام کے
وقت اپنے مونڈھوں پر نظر رہے حنفیہ کے نزدیک سات قول ہیں جو کہ مسجد کبیر اور
صحراء کے متعلق ہے مسجد صغیر کا یہ حکم نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک اس فاصلہ کی تحدید
مذکور نہیں۔ ابن عرفہ مالکی فرماتے ہیں کہ بیس ذراع ہونا چاہئے۔ ابن العربی مالکی کے نزدیک
جتنی دور میں وہ رکوع سجود کرے اسکے اندر اندر گذرنا جائز نہیں ہے۔ حنابلہ شافعیہ کے نزدیک
تین ذراع کے اندر اندر نہ گذرے یہی حنفیہ سے منقول ہے ماذا علیہ اسکا بیان محذوف ہے اور وہ
گناہ ہے اور یہ ابہام تفخیم کیلئے ہے **لکان ان یقف اربعین الخ** علامہ کرمانی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ 7

776 یہ تو تعلیم الامر کی جزا نہیں کیونکہ لازم آئیگا۔ اگر ماذا علیہ تو اسکو علم ہو تو کھڑا ہونا بہتر ہیں اور
اگر علم نہ ہو تو کھڑا ہونا بہتر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے لہذا وہ فرماتے ہیں۔ اسکی جزا محذوف ہے اور وہ
یہ ہے لوقف اربعین سنۃ اربعین اکثر یہی علماء کا نزدیک اسکی مراد تکثیر ہے تحدید نہیں ہے
کیونکہ دوسری روایۃ میں "مائۃ عام" واقع ہے لہذا کثرت بیان کرنا مقصود ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ
یہ تحدید کیلئے ہے اب اعتراض ہوگا۔ جب اربعین سے تحدید ہو گئی تو مائۃ عام کا کیا مطلب ہے وہ اسکا
جواب دیتے ہیں۔ پہلے چالیس تھا پھر تشدید ہو گئی اور مائۃ عام فرمایا گیا **قال ابو النضر لا ادری**
امام طحاوی فرماتے ہیں۔ جس روایت میں مائۃ عام وارد ہوا اس سے معلوم ہو گیا۔ یہاں بھی عام
مراد ہے مستیم ۔ یوم وغیرہ مراد نہیں۔ علامہ کرمانی فرماتے ہیں۔ چالیس کی تخصیص اسلئے ہے کہ چالیس
کا عدد ایسا ہے۔ اسکے گزرنے کے بعد اشیاء میں تغیر ہوتا ہے مثلاً منی سے پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ وغیرہ
777 دوسری روایت ابو سعید کی ہے جسکا لفظ وارد ہے۔ اگر مصلی کے آگے سے کوئی گزر رہا ہو تو **فلیدفعہ**
تو اسکو دور کر دینا چاہیئے علماء کا اسمیں اختلاف ہے۔ اسمیں دفع اور ایک سترہ کا فائدہ
مصلی کو ہوتا ہے یا گزرنے والے کو۔ بعض کے نزدیک مصلی کو ہوتا ہے کیونکہ اسکی نماز انتشار سے بچ گئی
اور بعض کے نزدیک مار کو ہوتا ہے وہ یہ گناہ سے بچ گیا۔ اب سنیئے۔ مصلی اور مار کے گنہگار
اور غیر گنہگار ہونے کے اندر چار صورتیں ہیں ۱۔ مصلی بغیر سترہ کے نماز پڑھے اور مار بغیر ضرورت کے گزرے
تو اس صورت میں دونوں گنہگار ہوں گے ۲۔ اور اگر وہ سترہ لے کر نماز پڑھ رہا اور وہ ضرورت کی وجہ گزر رہا تو
کوئی گنہگار نہیں ہوگا ۳۔ اگر مصلی بغیر سترہ کے پڑھتا ہے اور گزرنے والے کیلئے کوئی راستہ دوسرا نہیں
تو اس صورت میں مصلی صرف گنہگار ہوگا سترہ قائم نہ کرنے کی وجہ سے ۴۔ مصلی سترہ لے کر نماز پڑھ رہا
اور مار کیلئے دوسرا راستہ ہے پھر بھی وہ بلا ضرورت گزر رہا ہے تو صرف مار گنہگار ہوگا بلا ضرورت گزرنے کی وجہ سے
فلیقاتلہ حافظ ابن عبد البر علامہ زرقانی وغیرہ فرماتے ہیں۔ اس سے حقیقی قتال مراد نہیں لیکن بعض شافعیہ
علامہ ابن حجر علامہ نووی وغیرہ فرماتے ہیں۔ اگر قتال حقیقی تک نوبت پہنچے اور وہ مار نہ مانے تو اس
صورت میں قصاص نہیں۔ لیکن جو لوگ اسکی حقیقی معنی مراد نہیں لیتے ان کے اندر اسکی تاویل میں اختلاف ہے
اول امام محمد فرماتے ہیں۔ یہ حدیث شاذ ہے اور بجائے اسکے وہ قتال میں مشغول ہو وہ اپنی نماز ہی پوری کرے
ثانی شمس الائمۃ سرخسی فرماتے ہیں۔ یہ ابتداء اسلام پر محمول تھی اب یہ حدیث منسوخ ہے
ثالث حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں۔ احسبہ کلاما خرج علی التغلیظ یعنی یہ حدیث تغلیظ پر محمول ہے
رابع ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں۔ فلیقاتلہ کا اطلاق بطور مبالغۃ فی الدفع کر لیا گیا
خامس بعض علماء نے بیان کیا۔ نماز پوری کرنے کے بعد اسکے ساتھ قتال کرے۔ سادس بعض علماء کہتے ہیں
ایسے متمرد اور سرکش پر محمول ہے جسکی عادت ہی یہ ہو گئی ہے۔ وہ گزرتا رہتا ہے یہ چھ قول جمہور کے
مذہب پر ہیں ورنہ بعض شافعیہ کا قول آپ کو معلوم ہو چکا۔ وہ اسکی قتال حقیقی مراد لیتے ہیں
اب اگر قتال کی نوبت آ جائے اور وہ مرور سے باز نہ آئے تو قاضی عیاض فرماتے ہیں۔ اسمیں علماء کے دو قول
ہیں ایک یہ دیت واجب اور دوسرا یہ کچھ واجب نہیں یہ دونوں قول مالکیہ سے منقول ہیں اور امام شافعی کے

777 نزدیک دیۃ ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک موجب موجب الخطا یعنی اگر عمداً قتل کیا تو قصاص ہے اور اگر خطاً قتل کیا تو دیۃ واجب ہے ۷۴/۹
حضرت شیخ مد ظلہ فرماتے ہیں حنابلہ کا مسلک معلوم نہیں۔ **فانما ھو شیطان** اشکال ہوتا ہے کہ وہ تو انسان ۹
ہے اس کو شیطان کس اعتبار سے فرمایا اس کے مختلف جواب ہیں اول شیطان من الانس مراد ہے
ثانی انہ یفعل فعل الشیطان ثالث انہ یحضرہ الشیطان چنانچہ مسلم میں ہے فان معہ القرین۔

778 **عن ابی ہریرۃ تقطع الصلوۃ المرأۃ والحائض الخ عن ابن عباس قال اقبلت راکبا الخ** ۱۰

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ کسی شی کے گذرنے سے نماز قطع ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟
۱ جمہور کے نزدیک نماز کیلئے کسی شی کا مرور قاطع نہیں بنتا ہے ۲ ابن عمر سے منقول ہے کہ اگر کتا گذرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ۳ ابن عباس، عطاء بن رباح فرماتے ہیں کہ اگر حائضہ یا کلب اسود گذرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے ۴ حکم بن عمر غفاری فرماتے ہیں کہ اگر گدھا گذرے تو فاسد ہو جاتی ہے ۵ انس بن مالک، مکحول، ابو الاحوص، حسن بصری اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت یہ ہے کہ مرأۃ، حمار، کلب یہ تینوں چیزیں نماز کو قطع کر دیتی ہیں اور اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں دوسری روایت امام احمدؒ یہ ہے کہ کلب اسود بہیم کے علاوہ کوئی دوسری شی نماز کیلئے قاطع نہیں اور اسود بہیم کا مطلب یہ ہے کہ جس کے سیاہ رنگ میں دوسرا کوئی رنگ مخلوط نہ ہو۔ امام ترمذی نے امام احمد کی ایک تیسری روایت یہ نقل کی کہ کلب اسود بہیم تو قاطع ہے لیکن گدھے اور عورت میں ان کو تردد ہے ابن دقیق العید فرماتے ہیں تردد والی ان کی روایت راجح ہے ۶ عکرمہ فرماتے ہیں کہ گدھا، سور، کتا، یہودی، نصرانی، مجوسی یہ سب نماز کو فاسد کرتے ہیں چنانچہ ابن عباس کی ابوداؤد کے اندر روایت ان کے متعلق وارد ہے عطاء بن رباح۔ اور ابن عباس کا مستدل وہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں مرفوعاً ابن عباس کی مروی ہے کہ امرأۃ حائض اور کلب اسود قاطع صلوۃ ہیں۔ جمہور فرماتے ہیں کہ نماز کو کوئی شی قطع نہیں کرتی اور وہ لوگ استدلال کرتے ہیں ابوامامہ اور ابن عمر وغیرہ کی حدیث سے جو دارقطنی کے اندر مفصلاً اور امام مالک میں مجملاً ہے کہ نماز کو کوئی شی قطع نہیں کرتی بلکہ شیطان نماز میں گڑ بڑ کرنا چاہتا ہے لہذا جتنا ممکن ہو دفع کیا کرو اس شیطان کو۔ ایسے ہی ابن عمر سے جہاں یہ منقول ہے کہ کتا نماز کو قطع کر دیتا ہے وہاں یہ بھی منقول ہے کہ نماز کیلئے کوئی شی قاطع نہیں ہے۔ ایسے ہی عورت کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا گیا تو انہوں نے رد فرمایا اور کہا کہ میں حضورﷺ کے سامنے لیٹی رہتی تھی اور آپ جب سجدہ میں جاتے تھے تو مجھ کو اشارہ کر دیتے تھے اور نیز امام احمد کو اسود سے عورت اور حمار میں تردد ہو گیا کہ روایات متعارض ہیں لہذا یا تو کہا جائے کہ قطع کی جتنی روایات ہیں وہ سب ضعیف ہیں یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کے معانی دوسرے ہیں اب ان کے محامل میں مختلف اقوال ہیں

اول: امام طحاوی کے نزدیک قطع والی روایات تمام منسوخ ہیں پہلے چونکہ سختی تھی اس لئے حکم دیا گیا تھا

ثانی: امام شافعی، علامہ خطابی، امام نووی کہ ارشاد قطع سے مراد قطع خشوع صلوۃ ہے۔

ثالث: امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ جب روایات میں تعارض ہو جاتا ہے تو آثار صحابہ کی طرف رجوع ہوتا ہے لیکن اس کے بعد امام ابوداؤد خاموش ہو گئے حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ آثار صحابہ یہی

778 معلوم ہوتا ہے اقطع ہی ہے واللہ اعلم۔ امام عینی فرماتے ہیں کہ عدم قطع والی روایات راجح ہیں کیونکہ ۲۷/۱۰
قطع والی روایات افراد مسلم میں سے ہیں۔ دوسری روایت ابن عباس کی ہے جس میں فاهوت
الی قاربت الاحتلام آگے ہے بمنی لیکن سنن نسائی کے اندر ہے لیصلی بعرفة سفیان بن عیینہ
یہ روایت آئی ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ تعدد واقعہ کی وجہ سے ایسا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ یہ
ابن عیینہ کی روایت شاذ ہے اور صحیح یہ ہے کہ آپ منیٰ میں تھے منیٰ کے معنی بہانے کے ہیں چونکہ وہاں خون
بہایا جاتا ہے ذبح کیا جاتا قربانی کے جانور اسلئے اسکو منیٰ کہتے ہیں **الی غیر جدار** اس سے معلوم ہوا ۱۳
آپؐ بغیر سترہ کے نماز پڑھاتے لیکن اسمیں اختلاف ہے کہ اسکی مراد یہی ہے یا اسکا اور کوئی مطلب ہے؟
اول؛ امام بخاری کا رجحان اسبات کی طرف ہے کہ وہاں سترہ موجود تھا اور اسی حدیث پر باب قائم کیا باب سترة الامام
سترة لمن خلفه امام نووی کا میلان بھی اسی طرف ہے علامہ عینی کا رجحان بھی اسی طرف ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ
لفظ غیر اکثر صفت واقع ہوا کرتا ہے لہٰذا اسکا موصوف محذوف ہے ای الی شئ غیر جدار یہی تاویل علامہ محقق
ابو الحسن سندی نے فرمائی۔ ثانی؛ امام شافعی فرماتے ہیں کہ الی غیر جدار کا مطلب ہے الی غیر سترة
اور اسی طرف امام بیہقی کا رجحان ہے۔ اسمیں اختلاف ہے کہ ~~[illegible]~~ نماز کا منیٰ کے اندر پڑھانا یہ واقعہ
کب پیش آیا حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع میں واقع ہوا لیکن معمر نے زہری سے نقل کیا کہ یا
حجۃ الوداع میں یا فتح مکہ کا سال تھا۔

781 **الفصل الثانی؛ عن ابی ہریرۃ اذا صلی احدکم عن المقداد بن الاسود قال** ۱۵
فلیخط خطا اس کے اندر اختلاف ہے کہ خط کافی ہے یا نہیں۔ امام احمد بن حنبل سعید بن جبیر اور
عبد الرحمن اوزاعی کے نزدیک خط کھینچنا چاہیئے۔ امام ابو حنیفہ امام مالک امام لیث بن سعد کے نزدیک خط نہ کرے
امام شافعی کے دو قول ہیں قول قدیم امام احمد کے مثل اور قول جدید حنفیہ کی طرح ہے اب اعتراض ہوا
خط کا حکم تو اس حدیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے اسکا جواب ان لوگوں نے دیا کہ یہ مضطرب ہے لیکن
ابن المدینی اور امام احمد نے اسکی تصحیح کی ہے اگر یہ ثابت ہو جائے تو ہم سب کے نزدیک اولیٰ [illegible]
چنانچہ اب متاخرین کے نزدیک اس مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہا اور سب کے نزدیک خط کا سترہ
بنا سکتا ہے اور حکمت اس خط کے اندر یہ ہے کہ انتشار طبیعت کے اندر نہیں ہوگا اب یہ خط کیسے
کھینچے گا اسکے اندر تین قول ہیں اول چاند کے دائرہ کی طرح یہ قول ہے امام احمد کا دوم قبلہ کی طرف
لمبا خط کھینچیگا سوم چوڑائی اور عرض کے اندر کھینچیگا جیسے امام کے آگے جنازہ رکھا ہو۔
دوسری حدیث مقداد کی ہے جس سے معلوم ہوا سترہ ایک جانب میں ہونا چاہیے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے

786 **الفصل الثالث؛ عن عائشۃ قالت کنت انام الخ عن ابن عباس اذا صلی احدکم الخ** ۲۳
اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا مس مراۃ ناقض وضو نہیں۔ اب حضرت عائشہ پر یہ اشکال وارد ہوتا تھا
کہ حضور سردار دو جہاں تھے جب وہ سجدہ میں جاتے تو خود انکو اپنے پیر ہٹا لینے چاہیئے تھے حضور کو اشارہ کیوں کرنا
پڑا اسکا جواب انہوں نے دیا والبیوت یومئذ لیس فیها مصابیح گھروں میں چراغ وغیرہ نہیں ہوتا تھا اندھیرے میں پتہ نہیں ہوتا تھا
دوسری حدیث ابن عباس کی ہے جو جمہور کے نزدیک اتمام پر محمول ہے۔ امام ابو داؤد نے اسکو منکر قرار دیا ہے

باب صفة الصلوٰة

اس باب کے اندر دو بحثیں ہیں ۱ بحث اول یہ ہے کہ اس کا ما قبل کے باب کے ساتھ کیا تعلق ہے تو ماقبل سے تعلق 25/3
یہ ہے کہ مصنف نے شرائط الصلوٰۃ کو ذکر فرمایا اور درمیان میں ان کے متعلقات اور مناسبات کو بھی ذکر
فرمایا اور اب مشروط کو ذکر کرتے ہیں۔ ۲ بحث ثانی یہ ہے کہ مصنف نے فرمایا باب صفۃ الصلوٰۃ
ہمارے فقہاء علماء حضرات نے اپنی کتب کے اندر یہی باب قائم کرتے ہیں اب یہ الصفۃ سے مراد کیا ہے اس میں
ہمارے فقہاء و شارحین کا اختلاف ہے۔ اول: علامہ سغناقی صاحب نہایہ فرماتے ہیں کہ
صفت سے مراد نماز کے اجزاء النفس الامریہ ہیں لہذا یہ اضافت جزء کی کل کی طرف ہے اور مطلب
یہ ہے کہ باب اجزاء الصلوٰۃ۔ دوم: علامہ حلبی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت علی حذف المضاف ہے
اور باب صفۃ اجزاء الصلوٰۃ اور صفۃ سے مراد فرضیت، وجوب، سنیت وغیرہ ہے یعنی اس باب کے اندر نماز
کے ان اجزاء کا ذکر ہے جو فرض ہیں اور بعض واجب اور بعض نفل ہیں سنت ہیں۔ سوم: علامہ اکمل بابرتی
فرماتے ہیں کہ یہاں پر صفت سے مراد هیئۃ حاصلۃ للصلوٰۃ من ترکیب اجزاء مع بعضها ببعض۔
علامہ ضعیف کے نزدیک یہی قول بہتر معلوم ہوتا ہے لیکن علامہ علی قاری نے یہاں ابن ہمام کا قول نقل کیا ہے
اور وہ یہ کہ الصفۃ سے مراد اجزاء نفس الامریہ ہیں اور یہی قول علامہ صاحب نہایہ کا لگتا ہے۔
یاد رکھنا چاہیے کہ دو لفظ ہیں ایک وصف اور ایک صفت۔ صفت کہتے ہیں معنی قائم بالموصوف کو
اور وصف کہتے ہیں ذکر ذالک الصفۃ کو اس فرق کو ہمارے فقہاء نے بیان فرمایا۔

790 **الفصل الاول: عن ابی هریرۃ ان رجلا الخ عن عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم** 3

رجلا یہ خلاد بن رافع ہیں جیسا کہ ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں اس کی تصریح کی ہے لیکن اس صورت
پر اعتراض ہوگا کہ ان کی وفات بدر میں واقع ہوا کا مسیئ الصلوٰۃ کا واقعہ خلاد بن رافع مشہور حدیث ہے
تھے لہذا یا تو کا مسیئ کہنا غلط ہے یا پھر رجل کا مصداق ان کو بیان کرنا غلط ہے اس کا جواب
دیا کہ ان کو کا مسیئ ان کے نسل کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اگر کوئی شہر کا آدمی مہتمم ہے اور
کم عقلی کا کام کرے تو اس کا نام گاؤں والے رکھتے ہیں **فصلی** نماز پڑھی ہے مغنی رکعتیں حافظ فرماتے
ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ اس کی تحیۃ المسجد مراد ہے۔ اس حدیث کے اندر اعادت پر دلیل ہے کہ نفل شروع
کرنے سے واجب ہو جاتی ہے لیکن چونکہ شوافع کے نزدیک واجب نہیں ہوتی اس بناء پر حافظ نے فرمایا کہ شاید
یہ نماز فرض رہی ہو اس لیے حضورؐ نے دوبارہ کا حکم دیا اس کا جواب دیا کہ ابن آپ نے فصلی کے اندر
فرمایا کہ ظاہر یہ تحیۃ المسجد ہے اور یہاں کہہ دیا کہ شاید فرض ہو یہ احتمال بلا دلیل ہے جزاک اللّٰہ کہنے کا فرق ہے

فصل فانک لم تصل قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص عبادت سے 4
ناواقف ہو اور بغیر علم کے خلاف واقع اس عبادت کو ادا کرے تو وہ ناکافی اور غیر معتبر ہوگی۔ حنفیہ فرماتے ہیں
کہ قاضی عیاض کا یہ کلام جب صحیح ہے جبکہ لم تصل سے مراد عدم اجزاء لیا جائے اور اگر لم تصل سے مراد
نفی کمال ہو اور نفی اجزاء نہ ہو تو پھر یہ قول صحیح نہیں۔ اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ لم تصل کے اندر
ایک جماعت کے نزدیک کمال صلوٰۃ کی نفی ہے اور دوسری جماعت کے نزدیک نفس صلوٰۃ کی نفی ہے یعنی وہ نماز
کافی نہیں ہوئی تو جو لوگ نفی کمال اس سے مراد لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آنحضورؐ اعادہ کا حکم نہیں دیا تو

اگر وہ نماز ناکافی ہوتی تو آپ اعادہ کا حکم دیتے حافظ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ جب اس رجل نے آپ سے
کہا علمنی یا رسول اللہ تو آپ نے جو جواب دیا وہ دلالۃً اعادہ کا حکم ہے علامہ عینی نے حافظ پر اعتراض
کر دیا کہ اگر ان کو نماز کا جو حکم آپ نے دیا وہ اعادہ علی وجہ الکمال کا حکم ہے لہذا اگر یہاں بھی اعادہ حقیقۃً
کرایا تو علی وجہ الکمال حد علی طریق الکمال آپ کا حکم ہوگا۔ لیکن رسیہ پر اشکال وارد ہوگا کہ حضور نے اس کو نماز
اور حکم دیا تو وجوب کا فائدہ دیتا ہے لہذا اخف طریق کمال کو ثابت کرنا حتیٰ دعویٰ سے اس کا جواب یہ
دیا گیا کہ ابوداؤد میں سعید مقبری کی روایت ہے کہ حضور نے نماز کا طریق بتلا کر فرمایا کہ اذا انقصت من هذا فانما انتقصت
من صلوتک اور کہا قال محمد رضی اللہ عنہ یہ فرمایا کہ من صلوتک یعنی نقص کے باوجود اس کا نماز آپ نے صلوۃ کہا ہے
نیز اگر حقیقت نماز یہاں موجود نہ ہوتی تو نقص کو منسوب نہ کرتے بلکہ فرماتے ہیں کہ نہیں لا نماز فوت ہو جاتی یا ختم
ہو جاتی وغیرہ وغیرہ نیز یہ اختلاف اس مسئلہ پر مبنی ہے کہ نماز کے اندر طمانینت جو منی ہے یا نہیں اس حدیث
سے معلوم ہوتا ہے کہ طمانینت فرض ہے چنانچہ امام شافعی امام مالک امام احمد امام ابو یوسف کے نزدیک
فرض ہے امام صاحب اور امام محمد کے نزدیک فرض نہیں ہے اب یہ واجب فرض نہیں تو کیا ہے اس میں علماء احناف
اہل تخریج مختلف ہیں ابو عبد اللہ جرجانی فرماتے ہیں کہ سنت ہے اور امام کرخی کہتے ہیں کہ واجب ہے
جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں ان کا استدلال تو یہ حدیث ہے اور جو لوگ قائل نہیں وہ استدلال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ
کے قول وارکعوا واسجدوا سے کہ رکوع کے معنی مطلق انحناء اور سجود کے معنی مطلق وضع الجبہۃ علی الارض کے
ہیں طمانینت اس کے مفہوم میں داخل نہیں ہے لہذا یہ معلوم ہو گیا کہ ایک جماعت کے نزدیک فرض اور دوسروں کے نزدیک
فرض نہیں۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کے نزدیک فرض سے فرض عملی مراد ہے یعنی
واجب ہے تو گویا ان کے کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ جیسے طرفین کے نزدیک طمانینت واجب ایسے ہی ان کے
نزدیک بھی واجب ہے تو کوئی اختلاف آپس میں نہیں ہے۔ لیکن رائج یہ ہے کہ بر خلاف امام طحاوی کے کلام سے کچھ
اور معلوم ہوتا ہے اور ان کا کلام یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کے اندر شرح معانی الآثار کے اندر
ایک باب قائم فرمایا باب مقدار الرکوع والسجود اور اس کے اندر ایک حدیث نقل کی جو مشکوٰۃ شریف ص ۸۳ پر
شروع ہی میں حضرت عون بن عبد اللہ سے مروی ہے جس کے اندر حضور کا قول یہ نقل کیا گیا کہ اذا رکع احدکم
فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلٰث مرات فقد تم رکوعہ تو امام طحاوی نے ثلٰث مرات کے متعلق فرمایا کہ
ایک جماعت کے نزدیک یہ واجب ہے (ادنیٰ) اس کی جماعت کا مصداق امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہری ہیں اور
آگے چل کر فرمایا کہ وخالفہم فی ذلک آخرون الخ یعنی دوسری جماعت طمانینت کے قائل نہیں ہیں اور اس
جماعت میں امام مالک امام شافعی امام احمد ہیں اور آگے چل کر فرماتے ہیں کہ وهذا قول ابی حنیفۃ وابی یوسف
ومحمد رحمہم اللہ تو اس کلام سے معلوم ہوا کہ تمام ائمہ اور صاحبین کا مذہب یہ ہے کہ طمانینت فرض ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جب امام طحاوی نے یہ فرما دیا تو اب ان کا قول قابل قبول ہے اس لئے کہ ان کے
کیونکہ ع اذا قالت حذام فصدقوها ٭ فان القول ما قالت حذام
او فی التی بعدها بخاری کے اندر ہے فی الثانیۃ او فی الثالثۃ اور ایک دوسری روایت بخاری کے اندر ہے اس میں ہے کہ
ارجع فصل فانک لم تصل ثلاثا حافظ فرماتے ہیں کہ یہ بلا شک وارد ہوا لہذا معلوم ہوا کہ تین مرتبہ اعادہ کا

۲۹

790 آپ نے دیا۔ اب اعتراض وارد ہوگا کہ اتنی رتبہ اعادہ کا حکم کیا گیا تو رتبہ کی آپ نے اسکو غلطی ہی رتبہ میں 25/5
کیوں نہ طریقہ بتلا دیا۔ اسکا جواب اُن لوگوں کو دینا پڑے گا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام القل نفی صلوٰۃ
کی نفی ہے اور اعادہ کا حکم آپ نے دیا ہے؟ وہ جواب[۱] یہ دیتے ہیں کہ اعادہ کا حکم اسلئے دیا تاکہ
تنبیہ ہو جائے۔ جواب[۲] علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شاید اسلئے حکم دیا تاکہ اسکو غلطی سمجھ میں آجائے
جواب[۳] علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ چونکہ اسنے اپنے عمل پر اعتماد کر کے نماز پڑھی تو اعادہ کا حکم دیا
تاکہ متنبہ ہو جائے فکبّر۔ اس سے اشارہ دو مسئلے ہیں اول یہ کہ تکبیر تحریمہ ایک رتبہ ہے یا زائد ہے اور 6
دوسرا یہ کہ اسکا حکم کیا ہے۔ قاضی ابو الطیب شافعی امام عینی نے روافض سے نقل کیا کہ تکبیر تحریمہ
نہیں رتبہ ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ هذا خطأ ظاهر۔ چنانچہ تمام جمہور کا سلفاً خلفاً اسبات پر اجماع
ہے کہ تکبیر تحریمہ صرف ایک رتبہ ہے لیکن اِن لوگوں میں اختلاف ہے کہ اس کا حکم کیا ہے؟
(۱) ائمہ اربعہ۔ ثوری۔ ربیعہ کے نزدیک فرض ہے (۲) سعید بن المسیب۔ حکم۔ حسن بصری۔ اوزاعی۔
امام زہری کے نزدیک سنت ہے (۳) ابوبکر اصم۔ حسن بصری امام زہری سے نقل کیا گیا کہ بلا تکبیر تحریمہ
بھی نماز منعقد ہو جاتی ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں پھر ان میں اختلاف ہے کہ آیا یہ رکن ہے یا شرط
امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ شرط ہے اور ائمہ ثلاثہ۔ ثوری۔ ربیعہ کے نزدیک رکن ہے بعض شافعیہ نے
امام شافعی سے بھی نقل کیا کہ شرط ہے جو لوگ رکنیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حضور کے
فرمان علیہ السلام و تحریمها التکبیر سے کہ تکبیر تحریمہ کی اضافت نماز کی طرف ہے اور یہ اضافت جزء کی
ہے نہیں بلکہ اضافت متقید ہے جو جزئیہ کو چاہتی ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ اللہ پاک کے ارشاد کا
فرمان تعالیٰ و ذکر اسم ربه فصلی اور ذکر سے مراد یہاں تکبیر تحریمہ ہے اور اسپر نماز کا عطف
ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ تکبیر تحریمہ اور نماز دونوں متغائر ہیں شرط اور
مشروط ہیں۔ جزء اور کل یعنی رکن اور ذی رکن نہیں ہیں۔ اور اس اختلاف کا ثمرہ یہ نکلیگا کہ
اگر ایک آدمی ایک ہی تکبیر تحریمہ سے دوسری نماز شروع کرنا چاہتا ہے تو حنفیہ کے نزدیک جائز اور بقیہ حضرات
کے نزدیک جائز نہیں ہوگی ثم ارفع حتى تطمئن جالسا۔ آخر میں سجدہ کے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ رکن 8
معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ استراحت فرض ہے حالانکہ اسکی وجوب فرضیت کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ
امام بخاری نے اس عبارت سے اتنی عبارت اور بڑھائی قال ابو اسامة فی الاخیر حتی تستوی قائما اور
اس عبارت سے اسبات کی طرف امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ ثم ارفع الخ یہ عبارت وہم ہے لیکن
اگر جالسا کے اندر جلوس تشہد مراد لیں تو پھر کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ واجب ہے
اب یہ کہ جب جلوس تشہد مراد ہو سکتا ہے تو حافظ ابن حجر وہم کے پیچھے کیوں پڑ گئے اسکا جواب یہ
ہے کہ پھر اس جالسا تشہد کا جلوس مراد لینا صرف تاویل ہی کا درجہ ہے ورنہ صرف ایک ہی رکعت کا اب تک
ذکر ہوا تو ایک رکعت کے بعد جلوس تشہد کیسے مراد لیں گے اس بنا پر حافظ نے وہم قرار دیا ہے
دوسری صورت عائشہ کی ہے جسکے اندر ہے وكان ينهى عن عقبة الشيطان اسکی تفسیر مراد ہے یعنی دونوں گھٹنوں 12
کو کھڑا کرکے اپنی ایڑیاں یا الیتین سے ملا لینا۔ ایسے حضور نے دونوں سجدوں کے بیچ نماز کے اندر جیسا کہ کتوں کی بیٹھک سے منع فرمایا نقر وغیرہ

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدیہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا دخل الخ

ان دونوں حدیثوں کے اندر ایک معرکۃ الآرا مسئلہ کو بیان کرنا ہے جس کا نام "مسئلہ رفع یدین" ہے یہ خلفاً اور سلفاً معرکۃ الآرا مسئلہ بنا رہا چنانچہ اسی سبب امام بخاریؒ نے قلم اٹھایا اس کے بعد اور بعض علماء نے اس کے متعلق کافی کلام کیا انہی میں سے ابو نصر بن محمد مروزی - امام طحاوی - محدث زمان علامہ العصر وغیرہ نے بسط سے کلام کیا - علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ جامع اسبارے میں محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیری کا رسالہ ہے جس کا نام نیل الفرقدین ہے - اب سمجھنا چاہیے کہ رفع یدین کے چند مواضع ہیں جن کے اندر ہم کو کلام کرنا ہے غور سے سنیئے!

موضع اول :- رفع یدین کا موضع اول تکبیر تحریمہ ہے حافظ ابن عبد البر - ابن حزم ظاہری ابن سبکی - امام نووی ابو بکر بن المنذر ان تمام نے اسبات پر سلفاً خلفاً اجماع نقل کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین ہے - ابو بکر بن المنذر - عبدری مالکی نے نقل کیا کہ شیعہ کا فرقہ "زیدیہ" تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین کا منکر ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس فرقہ کی مخالفت سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے - علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے امام زید بن علی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ تکبیر تحریمہ میں ان لوگوں کے نزدیک رفع یدین مستحب ہے ایسے ہی ان کے ائمہ متقدمین نے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے استحباب کا قول کیا ہے لہذا ان کی طرف انکار کو منسوب کرنا غلط ہے - بعض مالکیہ نے امام مالک سے یہ نقل کیا کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ میں مستحب نہیں ہے ایسے ہی قاضی ابو الولید باجی نے بھی فرمایا کہ تکبیرۃ الاحرام میں رفع یدین نہیں ہے لیکن یہ نقل امام مالک سے شاذ ہے - پھر اسبات میں اختلاف ہے کہ تکبیر (رفع یدین) کا کیا حکم ہے :- داؤد ظاہری امام اوزاعی - امام حمیدی جو کہ امام بخاری کے استاد اور امام شافعی کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں کہ فرض ہے قاضی حسین شافعی نے بھی امام احمد سے فرضیت کا قول نقل کیا ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں ان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر ترک کرے تو نماز باطل ہو جائے گی امام اوزاعی اور امام حمیدی کے نزدیک ترک تکبیر تحریمہ سے نماز کا بطلان ہو جائیگا - ابن حزم فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے اندر رفع یدین فرض اور اس کے ترک سے نماز باطل ہو جائیگی حافظ فرماتے ہیں کہ ابن خزیمہ کے کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ نماز باطل ہو جائیگی - تیسرا قول یہ ہے کہ رفع یدین سنت ہے یہ ائمہ اربعہ کا مذہب ہے جو لوگ فرضیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اسبات سے کہ آپ نے تمام عمر رفع یدین فرمایا اور ہمیشہ مواظبت فرمائی اور آپ کا قول ہے صلوا کما رأیتمونی اصلی اور امر وجوب کے لئے ہے لہذا آپ کے افعال صلوۃ ہم پر واجب ہیں صاحب ہدایہ نے رفع یدین تکبیر تحریمہ کے اندر اسکی سنیت پر آپ کی مواظبت سے استدلال فرمایا امام زیلعی نے لکھا ہے کہ یہ مشہور نہیں قطعیۃ میں تکبیر احرام کے اندر آپ کا رفع یدین مشہور ہے آپ کی نماز میں - ایسے ہی بہت سی احادیث سے آپ کا رفع یدین کرنا نماز کے اندر ثابت ہے اور اسبارے کے اندر بھی بہت سی احادیث مثلاً حضرت علی حضرت وائل بن حجر - مالک بن الحویرث وغیرہ کی ان کی تعداد کی آئیگی اب اشکال ہوتا ہے کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ کسی شئی پر مواظبت فرمانا وجوب کی دلیل ہے لہذا

قاعدہ کے مطابق رفع یدین واجب ہونا چاہیے حالانکہ ائمہ احناف میں سے کوئی بھی اس وجوب کا قائل نہیں
ابن ہمام فرماتے ہیں! چونکہ حدیث اعرابی مسئ الصلوٰۃ کے اندر اسکا ذکر نہیں لہذا اسکی وجہ سے
وجوب نہیں ہوسکتا۔ شمس الائمہ سرخسی۔ امام طحاوی نے بھی حدیث اعرابی سے استدلال کیا اور جب
نہیں ہے لیکن ان سب میں یہ اشکال ہے اگر حدیث اعرابی کے اندر اسکا ذکر نہیں تو اس کی نفی
لازم نہیں آتی لہذا اس حدیث سے جواب دیکر اشکال سے جان چھڑانا صحیح نہیں ہے لیکن حنفیہ کے
نزدیک مسئلہ معروف ہے کیونکہ ان سے دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ ترک سے گنہگار ہوگا اور ایک یہ کہ
گنہگار نہیں ہوگا تو دوسری روایت کا تقاضہ ہے کہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے اور پہلی روایت کا
تقاضہ ہے کہ واجب ہے لیکن بعض لوگوں نے اول روایت کا جواب یہ دیا کہ وہ محمول ہے ایسے شخص پر
جو ترک پر مداومت کرے ورنہ فی نفسہ کبھی کبھی ترک سے گنہگار نہیں ہوگا بہر حال ان دونوں روایتوں
سے یہ سمجھ میں آیا کہ حنفیہ کچھ کچھ وجوب کی طرف مائل ہیں لہذا اب قاعدہ کے خلاف ہونے کا
الزام ان پر نہیں رہا۔ یہ پہلا موضع تھا جہاں رفع یدین ثابت ہے۔

موضع ثانی:۔ دوسرا مقام جہاں رفع یدین کا ثابت ہونا نہ ہونے میں اختلاف ہے وہ یہ
رکوع کے اندر جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے یہی مسئلہ معرکۃ الآراء بنا ہوا ہے
اسمیں امام شافعی، امام احمد، اسحاق بن راہویہ، عبد اللہ بن مبارک، حسن بصری، مجاہد، طاؤس، عطاء
کے نزدیک رفع یدین ہونا چاہیے اور صحابہ کے اندر حضرت ابو ہریرہ، انس بن مالک، جابر بن عبد اللہ
عبد اللہ بن زبیر، عبد اللہ بن عمر، مالک بن الحویرث، ابو اسید ساعدی، سہیل بن سعد ساعدی،
ابو سعید خدری، ابو حمید ساعدی ان تمام کا یہی مذہب ہے کہ رفع یدین ہونی چاہیے۔ اسکے برخلاف امام صاحب
صاحبین، زفر، ابن جریج، سفیان ثوری، نخعی، مغیرہ، قیس، اسود، علقمہ، ابو اسحاق سبیعی
شعبی، خیثمہ، وکیع، عاصم بن کلیب کی رائے ہے کہ رفع یدین اس موضع میں نہ کرنا چاہیے یہی ایک
روایت ہے امام مالک سے اور یہی جمہور مالکیہ کا قول ہے۔ صحابہ میں سے صاحب ہدایہ نے عشرہ مبشرہ
ابن مسعود، جابر بن سمرہ، براء بن عازب، ابو سعید خدری اور اسکے علاوہ بہت سے صحابہ اور تابعین کا
یہی مسلک بیان کیا ہے کہ رفع یدین ان کے نزدیک نہیں ہے۔ عشرہ مبشرہ ان دس صحابہ کو کہتے
ہیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں تمام کو جنت کی بشارت دی ان کو کسی
شاعر نے شعر میں جمع فرمایا ہے ۔ لقد بشر الہادی من الصحب عشرۃ ۔ بجنات عدن کلھم فضلاء اشتہر
سعید زبیر سعد و طلحۃ وعامر ۔ ابو بکر عثمان ابن عوف علی عمر ۔ عامر سے مراد ابو عبیدۃ بن الجراح ہیں
موضع ثانی کے اندر دو مذہب تو یہ ہو گئے ایک شافعیہ کا اور ایک حنفیہ کا اب تیسرا مذہب سنیے
رفع اور عدم رفع دونوں برابر ہیں اسکو ابن حزم نے نقل کیا ہے کسی کو ترجیح
نہیں دی جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کے درمیان مساوات ہے چوتھا مذہب یہ ہے کہ رفع یدین کسی
موضع میں نہیں عند الرکوع و عند رفع الرکوع مبطل صلوٰۃ ہے یہ مذہب مکحول نسفی نے امام صاحب سے
نقل کیا ہے اور یہ مذہب قطعاً غلط ہے۔ محقق ابن ہمام اور صاحب لبابہ علامہ محمود بن احمد قونوی

فرماتے ہیں۔ یہ مذہب شاذ ہے لیکن یاد رکھنا چاہیے۔ شافعیہ اور حنفیہ کا رفع یدین میں اختلاف صرف افضلیت کے اندر ہے حلت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں ہے

موضع ثالث :- تیسرا وہ مقام جہاں رفع یدین کا ثبوت ہے وہ سجدوں کے اندر جاتے ہوئے ہے یہ شافعیہ میں سے ابو علی طبری - ابو بکر بن المنذر اور بعض کا مذہب ہے۔ اس وقت ہونا چاہیے۔

موضع رابع :- قاعدہ اولی کے بعد ہونا چاہیے یہ امام شافعی سے نقل کیا گیا ہے اسکو ابو علی طبری ابو بکر بن المنذر، امام بیہقی امام بخاری اور اکثر اہل حدیث نے اختیار کیا ہے۔ یہ تو بیان تھا رفع یدین کے مواضع اور ان کے اندر مذاہب کا۔ اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ رفع کہاں تک ہونا چاہیے یعنی اسکی مقدار کتنی ہے؟ حضرت امام محمد کا مذہب صاحب محیط نے نقل کیا۔ ان یرفع یدیہ حذاء اذنیہ وان یحاذی بانامل فروع اذنیہ یعنی دونوں ہاتھوں کو کانوں کے مقابل اسطور پر کرے۔ اسکی انگلیاں کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائے۔

امام الحرمین نے امام شافعی سے بھی یہی مذہب نقل کیا۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ ھذا اعتقاد غریب یعنی امام شافعی سے یہ مذہب منقول نہیں ہے۔ ہمارے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مد ظلہ فرماتے ہیں کہ اذنین تک اٹھانیکا مذہب قاضی ابو الولید باجی اور شیخ خلیل مالکی سے نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ امام مالک سے بھی یہ ایک روایت ہے لیکن امام مالک سے رفع الی الاذن تک کی روایۃ الاحناف نہیں ملتی البتہ ابن شاس مالکی نے جواہر کے اندر متاخرین مالکیہ کا مذہب نقل کیا ہے۔ رفع کے وقت کف مونڈھے کے برابر اور انگلیاں کانوں کے برابر ہوں۔ دوسرا قول مشہور امام مالک سے یہ ہے کہ رفع منکبین تک ہے امام نووی نے تصریح کی ہے۔ امام شافعی کا مشہور مذہب یہی ہے امام احمد و اسحاق ابن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے ابو العباس قرطبی فرماتے ہیں۔ اصح روایۃ الامام مالک سے یہی ہے کہ منکبین تک ہوگا تیسری روایت امام مالک کی یہ ہے کہ صدر تک رفع ہوگا۔ ابن المنذر، محقق ابن قدامہ نے امام احمد سے نقل کیا۔ منکبین اور اذنین دونوں تک رفع میں اختیار ہے چنانچہ روایات بھی دونوں طرح کی ہیں جیسا۔ وائل بن حجر۔ اور دوسرے صحابہ کی روایتیں الی الاذان تک ہیں۔ مالک بن حویرث کی روایت مسلم ونسائی میں الی المنکبین کی ہے ایسے ہی ابن عمر کی حدیث ابو حمید ساعدی کی حدیث اور بہت سی روایتیں رفع الی المنکبین کی ثابت ہیں۔ اسی اختلاف کی بناء پر بعض نے منکبین کو اور بعض نے اذنین کو بعض دونوں کے اندر اختیار دیا اور بعض نے ان سب روایات کو جمع کیا اور اس جمع و تاویل کے اندر مختلف اقوال ہیں علہ صاحب ہدایہ نے فرمایا۔ منکبین کی روایت عذر پر محمول ہیں علہ امام طحاوی فرماتے ہیں۔ سردی کی وجہ سے منکبین تک رفع کرتے تھے اور دلیل پیش کرتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث سے وہ فرماتے ہیں۔ میں مدینہ میں آیا تو وہ لوگ ہاتھ اٹھاتے تھے اذنین تک اور جب میں دوبارہ سردی کے اندر مدینہ آیا تو وہ گرم کپڑے اوڑھے ہوئے ہوتے تھے اور صدور تک رفع کرتے تھے علہ علامہ عینی نے امام طحاوی کی اس تاویل کو رد کیا اور یہ فرمایا۔ بات یہ ہے کہ روایات مختلف ہیں امام شافعی نے وائل بن حجر کی منکبین والی روایت

علہ اور صدور کے اندر منکبین بھی داخل ہے ۱۲

پر عمل کیا اور مالک بن حویرث کی روایت پر حنفیہ نے عمل کر لیا۔ آگے چل کر علامہ عینی ابن عبد البر کا قول نقل
کرتے ہیں کہ حضور سے مختلف افعال صادر ہوئے ہیں کبھی رفع سر کے برابر کبھی اذنین کے برابر کبھی منکبین کے برابر
اور کبھی صدر کے برابر لہذا ان میں کسی کو اختیار کیا جائے تو درست ہے اس کلام سے معلوم ہوا کہ
ابن المنذر اور امام احمد کی طرح علامہ عینی اور ابن عبد البر بھی تخییر کے قائل ہیں لیکن شافعیہ کا ایک
گروہ کہتا ہے کہ رفع الی المنکبین راجح ہے علامہ امام نووی۔ علامہ قسطلانی نے امام شافعی سے نقل کیا
کہ ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ ہتھیلی (کف) منکبین تک اور انگلیاں اذنین کے محاذی ہو جائیں یہ
بھی جمع کی ایک صورت ہوگی علامہ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جو لوگ محاذات اذنین کے قائل ہیں تو وہ
گویا وہ جمع بین الروایات کے قائل ہیں کیونکہ اگر راحتین کے منتہی کو منکبین کے برابر اور انگوٹھے کو
کانوں کی لو کے برابر اور انگلیوں کو فروع الاذنین یعنی اوپر کے حصہ کی جانب کیا جائے تو اس طرح
تمام روایات کا جمع ہو جائیگا محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس جمع کے لکھنے کے بعد ابو داود کی ایک روایت
جو وائل بن حجر سے مروی ہے ملی جو اسی جمع کی مؤید ہے علامہ حافظ نے امام شافعی سے ایک جمع یہ نقل کیا
کہ جب کفین تو محاذی ہوں منکبین کے اور اذنین کے مقابل ہوں انامل ہوں یہ جمع قول ہو گی روایات مختلفہ
کے لئے جمع اور تاویل کے بارے میں فاحفظ۔ ما قبل میں بیان کیا تھا کہ امام مالک کی ایک روایت یہ
ہے کہ رفع الی الصدر ہوگا علامہ ابن رشد اس قول میں دلیل بیان کرتے ہیں وائل بن حجر کی اس حدیث سے جس میں
کہ وہ بیان کرتے ہیں سردی کے اندر آئے تو لوگ رفع الی الصدر کرتے تھے جیسا کہ اس کی تصحیح گذرا
علامہ نے امام طاؤس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے رفع یدین کیا اور سر سے بھی تجاوز کر دیا امام نووی فرماتے ہیں
اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ باطل ہے۔ [illegible] ضعیف کہتا ہے کہ جو روایات اذنین کیلئے وارد ہوئی
تو اگر اس میں ذرا توسیع کی جائے اور یہ کہہ دیا جائے کہ اور ساعد کو اذنین کے محاذی
کیا جائے تو یقیناً انامل سر سے متجاوز ہو جائیں گی اور اس صورت میں یہ طاؤس کا مستدل بن جائیگا
ایسے ہی ایک روایت ابو داود [illegible] مسند احمد میں ہے کہ یہ رفع [illegible] بھی طاؤس کی
مؤید ہے لہذا امام نووی کا طاؤس کے قول و فعل کو مطلقاً باطل کہنا غلط ہے چنانچہ حافظ ابن عبد البر
فرماتے ہیں کہ بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ رفع کرتے ہوئے سر سے تجاوز کیا تو کہا ہے یہ اقوال تو تمام
مردوں کے بارے میں ہیں۔ عورتوں کے بارے میں حنفیہ کے نزدیک رفع منکبین تک ہے دوسری روایت
غیر مشہور حنفیہ سے یہ ہے کہ مرد و عورت کا ایک ہی حکم ہے لیکن مشہور روایت یہی ہے کہ دونوں میں فرق ہے
ابن رسلان نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تفریق کا مرد و عورت کے درمیان صرف حنفیہ کا ہے لیکن
ہمارے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ابن رسلان پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ محقق ابن قدامہ نے امام احمد
سے دو روایت نقل کی ہیں ایک یہ کہ رفع دون الرفع یعنی عورت رفع [illegible] کرے۔ دوسری
روایت یہ ہے کہ رفع نہیں کرے گی لہذا صرف حنفیہ کے مسلک تفریق کیسا تو خاص کرنا اہل علم کا کام نہیں
علامہ شوکانی معترض بنکر میدان میں آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا اس مسلک تفریق میں کوئی مستدل
نہیں ہے ہمارے حضرت شیخ مدظلہ اس اعتراض کی جرح میں گرم پانی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ طبرانی

کے اندر ایک روایت موجود ہے جس کے اندر دونوں کو اذنین تک اور مونڈھوں کو شحمتین تک ہاتھوں کو اٹھانا
کا آپ نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا ہے لہذا استدلال بھی ہو سکتا الزام حنفیہ پر اس سے ظلم ہے
تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر سے پہلے ہوگا یا ساتھ ساتھ ہوگا یا بعد میں ہوگا؟ ابن قدامہ نے مغنی کے
اندر لکھا ہے کہ تکبیر کے ساتھ ساتھ رفع یدین کرے یعنی جب تکبیر شروع کرے تو رفع بھی شروع کرے اور جب
رفع ختم ہو تو تکبیر بھی ختم ہو جائے تو دونوں کے اندر مقارنت ہونی چاہئے یہی مذہب امام نووی نے
مہذب کے اندر امام شافعی سے نقل کیا اور ابو اسحاق شیرازی نے مہذب کے اندر اسکو نقل کیا ہے
ایسے ہی امام مالک سے بھی یہی مذہب نقل کیا گیا۔ زرقانی مالکی نے نقل کیا۔ فتح الباری کے اندر حافظ نے
قدوری کے اندر امام قدوری نے اسکو لکھا ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس سے مقارنت معلوم ہوتی ہے
وھو المروی ای قولہ عن ابی یوسف والمحکی ای فعلا عن الطحاوی۔ علامہ عینی نے شرح ہدایہ کے اندر
تحریر فرمایا کہ شیخ الاسلام خواہر زادہ نے بھی اسی مقارنت کے مسئلہ کو بیان کیا ہے اسی مذہب کو صاحب تحفہ
صاحب محیط۔ صاحب بدائع نے اختیار کیا ملا علی القاری نے علامہ جمیع اصحاب کی طرف اسکو منسوب کیا ہے
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ پہلے رفع یدین کریگا پھر تکبیر کہیگا صاحب بحر و نہر نے اسکو اختیار کیا
امام شامی کا رجحان بھی اسی طرف ہے اور وہ کہتے اس قول کے دو مطلب ہیں ایک تو یہ
کہ رفع کرتے ہوئے ہاتھ کانوں تک لیجائے اور پھر تکبیر شروع کرے اور تکبیر کہتے ہوئے نیچے کو لائے
دوسرا یہ کہ ہاتھ کانوں تک لیجانے کے بعد تکبیر کہے اور ہاتھ اسی جگہ باقی رہے اور جب تکبیر ختم کرے
تو پھر نیچے کو ہاتھ لائے اور یہی دونوں قول امام شافعی سے مروی ہیں تیسرا قول امام شافعی کا
یہ ہے کہ ابتداء تکبیر ابتداء رفع کیساتھ اور انتہاء تکبیر انتہاء ارسال کیساتھ کرے
چوتھا قول ہے کہ ابتداء رفع تو ابتداء تکبیر کیساتھ ہو اور پھر تکبیر جاری رہے جس جگہ ختم ہو جائے
انتہاء رفع۔ یا انتہاء ارسال کی قید نہیں اس چوتھے قول کو ابو القاسم رافعی نے اختیار کیا۔
ایک قول یہ ہے کہ اولاً تکبیر کہے اور پھر رفع یدین کرے لیکن اس قول پر حافظ مطلع نہ ہوئے
اور کہہ دیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ کون قائل ہے علامہ شوکانی نے بھی حافظ کا اسباب میں اتباع
کیا یہ تمام اقوال یعنی مقارنت اسمیں پہلے تکبیر پھر رفع اور پہلے رفع پھر تکبیر تینوں قول
کی دلیل مسلم کے اندر موجود ہے چنانچہ ابن عمر کی حدیث سے مقارنت معلوم ہوئی اور ایسے ہی دوسری
بھی دلائل موجود ہیں۔ اب سنئے کہ رفع یدین کی حکمت کیا ہے؟ اسکے اندر علماء کے مختلف
اقوال ہیں اول: سعید بن جبیر۔ ابن عمر کے نزدیک نماز کی زینت ہے دوم صاحب ہدایہ فرماتے
ہیں کہ نفی شرک کیلئے ہے سوم اعلام الاصم کیلئے ہے چہارم اعظاماً للہ ہے یہ امام شافعی سے
منقول ہے پنجم استسلام والانقیاد کیلئے ہے ششم طرح دنیا کی طرف اشارہ ہے ہفتم استقبال
کی قید کیلئے ہے ہشتم یہ بھی حسنہ ہے اور ہر انگلی کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی۔ یہاں تک رفع یدین کا
واقعہ اور ان کے اندر علماء کے اقوال اور رفع یدین کی مقدار اور اسکے اندر مذاہب علماء اور رفع
یدین کی تکبیر پر تقدیم و تاخیر اور اسکے اندر علماء کی آراء اور رفع یدین کی حکمت کا تذکرہ تھا۔

اب مسئلہ رہ گیا دلائل کا اس سلسلہ میں مسئلہ کے اندر یعنی قبل الرکوع و بعد الرکوع رفع یدین
کے اندر حنفیہ مالکیہ ۔ اور شافعیہ حنابلہ دونوں فریق کے دلائل اور حنفیہ کی طرف سے ان دلائل
کے جوابات کیا ہیں ۔ اس سے متعلق علامہ انور شاہ کشمیری کا مقالہ سنیئے وہ فرماتے ہیں کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین بتواتر سند ثابت ہے لہذا اسکا انکار کرنا غلط ہے
ایسے ہی ترک رفع یدین بھی متواتر ہے لیکن عدم رفع کا تواتر سند آیا ہے اور رفع یدین کا تواتر طبقہ
ہے اسکے بعد آپ نے تواتر کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں متواتر سند ۔ تواتر طبقہ ۔ تواتر عمل تواتر
تواتر قدر مشترک تو تواتر طبقہ کا مطلب یہ ہے کہ اسکو ایک جماعت لیتی چلی آئی ہے چنانچہ
کوفہ اور بہت سے بلاد میں عدم رفع شائع تھا ایسے ہی مدینہ کے اندر بھی ترک رفع تھا چنانچہ
امام مالک نے اپنے عمل کی بنیاد اہل مدینہ کی روایات در رواج پر ڈالی اور مکہ کے اندر رفع یدین زیادہ تھا
اسلیئے امام شافعی چونکہ مکہ میں رہا کرتے تھے اسلیئے انہوں نے اپنے عمل کی بنیاد مکہ والوں کے
طریقہ پر ڈالی جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ رفع یدین کے اندر اختلاف
افضلیت کے اندر ہے لہذا اب ہمارا کام یہ ہے کہ دونوں قسم کی روایات کو سامنے رکھکر ایک کو دوسرے
پر ترجیح دیں اب سنئے کہ حضرات شافعیہ جو رفع یدین کی افضلیت کے قائل ہیں وہ استدلال
کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس حدیث پر اعتراض کیا گیا اسکو ابن عمر سے نقل
کرنے والے دو ہیں ایک تو حضرت نافع دوسرے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر ہیں اور اس حدیث کو حضرت سالم
مرفوعاً اور حضرت نافع موقوفاً نقل کرتے تھے لیکن علامہ عینی نے نقل کیا کہ سالم کی روایت راجح
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نافع کی روایت میں بھی ان کے شاگردوں کے اندر اختلاف ہے بعض اسکو مرفوعاً
اور بعض اسکو موقوفاً نقل کرتے ہیں ۔ امام بخاری نے رفع کی روایت کو اور امام ابو داؤد نے عدم رفع
کی روایت کو راجح قرار دیا ہے ۔ دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ ابن عمر کی روایت میں متن کے اندر بھی
اضطراب ہے امام مالک نے موطا کے اندر اس روایت کو نقل کیا اور صرف دو جگہ رفع یدین کو ذکر کیا ایک
تکبیر تحریمہ کے اندر اور ایک رکوع سے سر کو اٹھاتے وقت ۔ ایسے ہی یحیی بن یحیی لیثی ۔ یحیی بن بکیر امام شافعی وغیرہ
نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے اور صرف دو جگہ رفع یدین کو ذکر کیا ۔ اور امام مالک سے خارج از موطا جو
روایت منقول ہے اس میں تینوں جگہ رفع مذکور ہے تکبیر تحریمہ کے وقت ۔ رکوع میں جاتے وقت
اور رکوع سے اٹھتے وقت ایسے ہی امام محمد ۔ عبد اللہ بن وہب ۔ اسحاق حنینی نے جو روایت نقل کی ہے اسکے
اندر بھی تینوں جگہ رفع مذکور ہے ۔ لیکن ابو داؤد کے اندر امام مالک سے جو روایت منقول ہے اس
کے اندر عند الرکوع رفع منقول نہیں حضرت استاد محترم فرماتے ہیں کہ یہ رواۃ کا تصرف ہے ۔
شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں تصرف رواۃ سے سمجھا تھا لیکن اب یہ بات محقق ہوگئی ہے کہ یہ من باب
تنوع العبادات ہے ۔ ~~[illegible] حدیث کو نقل کیا [illegible]~~
~~[illegible]~~ ابن عمر کی اس حدیث پر امام طحاوی نے اعتراض فرمایا کہ مجاہد سے مروی ہے
کہ انہوں نے فرمایا میں ابن عمر کے ساتھ دس سال رہا ہوں کبھی بھی انہوں نے رفع یدین نہیں کیا لہذا اسکی

معلوم ہوا رفع یدین منسوخ ہے۔ حاکم بن عبداللہ نے امام طحاوی کا معارضہ کیا اور کہا طاؤس نے
ابن عمر سے یہ نقل کیا ہے کہ رفع یدین انہوں نے فرمایا ابتداء اسلام کا قول صحیح نہیں ہے بلکہ تنوع عبادات
پر محمول ہے ایسے ہی ابوبکر بیہقی نے ابن عمر کی اس حدیث کو نقل کر کے یہ زیادتی کی ہے فما زالت
تلک صلوٰتہ حتی لقی اللہ اس کے متعلق علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کی بناء پر امام طحاوی کے
نسخ کا قول باطل ہو گیا ہے حافظ جمال الدین زیلعی۔ حافظ عسقلانی علامہ سراج الدین بن ملقن
ان سب نے ان کا اتباع کیا ہے۔ لیکن علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ زیادتی باطل ہے کیونکہ
اس کے اندر عبدالرحمن بن قریش بن خزیمہ راوی ہے اور عبداللہ ذہبی نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ سلیمانی
نے اس کو حدیث کے بارے میں متہم قرار دیا دوسرے علماء ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یروی الموضوعات
ہو وضع الحدیث ایسے ہی اس حدیث کا دوسرا راوی احمد بن محمد انصاری ہے اس کے متعلق علامہ عقیلی
لکھا ہے کہ یہ باطل روایت نقل کرتا ہے یحیی القطان فرماتے ہیں کہ وہ وضع حدیث کرتا ہے اور فرمایا
ہو کذاب اور ان دو کے علاوہ کسی نے بھی اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ راوی کو
وہم ہو گیا در اصل بات یہ ہے کہ بخاری کے اندر حضرت ابوہریرہ کی ایک روایت ہے جس کے اندر حضور
نماز کی تکبیرات انتقالات کو ذکر کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ فما زالت تلک صلوٰتہ الخ
تو وہاں سے اس ٹکڑے کو راوی نے دوسری جگہ ملا کر دیا۔ ایک بات اور قابل ذکر ہے کہ مسند حمیدی
کے اندر ایک روایت ذکر کی گئی حدثنا الزہری قال اخبرنی سالم بن عبداللہ عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ
من الرکوع فلا یرفع۔ ولا یرفع بین السجدتین تو اس حدیث کو حنفیہ اپنے استدلال میں
پیش کرتے ہیں مولانا حبیب الرحمن صاحب محدث اعظمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کسی نے تعرض
نہیں کیا لیکن عبد ضعیف کے نزدیک اس نسخہ میں گڑبڑ معلوم ہوتی ہے اور غلط یہ ہے کہ زیادہ
معلوم ہوتا ہے۔ سفیان بن عیینہ سے جزء رفع الیدین بخاری کے اندر بھی روایت منقول ہے

یہ ابن عمر کی حدیث کے متعلق دو باتیں ہو گئیں ایک یہ کہ اسناد میں اضطراب ہے اور ایک یہ کہ متن
میں اضطراب ہے تیسری بات یہ ہے کہ ابن عمر سے ابوبکر بیہقی نے نقل کیا کہ پہلی مرتبہ کرتے رفع کیا اور
پھر رفع نہیں کیا حاکم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جرح و تعدیل کیلئے تو اس حدیث کو ذکر کرنا صحیح
لیکن احتجاج کیلئے ذکر کرنا صحیح نہیں ہے۔ صاحب مواہب لطیفہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جب رد کی جاتی
ہے جبکہ اسکو مالک سے روایت کرنے والا مطعون ہو وہ غیر ثقہ ہے۔ یہ کلام تو تھا ابن عمر کی حدیث کے متعلق
امام شافعی اور شافعیہ کا اول استدلال تو یہ حدیث ابن عمر تھی دوسرا استدلال ان کا حضرت وائل بن حجر
اور مالک بن الحویرث کی روایت ہے کہ ان کے اندر رفع یدین کا ثبوت ہے جو کہتے ہیں کہ رفع یدین
ثبوت سے ہم کو انکار نہیں بلکہ ہمارا سوال یہ ہے کہ حضور کی مداومت ثابت کرو اور یہ ثابت نہیں کہ
آپ نے رفع یدین پر مواظبت اور مداومت آخر عمر تک فرمائی ہے۔ ابراہیم نخعی کے سامنے وائل کی

790 75/18

کا حدیث پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ وائل نے ایک مرتبہ آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت
ابن مسعود نے پچاس مرتبہ ترک رفع دیکھا ہے تیسرا استدلال شافعیہ کا حضرت ابو حمید ساعدی
کی حدیث سے ہے جو سنن ابی داؤد کے اندر اس سند کیساتھ موجود ہے عن عبد الحمید بن جعفر
عن محمد بن عمرو بن عطاء سمعت ابا حمید الساعدی الخ ابن قطان اور امام طحاوی نے اس
حدیث پر یہ اعتراض کیا کہ یہ منقطع ہے کیونکہ اسکو محمد بن عمرو سے نقل کرنے والے عطاف بن خالد
اور محمد بن عمرو اسکو نقل کرتے ہیں رجل مبہم سے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد بن عمرو کا لقاء ابو حمید
ثابت نہیں بلکہ ایک دوسرا رجل درمیان میں واسطہ ہے اور اسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے
کہ اس کے اندر روایت کرنے والوں میں ابو قتادہ بھی ہیں اور ان کا انتقال حضرت علی کی
خلافت کے زمانے میں ہو گیا تھا اور محمد بن عمرو نہایت کم سن تھے جس کا صاف معلوم
ہو گیا کہ محمد بن عمرو کا لقاء نہ ابو حمید سے ثابت اور نہ ابو قتادہ سے لہذا یہ حدیث منقطع ہے
علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ ابن حزم اور دوسرے بہت سے لوگوں نے انقطاع کا قول کیا ہے
ایسے ہی اس حدیث کی دوسری سند کے اندر راوی عیسی بن عبد اللہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں
محمد بن عمرو سے اور وہ روایت کرتے ہیں عباس بن سہل سے اور وہ ابو حمید ساعدی سے
اس سے بھی معلوم ہوا کہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ابو حمید کے درمیان واسطہ ہے لہذا اتصال کا
قول کرنا غلط ہے بلکہ یہ حدیث منقطع ہے حافظ عسقلانی نے جواب دیا کہ دراصل محمد بن عمرو
دو ہیں عطاف بن خالد جس محمد بن عمرو سے نقل کرتے ہیں وہ تو محمد بن عمرو بن علقمہ ہیں اور
واقعی صغیر السن تھے لہذا ان کی حدیث تو منقطع ہے لیکن عبد الحمید بن جعفر جس محمد بن عمرو
سے نقل کرتے ہیں وہ محمد بن عمرو بن عطاء ہیں اور یہ تابعی کبیر ہیں لہذا اس حدیث کو منقطع
کہنا غلط ہے علامہ انور شاہ کشمیری و حضرت مولانا بنوری نے حافظ کے اس قول پر اعتراض
فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا کہ عطاف بن خالد محمد بن عمرو بن علقمہ سے روایت کرتے ہیں
یہ غلط ہے بلکہ یہ بھی محمد بن عمرو بن عطاء ہی سے روایت کرتے ہیں کیونکہ ابو داؤد کے اندر
صراحۃ ابن عطاء کا ذکر ہے لہذا حافظ نے جو جواب دیا وہ صحیح نہیں ہے اب امام بیہقی جواب
دینے کیلئے تشریف لاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ کہنا امام طحاوی کا کہ ابو قتادہ کا انتقال حضرت علی
کی خلافت میں ہو گیا تھا یہ غلط ہے وہ اس قول میں امام شعبی متفرد ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ان کا
انتقال ۵۴ھ میں ہوا چنانچہ حافظ ابن عبد البر اور دیگر مشاہیر فن اسی طرف مائل ہیں۔
یہ تو اعتراض انقطاع کا امام طحاوی کی جانب سے اس حدیث پر تھا۔ علامہ ابن ترکمانی نے
اس ابو حمید ساعدی کی حدیث پر یہ اعتراض کر دیا کہ یہ حدیث مضطرب ہے کیونکہ بعض نے
اسکو ایسے نقل کیا عن محمد بن عمرو سمعت عشرۃ من اصحاب الخ عطاف بن خالد اسطرح روایت
کرتے ہیں عن محمد بن عمرو عن رجل من اصحاب الخ عیسی بن عبد اللہ آتے ہیں تو وہ اسطرح نقل کرتے ہیں
عن محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سہل عن عشرۃ الخ عتبہ بن حکیم اسکو ایسے روایت کرتے ہیں

790 ۷۵/۱۸

عن عتبۃ بن حکیم [illegible] عن عباس بن سہل لم یزل ۔ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں ہے
چوتھا مستدل شافعیہ کا حضرت علی کی روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی
الصلوٰۃ المکتوبۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ ویصنع مثل ذالک اذا قضی قرأتہ واراد ان یرکع ویصنع اذا رفع
اس حدیث کا معارضہ امام طحاوی نے فرمایا اس روایت سے جسکو ابن ابی شیبہ نے بروایت ابوبکر بن عیاش
النہشلی عن عاصم بن کلیب عن ابیہ نقل کیا ہے جس میں علی کرم اللہ وجہہ کا رفع یدین اول مرۃ ولم یعد ۔ اس پر
اعتراض کیا گیا ہے ابوبکر نہشلی ضعیف ہے جسکا جواب دیا گیا ہے وہ مسلم کے راوی ہیں ابن معین نے
انکی توثیق کی ہے ایسے ہی عاصم بن کلیب کی بھی توثیق کی ہے ۔ عثمان بن سعید دارمی نے ابوبکر نہشلی
کی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے یہ ممکن نہیں ہے حضرت علی حضور سے ثابت شدہ عمل کی مخالفت کریں اور وقف
دیکر ابتداء رفع یدین کریں لہذا معلوم ہوا یہ روایت جو نقل کی ہے ضعیف ہے ۔ ابن دقیق العید فرماتے
ہیں دارمی کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ ممکن ہے عثمان دارمی کا فہم یہ کہنے لگے ہے حضور کے عمل کی جب
انہوں نے مخالفت کی تو یہ دلیل ہے اسبات کی کہ حضور کا یہ عمل منسوخ ہو گیا ۔ دوسرا اعتراض اس
مستدل پر یہ کیا گیا ہے اسکو نقل کیا ہے عبد العزیز بن ابی سلمہ بن الماجشون نے بھی نقل کیا اور جسکے اندر
اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ کا اضافہ ہے ابن ساعد کہتے ہیں موسی بن عقبہ اس زیادتی کے ساتھ متفرد ہیں
شاہ صاحب فرماتے ہیں موسی بن عقبہ کے علاوہ کے اندر بھی یہ زیادتی موجود ہے ایسے ہی یہ روایت
مسلم کے اندر ہے اور اسمیں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے لہذا معلوم ہوا موسی بن عقبہ اس کے ساتھ
متفرد ہیں ۔ پانچواں مستدل شافعیہ کا انس بن مالک کی روایت ہے جو ابن ماجہ کے اندر موجود ہے
اس کے اندر بھی رفع یدین کا ثبوت ہے لیکن وہ روایت صحیح نہیں کیونکہ عبد الوہاب اسکا ایک راوی ہے
جو متفرد ہے امام طحاوی فرماتے ہیں حفاظ نے اس حدیث کو موقوفاً نقل کیا ہے یہ پانچ دلائل تھے
شافعیہ کے اب حنفیہ کے دلائل سنو ۔ **دلیل اول:** امام احمد ۔ ابوبکر بن ابی شیبہ ۔
امام ابوداود ۔ امام ترمذی اور ایسے ہی دوسرے حضرات نے نقل کیا ہے حدثنا وکیع عن سفیان الثوری
عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ بن مسعود قال قال لنا ابن مسعود
الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ اس حدیث پر
ابن المبارک نے اعتراض کیا ہے یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ ابن عمر کی حدیث ثابت ہے ۔ اسکا جواب
علامہ شوق نیموی وغیرہ نے دیا ہے ابن مسعود سے دو روایتیں منقول ہیں ایک تو حکایۃ الفعل ہے
اور ایک روایت قولی ہے انہوں نے نماز پڑھی اور ایک دفعہ رفع کیا اور پھر ہاتھ نہیں اٹھایا تو ابن
مبارک کا اعتراض حدیث قولی کے متعلق ہے حدیث فعلی کے متعلق نا ممکن ہے ۔ کیونکہ ابن مسعود کا
مسلک ہی سب کا اجماع ہے وہ ایک دفعہ رفع یدین کرتے تھے ۔ بعض فضلاء نے بیان کیا ابن مسعود
کی اس حدیث کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مسلک بھی معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا لم یرفع یدیہ الا
مرۃ واحدۃ اور مسلک کی تطبیق سے موجب ترجیح کی اور ابن عمر کی حدیث موجب ترجیح ہے

790 دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ ہے کہ حاکم بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے اور وہ احادیث کے اندر اختصار کرتے ہیں ایسے ہی صحیحین کے اندر کوئی حدیث نہیں ہے۔ علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں حاکم کا یہ قول بالکل غلط ہے کیونکہ صحیح مسلم کے اندر باب الہدی میں حضرت علی کی روایت کو انہوں نے نقل کیا ہے نیز ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔ تیسرا اعتراض اس حدیث پر یہ کیا گیا کہ حافظ علامہ زکی الدین ابو محمد منذری نے مختصر سنن ابی داود سے نقل کیا ہے کہ عبدالرحمن بن الاسود کا لقاء علقمہ سے ثابت نہیں ہے۔ ابن دقیق العید مالکی شافعی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابو محمد منذری نے جو یہ کہا کہ عبدالرحمن بن اسود کا لقاء ثابت نہیں یہ قول کسی قائل مجہول کا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس حدیث کو مراسیل میں ذکر نہیں کیا اگر لقاء ثابت نہ ہوتا تو مراسیل کے اندر ذکر کرتے۔ خطیب بغدادی نے اپنی کتاب کے اندر یہ تصریح کی ہے کہ ان کا لقاء علقمہ سے ثابت ہے لہذا یہ حدیث اب انقطاع سے سالم ہوگئی ہے اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ابن مسعود کی حدیث صحیح ہے اور ثابت ہے۔ ۷۵/۱۸

چوتھا اعتراض اس حدیث پر ~~یہ~~ ابن قطان نے کیا کہ اگرچہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس کے اندر لا یعود (ثم لا یعود) یہ وکیع کو وہم ہوگیا۔ امام ابوالحسن دارقطنی فرماتے ہیں کہ وکیع کے علاوہ اس کے ساتھ متفرد نہیں ہیں جو مسند احمد بن حنبل۔ ابن نمیر۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کسی نے اس لفظ کو نقل نہیں کیا اس پر علامہ شوق نیموی نے اعتراض کیا اور فرمایا کہ یہ کہنا کہ کسی نے نقل نہیں کیا بالکل غلط ہے امام احمد بن حنبل۔ ابن نمیر وغیرہ سب نے نقل کیا چنانچہ یہ روایت مسند احمد۔ مسند ابن ابی شیبہ اور دوسری کتب میں موجود ہے جیسا کہ دلیل اول کے شروع میں ذکر کیا گیا۔ بلکہ ابوداود۔ ترمذی ھناد۔ محمود بن غیلان۔ [illegible] وغیرہ اور یہ سب سفیان ثوری کے متابع ہیں اگر اعتراض [illegible] ہوا

ویسے ہی ابوداود کی ایک دوسری سند کے اندر محمد بن جابر ایک راوی ہیں اگرچہ ان کی بھی تضعیف کی ہے لیکن سفیان ثوری جیسے اجلہ لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ ایک اعتراض ہوا کہ ابن مسعود کو نسیان واقع ہوگیا اپنی روایت کے اندر۔ سب سے پہلے ابوبکر بن اسحاق الفقیہ نے اس اعتراض کو ایجاد کیا اور ابوبکر بیہقی اور دیگر لوگوں نے ان کا اس اعتراض میں اتباع کیا اور پھر غیر مقلدوں نے اسکو اچھالنا شروع کیا۔ لیکن یہ سراسر غلط اور بیہودہ بات ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دن کے اندر پانچ نمازیں اور ہر نماز کے اندر تین چار دفعہ رفع کی نوبت آتی ہے تو کیا وہ حدیث اسکو دیکھنے کے باوجود بھول گئے حالانکہ ہجرت کے بعد آپ کے ساتھ دس سال تک رہے اور ہجرت سے پہلے بھی کافی عرصہ ساتھ رہا اور چھٹے مسلمان ہیں۔ بلکہ اس حدیث کی تصحیح ابن حزم۔ دارقطنی۔ ابن قطان۔ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ انورشاہ کشمیری نے جمہور مالکیہ سے نقل کی ہے۔

دوسری دلیل :- حنفیہ کی یہ ہے کہ براء بن عازب سے مروی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یزید بن زیاد اسکے ساتھ متفرد ہیں ان کو تلقین کی گئی ہے ثم لا یعود کی۔ لیکن یہ محض احتمال ہے اگر اس سند کا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ **دلیل ثالث** :- عن عبد اللہ بن عون الخزاز عن مالک عن الزہری عن سالم بن عبد اللہ بن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود اس پر حاکم نے یہ اعتراض کیا کہ یہ حدیث موضوع ہے لیکن صاحب مواہب لطیفہ نے اعتراض کیا کہ عبد اللہ بن عون ثقہ ہیں لہذا آپ کا قول بلا دلیل ہے اب اس پر ایک اعتراض یہ وارد ہوا کہ پہلے تو ابن عمرؓ کی حدیث سے معلوم ہو چکا کہ رفع یدین تین مرتبہ ہے اور اس حدیث کے اندر صرف ایک مرتبہ کا ذکر ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ من باب تنوع العبادات ہے **دلیل رابع** :- عن عباد بن زبیر مرسلاً کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ اول مرۃ۔ ابن دقیق فرماتے ہیں کہ یہ تو مرسل ہے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں مراسیل معتبر ہیں اور مقبول ہیں۔ **دلیل خامس** :- ابن عمر اور ابن عباس سے بیہقی نے مرفوعاً اور موقوفاً ذکر کیا ہے لا یرفع الایدی الا فی سبع مواطن اور ان میں صرف رفع یدین تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے یہ تو ہمارے دلائل تھے پانچ دلیلیں شافعیہ کی اور پانچ دلیلیں ہماری مذکور ہوئیں ان کے علاوہ اور بہت سے دلائل ہر ایک کیلئے اس سنت کے اندر موجود ہے۔

اب چند مویدات اور حنفیہ کے مسلک کے سنئے :- عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب کا اثر نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے رفع نہیں کیا۔ اسود بن یزید عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ صلی وعلم یرفع یدیہ الا ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے کہ اسود حضرت عمر کے ملازم تھے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے تھے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ابن حجر نے یہ حدیث صحیح ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اس کے رواۃ ثقہ ہیں حاکم بن عبد اللہ نے اس حدیث کا انکار کیا اور کہا کہ طاؤس نے نقل کیا ہے کہ رفع کرتے تھے ابن عمر ہم کہتے ہیں کہ ان کے اس نقل سے ہمارے اس اثر پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ علامہ مجد الدین صاحب سفر السعادہ نے لکھا ہے کہ رفع یدین کے سلسلہ میں چار سو اثر اور خبر مروی ہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ وما قالہ فی سفر السعادۃ باطل۔ حافظ عراقی نے لکھا ہے کہ پچاس صحابہ سے اس سلسلہ میں روایت مروی ہے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ستائیس صحابہ سے مروی ہے علامہ شوکانی نے بیس کا قول کیا کہ بیس صحابہ سے مروی ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں اگر ان صحابہ کی چھان بین کی جائے تو مشکل سے پانچ صحابہ نکلیں گے اول تو یہ کہ روایت میں آتا ہے کہ عن عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات محقق ہے کہ ان عشرہ میں صحابہ کرام صرف پانچ ہیں اور ان لوگوں نے دس سمجھ لیا ہے اس کے علاوہ اور بھی توہمات و خیالات ہیں۔ ابن عباس نے نقل کیا ہے کہ ہزار صحابہ کو پایا کہ وہ رفع کرتے تھے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر البیرونی الفاظ کو دیکھ بھی لیا تو صحابہ کرام تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے باقی لوگ کیا کرتے تھے۔ فریق مخالف نے ایک اعتراض یہ کیا کہ تم لوگ یہ کہتے ہو کہ حرکت نماز کے خلاف ہے حالانکہ عید میں

کے اندر تم لوگ بھی رفع یدین مجبوراً کرتے ہو وہاں سکون کی رعایت کیوں نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ
عیدین کے اندر تمام روایات متفق ہیں کہ اس میں رفع یدین ہے بخلاف دوسری نمازوں کے کہ
ان کے اندر رفع یدین کے متعلق احادیث متعارض ہیں البتہ عیدین کے اندر
تکبیرات کی تعداد میں اختلاف ہے اور ان تکبیرات کے اندر ہم نے اقل پر عمل کیا کہ حرکت زیادہ
نہ ہو ورنہ بہت سی روایات میں چھ سے زیادہ تکبیرات منقول ہیں۔ جب دونوں کے دلائل مع جوابات
حنفیہ کے بیان ہو چکے تو اب دلائل کی چند وجوہ ترجیحات اور سنئے۔ **اول وجہ ترجیح** یہ ہے کہ
جو روایت اوفق بالقرآن ہوتی ہے اس پر عمل کرنا چاہیے چنانچہ حنفیہ اسی قاعدہ پر عمل کرتے ہیں اور
قرآن پاک کے اندر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وقوموا للہ قانتین اور قنوت سے سکوت مراد ہے لہذا سکوت
اور سکون رفع یدین کے ترک میں ہے اور یہ حنفی [رفع یدین] کو قرآن سے ثابت کرنا نہیں بلکہ اس کے عمل کا اس کے
موافق عمل کرنا ہے۔ **ثانی وجہ ترجیح** یہ ہے کہ نماز حرکت سے سکون کی طرف آئی ہے پہلے نماز کے اندر
چلنا، بات کرنا، تھوکنا وغیرہ سب جائز تھا اور اب حکم ہے کہ کوئی فعل ایسا نہ ہو جو خشوع و سکون
کے منافی ہے لہذا ترک رفع یدین اولیٰ ہے۔ **ثالث وجہ ترجیح** یہ ہے کہ قاضی ابو الولید باجی فرماتے
ہیں کہ نماز کے اندر جتنی تکبیرات ہیں ان سب کے ساتھ ایک فعل یعنی انتقال ساتھ لگا ہوا ہے مثلاً رکوع
اور اٹھنا، قومہ سے سجدہ کی طرف جانا، سجدہ سے جلسہ کی طرف منتقل ہونا وغیرہ وغیرہ اور ان سب افعال
کے ساتھ تکبیر ہے بخلاف تکبیر تحریمہ کے اس کے ساتھ کوئی فعل نہیں تو وہاں ضرورۃً رفع یدین کو ملا دیا
رابع وجہ ترجیح یہ ہے کہ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ایک رفع یدین عند التحریمہ ہے اور ایک عند الرکوع
والرفع منہ۔ اور ایک بین السجدتین ہے اول یعنی عند التحریمہ تو رفع مجمع علیہا ہے اور بین السجدتین
ثابت نہیں اب رہ گیا عند الرکوع والرفع منہ اب دیکھو کہ اس کو کس کے ساتھ مناسبت ہے
اس رفع کو رفع بین السجدتین کے ساتھ تو مناسبت ہے اور جب وہ ثابت نہیں تو اس کا مناسب بھی
ثابت نہیں ہے۔ **خامس وجہ ترجیح** یہ ہے کہ روایات فعلیہ اس بارے میں متعارض ہیں اور
اور قولیہ متعارض نہیں مثلاً حضور کا قول ہے لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن اس کے معارض
دوسرا اقوال کوئی نہیں لہذا روایات قولیہ راجح ہوں گی۔ **سادس وجہ ترجیح** یہ ہے کہ جب قول
وفعل میں تعارض ہو تو قول راجح ہوتا ہے۔ حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ ہم تو یہ پوچھتے ہیں کہ
رفع یدین آپ کے تمام عمر ثابت ہے یا نہیں اور تمام عمر ثابت نہیں اس پر علامہ مجدالدین صاحب سفر السعادۃ
نے اعتراض کیا اور بیان کیا کہ عشرہ مبشرہ سے روی ہے کہ تمام عمر ثابت ہے۔ علامہ ہاشم سندی
تتوی اپنی کتاب کشف الرین کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ سے کسی کا ثابت نہیں ہے
حاکم بن عبداللہ نے بھی عشرہ مبشرہ سے اس رفع کو نقل کیا لیکن ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس کے
اندر نظر ہے۔ ابوبکر بیہقی نے ایک حدیث نقل کی کہ حماد بن زید نے رفع یدین کیا اور انہوں نے نماز
سیکھی ایوب سختیانی سے اور انہوں نے سیکھی عطاء بن رباح سے اور انہوں نے سیکھی ہے نماز
عبداللہ بن زبیر سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق سے اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

اور انہوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اور انہوں نے اللہ رب العزت سے تو معلوم ہوا کہ رفع یدین ملاء اعلیٰ سے ۲۵/۱۸
اور عرش و کرسی سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ تمام سند اوپر
نماز کے اندر سے رفع یدین کو اس کی بنیاد بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ تمیم ابن طرفہ جابر بن سمرہ
سے نقل کرتے ہیں کہ کنا نصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان یشیر احدنا فی الصلوۃ علیہ السلام فقال
مالکم ترفعون ایدیکم انما یکفیکم تقول ھکذا او ھکذا ایسے ہی عبد اللہ بن قبطیہ نقل کرتے ہیں جابر بن
سمرہ سے خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن رافعوا ایدینا فی الصلوۃ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم
کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ ہمارے احباب ان دونوں روایتوں سے استدلال کرتے ہیں
امام بخاری نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ تو سلام کی جگہ میں وارد ہیں رفع یدین کے بارے میں نہیں ہیں
حافظ جمال الدین زیلعی فرماتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے
کیونکہ ایک میں خرج علینا الخ اور ایک میں کنا نصلی الخ ہے اور جب دونوں الگ الگ ہیں تو عبد اللہ
بن قبطیہ کی حدیث رفع یدین کے بارے میں ہے اور تمیم بن طرفہ کی روایت سلام کے بارے میں ہے
نیز اگر عبد اللہ بن قبطیہ کی روایت سلام کے بارے میں ہوتی تو اسکنوا فی الصلوۃ نہ فرماتے بلکہ
اسکنوا فی السلام فرماتے لہذا دونوں کو یہ کہنا کہ سلام کے بارے میں ہیں صحیح نہیں ہے

796 وعنہ انہ رای النبی ﷺ عن وائل بن حجر انہ رای النبی ﷺ عن سہل بن سعد قال عن ابی ہریرۃ قال ا ۲۳
اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جلسہ استراحت مسنون ہے لیکن اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔
حضرت امام شافعی کا قول مشہور یہ ہے کہ مستحب ہے یہی امام احمد کی روایت ہے جس کو خلال نے نقل
کی اور اسی کو انہوں نے معمول بہا قرار دیا ہے۔ امام صاحب، امام مالک، اسحاق بن راہویہ
داود ظاہری جمہور صحابہ امام شافعی کا ایک قول، امام احمد کا مشہور قول جس کو مشہور حنبلی علامہ خرقی
نے پسند کیا وہ یہ ہے کہ مسنون و مستحب نہیں۔ شیخ ابو اسحاق مروزی شافعیہ میں سے ہیں فرماتے ہیں
اگر وہ شخص ضعیف و لاغر ہے تو مستحب ہے ورنہ نہیں۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ اس قول کی بنا پر
احادیث کے اندر جمع ہو گئی۔ جو لوگ اس کے مسنون ہونے کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اس متن
والی روایت سے۔ اور جمہور استدلال کرتے ہیں حضرت ابن مسعود و ابن عمر کے فعل سے اور ترمذی
حضرت علی سے منقول ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھض علی صدور قدمیہ۔ نعمان بن ابی عیاش
کہتے ہیں کہ میں نے بہت سے صحابہ کو دیکھا کہ وہ صدور قدمین پر اٹھتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں
کرتے تھے۔ اور جمہور ان لوگوں کے مستدل کا جواب دیتے ہیں کہ وہ حالت عذر پر محمول ہے آپ
ضعف کی وجہ سے جلسہ استراحت فرمایا کرتے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر نے ایک حدیث نقل کی جس کا
مطلب یہ ہے کہ حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے ساتھ جلدی نہ کیا کرو میں بھاری بدن ہو گیا ہوں۔

797 اسی سے استدلال کیا کہ عدم استحباب پر دوسری حدیث وائل بن حجر کی ہے اس مسئلہ میں اختلاف ۲۴
ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ کا ارسال کرے یا وضع کرے۔ حضرت ابوبکر حضرت علی حضرت ابوہریرہ اور
حضرت عائشہ امام صاحب، امام شافعی، امام احمد ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ وضع الیمنی علی الیسری ہو گا

امام مالک کا مذہب ہے کہ ارسال کرے۔ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ ارسال کرے اور اگر تھک جائے
تو امام و دست راست کیلئے ساتھ باندھ لے۔ امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ وہ مخیر ہیں یعنی اسکو ارسال و وضع
جو لوگ ارسال کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اور جو حدیث اعرابی یعنی خلاد بن رافع کی نماز کی
جسکا نام "حدیث المسیئ" ہے اس کے اندر حضور ﷺ نے وضع کا ذکر نہیں فرمایا۔ جمہور استدلال کرتے ہیں
وائل بن حجر، سہل بن سعد کی حدیث سے۔ ایسے ہی قبیصہ بن ہلب طائی اپنے باپ سے وضع کی
روایت نقل کرتے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ ارسال اور وضع کے اندر اختیار ہے وہ کہتے ہیں کہ
بعض احادیث سے ارسال اور بعض سے وضع معلوم ہوتا ہے لہذا دونوں میں جمع کی صورت یہی
ہے کہ اختیار دیدیا جائے۔ جمہور کہتے ہیں کہ حدیث المسیئ کے اندر صرف واجبات کا ذکر ہے اور
ارسال یا وضع واجب نہیں ہے اسلئے وہ مذکور نہیں ہے۔ دوسرا مسئلہ اس حدیث کے اندر
یہ ہے کہ وضع یدین ہوگا کس جگہ؟ حضرات امام صاحب، سفیان ثوری، اسحاق بن راھویہ کے
نزدیک تحت السرہ ہوگا۔ ابو اسحاق مروزی شافعی کا مذہب بھی یہی ہے ابن المنذر نے
ابراہیم نخعی سے بھی اسی مذہب کو نقل کیا ہے۔ امام شافعی کا مشہور مذہب ہے کہ تحت الصدر
اور فوق السرۃ ہو۔ حضرت علی کی دو روایتیں ہیں ایک فوق السرہ، اور ایک تحت السرہ
امام احمد سے تین روایتیں ہیں (۱) تحت السرہ (۲) تحت الصدر فوق السرہ (۳) دونوں کے اندر
اختیار ہے۔ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تحت السرہ اور فوق السرۃ کے بارے میں کوئی حدیث
ثابت نہیں ہے اسوجہ سے دونوں کے اندر اختیار ہے۔ جو لوگ تحت الصدر فوق السرۃ کے
قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث سے جس میں ہے انہ وضع الیمنی علی الیسری
فوق صدرہ۔ ایسے ہی قبیصہ بن ہلب کی روایت میں بھی فوق الصدر کی زیادتی ہے۔
ہمارے احناف استدلال کرتے ہیں وائل بن حجر کی ایک حدیث سے جسکے متعلق علامہ شوق نیموی
فرماتے ہیں کہ رواہ ابن ابی شیبۃ و اسنادہ صحیح۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وائل کی جس
حدیث سے دوسرے لوگوں نے استدلال کیا ہے اس کے اندر فوق صدرہ کی زیادتی صحیح نہیں ہے کیونکہ
امام بخاری نے فرمایا کہ اسکا راوی مؤمل بن اسماعیل منکر الحدیث ہے۔ حافظ ذہبی فرماتے ہیں
امام بخاری نے جسکو منکر الحدیث کہدیا اس سے روایت لینا حلال نہیں۔ ابو حاتم نے اسکو کثیر
الخطاء کہہ کر متہم کیا۔ ابن حبان فرماتے ہیں کہ شدید الخطاء۔ نیز ان کے دوسرے جو استاد
بھائی ہیں ان میں کسی نے یہ زیادتی نقل نہیں کی۔ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی
ابن خزیمہ نے تصحیح کی ہے ہم پوچھتے ہیں کہ ابن خزیمہ حافظ عسقلانی کے زمانے میں بلکہ اس سے
زیادہ ضائع ہوگئی تھی۔ علامہ سیوطی کو اسکا ثلث حصہ بھی دستیاب نہ ہوسکا تو ان کے
بعد آنے والے علامہ شوکانی کو کیسے وہ نسخہ مل گیا جسکی بناء پر انہوں نے فرمادیا کہ ابن خزیمہ نے
تصحیح کی ہے چنانچہ امام کراوی نے صرف اتنا اس حدیث کے متعلق لکھکر چھوڑ دیا کہ رواہ ابن خزیمہ
حالانکہ اگر ابن خزیمہ کی تصحیح ہوتی تو وہ اسکے ساتھ صحیح لکھتے۔ اب رہ گئی دوسری حدیث

797 جن کو وہ لوگ استدلال کرتے ہیں وہ قبیصہ کی روایت ہے ہم کہتے ہیں اول اسکی اسناد کی یہ زیادتی صحیح ۲۵/۲۲
لیکن اسکے ساتھ صرف ایکلا راوی یحیی متفرد ہیں - ایسے ہی ایک راوی سماک بھی ہیں ان کے علاوہ
بھی روس زیادتی کو ان سے قبول نہیں کرتے - اب ہم اپنے استدلالات کی طرف آتے ہیں ہمارے
استدلالات میں ایک حدیث وائل ابن حجر کی ہے جسکے متعلق قاسم بن قطلوبغا نے لکھا ہے کہ اسنادہ جید
اور علامہ شوق نیموی کا قول اسکے متعلق گذر چکا رواہ ابن ابی شیبہ واسنادہ صحیح اسپر
ایک سند ہے کے ملا علی نے یہ اعتراض کر دیا اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت نہیں کیا لیکن علامہ
شوق نیموی فرماتے ہیں یہ زیادتی ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے - ہمارا دوسرا استدلال ایک
روایت سے جسکے اندر ہے ان من السنۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ لیکن بعض نے ضعیف
اسپر یہ اعتراض کر دیا اسکے اندر عبد الرحمن ابن اسحاق واسطی ضعیف ہے ہم کہتے ہیں اول اسکا
کہنا صحیح ہے البتہ اب یہ بات سمجھئے اول روایات کے اندر تعارض ہوگیا اب اس صورت میں قیاس
کی طرف رجوع ہوگا تو چونکہ نماز سراسر عبدیت و عاجزی کا مقام ہے لہذا اسکے اندر وضع ید
تحت السرہ ہونا چاہئے کیونکہ اسکے اندر اظہار عجز و عبدیت ہے تیسری حدیث سہل بن سعد کی ہے
جسکے اندر مسئلہ ہے اول ھاتھوں کو کہاں باندھے امام شافعی - امام احمد فرماتے ہیں اول بائیں ھاتھ
کو سینے کو دائیں ھاتھ سے پکڑے حنفیہ کی اسکے اندر چار اقوال ہیں ۱ دائیں ھاتھ کی ھتھیلی
کو بائیں ھاتھ کی کلائی پر رکھے ۔ ۲ دائیں ھاتھ کی ھتھیلی سے بائیں ھاتھ کی کلائی کو پکڑے گا
۳ دائیں ھاتھ کی ھتھیلی بائیں ھاتھ کی کلائی پر رکھکر اسکو خنصر اور انگوٹھے سے پکڑے
۴ دائیں ھاتھ کی ھتھیلی کو بائیں ھاتھ کے ظہر کف پر رکھے - واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

800 **عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوۃ طول القنوت** رواہ مسلم ۲۶/٤

القنوت اسکے معنی لغت میں مختلف آتے ہیں ۱ الطاعۃ ۲ قیام ۳ سکوت ۴ خشوع ۵ دعا
امام نووی فرماتے ہیں اول احادیث تک مجھے معلوم ہے وہ یہ ہے کہ روایات پر تمام علماء کا اجماع ہے اول یہاں قنوت سے
قیام مراد ہے اور اس سے یہ بات معلوم ہوگئی اول نماز کے اندر سب سے افضل جزء قیام ہے لیکن ائمہ کا اسبات
میں اختلاف ہے اول تطویل قیام افضل ہے یا تکثیر رکوع و سجود - حضرت امام صاحب امام شافعی امام مالک کا
ایک قول یہ ہے کہ تطویل قیام افضل ہے امام محمد صاحب سے بھی یہی ایک روایت ہے نیز جمہور اصحاب کی طرف
اسکو منسوب کیا گیا ہے اسکے برخلاف دوسرا قول مالکیہ کا اور ابن عمر کا یہ ہے اول تکثیر رکوع و سجود
افضل ہے امام محمد سے بھی اس قول کو نقل کیا گیا ہے تیسرا مذہب یہ ہے کہ رات کے اندر تطویل قیام
اور دن کے اندر تکثیر رکوع سجود افضل ہے یہ مختار ہے اسحاق بن راہویہ کا - چوتھا قول یہ ہے کہ
دونوں برابر ہیں فضیلت کے اندر پانچواں قول یہ ہے کہ ان دونوں میں توقف ہے یہ مذہب امام احمد
کا ہے جو لوگ قیام کی افضلیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں اس حدیث سے - نیز
اللہ تعالی نے فرمایا قوموا للہ قانتین - قم اللیل الا قلیلا ویسے ہی حضرت مریم کو خطاب ہے واقنتی
لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین غرضکہ متعدد جگہ قرآن و حدیث میں قیام کا حکم فرمایا گیا ہے

800 نیز قیام کے اندر قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور کلام پاک سب سے افضل ہے لہذا قیام ہی افضل ہوگا رکوع کی ۴۶/۲
وجہ سے۔ اور جو لوگ رکوع سجود کی تکثیر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حدیث پر ایک حدیث
حضرت ربیعہ بن کعب کی آئی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلعم کے پاس گذاری اور وضو وغیرہ کا
پانی اور مسواک جو چیزیں ضرورت کی تھیں وہ میں آپ کے پاس لایا آپ نے فرمایا سوال کر میں نے کہا
اسئلک مرافقتک فی الجنۃ۔ اس پر آپ نے فرمایا فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود۔ نیز اصل مقصود نماز
کے اندر سجدہ ہے اور قیام وسائط ہے اور مقصود اصلی افضل ہوتا ہے وسائط سے۔ اور جو لوگ دونوں کے
اندر مساوات کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں مناسبت سے کہ قیام کے اندر ذکر قرآن ہوتا ہے لہذا
قرآن پاک کی وجہ سے نماز کے قیام کے اندر فضیلت ہوگی اور سجود اپنی حیثیت کے اندر کمال تواضع عجز
اور تضرع پر دال ہے لہذا حیثیت کی وجہ سے وہ افضل ہے قیام سے۔

801 الفصل الثانی! ۔ عن ابی حمید الساعدی قال فی عشرۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴
~~نقیض ... حدیث ...~~ اس حدیث میں فرمایا فی عشرۃ ان
دس کے اندر ایک محمد بن مسلمہ دوسرے ابو قتادہ تیسرے سہل بن ساعدی ان تینوں کا نام مسند احمد
ترمذی۔ ابو داؤد کے اندر موجود ہے چوتھے ابو ہریرہ اور پانچویں ہیں ابو حمید ساعدی باقی پانچ
دوسری روایت میں ہے فی عشرۃ منہم ابی حمید الساعدی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان دس کے اندر
ہیں علامہ کشمیری کی رائے ہے کہ یہ ان دس میں داخل ہیں۔ نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے
یہ سب کے دس صحابہ ہیں حالانکہ علامہ کشمیری نے ثابت کر دیا امام طحاوی کی ایک روایت سے کہ بعض
ان میں صحابہ تھے اور بعض قبیلہ انصار کے تھے۔ انا اعلمکم اس پر اعتراض ہوا حضرت ابو ۵
ابو حمید ساعدی تو صغار صحابہ میں سے ہیں ان سے بڑے بڑے حضرات مثلاً حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق
حضرت عثمان غنی حضرت علی جیسے اجلہ و اکابر موجود تھے لہذا ان کا اعلمکم کہنا کیسے صحیح ہے
جواب ۱ عبد ضعیف کے نزدیک چونکہ انہوں نے ان دس صحابہ کے سامنے یہ کہا تھا تو ہو سکتا ہے کہ ان کے مجمع
میں سب سے زیادہ علم ان کو ہو اور حضرت ابو ہریرہ ۷ھ میں مسلمان ہوئے تو یہ ان سے قدیم الاسلام ہیں
جواب ۲ حضرت استاذی مولانا امیر الحق صاحب فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو ان لوگوں کبار صحابہ کے بعد ہوئی ہے
علامہ کشمیری کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ فرمانا مجلس خاص کے اعتبار سے ہے ولیضع راحتیہ ۷
علی رکبتیہ جمہور صحابہ و تابعین اور تمام خلف کا یہی مسلک ہے کہ رکوع کے اندر اپنے گھٹنوں پر دونوں
ہاتھ رکھے۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود اس کے قائل ہیں کہ تطبیق مسنون ہے اس مسئلہ میں ان پر
ابو بکر نقید نے یہ اعتراض کر دیا کہ ابن مسعود تطبیق کے افضل ہونے اور نہ ہونے کو بھول گئے ہیں لیکن
علماء نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی سے یہی منقول ہے کہ تطبیق مسنون ہے اور تطبیق کہتے ہیں
دونوں ہاتھوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں کے درمیان میں دبانا۔ جمہور کہتے ہیں کہ تطبیق منسوخ ہے
اور نسخ کی دلیل یہ ہے کہ سعد بن وقاص سے روی ہے کنا نفعل ذلک فنہینا عنہ۔ امام نووی نے
شرح مہذب کے اندر تحریر فرمایا اگر اب کوئی تطبیق کرے تو مکروہ ہے حافظ کی رائے ہے کہ مکروہ بھی نہیں ہے

801 فیقول سمع اللہ لمن حمدہ ای قبل قعدۃ الاستراحۃ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ یہ لفظ احمدہ کی غرض سے ہٹا کر ٢٦/٧
ورد شرح احد ہے اسکا کوئی مرجع نہیں ہے اور انہوں نے مستصفی سے نقل کیا ہے یہ حاشیہ کتابیہ ہے
ویثنی رجلہ الیسری امام محمد اور سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ نماز میں بیٹھنے کا طریقہ افتراش ہے امام
مالک کا مذہب ہے کہ تورک افضل ہے خواہ اس قعدہ کے بعد سلام ہو یا نہ ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ
اگر اس قعدہ کے بعد سلام ہے تو تورک افضل ہے ورنہ نہیں۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے کہ جو
نماز جس کے اندر دو تشہد ہیں تو اس کے اندر آخری تشہد میں تورک کرے اور اگر اس نماز کے اندر
دو تشہد نہیں ہیں تو پھر افتراش کرے تورک نہ کرے جو لوگ تورک کے قائل ہیں وہ عبد اللہ بن زبیر
کی حدیث سے اور جو لوگ افتراش کے قائل ہیں وہ حضرت عائشہ اور وائل بن حجر کی حدیث سے
استدلال کرتے ہیں اور تورک کا جواب یہ لوگ دیتے ہیں کہ وہ وقت ضعف کی وجہ سے کیا
ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ چاہے تورک کرے اور چاہے افتراش کرے دونوں میں کوئی مضائقہ نہیں
کیونکہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں واشار باصبعہ جمہور ائمہ اربعہ کے نزدیک
اشارہ کرنا ہے بعض حنفیہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے یہاں اشارہ نہیں ہے لیکن یہ ١٨
غلط ہے بلکہ حنفیہ اشارہ کے قائل ہیں چنانچہ امام محمد موطا کے اندر اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے
بعد فرماتے ہیں کہ وبہ ناخذ۔ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ اس اشارہ کے منکر ہیں۔ ملا علی قاری نے
ایک رسالہ اشارہ کو ثابت کرنے کے اندر تحریر فرمایا ہے اس کے اندر علامہ کیدانی پر بہت خوب رد کیا ہے
کیونکہ علامہ کیدانی نے لکھا ہے کہ اشارہ مفسد صلوۃ ہے اسکا نام تزئین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ
ہے۔ پوری بحث اس اشارہ کے اندر اکثر کا حاشیہ ٦ میں ہے
804 عن رفاعۃ بن رافع قال جاء رجل الخ عن الفضل بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رفاعہ بن رافع کی حدیث اور فصل اول کے اندر ابو ہریرہ کی حدیث دونوں ایک ہیں جیسے وہاں رجل کا مصداق ٢٢
خلاد بن رافع ہیں یہاں بھی جاء رجل کا مصداق یہی ہیں اس روایت کے اندر راوی کی طرف سے تعارض ہے
فان کان معک قرآن یعنی معلوم ہوا اگر کوئی قرأۃ پر قادر ہے تو اس پر قرآن کی قرأۃ واجب ہے اور اگر
قادر نہیں تو پھر دوسری چیز کی تلاوت کرے مسئلہ پوری بحث باب القراءۃ کے اندر آ چکی ہے ٢٧/٧٧/١
فضل بن عباس کی ہے یہی روایت مطلب سے بھی منقول ہے علماء کا اختلاف ہے بعض نے اسکو
فضل بن عباس کی اور بعض نے ... کہا ہے اور بیان کیا کہ فضل کی ... کو راجح قرار دیا ہے
الصلوۃ مثنی مثنی۔ اس باب میں اختلاف ہے کہ مثنی مثنی کی قید کیسی ہے؟ امام احمد بن حنبل، امام شافعی
نے فرمایا کہ یہ بیان افضلیت کیلئے ہے یعنی افضل یہ ہے کہ نماز دو دو رکعت پڑھی جائے اگر تین یا چار اکٹھا ٢
بھی جائز ہے۔ امام مالک کے نزدیک حصر کیلئے جانبین سے یعنی نماز نہ دو سے کم اور نہ دو سے زیادہ
ہو سکتی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک گویا ایک رکعت اور اس سے زیادہ جتنی بھی ہو سب جائز ہے خواہ چار
ہوں یا پانچ ہوں یا چھ ہوں یا سات ہوں البتہ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ایک رکعت بھی جائز ہے
اور دو سے زیادہ رات میں اور چار سے زیادہ دن میں جائز نہیں ہے۔ حنفیہ امام مالک کے ...

805 لیکن یہ حضور کا حکم ہے کہ جائز نہیں ہے یعنی نہ دو سے کم اور نہ دو سے زیادہ اور ہمارے یہاں حضور صرف چار جائز قبل کی ۲/۷۷
یعنی دو سے کم جائز نہیں دو سے زیادہ اختلافاً جائز ہے اور نماز جائز نہیں تھی۔ اب یہ احناف کے
یہاں افضل کیا ہے امام صاحب کے نزدیک چار چار رکعت افضل ہے اور صاحبین کے نزدیک دن میں چار چار
اور رات کے اندر دو دو افضل ہیں۔ امام شافعی و احمد کی دلیل ہے الصلوۃ مثنی مثنی الخ اس حدیث
حضرت ابو ذر غفاری نے روایت کیا اور صلوۃ کا اطلاق ایک رکعت پر بھی ہے اور اس کا زیادہ بھی آتا ہے
امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں اس روایت کا محمل ایک رکعت نہیں بلکہ کم از کم دو رکعت ہے نیز ابن عبد البر
نے روایت نقل کی ہے حضور نے بتیراء یعنی ایک رکعت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ مالکیہ کا استدلال
اس حدیث سے ہے آپ نے فرمایا الصلوۃ مثنی مثنی اور اصل یہ ہے کہ خبر مبتدا پر محصور ہوتی ہے اور
مبتدا خبر پر لہذا معلوم ہوا نماز دو سے نہ کم ہے اور نہ زیادہ۔ اس کا جواب حنفیہ نے دیا ہے
مفہوم مخالف سے استدلال کیا ہے اور وہ ہمارے یہاں معتبر نہیں ہے خصوصاً اس وقت جبکہ منطوق اس کے
خلاف ہو چنانچہ حضرت عائشہ کی حدیث ہے ان سے حضور کی نماز کے متعلق جب سوال ہوا تو جواب دیا
چار چار رکعت آپ پڑھتے تھے اور پھر فرمایا فلا تسئل عن حسنہن وطولہن نیز بہت سی احادیث
سے ثابت ہے چار چار رکعت جائز ہے۔ اس حدیث پاک کے اندر یہ لفظ ہیں تشہد تخشع
تضرع تمسکن ان کے اندر دو روایتیں ہیں مصدر کا صیغہ اور امر کا صیغہ حافظ فضل اللہ توربشتی
فرمایا مصدر کا صیغہ ہے امر کا صیغہ کہنا صحیح نہیں ہے لیقول ترفعہما الی ربک۔ اس کا قائل حضرت ۲
ابن عباس ہیں لیکن مسند احمد کی روایت سے معلوم ہوا اس کے قائل عبد اللہ بن نافع بن عمیا ہیں

807 **الفصل الثالث :- عن عکرمة قال صلیت عن علقمة قال قال الناعن ابی ھریرة قال صلی بنا** ۴ ۶
صلیت یہ نماز ظہر کی تھی جو مقام بطحاء کے اندر پڑھی تھی۔ اور پڑھانے والے شیخ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
ہیں اور چونکہ یہ نماز رباعیہ تھی اس لئے اس کے اندر بائیس ۲۲ تکبیریں تھیں لیکن اس مسئلہ میں اختلاف
ہے کہ نماز کے اندر تکبیریں کہاں کہاں کہی جائیں گی اور دوسرے یہ کہ ان تکبیرات کا کیا حکم ہے
حضرت ابوبکر عمر عثمان ابن مسعود ابن عمر قیس بن عباد ابو ثور۔ اسحاق بن راہویہ ان کے نزدیک بائیس ۲۲
تکبیریں نماز کے اندر کہی جائیں گی۔ اس کے برخلاف قاسم بن سالم۔ عمر بن عبد العزیز حسن بصری کے
نزدیک نماز میں صرف ایک تکبیر ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے ان لوگوں کے اس مذہب کو امام نووی نے ایسے
ہی نقل کر دیا لیکن علامہ عینی نے مصنف ابن ابی شیبہ سے ان کا مذہب یہ نقل کیا ہے کہ یہ لوگ تکبیر کے
اندر اتمام نہیں کرتے تھے لا یتمون التکبیر کے الفاظ سے انہوں نے نقل کیا اور یہ لفظ عام ہے اس کا
ایک معنی تو یہی ہے کہ وہ ایک ہی تکبیر کہتے تھے اور باقی تکبیریں کو بالکل ترک کر دیتے تھے
لیکن دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ تکبیریں تمام یعنی بائیس کہتے ہوں لیکن
ان کے الفاظ کو تمامیت اور پورا ادا نہیں کرتے تھے جب دو احتمال ہو گئے تو یقینی طور پر ایک
معنی کو ان کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے جو لوگ صرف ایک تکبیر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں
ابن ابزی کی حدیث سے انہوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ولم یتم التکبیر اور آپ نے تکبیریں پوری نہیں کیں

807 یعنی صرف تکبیر تحریمہ کہی یہ روایت مسند احمد بیہقی وغیرہ میں موجود ہے اور جو لوگ بائیس تکبیرات 77/4
کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں حضرت عکرمہ کی اسی حدیث سے ۔ علامہ طبری نے ابن ابزٰی کی
حدیث کا جواب[1] یہ دیا وہ ضعیف ہے امام بخاری نے جواب[2] دیا یہ حدیث باطل ہے
امام بیہقی نے جواب[3] دیا انہوں نے تمام تکبیروں کو نہیں سنا اور دوسرے لوگوں نے سنا چنانچہ دوسری
روایات کے اندر بائیس تکبیروں کا ہونا ثابت ہے ایک اور جواب[4] امام بیہقی نے یہ دیا اپنے
جواز کے بیان کیلئے ایسا فرمایا علامہ کشمیری نے جواب[5] دیا لا یتم التکبیر جو ابن ابزٰی کی حدیث
میں ہے یہ غلط ہے بلکہ یہ ثابت ہے لا یتم التکبیر ہے جسکے معنی کوتاہی کرنے کے ہیں یعنی امام نے لوگوں
میں کی تکبیر کے اندر مدّ نہیں کہنے کی وجہ اس لئے پیش آئی تاکہ ان لوگوں پر رد ہو جائے جو صرف ایک
تکبیر کے قائل ہیں حضرت معاویہ اور حضرت عثمان زیاد بن ابیہ ان لوگوں نے بھی نماز کے اندر تکبیر کو ترک کیا ہے
لیکن حضرت عثمان کے ترک میں اور دوسرے کے ترک میں فرق یہ ہے کہ آپ نے ضعف کی وجہ سے آواز بلند نہیں کی تھی
اور حضرت معاویہ وغیرہ نے اقتداء اور اتباعاً تکبیر کو ترک کر دیا ۔ دوسرا مسئلہ تھا تکبیرات کا
کیا حکم ہے جمہور ائمہ کے نزدیک مسنون ہے داود ظاہری ۔ ابن حزم ۔ اسحاق ابن راہویہ امام احمد کے
نزدیک واجب ہے کیونکہ آپ نے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی اور امر وجوب کیلئے ہے اور آپ نے نماز کے اندر
تکبیرات کہی ہیں لہذا واجب ہوں گی امام نووی نے جمہور کی طرف سے جواب دیا حدیث المسیئ کے
809 اندر آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کیلئے کبّر فرمایا لہذا صرف وہی اندر فرض ہے دوسری حدیث حضرت علقمہ کی
جس کے متعلق مصنف نے فرمایا **وقال ابوداود ولیس ہو بصحیح** لیکن جمہور حدیثاً فعلاً ابن حزم
811 دار قطنی ابن تیمیہ نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی ہے تیسری حدیث حضرت ابوہریرہ کی ہے جسکے اندر ہے ۱۸
811 **واللہ انی لاریٰ من خلفی** ایک جماعت کے نزدیک یہ مجاز پر محمول ہے اور لاریٰ رؤیۃ قلبی سے ہے خود ۱۴
بطور استعارہ کے معنی اعلم کے ہیں لہذا یہ مطلب ہوا میں جانتا ہوں اپنے پیچھے کی چیزوں کو بذریعہ الہام یا
بذریعہ وحی ۔ دوسرے بعض لوگوں کے نزدیک یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے میں اپنے پیچھے سے بھی دیکھتا
ہوں اب یہ کیسے دیکھتے تھے اسکی مختلف صورتیں ہیں [1] گوشہ چشم سے دیکھتے ہوں گے لیکن
یہ کوئی جواب نہیں کیونکہ اسکے اندر حضور کی کیا خصوصیت ایسے تو ہم تم بھی دیکھتے ہیں [2] سامنے کی
آنکھوں ہی سے پیچھے کی چیزیں محسوس کر لیتے نظر آتی تھیں [3] سر مبارک کے اندر ایک چھوٹی
سی آنکھ تھی [4] آپ کے قفا مبارک کے اندر سوئی کے برابر دو آنکھیں تھیں [5] اپنی آنکھوں کے
ایسے طور پر مشاہدہ فرماتے تھے اسی سامنے دیوار میں آئینہ کی طرح پیچھے کی چیزیں نظر آتی تھیں

باب ما یقرأ بعد التکبیر

مصنف علیہ الرحمہ نے شرائط صلوٰۃ کے بعد طریق صلوٰۃ کا ذکر شروع فرمایا اور ایک اجمالی خاکہ باب صفۃ الصلوٰۃ کے اندر پیش کیا فرمایا اب اسکے بعد یہاں سے خاص خاص ارکان صلوٰۃ کی تفصیل مستقل ابواب کے ذریعہ فرماتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ تکبیر کے بعد قرأۃ سے پہلے کچھ پڑھا جائیگا یا نہیں؟ سنن سعید ابن منصور میں حضرت ابوبکر کا اثر دارقطنی کے اندر حضرت عثمان کا اثر حضرت علی کا اثر دارقطنی سنن بیہقی کے اندر اور ایسے ہی اور بہت سے صحابہ کی روایات ایسی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ سے قبل اور تکبیر تحریمہ کے بعد کچھ پڑھا جائیگا یہی مذہب ہے امام صاحبین۔ امام شافعی۔ امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ اور داؤد ظاہری کا۔ اسکے برخلاف امام مالک کے نزدیک نماز کا افتتاح قرأۃ سے ہوگا اور قرأۃ سے قبل کچھ نہیں پڑھا جائیگا اور استدلال فرماتے ہیں "حدیث المسیٔ" سے کہ اسکے اندر آپ نے اس اعرابی کو کوئی دعا قبل القرأۃ نہیں سکھائی ہے دوسری ان کی دلیل حضرت انس کی حدیث ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر وعمر یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین تو اگر دعائے استفتاح مسنون ہوتی تو آپ اسکو پڑھتے اور "حدیث المسیٔ" کے اندر ذکر ہوتا۔ جمہور کی دلیل اس باب کے اندر جتنی احادیث ہیں وہ سب ہیں۔ مالکیہ نے جو استدلال کیا حدیث المسیٔ سے اسکا جواب یہ ہے کہ آپ نے اسکے اندر فرائض و واجبات کا ذکر فرمایا ہے اور ان کا دوسرا استدلال حضرت انس کی حدیث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت انس تو خود راوی ہیں کہ آپ قرأۃ سے پہلے کچھ پڑھتے تھے لہذا حضرت انس کی حدیث کا مقصد قرأۃ کو بیان کرنا ہے کہ حضور نماز کے اندر قرأۃ کرتے تھے چنانچہ مسلم کے اندر ہے یفتتحون القرأۃ۔ دوسرا اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اگر دعا پڑھی جائیگی تو کونسی دعا پڑھی جائیگی امام صاحب اور آپ کے متبعین۔ امام احمد۔ حضرت عمر اور ابن مسعود ابو سعید و عائشہ رضی اللہ عنہم کی رائے یہ ہے کہ سبحانک اللہم پڑھے۔ امام نووی نے حضرت علی کا مذہب نقل کیا ہے کہ انی وجہت وجہی للذی الخ پڑھے یہی مذہب امام شافعی کا ہے اور ابن المنذر نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ تیسرا مذہب اسحاق بن راہویہ، امام ابو یوسف۔ ابو اسحاق مروزی۔ ابو حامد شافعی کا ہے کہ دعائے توجیہ اور دعائے تسبیح دونوں کو جمع کرے۔ جو لوگ صرف دعائے توجیہ کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں باب کی دوسری حدیث حضرت علی کی حدیث سے۔ اور جو لوگ صرف دعائے تسبیح کے قائل ہیں ان کا مستدل حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ آپ نماز کے اندر سبحانک اللہم الخ پڑھتے تھے اس حدیث کو صاحب مصابیح نے مصابیح کے اندر ذکر فرمایا اور اسکی تضعیف کردی علامہ توربشتی نے اعتراض کردیا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب مصابیح کو غلطی واقع ہوگئی ہے ترمذی شریف میں ابو سعید خدری کی ایک حدیث ہے اسکے متعلق امام ترمذی نے تضعیف نقل کی ہے اور پھر حضرت عائشہ کی حدیث نقل کی اور اسکی تضعیف نہیں کی ایسے ہی یہ روایت بسند صحیح سنن ابی داؤد کے اندر موجود ہے نیز اس پر خلفاء اربعہ کا عمل رہا ہے لہذا اسکو ضعیف قرار دینا ضعیف ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس دعا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ برسر منبر جہراً پڑھا کرتے تھے تیسرا مذہب جمع بین الدعائین کا تھا یہ لوگ استدلال کرتے ہیں ابن عمر کی حدیث سے جسکو طبرانی نے اپنی معجم کے اندر نقل فرمایا ہے ایسے ہی ایک روایت سنن بیہقی کے اندر ہے کہ [illegible] حضرت علی سے بھی جمع نقل کیا گیا ہے اگرچہ اس روایت کے اندر خالد [illegible] ایک راوی ہے جو احادیث کے اندر گڑبڑ کرتا ہے لیکن اسی مضمون کی روایت حضرت جابر سے بسند جید آرہی ہے۔ ہمارے نزدیک دعائے توجیہ سے دعائے تسبیح اولیٰ ہے چند وجوہ سے (۱) حضرت عمر اسکو جہراً پڑھتے تھے (۲) دعائے تسبیح افضل الکلمات پر مشتمل ہے (۳) یہ ثنائے محض ہے اور دعائے توجیہ ثنائے محض نہیں ہے (۴) دعائے تسبیح کے اندر صفات باری ہیں اور دعائے توجیہ کے اندر صفات عبدیت ہیں (۵) حضرت عمر جیسے اسکو جہراً

812 پڑھا کرتے تھے ایسے ہی اسکو اختیار بھی کر رکھا تھا۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اسکو عوام کو سکھانے کیلئے جہراً پڑھتے تھے یہ دلیل ۲۸/۱۵
ہے مختار ہونیکی اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ دعاء تسبیح والی حدیث سنداً اصح نہیں بلکہ حضرت علی کی حدیث جسمیں
اندر دعاء توجیہ ہے وہ اصح ہے سند کے اعتبار سے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بعض احادیث اگرچہ سنداً اصح ہوتی لیکن وہ
راجح ہوجاتی ہیں اپنے غیر پر جیسے حضرت ابوہریرہ کی حدیث کہ اللھم باعد بینی وبین خطایای یہ روایت سند
کے اعتبار سے حضرت علی کی حدیث سے بھی اصح ہے لیکن یہ راجح نہیں حضرت علی کی حدیث پر۔ حنفیہ کے نزدیک نماز کے اندر
صرف دعاء تسبیح پڑھیگا اسکے علاوہ اور کچھ نہیں۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک دوسری دعائیں جو قرآن سے ماخوذ ہیں
پڑھ سکتا ہے۔ اور ان دعاؤں کو قراءۃ سے پہلے جہراً بھی پڑھ سکتے ہیں اللہ کو سر اً پڑھیگا اب یہ کہ حضرت عمر جہراً کیوں
پڑھتے تھے اسکا جواب امام احمد نے دیا کہ آپ نے تعلیماً جہر کیا ہوگا۔

811 الفصل الاول: عن ابی ہریرۃ قال کان الخ وعن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الخ ۱۵
لیسکت بحر وہ فرید دونوں ضبط کیا گیا ہے فرید کی صورت میں مصدر اسکا اسکات ہوگا اور اسکے معنی چپ کرنے کے ہیں
لیکن یہاں ہمزہ صیرورۃ کیلئے ہوگا یعنی شی کو صاحب الماخذ بنا دینا تو اس کا مطلب ہوگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صاحب سکوت ہوجاتے تھے بابی انت وامی یہ فوقیت فعل مقدر سے متعلق ہیں۔ انہیں آپ کو شارع علیہ السلام پر
فدا کرنے میں کسی کے نزدیک کوئی اشکال نہیں البتہ غیر رسول کے سلسلہ میں تین قول ہیں۱ بلا کراہت کے جائز ہے
۲ مطلقاً ناجائز ہے ۳ علماء صالحین اخیار کیلئے جائز ہے امام عینی نے اول قول کو اصح اور راجح قرار دیا ہے
اللھم باعد حضورؐ نے مبالغہ کیلئے مباعدۃ کو باب مفاعلہ سے بیان فرمایا اور خطایای سے مراد یا تو ما تقدم
خطایا یا ما تاخر خطایا مراد ہیں اول صورت میں مطلب ہوگا میری خطاؤں کی مغفرت کر دے اور ثانی صورت میں مطلب
812 ہوگا مجھے بچنے کی کوشش اور توفیق عطا فرما۔ دوسری حدیث حضرت علی کی ہے اسکے اندر تو مطلق اذا افتتح الصلوۃ وارد
ہوا لیکن مسند احمد دارقطنی بیہقی جامع ترمذی کے اندر ہے اذا افتتح الصلوۃ المکتوبۃ وارد ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ فرائض ۱۹
کے اندر اس دعائے توجیہ کو پڑھنا چاہیے حالانکہ حنفیہ کے نزدیک صرف سبحانک اللھم پڑھیگا اس حدیث کا جواب علامہ
شوق نیموی دیتے ہیں یہ زیادتی غیر محفوظ ہے ابن دقیق العید نے الامام کے اندر اس حدیث کو نقل کرکے فرمایا ہے کہ
ایک روایت کے اندر ہے کہ یہ دعاء قیام اللیل کے اندر تھی علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ جو حضرات کہتے ہیں کہ یہ قیام اللیل
پر محمول ہے صحیح نہیں علامہ عینی ضعیف کہتا ہے کہ حضرت علی کی تو کسی روایت سے معلوم نہیں ہوتا لیکن اور دوسری
روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تطوع کیلئے کے اندر اس دعاء کو پڑھتے تھے بہرحال اسکا محمل نماز لیل ہے۔ ابن تیمیہ نے الکلم الطیب
کے اندر فرمایا کہ اسکا محمل رات کی نماز ہے امام مسلم نے بھی باب نوافل اللیل کے اندر اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے انی
وجہت وجھی اسکے دو مطلب ہیں ۱ اقبلت بوجہی الیک ۲ قصدت بعبادتی۔ فطر السموات فطر کے معنی ۲۰
تخلیق لاعلی مثال سابق کے ہیں اسی طرح حنفیہ نے صیغہ جمع کیساتھ سموات کو اور صیغہ مفرد کیساتھ ارض کو ذکر کیا
ایک تو اسوجہ سے کہ سموات کی انواع مختلف ہیں دوسرے اسوجہ سے کہ جمع شرافت بیان کرنے کیلئے لاتے ہیں یعنی
آسمان افضل اور اشرف ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے کیونکہ آسمان سے تمام احکامات کا نفاذ ہوتا ہے امام نووی کے
نزدیک بھی آسمان افضل ہے بعض لوگوں کے نزدیک زمین افضل ہے حنیفا کے معنی مستقیم کے اور حق کی طرف مائل ۲۰
ہونے والے کے ہیں رب کے معنی مالک۔ مدبر۔ سید۔ مربی کے ہیں اگر اسکے مالک یا سید کے معنی مراد لیں تو یہ صفات ۲۲

812 ذات ہے اور اگر مدبر اور مربی کے معنی میں ہو تو صفات افعال میں سے ہے العالمین یہ علامت سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ وجود ۷۷/۲۲
باری پر علامت ہے یا علم سے ماخوذ ہے کیونکہ ان کے ذریعہ اللہ کا علم حاصل ہوتا ہے عالم کے معنی مختلف ہیں ۱۔ کل مخلوق
۲۔ انسان جنات فرشتے ۳۔ انسان جنات فرشتے شیاطین ۴۔ صرف انسان اسکا مصداق ہے ۵۔ صرف انسان
جنات ۶۔ زمین و آسمان کے اندر کی تمام اشیاء۔ دعا کے اندر انا من المسلمین کہنا چاہیے اگر انا اول المسلمین کہا تو
بعض کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی والشر لیس الیک اس سے معتزلہ اور قدریہ نے ۷۸/۳
استدلال کیا کہ خالق الشر اللہ تعالیٰ نہیں ہیں اسکے مختلف جواب ہیں۔ جواب ۱ اس جملہ کا مطلب خلیل بن احمد، یحییٰ ابن
معین، ابو بکر بن خزیمہ، اسحاق بن راہویہ، امام ازہری نے بیان کیا کہ والشر لا یتقرب بہ الیک۔ جواب ۲ والشر لا یضاف
الیک یعنی محض شر کو منسوب نہیں کیا جائیگا بلکہ مجموعہ شر و خیر کو مضاف کیا جائیگا جواب ۳ الشر لا یصعد الیک۔
جواب ۴ الشر لیس شرا بالنسبۃ الیک۔ ثم یکون من آخر الخ اس سے معلوم ہوا آپ درمیان میں پڑھتے تھے اور مسلم
وغیرہ کی روایت ہے اس سے معلوم ہوا آخر میں پڑھتے تھے ابن قیم نے جمع دونوں کے اندر کیا کہ دونوں وقت پڑھتے تھے
انت المقدم یعنی مطیعین کو مقدم کرنے والے اور عاصین کو پیچھے کرنے والے ہیں۔

814 عن انس ان رجلا جاء فدخل الصف وقد حفزہ النفس فقال اللہ اکبر الحمد للہ الخ ۷۸/۳
ان رجلا ابن الاثیر جزری جامع الاصول میں تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا نام رفاعہ ابن رافع ہے سنن ابی داود ترمذی
میں صراحۃً وارد ہے ابن بشکوال نے بھی تصریح کی ہے۔ طرق حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صلوٰۃ مغرب تھی
اس حدیث پر اعتراض یہ ہوگا کہ حضور نے تین مرتبہ سوال فرمایا صحابہ نے پہلے ہی مرتبہ میں جواب کیوں نہ دیا اسکا جواب یہ ہے کہ
آپ نے سوال لا علی التعیین فرمایا تھا نیز آپ کے رعب کی وجہ سے صحابہ جواب نہ دے سکے اور یہ بارہ فرشتے حفظہ کے علاوہ ہیں

817 الفصل الثانی ۔ عن جبیر بن مطعم انہ رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی صلوٰۃ قال اللہ اکبر الخ ۷۸/۱۰
قال عمرو یہ غلط ہے اور مشکوٰۃ کے مصنف کو وہم ہو گیا ہے بلکہ اسکے قائل عمرو بن مرۃ راوی ہیں علامہ تور پشتی فرماتے
ہیں کہ اس حدیث کے اندر نفخ کی تفسیر اور اسی طرح نفث و ہمز کی تفسیر اگر حضور کی جانب سے ہے تو علی الراس والعین ہے اور
اگر راوی کی جانب سے ہے تو نفث کی تفسیر شعر کے بجائے سحر کی ہونی چاہیے اور ہمز کی تفسیر بجائے موتہ کے وسوسہ کی
ہونی چاہیے۔ دوسری حدیث حضرت سمرہ بن جندب کی ہے جس نماز کے اندر دو سکتہ ثابت ہوئے حضرت گنگوہی
فرماتے ہیں کہ اول سکتہ ثناء کیلئے اور ثانی آمین کیلئے ہوتا ہے مولانا انور شاہ سے عرف الشذی کے اندر نقل کیا گیا ہے
کہ نماز کے اندر تین سکتہ ہیں تیسرا رکوع سے قبل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک پہلا سکتہ صحیح ہے
لیکن دوسرے سکتہ کے متعلق علامہ طیبی نے امام صاحب امام مالک سے انکار نقل کیا ہے۔ تیسری حدیث ابو ہریرہ کی ہے جس میں ہے
ھکذا فی صحیح مسلم اس سے اعتراض مقصود ہے مصنف پر کہ یہ حدیث صحاح کی ہے فصل اول میں ذکر کرنی چاہیے تھی
مصنف نے فصل ثانی کے اندر غلط لکھا ہے لیکن جواب یہ ہو سکتا ہے کہ امام مسلم نے اسکو اپنی کتاب کے اندر تعلیقاً
ذکر کیا ہے اور تعلیق مسانید کے رتبہ میں نہیں ہوتی ہے فصل ثالث کی احادیث مضمون کے اعتبار سے گذر گئی ہیں

بَابُ القراءۃ فی الصلوٰۃ

822 مصنف علیہ الرحمہ نے اس سے قبل باب ما یقرأ بعد التکبیر کا باب باندھا تھا جسکے اندر ان دعاؤں کا ذکر تھا جو قراءۃ سے قبل پڑھی ۲۳
جاتی ہیں اب ان دعاؤں کے بعد قراءۃ کا رتبہ ہے اب یہاں سے قراءۃ کا بیان شروع فرما رہے ہیں احادیث کے شروع کرنے

822

٢٨ / ٢٣٠

پہلے اس باب کے اندر چار مسئلے کو بس ہو ہو صرف احادیث کی لفظی بحث اور کچھ فوائد ہوں گے جو تحت الحدیث ذکر کر دیئے جائیں گے
١ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قرأۃ کا نماز کے اندر کیا حکم ہے؟ ابوبکر بن الاصم - ابن الیۃ حسن بن حی - محقق
بن صالح سفیان بن عیینہ سے نقل کیا گیا ہے کہ قرأۃ مسنون ہے - اسکے برخلاف جمہور کے نزدیک قرأۃ فرض ہے -
جو لوگ سنیت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں زید بن ثابت کی حدیث سے بیہقی کے اندر موجود ہے کہ القراۃ سنۃ
ایسے ہی ابو سلمہ اور محمد بن علی حضرت عمر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے نماز پڑھی اور قرأۃ نہیں کی لوگوں نے حضرت عمر سے
عرض کیا کہ آپ نے قرأۃ نہیں کی آپ نے فرمایا کہ رکوع سجود کیسا تھا لوگوں نے کہا کہ اچھا تھا اس پر حضرت عمر نے فرمایا کہ کوئی
مضائقہ نہیں اسی قسم کی ایک روایت حضرت علی کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرأۃ فرض نہیں ہے اور ان دونوں روایتوں امام شافعی
نے اپنی کتاب الام میں نقل فرمایا ہے - اور ان لوگوں کی دلیل عقلی یہ ہے کہ نماز نام ہے افعال کا نہ کہ اقوال کا چنانچہ اگر کوئی اشد
اشد مریض ہے کہ وہ رکوع سجود پر قادر نہیں تو اسکی نماز اس وقت میں معاف ہو جاتی ہے اگرچہ وہ قرأۃ پر قادر ہو تو اس سے
معلوم ہوا کہ نماز افعال کا نام ہے - جمہور کا استدلال قرآن پاک کی آیت سے ہے فاقرؤا ما تیسر من القرآن دوسری جگہ ہے
فاقرؤا ما تیسر منہ - ایسے ہی حدیث المسیئ کے اندر حضور نے خلاد بن رافع کو فرمایا تھا کہ فاقرأ ما تیسر معک من القرآن
اور حدیث المسیئ فی باب الواجبات ہے ایسے ہی اس باب کے اندر تمام روایات اسی پر دلیل ہیں کہ قرأۃ واجب ہے
جب ہم نے دلائل پیش کر دیئے تو اب ان لوگوں کی دلائل کا جواب سنئے! - انہوں نے حضرت عمر کے اثر سے جسکو ابو سلمہ اور
محمد بن علی نے نقل کیا ہے استدلال کیا اسکا جواب ١ یہ ہے کہ ان دونوں کا لقاء حضرت عمر سے ثابت نہیں لہذا حدیث منقطع ہے
اور منقطع سے فریق مخالف کے یہاں استدلال صحیح نہیں ہے - جواب ٢ حضرت عمر نے مسئلہ پوچھا ہو گا جواب ٣ دوسری روایت سے
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اس نماز کا اعادہ فرمایا تھا - دوسری ان کی دلیل حضرت علی کا اثر ہے اسکا جواب
یہ ہے کہ اس کے اندر ایک راوی حارث اعور ہے اسکے متعلق علماء نے ضعف پر اجماع کیا ہے تیسری ان کی دلیل زید
بن ثابت کی حدیث ہے کہ القراۃ سنۃ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اندر وہ قرأۃ معتبر ہے جو
سنۃ سے ثابت ہو - اور انہوں نے عقلی استدلال کیا تھا کہ قرأۃ پر قادر نہ ہونے سے نماز معاف نہیں ہوتی اور رکوع سجود پر قادر نہ
ہونے سے معاف ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ قرأۃ ضروری نہیں ہے بلکہ اصل الاصول رکوع سجود ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ قرأۃ پر
عدم قدرۃ سے اسکے عدم ضرورۃ پر استدلال صحیح نہیں کیونکہ بعض دفعہ قعدہ فرض کی وجہ سے رکوع سجود پر بھی قدرۃ نہیں
ہوتی تو اس عدم قدرۃ سے یہ لازم نہیں آتا کہ رکوع سجود کی ضرورت نہیں ہے - دوسرا مسئلہ ٢ یہ ہے کہ کتنی قرأۃ
واجب ہے اسکے اندر مختلف اقوال ہیں ١ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایک آیت فرض ہے سفیان ثوری امام الہمام
اوزاعی سے بھی یہ ثابت ہے ٢ صاحبین کا مذہب ہے کہ تین آیت قلیل یا ایک آیت طویل فرض ہے ٣ صرف سورۃ فاتحہ
کا پڑھنا فرض ہے یہ مذہب ہے امام مالک امام شافعی - اور امام احمد کا مشہور مذہب یہی ہے حضرت عمر عثمان ابن العاص
ابو ہریرہ سے بھی یہی مذہب مروی ہے - جو لوگ سورہ فاتحہ کے فرض ہونے کے قائل ہیں وہ عبادہ بن صامت کی حدیث
جو اس باب کی پہلی حدیث ہے ایسے ہی حضرت عائشہ سے مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہ سے کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن
ان تینوں سے استدلال کرتے ہیں - امام صاحب کا استدلال آیت کریمہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن ہے اور اس کے اندر تعمیم ہے کہ
صرف سورہ فاتحہ متعین ہے اس پر اشکال ہوا کہ یہ آیت حنفیہ کے نزدیک بھی مخصوص منہ البعض ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھی وہ
ما دون الآیۃ خارج ہے اور جب ما دون الآیۃ خارج ہے اور یہ مخصوص منہ البعض ہے تو اب ہم اسکے اندر اس حدیث سے جو

حضرت عبادہ سے مروی ہے تخصیص کریں گی اور ما سوی الفاتحہ کو خاص کریں گی۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ جو کہا ما دون الآیۃ فصاعدا ہے
یہ صحیح نہیں کیونکہ قرآن کی تعریف اسپر صادق نہیں آتی جب وہ قرآن میں داخل نہیں ہے تو خاص کیسے کریں گے۔ دوسرا استدلال امام صاحب
کا حدیث المسئی ہے۔ تیسرا استدلال وہ روایت ہے جسکے اندر ہے لا صلوٰۃ الا بقراءۃ ولو بفاتحۃ الکتاب تو اس کو خود
تخییر معلوم ہو رہی ہے کہ چاہے فاتحہ پڑھے یا کچھ اور پڑھے اس سے معلوم ہو گیا کہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ اسپر یہ اشکال ہوا
کہ اس روایت کے اندر ایک راوی جعفر بن میمون ہے جس کی اکابر نے تضعیف کی ہے جواب یہ ہے کہ اسکی تضعیف کرنا
غلط ہے وہ ثقہ ہے۔ دارقطنی باوجودیکہ حنفیہ سے متعصب ہیں لیکن اسکے متعلق کہتے ہیں یعتبر بہ۔ ابن عدی
کہتے ہیں کہ روایت لینے میں ان سے کوئی مضائقہ نہیں۔ حاکم بن عبد اللہ مستدرک کے اندر لکھتے ہیں کہ میمون ثقات
البصریین۔ ان سے یحیی بن سعید قطان روایت کرتے ہیں اور وہ صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں۔ اسی وجہ سے
علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صالح للاحتجاج ہے۔ اسپر دوسرا اعتراض ہوا کہ انہی سے دوسری روایت
یہ ہے کہ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جب ایک راوی سے دو قسم کی روایات نقل کی جائیں
تو ان کا ایسا محمل تلاش کرنا چاہیے جس سے دونوں کے درمیان جمع ہو جائے لہذا اس قاعدہ کی بنا پر ہم یہ کہیں گے کہ لا صلوٰۃ
میں لا نفی جنس و ذات کیلئے نہیں بلکہ نفی کمال کیلئے ہے۔ حضرت سہارنپوری فرماتے ہیں کہ جواب اور جمع
کی ضرورت تو اسوقت پیش آتی جبکہ ہم لا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب کے اندر قراءۃ کی اضافت فاتحۃ الکتاب کی طرف کریں
اور اگر ہم بقراءۃ کو چھوڑ کر الگ پڑھیں اور فاتحۃ الکتاب فما زاد کو الگ پڑھیں تو اس صورت میں مطلب صاف
ہو جائیگا کہ نہیں ہے نماز مگر قراءۃ کیساتھ۔ خواہ وہ فاتحہ ہو یا اس کے زائد ہو۔ اب ایک اشکال ہوتا ہے کہ پہلے
استدلال فاقرؤا ما تیسر منہ پر یہ ہوا کہ یہ صلوٰۃ تہجد کے متعلق ہے اور صلوٰۃ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی لہذا اس سے استدلال
کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسکے سارے ارکان
بھی منسوخ ہو جائیں یعنی رکوع سجود و قیام بھی ختم ہو جائے نیز جب نوافل کے اندر تمہارے نزدیک بھی قراءۃ ضروری ہے تو
پھر فرائض کے اندر بھی ضروری ہونی چاہیے کیونکہ دونوں کے درمیان قائل بالفصل کوئی نہیں ہے یا تو دونوں جگہ فرض ہونی چاہیے
یا دونوں جگہ نہ ہو۔ دوسرا اعتراض اس آیت پر یہ ہوا کہ اسکے اندر ما تیسر میں ما مجمل ہے اور حدیث عبادہ بن صامت
لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اسکا بیان ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ آپ کا دعوی باطل ہے کیونکہ مجمل کہتے ہیں کہ ما لا یمکن العمل
الا ببیان المجمل اور یہ تعریف اسپر صادق نہیں آتی کیونکہ اسپر عمل ممکن ہے بغیر بیان کے۔ نیز علامہ عینی فرماتے ہیں کہ
لا صلوٰۃ کے اندر لا نفی جنس کیلئے نہیں ہے بلکہ نفی کمال کیلئے ہے جیسے کہ حضرت جابر کی روایت دارقطنی کے اندر ہے
کہ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد کہ جو مسجد کے قریب رہتا ہے اسکی نماز نہیں ہوتی مگر مسجد میں تو یہاں پر سب کے نزدیک نفی
کمال کیلئے ہے کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ بغیر مسجد کے اسکی نماز ہو جائیگی ایسے منافقین کے بارے میں قرآن کے اندر ہے لا ایمان لہم
اور دوسری جگہ ہے وان نکثوا ایمانہم الخ اس سے معلوم ہوا کہ لا ایمان لہم میں لا نفی اعتبار و کمال کیلئے ہے۔
حافظ فرماتے ہیں کہ روایات دو طرح کی ہیں ایک میں ہے لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب اور بعض میں ہے لا تجزی الا بفاتحۃ الکتاب
اس سے معلوم ہوا کہ قراءۃ فاتحہ کفایت کا درجہ ہے۔ اب لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے اندر دو احتمال ایک یہ کہ لا
نفی جنس کیلئے ہو دوسرا یہ کہ نفی کمال کیلئے ہو اور دوسری روایت لا تجزی الخ یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ لا نفی ذات
و جنس کیلئے ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں جبکہ آپنے اس کی نفی ذات مراد لی تو نفی کمال بھی ہو گی لہذا دونوں صورت

ہیں ماتیسّر کے مخالفت میں شدت ہو جائیگی بخلاف اگر نفی کمال کی صورت ہیں ۱ وہاں بھی اگرچہ ماتیسّر کے اطلاق کے
خلاف ہے لیکن اس مخالفت کے اندر اشدیت نہیں ہے۔ نیز آپؐ نے جو روایت ابن خزیمہ کی لا تجزی الا بفاتحۃ الکتاب ذکر
بیان کیا یہ روایت غیر مشہور ہے۔ تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ قرأۃ کتنی رکعت کے اندر فرض ہے؟ اسکے اندر مختلف قول ہیں
۱ امام حسن بصری۔ امام زفر، مغیرہ مخزومی کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے کیونکہ قرآن و حدیث میں ماتیسّر کا
امر ہے اور امر لا یقتضی التکرار لہذا صرف ایک رکعت ہی فرض رہ گیا ہے ۲ دو رکعت کے اندر فرض ہے یہ مذہب ہے ابن مسعود
حضرت علی۔ اسود بن یزید۔ ابراہیم نخعی۔ سفیان ثوری حضرت امام صاحب کا۔ اور امام احمد کی بھی ایک روایت ہے
اور دلیل میں کہتے ہیں ۱ اگرچہ امر یقتضی تکرار نہیں اور اسکی پیش نظر ایک ہی رکعت میں ہونا چاہیئے لیکن چونکہ دوسری رکعت
پہلی رکعت کے ہر اعتبار سے مشابہ ہے اسلئے قیاساً اسکے اندر بھی حکم لگا دیا۔ لیکن اعتراض ہوگا لا صلوۃ الا بفاتحۃ
الکتاب کے اندر تو صلوۃ کا اطلاق چار رکعت پر ہوتا ہے لہذا صرف دو میں کیسے قائل ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ صحابہ کے اقوال اور عمل
کو دیکھا جائیگا اور اسکے اندر ابن مسعود اور حضرت علی وغیرہ نے صرف دو رکعت کے اندر پڑھا ہے لیکن چونکہ دوسرے
صحابہ سے چاروں رکعت کے اندر ثابت ہے لہذا صرف ایک جماعت کے نہ پڑھنے سے استدلال کرنا صحیح نہیں لہذا ابن
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں ۱ جو روایت حسن بن زیاد نے حضرت امام صاحب سے نقل کی اس پر عمل کیا جائیگا اور وہ یہ
ہے اگر اخیر کی دو رکعت کے اندر قرأۃ ترک کر دے تو سجدہ سہو واجب ہوگا ۳ امام مالک سے نقل کیا گیا ہے
کہ اکثر رکعات کے اندر قرأۃ فرض ہے کیونکہ للاکثر حکم الکل لیکن امام مالک کا صحیح مذہب یہ نہیں ہے
۴ چاروں رکعات کے اندر فرض ہے امام مالک کا صحیح مذہب امام شافعی کا مذہب امام احمد کی ایک روایت ہے
اور حسن بن زیاد نے جو امام صاحب سے نقل کیا ہے اسکا خلاصہ بھی یہی ہے اور استدلال کرتے ہیں لا صلوۃ
الا بفاتحۃ الکتاب ۱ صلوۃ کا اطلاق چاروں رکعت پر ہوتا ہے۔ اب یہ کہ کونسی دو رکعت کے اندر قرأۃ
ہوگی اسکے اندر دو قول حنفیہ سے مروی ہیں ۱ یعنی دو رکعت متعین ہیں ۲ غیر متعین دو رکعت کے اندر پڑھا جاسکتا ہے
لیکن تعیین الاولیین افضل ہے اور بعض کے نزدیک تعیین الاولیین فرض ہے چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے
مقتدی کا کیا حکم ہے اس مسئلہ کا نام قرأۃ خلف الامام ہے اور یہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے ائمہ کا اختلاف
امام صاحب کے نزدیک مقتدی کو قرأۃ کرنا سری جہری کسی نماز میں جائز نہیں ہے۔ امام مالک کے نزدیک سریہ
میں مستحب ہے اور جہریہ میں قرأۃ نہیں کریگا۔ امام احمد کے یہاں سریہ میں قرأۃ مستحب ہے اور جہریہ میں نہیں کریگا البتہ
اگر امام سے اتنا بعید ہو کہ آواز نہ پہنچے تو اسکو اختیار ہے نیز وہ قرأۃ کرے امام شافعی کے دو قول ہیں ایک یہ کہ سریہ
کے اندر ہے جہریہ میں نہیں ہے دوسرا قول یہ ہے کہ سریہ اور جہریہ دونوں کے اندر مقتدی قرأۃ کریگا اور یہی ان کے یہاں معمول ہے
اس مسئلہ پر امام بخاری نے سب سے پہلے قلم اٹھایا جس کے اندر انہوں نے اپنے زعم کے مطابق مقتدی پر قرأۃ کی فرضیت ثابت
کی ہے۔ جو فرضیت کے قائل نہیں وہ استدلال کرتے ہیں فاقرءوا ما تیسر من القرآن ۱ اسکے اندر خطاب عام ہے
جسکے اندر مقتدی۔ امام۔ منفرد سب داخل ہیں۔ حضرت گنگوہی نے جواب دیا اس آیت سے استدلال صحیح
نہیں ہے کیونکہ سب سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض ہوئی ہے اور سورۂ مزمل مکی ہے اور مکہ کے اندر
امام اور مقتدی دونوں قرأۃ کرتے تھے اسکے بعد تطویل صلوۃ اللیل کے اندر تخفیف کر دی گئی اور اسکے بعد بھی صحابہ کرام
قرأۃ خلف الامام کرتے تھے یہاں تک واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ الخ نازل ہوئی اسکے بعد قرأۃ منسوخ ہو گئی

دوسری دلیل شافعیہ کی حضرت عبادہ کی یہ حدیث ہے لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اور یہ حدیث عام ہے جس کے عموم میں امام و منفرد کی طرح مقتدی بھی شامل ہے۔ اس حدیث پاک کے حنفیہ کی جانب سے کئی جواب ہیں:۔

جواب ۱:۔ اس حدیث کا محمل منفرد ہے امام ترمذی نے امام احمد سے نقل کیا ہے ان ھذا اذا کان وحدہ اس سے معلوم ہوگیا کہ مقتدی اس کے اندر داخل نہیں۔ ایسے ہی امام ابوداؤد نے سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے ھذا لمن یصلی وحدہ۔ حضرت امام مالک نے حضرت جابر بن عبداللہ کا قول نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہیں پڑھا تو اسکو چاہیے کہ وہ نماز دوبارہ پڑھے مگر امام کے پیچھے۔ یعنی اگر وہ بغیر قراءۃ ام القرآن کے نماز پڑھ رہا تھا تو اسکی صورت یہ ہے کہ امام کے پیچھے پڑھ رہا ہے۔ اسی قسم کا قول حضرت ابو الدرداء سے مروی ہے ما اری الامام الا قد کفاہم۔ یعنی امام اپنے مقتدیوں کیلئے کافی ہے اور اور دوسرے شواہد موجود ہیں جن سے معلوم ہوا کہ مقتدی اس حدیث کا محمل نہیں۔

جواب ۲:۔ یہی حدیث مسلم کے اندر وارد ہے اور اس میں لا صلوۃ لمن لم یقرأ ~~بفاتحۃ الکتاب~~ بام القرآن فصاعدا۔ ہم کہتے ہیں کہ جیسا تم نے اس حدیث سے فاتحہ کی فرضیت کو ثابت کیا ایسے ہی فصاعدا کی وجہ سے زیادتی علی الفاتحہ کو بھی فرض کہو حالانکہ فاتحہ کے علاوہ زیادتی کے تم لوگ بھی قائل نہیں ہو لہذا معلوم ہوا کہ ~~[illegible]~~ اس حدیث کا محمل منفرد ہے اور امام ہے۔ اس پر امام بخاری نے اشکال کیا کہ فصاعدا کی زیادتی کرنے میں معمر بن راشد متفرد ہے اسکا جواب دیا کہ تفرد کا دعوی غلط ہے بلکہ ان کے بہت سے متابع موجود ہیں چنانچہ سفیان ثوری۔ اوزاعی عبدالرحمن بن اسحاق مدنی۔ شعیب بن حمزہ۔ صالح یہ سب متابع ہیں۔ دوسرا اشکال امام بخاری نے یہ کیا کہ ایک حدیث کے اندر آتا ہے لا تقطع الید الا فی ربع دینار فصاعدا اور یہاں سب کے نزدیک ربع دینار پر قطع ید ہے زیادتی کسی کے نزدیک ضروری نہیں ہے لہذا جیسے یہاں فصاعدا واجب نہیں ایسے ہی مسلم کی روایت کے اندر ہم قراءۃ فاتحہ کو واجب کہیں گے اور فصاعدا کے واجب کہنے کی ضرورت نہیں ہے حضرت گنگوہی جواب میں فرماتے ہیں کہ یہاں تو فصاعدا ہے اسلیے آپ نے قطع ید والی حدیث کے فصاعدا پر قیاس کر لیا لیکن ابوسعید کی ایک روایت میں ما تیسر۔ اور ابوہریرہ کی روایت فاتحۃ الکتاب کے بعد وما زاد اور ایک دوسری روایت میں لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وارد ہوا ہے اس جگہ آپ کیا جواب دیں گے: تیسرا اشکال یہ کیا گیا کہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن فصاعدا اس قسم کی ترکیب کا استعمال ایسے مواقع میں ہوتا ہے جہاں ما قبل اکثر اور ما بعد کا مستحب ہو لہذا ام القرآن واجب اور اسکا ما بعد یعنی ما عدا مستحب ہوگا۔ حضرت شاہ انور شاہ کشمیری جواب دیتے ہیں کہ اچھا نہیں بلکہ اس قسم کی ترکیب کا استعمال ایسے مواقع میں ہوتا ہے جہاں ما قبل کا حکم ما بعد کی طرف چلتا ہو اگر پہلے کوئی شئ واجب تو ما بعد کے اندر بھی اسی شئ کا حکم وجوب ہوگا اور اگر ما قبل کے اندر استحباب تو ما بعد کا حکم بھی استحباب کا ہوگا اور ~~[illegible]~~ دلیل یہ کے اندر شیخ رضی کے کلام سے دو مثالیں پیش کیں ایک یہ کہ کسی نے کہا قرأت فی ھذا الیوم جزءا فصاعدا دوسرے یہ کہ البقرۃ بدرہم فصاعدا تو یہاں پہلی مثال میں فصاعدا بھی قرأت کے تحت میں داخل ہے یعنی اسکو بھی پڑھیگا ایسے ہی دوسری مثال میں فصاعدا بھی ثمن کے اندر داخل ہے لہذا ایسے ہی حدیث کا اندر بھی ہوگا۔

جواب ۳:۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دراصل یہ حضرت عبادہ کی حدیث مختلف طرق سے مروی ہے کوئی راوی حدیث کو کوئی اول کو اور کوئی آخر کو بیان کرتا ہے کوئی وسط حدیث کو بیان کر دیتا ہے اور اسی وجہ سے یہ متعدد حدیثیں بن گئی ہیں ورنہ یہ تمام احادیث ملکر ایک حدیث طویل ہے چنانچہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بام القرآن الخ

822 یہ ایک طویل حدیث ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ پر قراءۃ ثقیل 28/23
ہوگئی آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم امام کے پیچھے پڑھ رہے ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ہم
پڑھ رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ لا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب لانہ لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب او لا قال الخ
تو یہاں دیکھئے کہ پہلے تو مطلقاً آپ نے منع فرما دیا اور پھر قراءۃ فاتحہ کی اجازت دی اور استثناء بعد النہی اباحت پر
دلالت کرتا ہے تو اس حدیث سے ایک تو اباحت فاتحہ معلوم ہوئی اور ایک یہ کہ ما زاد علی الفاتحہ حرام ہے اب اسکے
بعد رواۃ نے اس مفصل حدیث کے اندر اختصار شروع کیا حتی کہ صرف لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب باقی رہ گیا
لہذا معلوم ہوا اس پوری حدیث سے کہ فاتحہ کا پڑھنا مقتدی کیلئے مباح ہے اب اگر تم لوگ اسکے مباح ہونے کو نہیں
مانتے بلکہ وجوب کے قائل ہو گئے تو جس حدیث کے اندر فاتحۃ الکتاب کیساتھ فصاعداً کی زیادتی ثابت ہے وہاں
فاتحہ کی طرح زیادتی بھی واجب ہوگی حالانکہ اس حدیث مفصل کے اندر آپ نے لا تفعلوا کے ذریعہ سوائے فاتحہ
کے تمام کو حرام قرار دیا تو اب اس حدیث کے وسط یعنی لا تفعلوا اور آخر یعنی لا صلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کے
اندر تعارض ہو جائیگا۔ اسکے بعد حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے راوی حضرت عبادہ تو خود قراءۃ فاتحہ
خلف الامام کے وجوب کے قائل نہیں ہیں کیونکہ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت نافع بن محمود کی روایت ہے کہ ایک
مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت غائب ہو گئے ابو نعیم نے اذان دی اور نماز کھڑی ہوگئی بعد میں عبادہ پیچھے
آکر شامل ہوگئے اور قراءۃ کرنی شروع کر دی نافع کہتے ہیں کہ میں قریب تھا نماز کے بعد میں نے پوچھا کہ تم نماز کے
اندر قراءۃ کرتے ہو تو انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور نے نماز پڑھائی آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم نے قراءۃ کی ہے
کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو ۔ تو یہاں دیکھئے کہ حضرت نافع پر حضرت عبادہ نے
کوئی نکیر نہیں کی اور یہ نہیں کہا کہ تم نے نہیں پڑھی تو اعادہ کرو کیونکہ واجب ہے بلکہ حضرت عبادہ نے
صرف ایک حکایت نقل کر دی جس سے معلوم ہوا کہ وہ وجوب کے قائل نہیں ایسے ہی نافع بن محمود بھی قائل نہیں ہیں
اسکے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور صحابہ کرام سورہ فاتحہ کی قراءۃ کرتے رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز پڑھائی
اور جہر کیا ۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی نے قراءۃ کی ہے اس پر جواب دیا گیا کہ نعم ۔ آپ نے فرمایا
کہ کیا ہو گیا تم کو کہ تم منازعت کرتے ہو میرے ساتھ قرآن کے اندر تو یہاں سے معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ آپ کے
امر کے بغیر چل رہا تھا اور آپ نے اس وقت منع فرما دیا ۔ اگر آپ نے امر کیا ہوتا تو آپ سوال کیوں کرتے کہ تم میں
کسی نے قراءۃ کی ہے یہ تو سب کچھ تفصیل اور سورہ فاتحہ کی مخالفت صلوۃ جہریہ کے اندر تھی ایسے ہی آپ نے صلوۃ
سریہ کے اندر بھی مخالفت فرمادی تھی چنانچہ عمران بن حصین کی روایت ہے کہ آپ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی
اور اسکے بعد دریافت کیا کہ کیا تم میں سے کسی نے سبح اسم ربک الاعلی پڑھی ہے ایک نے کہا کہ نعم ۔ آپ نے فرمایا
کہ کیا ہو گیا تم کو کہ میری نماز کے اندر تم نے خلجان ڈال دیا اور مخالجت پیدا کر دی اور پھر آپ نے اسکو منسوخ
کر دیا ۔ ایسے ہی ابن اکیمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا
کہ کسی نے کچھ پڑھا ہے ایک صحابی نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ میرے ساتھ منازعت کیوں کی اور دوسری روایت
ہے کہ اسی ام القرآن کو پڑھتا تھا فکر اتنا بالتفصیل یہ سلسلہ ہے اور قراءۃ کا مسئلہ بالتدریج
قراءۃ چلتا رہا ہے اسلئے اخیر میں اگر آپ نے اسکو منسوخ فرمایا ہے اب اسپر یہ اشکال ہوگا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا

اور حضرت عبادہ کی حدیث اور یہ طویل حدیث ایک ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کی طرف امام ترمذی اور ابن حبان نے
اشارہ کیا ہے ایسے ہی حافظ ابن حجر کی ہے کہ حضرت عبادہ کی حدیث اور حدیث مطول ایک ہے۔ شافعیہ کی تیسری دلیل
حضرت عائشہ کی حدیث ہے ابن ماجہ کے اندر ہے کہ کل صلوۃ لا یقرأ بام القرآن فهو خداج اور کا قائل اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے
تمام لوگوں کو شامل ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی قبل کے اندر معلوم ہو چکا کہ فاتحہ کا پڑھنا باقتداء الامام منسوخ ہو گیا لہذا یہی حدیث
اس کیلئے بھی ناسخ ہو گی۔ ایسے ہی حضرت ابو بکرہ کی حدیث ہے کہ مسجد میں آیا اور حضور رکوع کر چکے تھے
انہوں نے پیچھے ہی شرکت کی اور اپنے نماز کے بعد فرمایا تیری نماز پوری ہو گئی اعادہ کی ضرورت نہیں اس سے معلوم ہوا کہ قرأۃ فرض نہیں ورنہ
آپ اعادہ کا حکم دیتے اسی پر ان لوگوں نے استدلال کیا ہے یہ ابو بکرہ کی خصوصیت ہے کہ حضرت گنگوہی نے اس کو رد فرما دیا اور کہا
کہ ابن مسعود۔ ابو ہریرہ۔ ابو بکر۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہم ان تمام سے بھی اسی قسم کی روایات ثابت ہیں ایسے ہی بیہقی
کے اندر ہے کہ اذا جئتم والامام راکع فارکعوا وان کان ساجدا فاسجدوا الخ اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے
قرأۃ اسپر ضروری نہیں ہے نیز ابن عدی نے الکامل کے اندر حضرت عائشہ کی حدیث ہے اور آمین کا بھی اضافہ کیا
لہذا اب کا استدلال صرف فاتحہ پر صحیح نہیں بلکہ فاتحہ کی طرح سورت آمین بھی فرض ہونی چاہیئے حالانکہ آپ اسکے
قائل نہیں۔ چوتھی دلیل ان کی یہ ہے کہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ کل صلوۃ لا یقرأ بام القرآن
فهو خداج لیکن ان کے اس مستدل کے جوابات بھی وہی ہیں جو پہلی احادیث کے ہیں نیز اس حدیث کے اندر اگرچہ
آمین کی زیادتی ثابت نہیں لیکن غیر مقلدین حضرات کا خاص طور سے یہ پیشہ ہے کہ وہ مطلق کو دوسرے فقرہ کی
قید لگا کر استدلال کر دیتے ہیں لہذا ان کے قاعدہ کے مطابق آمین کی زیادتی اس حدیث میں بھی ہم کریں گے
پانچویں دلیل ان کی حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے من صلی صلاۃ لم یقرأ فیها بام القرآن فهی خداج ثلاثا غیر تمام
اس حدیث کے بھی وہی جوابات ہوں گے بنا بر اتحاد متن کی وجہ سے جو زیادتی آمین کی حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے
یہاں پر ہو گا پانچویں چھٹی دلیل ابو امامہ کی روایت ہے جو اسی مضمون کی ہے اور وہی جوابات ہیں۔ ساتویں دلیل
دلیل شافعیہ کی حضرت ابو امامہ کی دوسری روایت ہے جو بیہقی کے اندر ہے کہ من صلی بغیر قرأۃ فصلاتہ خداج
ہم کہتے ہیں کہ اس سے استدلال آپ کیسے کریں گے دلیل عام ہے اور دعوی خاص ہے کیونکہ قرأۃ تو عام ہے خواہ
فاتحہ ہو یا غیر فاتحہ ہو۔ اور دعوی آپکا فاتحہ کیا تھا خاص ہے اور اگر ہم آپکی اس دلیل کو تسلیم کر لیں تو کچھ
اوپر والے جوابات آپکے سامنے حاضر خدمت ہیں۔ یہ سات دلائل امام شافعی کے تھے جن کے جوابات مکمل ہو گئے
ہیں۔ اب حنفیہ کے دلائل عدم وجوب قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے متعلق سنیئے۔

حنفیہ کی دلیل قرآن۔ حدیث۔ اجماع ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا
علامہ جمال الدین زیلعی نے بحوالہ بیہقی امام احمد سے نقل کیا ہے کہ اسکا شان نزول صلوۃ کے بارے میں ہے ایسے ہی ابن تیمیہ نے
اپنے فتاویٰ کے اندر اسی قول کو نقل کیا ہے امام بیہقی نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ ایک جوان انصار کا حضور کے پیچھے
قرأۃ کرتا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور اسکا شان نزول مکہ کے اندر ہوا تھا جب کہ آپ نے اس آیت
کے نازل ہونے کے باوجود قرأۃ فاتحہ کی اجازت کیوں دی تھی اسکا جواب ہے کہ آپکا اجازت دینا معلل بعلۃ تھا
اور وہ منازعت ہے یعنی نماز کے اندر ایک قسم کی منازعت سے معلوم ہوتی تھی اسیلئے پوری قرأۃ کو منع کر دیا تھا
صرف فاتحہ کی اجازت دی تھی لیکن بعد میں جب تجربہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ فاتحہ سے بھی منازعت ہوتی ہے

822 تو فاتحہ سے بھی منع فرما دیا۔ نیز مقلدین نے اعتراض کیا کہ آیت جو بکلام شافعی نے ذکر کی اسکا تعلق بیہقی کی طرف منسوب کیا ٢٨/٢٣
یہ بیہقی کے اندر باب القراءۃ میں کہیں جگہ نہیں ملتا۔ اسکا جواب ہے کہ یہ اعتراض ان کا نہایت بیوجہ ہے کیونکہ باب القراءۃ
میں انہوں نے یہ لازم نہیں آتا اور کسی جگہ بھی ہو نیز مجاہد اسکی کیا تو متفرد نہیں بلکہ ابن مردویہ۔ ابن جریر طبری اور اسکے
بہت سے لوگوں کے ساتھ متابع [illegible] متعدد تابعین کو نقل کیا ہے مگر اس آیت کا تعلق صلوۃ جہریہ سے ہے چنانچہ
امام بخاری نے اعتراض کیا اور اگر اسکا تعلق صلوۃ سریہ کیساتھ مانا جائے تو غلط ہے کیونکہ وہاں استماع نہیں ہوتا
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں اللہ تعالی نے اسکے اندر دو چیزیں ذکر کیں ہیں ایک استمعوا ۔ دوسرے انصتوا ۔ اول کا تعلق
صلوۃ جہریہ سے اور دوسرے کا تعلق صلوۃ سریہ سے ہے لیکن علامہ کشمیری اسکا جواب دیتے ہیں کیونکہ استماع اور انصات
دونوں ایک ہیں وہ کیونکہ لغت کے اندر استماع کے معنی کان لگانے کے ہیں لہذا سریہ سے اسکا تعلق نہیں بلکہ جہریہ سے ہے
دوسری دلیل حنفیہ کی ابوموسی اشعری کی حدیث ہے جو مسلم شریف کے اندر موجود ہے اس حدیث کے اندر ہے واذا قرأ فانصتوا — حدیث مسلم / سلیمان تیمی
اسپر ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ سلیمان تیمی اسکے ساتھ متفرد ہیں اسکا جواب دیا گیا کہ جب یہ اعتراض امام مسلم پر کیا گیا
تو انہوں نے فرمایا کیا تم اس سے زیادہ کسی کو حافظ پاتے ہو یعنی وہ ثقہ اور حافظ ہیں اور انکی یہ حدیث صحیح ہے اسی وجہ
امام مسلم نے اسکا اعتبار کیا نیز ابوبکر اثرم ابن تیمیہ ابن جریر طبری ابن کثیر جمہور حنفیہ حنابلہ ۔ مالکیہ اور حافظ
ذکی الدین منذری ابوزرعہ رازی ان تمام اکابر نے اس کی تصحیح کی ہے ایسے ہی امام نسائی نے اور امام احمد نے بھی تصحیح
کی ہے اس حدیث کی ۔ نیز سلیمان تیمی کے دو متابع موجود ہیں ایک سعید بن ابی عروبہ اور دوسرے عمر بن عامر اور ان دونوں — متابع
کی متابعت کی ہے تخریج امام بیہقی ۔ اور ابن بزار وغیرہ نے کی ہے اسپر اشکال ہوا کہ ان دونوں کی متابعت کو سالم بن
نوح عطار نے نقل کیا ہے اور وہ متکلم فیہ ہے اسکا جواب ہے کہ وہ اتنا گیا گزرا شخص نہیں ہے نیز اسکا متکلم فیہ ہونا — حدیث ابی داؤد
ہمارے بیان قادح نہیں ہے ۔ تیسری دلیل حنفیہ کی حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے ابوداؤد کے اندر کہ اذا قرأ فانصتوا اسپر
امام ابوداؤد نے اعتراض کیا کہ اسکا راوی ابوخالد احمر اسکو ابن عجلان سے روایت کرتا ہے اور ابوخالد متفرد ہے
لیکن یہ غلط اعتراض ہے کیونکہ ابوخالد ثقہ ہونے کے علاوہ تفرد الثقۃ کے قبیل سے ہے ۔ جب محدثین کا یہ قول
یہ کہا جائے کہ فلاں تفرد الثقۃ ہو تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صحیحین کا راوی ہے اور مسلم و بخاری نے اپنی
کتابوں کے اندر اسکی روایت کو لیا ہے لہذا یہ بھی انہی میں سے ہے نیز اسکا متابع محمد بن سعد ہے اور ایسے ہی
اسماعیل ابن ابان غنوی ۔ اور محمد بن میسر ان دونوں نے بھی متابعت کی ہے اور دونوں کی روایتیں دارقطنی
وغیرہ کے اندر موجود ہیں اب ان لوگوں نے کہا کہ یہ ابن عجلان سے روایت کرتے ہیں اور وہ بھی ضعیف ہیں اسکا
جواب ہے کہ وہ بھی مسلم کے رواۃ استشہاد میں سے ہے اور من قبیل تفرد الثقۃ ہے جب اس حدیث سے معلوم
ہو گیا کہ امام کی قراءۃ کے وقت مقتدی کو چاہئے کہ وہ خاموش رہے خود قراءۃ نہ کرے تو اسپر شافعیہ کہتے ہیں کہ
اچھا امام کے سکتات کے درمیان قراءۃ ہونی چاہئے ۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ حضور کی کسی حدیث
کے اندر یہ بات ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اتنی دیر سکتہ فرمایا ہو کہ مقتدی قراءۃ کر لیں ۔ نیز سکتات
کا التزام ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ جب وہ طمانیت سے پڑھیگا تو بعض امام آگے قراءۃ شروع کر دیگا اور
بغیر طمانیت کے قراءۃ آپکے نزدیک معتبر نہیں ہے ۔ چوتھی دلیل حضور کا ارشاد ہے من کان له امام فقراءة — من کان له امام فقراءة الخ
الامام قراءة له حضرت جابر سے ابن ماجہ نے نقل کیا ۔ دارقطنی نے ابن عمر اور ابن عباس سے اسکو نقل کیا ہے

822 انس بن مالکؓ سے ابن حبان نے نقل کیا نیز حضرت ابو سعید خدری اور دیگر اصحاب کرام سے یہ حدیث مروی ہے ۔ اب اعتراض 28/43
ہوا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے اندر جابر جعفی ایک راوی ہیں جنکی خود امام ابوحنیفہؒ نے تکذیب فرمائی ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ حنفیہ نے صرف اسی سند والی حدیث سے استدلال نہیں کیا بلکہ اسکے علاوہ دوسری سند سے
احادیث مروی ہیں ان سے استدلال کیا ہے مثلاً امام محمدؒ فرماتے ہیں اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا ابوالحسن موسی
بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ
اب دیکھئے اسکے اندر جابر جعفی کا کہیں بھی نام نہیں ہے پھر اعتراض کیا گیا اس حدیث کو صرف تنہا امام ابوحنیفہ نقل
کرتے ہیں دوسرے حسن بن عمارہ آپکے ساتھ ہو جاتے ہیں چنانچہ دارقطنی نے کہا ان دونوں نے اسکو مسنداً ذکر کیا
اور یہ دونوں ضعیف ہیں اور ہر ایک جماعت کا نام دارقطنی نے ذکر کیا اور کہا ان لوگوں نے اسکو مرسلاً ذکر کیا ہے
اسکا جواب سنیے ! اکثر علماء نے حسن بن عمارہ کی توثیق کی ہے ان کو ضعیف کہنا نا پختہ علوم ہے ایسے ہی
امام صاحب کے متعلق دارقطنی کا یہ کہہ دینا کہ وہ ضعیف ہیں نہایت بیجا اور تعصب پر مبنی اعتراض ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ دارقطنی کو شرم نہیں آتی کہ اتنے بڑے عالم اور امام الائمہ سید الحفاظ کی طرف ضعف
کو منسوب کرتا ہے حالانکہ خود اپنی کتاب کے اندر منکر اور ضعیف احادیث کو نقل کرتا ہے امام صاحب کی بہت سارے اکابر
توثیق فرمائی ہے اور اگر آپ نفس کلام کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں تو کون سا محدث اور حافظ و امام اس قسم کے
اعتراض سے خالی ہے امام بخاری - امام شافعی - امام مالک امام احمد اور فن کے جتنے ائمہ اور محدثین دنیا میں آئے
جو ایک پر کسی نہ کسی نے جرح اور کسی نے کوئی اعتراض کیا ہے البتہ عبد اللہ بن مبارک ایک ایسی ہستی ہے جو
ناقدین کی ہر قسم کی جرح سے محفوظ ہیں ورنہ سب متکلم فیہ ہیں - حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں ان معاصرین کا
کلام دوسرے کے بارے میں قطعاً معتبر نہیں امام صاحب تو علماء سے شرق و غرب بھرے ہیں - نیز امام صاحب اس حدیث کے اندر
تنہا نہیں ہیں بلکہ متابع موجود ہیں چنانچہ امام احمد بن منیع نقل کرتے ہیں حدثنا اسحاق الازرق قال اخبرنا سفیان و شریک
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر قال الخ اسکے اندر تمام کے تمام رجال ثقہ ہیں چنانچہ امام بیہقی
نے تقریباً مان لیا اور یہ کہہ دیا یہ حدیث ماسوی الفاتحہ پر محمول ہے دوسرا اعتراض اس حدیث پر یہ تھا کہ یہ حدیث
مرسلاً مروی ہے اور حضرت جابر کا ذکر اسکی سند میں نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ مرسل جب ثقات سے مروی ہو تو معتبر ہے
نیز فتاوی صحابہ سے یہ حدیث مؤید ہے چنانچہ ابن عمر کا فتوی موطا کے اندر موجود ہے اور اسکے علاوہ بہت سے صحابہ کے
فتاوی مؤید ہیں اور حضرت جابر کے ذکر نہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ مرسل ہو جائے نیز امام احمد نے علامہ
کشمیری نے نقل کیا ہے کہ حضرت جابر سے پہلے جو حضرت عبد اللہ بن شداد سند کے اندر موجود ہیں یہ خود بھی
صحابی ہیں اور مراسیل صحابہ تمام کی تمام معتبر ہیں - لیکن واضح رہے کہ علامہ کشمیری کا یہ فرمانا کہ مراسیل
صحابہ معتبر ہیں یہ اس وقت ہے جبکہ وہ صحابی روایۃ کے علاوہ رؤیۃ بھی صحابی ہو ورنہ اس صحابی کی
مرسل کا حکم غیر صحابی مرسل کے حکم کی طرح ہے - فالحمد للہ کہ یہ مسئلہ مختصر مگر کافی تشفی بخش اور جامع
تفصیل کے ساتھ منقح ہو کر سامنے آگیا ہے بس اب صرف احادیث کے اندر لفظی بحث ہے انشاء اللہ
تعالیٰ فصل ثانی کے اندر ایک بحث ہوگی - فقط

محمد سلمان
سہارنپوری ۸۵ھ
۱۹ جمادی الاولی

الفصل الاول

822 عن عبادة بن الصامت الخ عن ابی هریرة من صلی صلوة الخ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸/۲۳
حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث چونکہ امام شافعی کے مستدلات میں سے ہے لہذا اسکی تشریح اور اسکی تفصیلی بحث
823 باب کے تحت گذر چکی اب دوسری حدیث ابوہریرہ کی ہے من صلی صلوۃ صلوۃ مفعول بہ اور مفعول مطلق دونوں ۲۴
ہوسکتا ہے مفعول مطلق کی صورت میں ترجمہ ہوگا جس شخص نے نماز پڑھی نماز پڑھنا اور مفعول بہ کی صورت میں ترجمہ
ہوگا جو شخص پڑھے نماز۔ اس سے امام شافعی نے استدلال کیا ہے نماز کے اندر سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے
ہم کہتے ہیں یہ استدلال آپ کا صحیح نہیں بلکہ آپ نے تو یہ فرمایا ہے اسکی نماز ناقص ہے اور نماز کے اندر نقصان ترک واجب
سے ہوتا ہے ترک فرض سے تو نماز معدوم ہو جاتی ہے لہذا یہ تو حنفیہ کا عین مدعا ہے غیر تمام بعض نے فرمایا یہ راوی
کی جانب سے تفسیر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفسیر ہے فقیل لابی ہریرۃ ترمذی شریف
کے اندر ہے فقیل لحامل الحدیث اور حامل حدیث حضرت ابوالسائب ہیں۔ حنفیہ نے اس جملہ سے بھی استدلال کیا ہے ۲۵
کہ ان لوگوں کے یہاں فاتحہ کا پڑھنا اتنا شائع ذائع نہیں تھا ورنہ حضرت ابوہریرہ سے یہ کیوں دریافت
کرتے کہ اگر ہم امام کے پیچھے ہوں تو ایسی صورت میں کیا کریں حضرت ابوہریرہ نے جواب دیا اقرأ بها فی نفسك ۲۵
اسکا ایک مطلب بعض حنفیہ نے یہ بیان کیا ہے تم خاموش رہو تو امام کی جو قرأۃ ہو رہی ہے اسکے اندر دل دل میں غور
وفکر اور تدبر کرو۔ یہ مطلب نہیں کہ خود بھی قرأۃ کرنے لگو۔ لیکن یہ مطلب معتبر نہیں بلکہ اصل مطلب تو یہی ہے
کہ تو بھی آہستہ آہستہ قرأۃ کر۔ لیکن یہ حضرت ابوہریرہ کا جواب صلوۃ جہریہ کے اندر تو بالکل نہیں چلیگا
کیونکہ آپ کو ما قبل کے اندر معلوم ہو چکا کہ حضرت عکیمہ کی حدیث سے صلوۃ جہریہ کے اندر قرأۃ کا نسخ ہو گیا تھا نیز
دوسری احادیث سے صلوۃ سریہ کے اندر بھی قرأۃ سے ممنوع کر دیا گیا لہذا زیادہ سے زیادہ ابوہریرہ کے اس
جواب کو جواز یا استحباب کے درجہ میں رکھا جائیگا۔ تیسری حدیث حضرت انس کی ہے اسکو مولف علیہ الرحمہ نے
امام مسلم کی طرف منسوب کیا حالانکہ بخاری کے صفحہ ۱۰۳ پر بھی یہ حدیث آئی ہے چنانچہ حافظ جمال الدین زیلعی نے اسکو
صحیح بخاری ومسلم کی طرف اس حدیث کو منسوب کیا ہے اس حدیث سے مالکیہ نے استدلال کیا ہے کہ اسکات پر
بین التکبیر والقرأۃ کوئی دعا نہیں پڑھی جائیگی اسکا جواب ما قبل کے اندر گذر گیا ہے دوسرے مالکیہ اور دوسرے
لوگوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے نماز کے اندر فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الخ نہیں پڑھی جائیگی کیونکہ اس حدیث
کے اندر فاتحہ سے ابتداء کا ذکر ہے لیکن اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اسکی چند شقیں ہیں۔
اول یہ کہ بسم اللہ قرآن کا جزء ہے یا نہیں۔ دوم یہ کہ نماز کے اندر بسم اللہ ہے یا نہیں۔ تیسرے یہ کہ جہر کیساتھ پڑھی
جائیگی یا بلا جہر کے۔ نمبروار مسئلوں کو غور سے سنئے۔ مسئلہ اولی:- بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے میں مختلف
اقوال ہیں:- اول امام شافعی کا ایک قول ہے کہ سورہ فاتحہ اور ہر سورۃ کا جزء ہے دوم امام شافعی کا دوسرا قول
جسکی یہ آیت تامہ ہے سورہ فاتحہ کی اور بعض آیت ہے بقیہ سورتوں کی سوم امام شافعی اور امام احمد کا ایک قول
یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کی بعض آیت ہے اور کسی کا نہیں چہارم آیت وغیرہ نہیں بلکہ محض تبرک اور فصل کیلئے ہے
کسی کا جزء نہیں ہے حنفیہ کا مشہور قول اور ایک دوسری جماعت کا مختار ہے ایسے ہی امام احمد کا راجح القولین ہے۔
ابو بکر جصاص کہتے ہیں کہ امام محمد ابو حنیفہ کی روایت کا مقتضی بھی یہی ہے پنجم سورہ نمل کا جزء ہے
اور کسی کا جزء نہیں ہے۔ حنفیہ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کا جزء نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ

823 نماز کے اندر اسکا ذکر نہیں فرمایا۔ لیکن شافعیہ اسکا جواب یہ دینگے کہ البسملہ جزء مشترک ہے فاتحہ اور دوسری سورتوں کے ۷۸/۲۵
درمیان اس بناء پر ذکر نہیں کیا اسکا جواب ہماری طرف سے یہ ہوگا کہ جن احادیث کے اندر صرف فاتحہ کہا گیا تو بسملہ
کا ذکر ہے اور وہ آپ کی مستدل بھی ہیں انکا کیا جواب ہوگا۔ نیز بہت سی روایات سے ثابت ہے کہ یہ فاتحہ کا جزء نہیں
نیز یزید بن عبد اللہ بن مغفل اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب انکے ساتھ نماز پڑھی اور زور سے بسم اللہ پڑھی
تو فرمایا اے بیٹے! یہ امر محدث ہے تو اسکو ایجاد نہ کر میں نے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ہے
وہ لوگ جہراً بسملہ نہیں پڑھتے تھے۔ ایک روایت کے اندر ہے کہ صحیح مسلم و بخاری میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ
حضرت جبریل نے حضور کو اقرا باسم ربک الخ سکھائی تو دیکھئے انہوں نے بسملہ نہیں پڑھی اگر جزء ہوتا تو کیسے
ترک کر دیتے معلوم ہوا کہ فاتحہ کے علاوہ دوسری سورتوں کا بھی جزء نہیں ایسے ہی اجماع ہے علماء کا اثبات پر کہ سورہ
ملک کی تیس آیتیں ہیں اور وہ بغیر بسملہ کے ہیں ایسے ہی انا اعطینا کی تین آیتیں ہیں بغیر بسملہ کے اور اسکے علاوہ اور بہت
سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ البسملہ کسی سورۃ کا جزء نہیں ہے اور سب سے واضح دلیل حضرت ابن عباس کی الحدیث ص ۱۹۳ پر آرہی
ہے جس کے اندر ہے کہ البسملہ محض تبرک اور فصل کیلئے لکھی جاتی ہے حاکم نے مستدرک کے اندر لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیحین کی شرط کی بناء پر
صحیح ہے اسپر امام نوویؒ اعتراض کیا کہ جب فصل و تبرک کیلئے ہے تو سورہ انفال و توبہ کے درمیان کیوں نہیں ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
ان دونوں کے الگ الگ ہونے میں اشتباہ ہوگیا کہ دونوں سورتیں الگ الگ ہیں یا ایک ہی ہیں اسوجہ سے بسملہ فصل کیلئے
نہیں لائے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز کے اندر بسم اللہ کا پڑھنا کیسا ہے امام شافعی کے نزدیک واجب ہے امام مالک کے
نزدیک مکروہ ہے حنفیہ کے نزدیک مستحب ہے یہی مذہب جمہور فقہاء و محدثین اور امام احمد کا ہے تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اسکو جہر کے
ساتھ پڑھیگا یا بلا جہر کے امام شافعی کے نزدیک جہر کیساتھ پڑھیگا امام احمد کا مذہب بھی یہی ہے حنفیہ کے نزدیک سراً
پڑھیگا اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اسکو اختیار ہے کہ سراً پڑھے یا جہراً اور مالکیہ کے نزدیک مطلقاً نہیں پڑھیگا

825 **عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق الخ** ۷۹/۵

اذا امن الامام الخ اسکے علماء نے مختلف مطالب بیان فرمائے مطلب ۱ ظاہری مطلب یہ ہے کہ جب وہ آمین کہے تو تم
بھی آمین کہو۔ مطلب ۲ آمین کے معنی اگر دعا کے لئے جائیں تو مطلب ہوگا کہ جب امام دعا پڑھے تو تم آمین کہو اور دعا
مراد اھدنا الصراط المستقیم الخ ہے مطلب ۳ اذا بلغ الامام موضع التامین فامنوا اور موضع تامین ولا الضالین ہے اب اس
مطلب سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ اگر امام آمین نہ کہے تو تم (مقتدی) بھی آمین نہ کہو لیکن جمہور ائمہ کے نزدیک اسکا یہ مطلب اور یہ استدلال
کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کا مطلب تو یہ ہے کہ جب امام آمین کہے تو تم تاخیر نہ کرو یعنی
معیت بیان کرنی مقصود ہے **من وافق تامینہ تامین الملائکۃ** اسکے اندر دو چیزیں قابل ۵
بیان ہیں ایک یہ کہ موافقت تامین کا کیا مطلب اور دوسرا یہ کہ ملائکہ سے کون سے ملائکہ مراد ہیں سنیئے!
۱ ابن حبان کے نزدیک موافقت سے اخلاص مراد ہے ۲ اجابت الدعاء کے اندر موافقت ہونی چاہیے۔
۳ اجابت فی الوقت والقبول یعنی جو وقت فرشتوں کے آمین کہنیکا ہے اسی وقت تم بھی کہو۔ اور تامین ملائکہ
کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرشتے اسکیلئے تامین کرتے ہیں یا تامین سے مراد دعا بالطاعۃ ہے اسکے لئے دعا کرتے ہیں۔
اب یہ کہ ملائکہ سے مراد کیا ہیں ۱ ظاہر یہ کہ انکے حفظہ ملائکہ مراد ہیں ۲ الذین یتعاقبون فیکم باللیل والنہار ملائکہ
مراد ہیں ۳ ابن بزیزہ کہتے ہیں کہ انکے تمام ملائکہ مراد ہیں ۴ ملائکہ آسمان مراد ہیں ۵ انکی وہ فرشتے مراد ہیں جو انکی ... میں ہیں

٧٩

826 عن ابی موسی الاشعری وعن ابی قتادۃ قال الخ وعن ابی سعید الخدری قال کنا نخرج ٧٩/٨
مقارنۃ مفہوم ہوتا ہے کے نزدیک یہ ہے فاذا کبّر فکبّروا اس کے اندر فاء تعقیب کا ذکر اختیار کیا امام صاحب کی طرف ۔ امام کی
تکبیر سے مقتدی کی تکبیر موخر ہوگی اور ایسے ہی تمام اذکار کے اندر تعقیب ہے اس کے اندر اختلاف ہے کہ افعال صلوٰۃ کے ١٠
اندر مقارنۃ ہونی چاہیے یا معاقبۃ ۔ اس بات کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ تقدیم تو حرام ہے اب رہ گیا معاقبۃ یا
مقارنۃ اسکا تعلق تین اشیاء سے ہے ۔ تکبیر تحریمہ ۔ اور سلام ۔ اور باقی تمام ارکان ۔ جہاں تک تحریمہ کے اندر اگر
امام کے ساتھ مقارنۃ ہے تو امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز صحیح نہیں ہوگی امام مالک امام ابو یوسف امام محمد
ان سب کا یہی مذہب ہے ۔ امام صاحب کے نزدیک نماز صحیح ہو جائیگی ۔ صاحب الرحمن کے اندر لکھا ہے کہ صاحبین
اور امام صاحب کے اندر اختلاف اولویت میں ہے اور علماء نے صاحبین کے قول کو راجح قرار دیا ہے دوسری چیز سلام ہے
اگر اس کے اندر مقارنۃ ہے تو امام احمد و امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اور تقدیم دونوں کے یہاں مفسد ہے اور
امام مالک کے نزدیک مقارنۃ بھی مفسد ہے تقدم تو بطریق اولی مفسد ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک تقدم مکروہ ہے لیکن
~~اس صورت میں بھی نماز ہو جائیگی~~ ۔ تیسری چیز بقیہ ارکان ہیں ان میں حنفیہ کے نزدیک مقارنۃ اولی ہے اور امام شافعی
کے نزدیک مقارنۃ مکروہ اور امام احمد اور ظاہریہ کے نزدیک مقارنۃ بھی مفسد ہے اور تقدم سب کے نزدیک مکروہ ہے
827 مولف علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے وفی روایۃ لہ عن ابی ہریرۃ وقتادۃ لہ کی ضمیر مسلم کی طرف راجع ہے لیکن مولف کو وہم ہوگیا ١١
امام مسلم کی طرف نسبت کردی ورنہ مسلم کے اندر کسی شاگرد نے اس حدیث کے متعلق پوچھا تھا تو امام مسلم نے فرمایا کہ صحیح ہے تو امام
مسلم کی تصحیح کو مولف نے تخریج سمجھ لیا حالانکہ انہوں نے اسکی تخریج نہیں کی اور مصنف نے جو وقتادۃ لکھ دیا حالانکہ
درمیان کے اندر تین واسطے ہیں عن یونس بن جبیر عن حطان الرقاشی عن ابو موسی الاشعری عن قتادۃ الخ
دوسری حدیث حضرت قتادۃ رضی اللہ عنہ کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضور نے ایک رکعت کے اندر دو سورتیں پڑھیں لیکن علماء کے ١٢
828 نزدیک ایک سورۃ پڑھنی چاہیے جمع بین السورتین خلاف اولی ہے صرف فرائض کے اندر ۔ نوافل میں بھی خلاف اولی ہے
ابو العالیہ اور شعبی کے نزدیک ایک رکعت کے اندر دو سورتیں نہ پڑھنی چاہیے کیونکہ مقولہ ہے اعطوا کل شئی حظہ ۔
اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ کا کیا حکم ہے ؟ ضم سورۃ دو حال سے خالی نہیں یا اولیین کے اندر ہے
یا اخریین کے اندر اگر اولیین کے اندر ہے تو امام صاحب عمر بن الخطاب عثمان بن ابی العاص کے نزدیک واجب ہے
امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنۃ ہے ۔ ہمارے فقہاء نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ ضم سورۃ ان کے
یہاں فرض ہے لیکن شراح حضرات نے تنبیہ کی ہے کہ ابن شاس مالکی نے امام مالک سے سنیۃ کا قول نقل کیا ہے
حافظ عسقلانی نے ضم سورۃ کا انکار کر دیا اور ابن خزیمہ کی ایک روایت ابن عباس کی نقل کرتے ہیں دلیل کے طور پر
کہ حضور نے نماز پڑھی اور فاتحۃ الکتاب کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھا شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری فرماتے ہیں
کہ مجھے اس حدیث کی سند نہیں ملی تاکہ اسپر کلام کر سکوں البتہ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ اخیر کی دو رکعت پر محمول ہے
یعنی اول میں آپ نے قراۃ فرمائی اور آخیر کی دونوں رکعتوں میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھی حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں
اس حدیث کی سند میں حنظلہ سدوسی ضعیف ہے خود حافظ نے لکھا ہے کہ حافظ ذہبی نے حنظلہ کو مناکیر کے اندر شمار
کرایا اور دوسرے لوگوں نے تضعیف کی ہے آگے چلکر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مختصر ہے حدیث مطول کا اور حافظ
کو وہم ہوگیا اور اگر ~~[illegible]~~ اخریین کے اندر ہے تو امام شافعی کے نزدیک ضم سورۃ ہوگا اور جمہور کے نزدیک نہیں ہوگا

828 لیکن امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ ضم سورۃ سنت ہوگا امام نووی فرماتے ہیں کہ یہی قول اصح ہے ویُسمعنا آپ بیان جواز 79/12
کیلئے سناتے تھے یا تعلیم امت کیلئے سناتے تھے ویطول فی الرکعۃ اس میں علماء کے تین قول ہیں ۱ صرف فجر
کی نماز کے اندر رکعت اولی طویل ہوگی امام صاحب اور امام ابو یوسف کا یہی مذہب ہے ۲ تمام صلوات کے اندر رکعت کو طویل کیا
جاتا ہے امام محمد اور سفیان ثوری کا مذہب ہے ۳ تمام رکعات برابر ہیں یہ امام شافعی کا مذہب ہے ۴ یہ کسی کا مذہب
نہیں ہے کہ رکعۃ ثانیہ طویل ہوگی رکعۃ اولی سے امام مالک فرماتے ہیں لا باس بہ امام صاحب کی دلیل فجر کی رکعت کے طویل ہونے
میں چند احادیث ہیں اور جن سے بقیہ نمازوں کے اندر یا رکعات کے اندر طوالت کا علم ہوا امام صاحب ان کا جواب دیتے ہیں
829 کہ وہ ثناء اور تعوذ وغیرہ پر محمول ہیں تیسری حدیث ابو سعید کی ہے اس سے شافعیہ نے ضم سورۃ فی الاخریین پر استدلال کیا ہے
831 عن جبیر بن مطعم قال الخ عن ام الفضل بنت الحارث عن جابر قال کان معاذ بن جبل الخ
ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو حالت کفر میں سنا تھا کیونکہ آپ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور آپ نے 19
832 بعد اس واقعہ کو ذکر فرمایا دوسری حدیث ام فضل کی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے سورۃ والمرسلات پڑھی اب
اعتراض ہوگا کہ جمہور کے نزدیک فجر کی نماز میں طوال مفصل اولی ہے اسکا جواب دیا گیا ہے امام احمد کہتے ہیں کہ پہلے 20
منسوخ ہو گیا ہو۔ یا آپ نے بعض سورۃ پڑھی ہوگی امام ابو داؤد نے نسخ کے قول کو اختیار کیا اور امام طحاوی نے
دوسرے قول کو اختیار کیا یعنی آپ نے بعض سورۃ پڑھی ہوگی حافظ عسقلانی نے ان دونوں پر اعتراض کر دیا امام ابو داؤد
پر تو یہ کہ یہ منسوخ اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ یہ آپ کی وفات سے کچھ دن قبل کا قصہ ہے اور امام طحاوی پر اعتراض
یہ کہ دوسری روایات کے اندر ایسے الفاظ ہیں جن سے معلوم ہوا کہ آپ نے پوری سورۃ پڑھی ہے اس کا جواب
یہ دیا کہ آپ نے بیان جواز کیلئے پڑھی ہوگی۔ جواب ۲ چونکہ آخری عمر کا زمانہ تھا اور بیماری سے چلنے کا وقت قریب تھا
833 اس وجہ سے تلذذ کیلئے بڑی بڑی سورتیں آپ نے پڑھیں۔ تیسری حدیث حضرت جابر کی ہے جس سے ایک 20
بات یہ معلوم ہوئی کہ اطالۃ علی المقتدین مکروہ ہے چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھنی چاہیے البتہ اگر وہ مخصوص
مقتدی ہیں کہ جو نماز پڑھ رہا ہے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے طویل کرے بشرطیکہ مقتدی راضی ہوں
دوسرا مسئلہ اس حدیث سے یہ مستنبط کیا گیا کہ مفترض کی اقتداء متنفل کے پیچھے جائز ہے یہی مذہب
شافعیہ کا ہے حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت
معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عشاء کی فرض نماز پڑھکر اپنی قوم میں جاتے اور ان کو بھی نماز پڑھاتے تو گویا
حضرت معاذ تو متنفل ہوتے تھے اور ان کی قوم مفترض ہوتی تھی جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ
کیسے معلوم ہوا کہ حضرت معاذ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فرض پڑھتے تھے آپ کے ساتھ نفل پڑھتے ہوں گے
اور پھر اپنی قوم میں جاکر فرض پڑھاتے ہوں یہ بھی تو ممکن ہے لیکن دار قطنی کے اندر ہے ھی لہ تطوع ولھم
فریضۃ یعنی وہ نماز حضرت معاذ کی نفل اور ان کی قوم کیلئے فرض ہوتی تھی اس کا جواب امام طحاوی نے دیا کہ اس حدیث
کو عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں اور ان سے نقل کیا ہے اسکو ابن جریج اور سفیان بن عیینہ نے ان
میں سے ابن جریج نے تو اس زیادتی کو ذکر کیا لیکن سفیان بن عیینہ نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا اور حدیث
پوری ذکر کی ہے لہذا ابن جریج کی زیادتی کا اعتبار نہیں ہے اس پر حافظ نے اعتراض کیا کہ ابن جریج اقدم سماعاً ہیں
اور ثقہ ہیں حافظ عینی نے جواب دیا کہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے کہ یہ زیادتی غیر محفوظ ہے نیز ابن جریج کی عادت ہے

833 کہ وہ ہمیشہ زیادہ اپنی طرف سے تفسیر کے طور پر کر دیتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ انہوں نے اپنی طرف سے زیادتی کر دی ہو ٧٩/٢٠
نیز اسدوی نے ان کا بہ اس زیادتی پر کلام کیا ہے بہرحال اگر ہم اس زیادتی کو قبول کر لیں تو پھر یہ مقولہ ہوگا
عمرو بن دینار کا۔ یا جابر بن عبد اللہ کا۔ یا جریج کا اور یہی زیادہ ظاہر ہے غرض جب یہ بھی ہو تو ان کے
ثبوت سے کام نہیں چلتا کیونکہ حضرت معاذ کی نیت کا ان لوگوں کو کیا علم ہے حافظ نے اعتراف کیا کہ اس
کلام سے معلوم ہوا کہ زیادتی مدرج ہے لامحالہ حدیث کے اندر عدم ادراج اصل ہے لہذا یہ غیر مدرج ہے
علامہ عینی فرماتے ہیں کہ حافظ اس کہنے سے کام نہیں چلے گا اور اگر ہم اس کے عدم ادراج کو تسلیم کر لیں تو یہ منسوخ ہے حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو اس کا علم رہا ہے بلکہ آپ نے بجائے حکم کے انکار فرمایا اور کہا کہ افتان یا معاذ
لہذا ان کا یہ فعل آپ کی اجازت سے نہیں تھا اور حکم کا دار و مدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر ہے اور شافعیہ
حنفیہ کے درمیان منشأ اختلاف یہ ہے کہ امام و مقتدی کے درمیان افعال کے اندر شرکت ہوتی ہے
یا متابعت۔ شوافع کے نزدیک شرکت ہے یعنی جیسے امام افعال صلوٰۃ ادا کر رہا ہے ایسے ہی مقتدی بھی ہے
اور حنفیہ کے نزدیک متابعت ہے اور دلیل اول حضور کا قول الامام ضامن والمؤذن مؤتمن ہے اور ضمانت اسی وقت
ہی ہوگی جبکہ مقتدی سے امام اقوی ہو۔ اور دلیل ثانی یہ کہ آپ نے صلوٰۃ الخوف کے اندر فرق اول کو بجائے قعدہ ثانیہ کے
نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا یہ نہیں کیا کہ فرق اول کی رکعت ثانیہ باقیہ کو بھی پڑھا دو اگر آپ متنفل ہوتے تو پڑھا دیتے
834 عن البراء قال سمعت الخ عن جابر بن سمرۃ قال الخ عن عمرو بن حریث عن عبد اللہ الخ عن ابی ہریرۃ ٢٥
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے عشاء کی نماز میں والتین والزیتون الخ پڑھی بخاری شریف کے اندر ہے کہ
آپ نے سفر کے اندر عشاء کی ایک رکعت میں والتین پڑھی جس سے معلوم ہوگیا کہ دونوں رکعتوں کے اندر نہیں پڑھی
امام نسائی کی ایک روایت کے اندر بھی واضح ہوا ہے ابن السکن نے البوذری سے نقل کیا ہے کہ آپ نے پہلی
رکعت کے اندر والتین اور دوسری میں انا انزلناہ پڑھی فرماتے ہیں کہ اگر اس کی عشاء کی نماز مراد ہے تو پھر
یہ متعین ہو جائیگا کہ حضرت براء کی اس حدیث کے اندر بھی اول میں والتین اور ثانی میں انا انزلناہ پڑھا ہے
لیکن عبد ضعیف کے نزدیک حضرت براء کی حدیث کی تفسیر دوسری حدیث سے کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ دونوں
835 کی حدیث کے اندر اختلاف ہے کہ بعض نے اس نماز سے نماز مغرب اور بعض نے نماز عشاء مراد لیا ہے دوسری ٢٦
حدیث جابر بن سمرۃ کی ہے کانت صلوتہ بعد تخفیفا ابن قیم کے کلام سے ایک دوسرا مطلب مستنبط ہوتا ہے اول یہ کہ
آپ فجر کے اندر بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے پھر آپ نے تخفیف کر دی دوم یہ کہ آپ فجر کے اندر لمبی لمبی
836 سورۃ اور غیر فجر کے اندر تخفیف کرتے تھے تیسری حدیث کے اندر ہے کہ آپ نے فجر کے اندر واللیل اذا عسعس ٢٧
پڑھا یعنی اس آیت سے آپ نے نماز کے اندر تلاوت شروع فرمائی دوم یہ کہ آپ نے پوری سورۃ پڑھی۔
837 چوتھی حدیث عبد اللہ بن السائب کی ہے صلی لنا بمکۃ کے اندر آپ نے پڑھا ہے آگے جملہ حتی جاء ذکر موسی وهارون او عیسی ٨٠/١
یہ شک ایک راوی محمد بن عباد کو ہوگیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کے اندر سورۃ کا پورا نہ پڑھنا جائز ہے
838 خواہ عذر ہو یا بغیر عذر کے یہی مذہب جمہور کا ہے امام مالک کے نزدیک بلا عذر کے مکروہ ہے پانچویں حدیث سے معلوم ٢
ہوا کہ آپ نے نماز فجر کے اندر جمعہ کے دن سورۃ الم سجدہ تلاوت فرمائی اور دوسری رکعت کے اندر ھل اتی علی الانسان الخ تلاوت فرمائی
ابن بطال مالکی نقل کرتے ہیں امام شافعی امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ۔ نخعی سے کہ ان دونوں سورتوں کو پڑھنا مستحب ہے

838 امام مالک علیہ الرحمہ سے دو روایت ہیں ایک یہ کہ سجدہ والی سورۃ کا امام کیلئے پڑھنا جائز نہیں ہے ٨٥/٢
اور دوسری روایت میں کہ جائز ہے۔ جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے۔ علامہ شہاب نے لکھا ہے کہ اسپر
مداومت کرنا اچھا ہے لیکن جمہور کے نزدیک اس سورۃ پر مداومت نہ کرے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے مداومت ثابت نہیں ہے حافظ عسقلانی نے نقل کیا کہ طبرانی کے اندر صفحہ ۲۰۶ پر ایک یہی روایت آئی
ہے اور اسکے اندر یدیم کی زیادتی ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ حضور نے مداومت فرمائی ہے لیکن یہ زیادتی
ضعیف ہے۔ اب یہ کہ آپ نے اس سورۃ کو کیوں تلاوت فرمایا اسکا جواب ابن قیم ابن تیمیہ سے
نقل کرتے ہیں کہ اس سورۃ کے اندر مبدا و معاد اور آخرت کے احوال کا ذکر ہے اور ان تمام احوال کا
وقوع جمعہ کے دن ہوگا تو تذکرہ کیلئے آپ پڑھتے تھے

839 **عن عبید اللہ الخ عن ابن عباس الخ الفصل الثانی: عن ابن عباس** ٤٠
اس حدیث کے اندر اشکال ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابو واقد سے کیوں سوال کیا باوجود خود اتنا بڑا عالم
ہونے کے اسکا جواب ۱ دیا ملا علی قاری نے کہ لوگوں کی تعلیم کیلئے جواب ۲ یا کثرۃ اشتغال کی وجہ سے آپ کو
نسیان ہو گیا تھا اسلئے ابو واقد سے سوال کیا اور ابو واقد کا نام حارث بن مالک ہے دوسری حدیث
ابن عباس کی ہے اسکے اندر رکعتی الفجر سے مراد شراح نے فجر کی سنت اولی ہے اور مسند احمد میں ظہر کی
فصل ثانی کی پہلی حدیث ابن عباس کی ہے جس سے شوافع نے استدلال کیا کہ جہر بالبسملہ کرنا چاہئے
اسکا جواب دیا کہ اس حدیث سے مطلق افتتاح بالبسملہ معلوم ہوا جہر ثابت نہیں ہوا نیز اگر جہر
ثابت مان لیں تو بھی یہ حدیث ضعیف ہے نیز اور دوسری احادیث کے اندر آپ کا آہستہ پڑھنا ثابت ہے

845 **عن وائل بن حجر قال سمعت الخ عن ابی زہیر النمیری قال خرجنا مع الخ** ١٤
اس حدیث سے آمین کا مسئلہ ثابت ہوا اور اسکے اندر چند مباحث ہیں جو ایک کو بغور سننے
بحث اول:- لفظ آمین کے اندر کتنے لغت ہیں؟ اسکے اندر پانچ لغت مشہور ہیں اگرچہ
اسکے علاوہ اور بھی ہیں ۱ آمین مد کیساتھ ۲ آمین بغیر مد کے ۳ امالہ کیساتھ
۴ آمّین بالمد و بتشدید المیم ۵ آمّین بتشدید المیم والقصر الالف۔ علامہ عینی اخیر کے
دو لغت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ ضعیف ہیں نیز مذاہب اربعہ نے ان دونوں کی تغلیط کی ہے
آمّین کی صورت میں امام صاحب کے نزدیک نماز فاسد ہو جائیگی اور صاحبین کے نزدیک فاسد
نہیں ہوگی شوافع کے یہاں بھی دو قول ہیں امام نووی نے صاحب تتمہ سے نقل کیا کہ باطل ہو جائیگی
اور امام ابو محمد جوینی نے نقل کیا کہ باطل نہیں ہوگی اور اسی کو اصح قرار دیا ہے۔
بحث ثانی:- یہ لفظ عربی ہے یا غیر عربی۔ امام عینی فرماتے ہیں کہ افاعیل کے وزن
لغت عرب کے اندر نہیں پایا جاتا لہذا یہ عجمی لفظ ہے بعض علماء کے نزدیک سریانی بعض نے عبرانی
اور بعض اسکو عجمیین کا معرب بتلاتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ اسکو بالمد پڑھنا
اولی ہے یا بالقصر امام نووی جمہور سے نقل کرتے ہیں کہ بالمد اولی ہے قاضی ابن العربی نے
قصر کو اولی قرار دیا ہے

٧٦ ٨٠/١٢

845 **بحث ثالث:** اس کے معنی کیا ہیں ١ اول امام نووی نے جمہور سے اس کے معنی نقل کئے اللھم استجب ٨٥
٢ ثانی ولیکن کذالک ٣ ثالث افعل ۴ رابع در تخفیب رجاءنا ٥ خامس ہی کنز من کنوز العرش۔
٦ سادس اسم من اسماء اللہ تعالیٰ اس کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں کہ ہو ضعیف جداً ٧ سابع لا تقدر
علی ہذا احد ٨ ثامن ہو طابع اللہ یدفع البلاء عنہم ٩ تاسع موجب ہے یعنی آمین کا صیغے معنی قبولیت کو ہیں
بحث رابع: اسکی حیثیت شرعیہ کیا ہے؟ امامیہ (روافض) کے نزدیک یہ بدعت ہے
اور اس سے نماز فاسد ہو جائیگی۔ ظاہریہ کے نزدیک اسکا پڑھنا واجب ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ
امام کیلئے اسکا پڑھنا سنت اور مقتدی کیلئے پڑھنا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک سنت ہے۔ امامیہ
کہتے ہیں کہ قرآن میں کہیں نہیں ہے لہذا نماز فاسد ہو جائیگی ہم کہتے ہیں کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بھی من القرآن نہیں حالانکہ کسی کے نزدیک اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور حدیث المسئی کے اندر
آپ نے اسکو ذکر نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ درجہ وجوب تک نہیں پہنچی۔ . . . .
بحث خامس: نماز کے اندر کون کون آمین کہیگا؟ اسبات کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ مقتدی
آمین کہیگا۔ البتہ امام کے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں ١ امام شافعی۔ امام احمد امام
صاحب کے نزدیک امام کہیگا یہی ایک روایت امام مالک کی ہے ٢ امام نہیں کہیگا
یہ امام مالک کا دوسرا مشہور قول ہے اور حسن بن زیاد نے امام صاحب سے بھی یہی قول نقل کیا ہے ٣ امام جہری
نماز میں کہیگا سری کے اندر کہیگا یہ بھی امام مالک کی ایک روایت ہے
بحث سادس: اسکے اندر اختلاف ہے کہ آمین کو نماز کے اندر مقتدی بالجہر کہیگا یا بالسر
امام صاحب، امام مالک، امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ بالسر کہیگا۔ امام شافعی کا قول قدیم
اور امام احمد کے نزدیک بالجہر کہیگا جو لوگ آمین بالجہر کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں چند دلائل
دلیل اول: یہی وائل والی حدیث ہے جسکو امام ترمذی نے سفیان ثوری سے نقل کیا اور وہ
اسکو نقل کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے اور وہ حجر بن عنبس سے اور وہ اسکو روایت کرتے ہیں وائل
بن حجر سے۔ **دلیل ثانی:** حاکم اور دارقطنی کی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ثم رفع بہا صوتہ وقال آمین اس حدیث کا
جواب سنیئے:۔ اسکے اندر ایک راوی اسحاق بن ابراہیم ہے اس کے متعلق حافظ محمد
محمد بن عوف طائی فرماتے ہیں کہ ہو کذاب۔ نیز یہ صحاح ستہ کی رواۃ میں سے نہیں ہے لیکن
اس کے باوجود حاکم نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد یہ کہدیا کہ ہو صحیح علی شرط الشیخین
دوسری علت اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ امام دارقطنی نے نقل کیا ہے کتاب العلل کے اندر
کہ اسحاق جس سند کے ذریعہ اس حدیث کو نقل کرتے ہیں اسکا متن یہ نہیں کہ اذا قرأ ام القرآن
ثم رفع بہا صوتہ وقال آمین بلکہ اسکا متن تو یہ ہے کہ اذا امن الامام فامنوا لہذا معلوم
ہوا کہ یہ روایت وہم ہے۔ **دلیل ثالث** ابن ماجہ کے اندر ہے عن بشر بن رافع عن
ابن عم ابی ہریرۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما قال غیر المغضوب علیہم

قال آمین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول فیرتج المسجد۔ اس استدلال کا جواب سنیئے: - اسکے اندر راوی بشر بن رافع ہے اسکے متعلق امام بخاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ہو لا یتابع علی حدیثہ - امام احمد فرماتے ہیں یہ ضعیف ہے ابن حبان فرماتے ہیں یہ روی اشیاء موضوعۃ کانہا المتعمد لہا۔ بعض نے کہا ہے یہ مناکیر کو جمع کرتا ہے۔

دلیل رابع: - عن ام الحصین انہا صلت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال ولا الضالین قال آمین فسمعتہ وہی فی صف النساء رواہ اسحاق بن راھویہ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر اسماعیل بن مسلم المکی راوی ہے اور یہ ضعیف ہے۔ یہ چار استدلالات امام شافعی کے مع جوابات کے بوجہ اتم پورے ہوگئے ہیں۔

اب حنفیہ کے دلائل سنئے: - دلیل اول: - عن وائل بن حجر انہ صلی خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال آمین خفض بہا صوتہ۔ اس حدیث کو ابوداود طیالسی۔ ابو مسلم کجی مسند احمد۔ ابو یعلی۔ دار قطنی۔ بیہقی سب نے روایت کیا ہے اسکا مدار شعبہ پر ہے وہ اسکو سلمۃ بن کہیل سے نقل کرتے ہیں اور سلمۃ بن کہیل حجر ابو العنبس اور وہ علقمہ بن وائل سے اور وہ اپنے باپ وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں۔ شافعیہ کی دلیل اول کا مدار سفیان ثوری پر تھا جیسا کہ وہاں معلوم ہو چکا اب اس دلیل کے پیش نظر اس جماعت کے لوگ شعبہ کی اس حدیث پر چند اعتراض کرتے ہیں: -

اعتراض اول: - امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر شعبہ کو خطاء واقع ہوئی ہے وہ یہ کہ انہوں نے سند کے اندر حجر ابو العنبس کہہ یا یعنی ابو العنبس کو حجر کی کنیت قرار دی حالانکہ ان کی کنیت ابو السکن ہے اور یہ حجر ابن العنبس ہے یعنی عنبس ان کے والد کا نام ہے۔ جواب: - شعبہ پر یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ وہ ابو العنبس کہنے میں تو متفرد نہیں بلکہ سفیان ثوری بھی ابو العنبس کہنے میں شریک ہیں چنانچہ ابوداود کے اندر ابن کثیر کے حوالے سے انہوں نے جو نقل کیا ہے اسکے اندر حجر ابو العنبس ہے ایسے ہی دار قطنی نے نقل کیا ہے کہ سفیان ثوری کے دونوں شاگرد محاربی اور وکیع ان کو ابو العنبس کہتے تھے نیز ان کی کنیت کے ابو السکن ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابو العنبس ان کی کنیت نہ ہو بلکہ دونوں ان کی کنیت ہو سکتی ہے۔ نیز ہو سکتا ہے کہ ابو العنبس کنیت کو سا تو وہ ابن العنبس بھی ہوں یعنی ہو سکتا ہے کہ ان کے والد کا نام بھی عنبس ہو اور ان کے لڑکے کا نام بھی عنبس ہو جس کی وجہ سے انکو ابو العنبس کہنے لگے جیسا کہ حضرت حسین کے والد کا نام بھی علی تھا اور لڑکے کا نام بھی علی تھا لہذا امام بخاری کا یہ اعتراض غلط ہے چنانچہ ابن حبان نے اور [illegible] اور ابن قطان نے اس اعتراض کو رد کر دیا۔ اور حافظ عسقلانی نے تلخیص حبیر کے اندر اسکے غلط ہونے کو تسلیم کیا۔

اعتراض ثانی: - علقمہ کا اضافہ سند کے اندر صحیح نہیں ہے بلکہ حجر ابو العنبس نے بلا واسطہ حضرت وائل بن حجر سے سنا ہے۔ جواب: - اب کا یہ اعتراض بھی غلط ہے کیونکہ حجر ابو العنبس نے جیسے وائل بن حجر سے بلا واسطہ سنا ایسے ہی یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے علقمہ سے سنا یعنی دونوں طرح انہوں نے سنا ہے چنانچہ امام احمد فرماتے ہیں کہ حدثنا محمد بن جعفر عن شعبۃ عن سلمۃ بن کہیل عن حجر بن عنبس قال سمعت علقمۃ بن وائل یحدث عن ابیہ وقد سمعت من وائل ایسے ہی ابو داود طیالسی اپنی مسند کے اندر تحریر فرماتے ہیں حدثنا شعبۃ قال اخبرنی سلمۃ بن کہیل قال سمعت حجر بن عنبس قال سمعت علقمۃ بن وائل قد یحدث عن وائل وقد سمعت من وائل

845 تو ان دونوں سندوں کا پتہ چلا کہ انہوں نے علقمہ سے بھی سنا اور براہ راست حضرت وائل سے بھی سنا ہے فلا اشکال ۸۰/۱۴

اعتراض ثالث: ـ شعبہ نے جو اس حدیث میں کہا ہے کہ قال آمین خفض بھا صوتہ یہ غلط ہے اور صحیح وہ ہے جس کو سفیان نے بیان کیا کہ رفع بھا صوتہ ۔ جواب: ـ ہم پوچھتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ انہوں نے غلط کہا لہذا رفع والی روایت صحیح ہے حالانکہ سفیان ثوری ۔ اور شعبہ دونوں ہم پلہ اور برابر ہیں لہذا ایک کی حدیث کو راجح اور دوسری کو مرجوح کہنا ترجیح بلا مرجح ہے ان لوگوں نے سفیان ثوری کے قول کو راجح قرار دینے کیلئے چند استشہاد پیش کئے ۔ امام بیہقی[۱] فرماتے ہیں کہ مجھے اہل علم بالحدیث کا اختلاف معلوم نہیں یعنی بلکہ اتفاق ہے اس بات پر کہ سفیان کا قول معتبر ہے شعبہ کے مقابلہ میں ۔ یحیی بن سعید[۲] قطان فرماتے ہیں کہ سفیان کا قول معتبر ہے ایسے ہی یحیی بن معین[۳] نے ان کو ترجیح دی اور کہا کہ ہو امیر المومنین فی الحدیث لہذا جب شعبہ اور سفیان میں اختلاف ہو تو وہاں سفیان کا قول معتبر ہوگا لہذا یہاں پر بھی سفیان کی حدیث راجح ہوگی ۔

جواب: ـ جیسے آپ نے سفیان کے متعلق اقوال پیش کئے ہماری طرف شعبہ کے متعلق اس سے کہیں زیادہ اہم اقوال ہیں: ـ ابو طالب[۱] امام احمد سے نقل کرتے ہیں کہ شعبہ احسن ہیں ۔ محمد بن[۲] عباس نسائی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ ان دونوں میں اثبت کون ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ سفیان اجل ہیں اور شعبہ ان سے زیادہ اثبت ہیں ۔ علی بن مدینی[۳] سے امام ترمذی نے نقل کیا کہ انہوں نے یحیی بن سعید قطان سے سنا ~~[illegible]~~ جبکہ ان سے سوال کیا گیا کہ ان دونوں میں حدیث طویل کا اندر کون جلدی گذرنے والا ہے فرمایا کہ شعبہ جلدی گذرنے والے ہیں اور فرمایا کہ شعبہ کان اعلم بالرجال وکان سفیان صاحب الابواب یعنی حدیث کے اندر شعبہ کو مہارت ہے اور فقہ کے اندر سفیان کو مہارت حاصل ہے لہذا اسکی ان لوگوں کا بھی جواب ہوگیا جو کہتے ہیں کہ سفیان کا قول معتبر ہے یعنی فقہ کے اندر وہ ماہر ہیں لہذا اس کے اندر ان کا قول معتبر ہے اور حدیث کے اندر شعبہ کا قول معتبر ہے ۔ خود سفیان[۱] ثوری کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المومنین فی الحدیث

جب ان اقوال کے ذریعہ شعبہ کا راجح ہونا ثابت ہوگیا تو ان لوگوں نے دوسرا طرز اختیار کیا اور کہنے لگے کہ سفیان کی حدیث راجح اس وجہ سے ہے کہ ان کا متابع علی ابن صالح موجود ہے جسکی متابعت ترمذی کے اندر موجود ہے ایسے ہی محمد بن سلمہ بن کہیل بھی ان کا متابع ہے اور دونوں ثقہ ہیں ۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں ثقہ نہیں بلکہ دونوں ضعیف ہیں ۔ چنانچہ علی ابن صالح کے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ اور صالحات کا مالک ہے علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ منکرات کو جمع کرتا ہے ۔ علامہ جوزجانی فرماتے ہیں کہ ذاھب واھی الحدیث جب ان دونوں کی تضعیف ہوگئی تو کہنے لگے کہ دیکھئے اسکا ایک متابع موجود ہے وہ علی بن صالح ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ علیؔ تو وہی ہے جسکی ہم تضعیف کر کے آئے اور یہ علیؔ نہیں بلکہ علی بالیاء المقصورۃ الالف ہے اب کو وہم ہوگیا اور شبہ اسیجہ گئے ۔ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ جب شعبہ اور سفیان ثوری کی حدیث کے اندر تعارض ہوگیا تو اب سفیان کی حدیث سے ہم کو جواب دینے کی ضرورت ہے لہذا جوابات سنئے ۔

جواب ۱: ـ رفع بھا صوتہ کے اندر رفع سے رفع خفیف مراد ہے دلیل المراد منہ القرع العنیف[۱] ۔ اور خفض بھا صوتہ کا مطلب ہے کہ تکبیر کی طرح زور سے نہیں کہتے تھے بلکہ ایسا کہ ایک دو آدمی سن لیں اور اس کو رفع صوت ثابت نہیں ہوگا چنانچہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر ایک دو آدمی آواز سن لیں تو اس کو جہر متحقق نہیں ہوتا

حاشیہ: العراب — یحیی بن سعید القطان — [illegible]

حاشیہ: شعبہ

حاشیہ: واہی

حاشیہ: العنیف ای الشدید

845 ۸۰/۱۴

اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جب اندر سے حتیٰ یسمع من یلیہ من الصف الاول اس کا معلوم ہو گیا کہ تمام لوگ نہیں سنتے تھے
نیز فلسفہ کا مسئلہ ہے کہ آواز جب نکلتی ہے تو فضاء کے چاروں طرف پہنچتی ہے اور یہاں سب طرف نہیں پہنچی تو معلوم
ہوا کہ قرع اثیف پر وہ صوت محمول نہیں۔ جواب ۲: علامہ شوق نیموی الحبل المتین کے اندر تحریر فرمایا کہ مد بہا صوتہ
سے مراد یہ ہے کہ آپ سانس کھینچتے تھے اسکو سفیان نے خفض کہا اور بعض نے رفع کہا لیکن اسکو تعبیر کر دیا۔ نیز اسکی
استدلال جہر پر اسوجہ سے بھی نہیں ہے کہ اسکی سند اضطراب ہے چنانچہ شعبہ رفع کے بجائے خفض کہتے ہیں۔ طبرانی کی
ایک حدیث میں قال آمین ثلاثا وارد ہوا۔ اور نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے رجال ثقات ہیں ایسے
ایک روایت کے اندر رب اغفرلی کی زیادتی ہے تو اسکی معلوم ہو گیا کہ اسکی سند اضطراب ہے استدلال صحیح نہیں ہے
جواب ۳: یہ حدیث تعلیماً احیاناً پر محمول ہے یعنی آپ آمین بالجہر کبھی کبھی فرماتے تھے چنانچہ ایک روایت
کے اندر ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجہر بہا احیاناً لہذا عام حکم ہمیشہ کیلئے اسکی ثابت نہیں ہوگا۔
جواب ۴: تعلیماً آپ کبھی جہر کرتے تھے اور اسکی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسکو امام ابو بشر دولابی نے کتاب الکنی
کے اندر نقل فرمایا کہ مد بہا صوتہ کانہ یعلمنا اس جواب میں اور جواب ثالث میں فرق یہ ہے کہ وہاں تو اتفاقاً
خود بخود آمین کہہ دیتے تھے اور یہاں قصداً تعلیم کیلئے آپ آمین کہتے تھے حضرت سفیان کی حدیث کے جواب
چار ہو گئے ہیں۔ اب ایک بات سنئے کہ امام بخاری نے اپنے مذہب پر استدلال حضرت عبداللہ بن زبیر کے
اثر سے بھی کیا اور وہ رفع صوت کرتے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ ان سے بڑے اکابر حضرت عمر۔ حضرت علی۔ حضرت ابن مسعود
ان تمام سے اخفاء ثابت ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ وہ جہر نہیں کرتے تھے۔ نیز امام
بخاری نے ایک استدلال یہ کیا ہے کہ آپ نے فرمایا اذا امن الامام فامنوا تو یہاں مقتدی کی تامین امام کی تامین
پر موقوف ہے اور امام کی تامین کا علم لوگوں کو جب ہوگا جبکہ امام آمین بالجہر کرے لہذا ثابت ہو گیا کہ جہر ہے
جواب: ہم کہتے ہیں کہ اذا امن الامام کا مطلب یہ ہے کہ اذا بلغ الامام موضع التامین یعنی جب امام آمین
کہنے کی جگہ پر پہنچے تو آمین کہو اور وہ جگہ غیر المغضوب علیہم الخ ہے جب فاتحہ ختم ہوگی تو خود معلوم ہو
جائیگا۔ یہ حنفیہ کی دلیل اول ہے مالہا وما علیہا کی تفصیل کیساتھ بیان کر دی گئی اب دوسری دلیل سنئے
دلیل ثانی: عن سمرۃ بن جندب انہ حفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین سکتۃ اذا کبر وسکتۃ
اذا فرغ من قراۃ غیر المغضوب علیہم الخ تو یہاں سکتۂ ثانیہ جو قراۃ کے بعد ہوتا ہے وہ آمین کیلئے ہوتا تھا
اسپر ان لوگوں نے یہ اعتراض کر دیا کہ یہ سکتۂ ثانیہ سانس لینے کیلئے ہوتا تھا اور سانس لینے کے بعد امام آمین جہراً
کہتا تھا۔ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں لازم آئیگا کہ مقتدی کی آمین امام کی آمین پر
مقدم ہو جائے کیونکہ آپکے قول کے مطابق امام اتنے سانس لیگا اتنے مقتدی تامین سے فارغ ہو جائیگا۔
دلیل ثالث: عن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم
فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب الخ فقولوا آمین

845 دلیل رابع :- یہ دلیل عقلی ہے کہ آمین دعا ہے چنانچہ قتادہ کہتے ہیں امین الدعاء - ایسے ہی قرآن کے اندر حضرت ٨٠/١٢
موسیٰ کی دعا اور حضرت ھارون کی آمین دونوں کو دعا سے تعبیر کیا گیا اور کہا قد اجیبت دعوتکما اور دعا کے اندر
اخفاء اور تضرع ہونا چاہئے - نیز حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے بلکہ اس کو تدعون سمیعاً
قریباً جیسا احسن کہا چاہئے - یہ آمین بالجہر کا مسئلہ ہے دلائل اور شافعیہ اور دلائل امام ابوحنیفہؒ کے
مختصر طریقہ پر مکمل ہوگیا - دوسری حدیث ابی زھیر نمیری کی ہے جس کے اندر ہے اوجب ان ختم یعنی اگر اس نے
اپنی دعا کو آمین کے ذریعہ ختم کر لیا تو واجب کر لیا اب یہ اس کی تکرار کے اندر چند احتمال ہیں - جنت، مغفرت، قبولیت دعا -

847 عن عائشة قالت الخ وعن عقبة بن عامر قال الخ وعن سلیمان بن یسار وعن عبادة بن الصامت قال كنا الخ ١٢
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اعراف کو دو رکعتوں پر تقسیم فرمایا - چنانچہ امام احمد کا فتویٰ صحابی ہے
حضرت ابوبکر وعمرؓ، سعید بن جبیر، شعبی اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب روایت ہے - امام مالک سے کراہت نقل کی
گئی ہے - علامہ زرقانی مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالک کو یہ حدیث نہیں پہنچی یا ہوسکتا ہے اس کو بیان جواز پر محمول کیا
848 محقق ابن ھمام فرماتے ہیں کہ یہ مکروہ نہیں لیکن ایسا نہ کرنا چاہئے اور اگر کر لیا تو کوئی باس نہیں ہے - دوسری ١٨
حدیث عقبہ بن عامر کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ معوذتین بہترین سورتیں ہیں لیکن یہ خیر خاص صفت کے اعتبار سے یا باب
تعوذ کے اعتبار سے خیر ہیں ورنہ القرآن کلہ خیر ہے - یہ واقعہ مقام جحفہ اور ابواء کے درمیان پیش آیا
بناءً اگر آدمی کو سفر کے اندر عجلت ہو تو ان کو پڑھنا چاہئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم
853 حضرت عقبہ سے فرمایا کیف رأیت یعنی دیکھا چھوٹی سورتیں بڑی کے قائم مقام ہوگئی ہیں - تیسری ٢٥
حدیث سلیمان بن یسار کی ہے جس کے اندر ہے کہ حضور کی نماز کے زیادہ مشابہ نماز کسی کی نہیں مگر فلاں آدمی کی نماز
حضور کی نماز کے مشابہ تھی رب من فلان کے مصداق میں تین قول ہیں ١- عمر بن عبدالعزیز ٢- حضرت علی
٣- عمرو بن سلمة - شاہ عبدالغنی نے اسی آخری کو راجح قرار دیا ہے - اس کے اندر طوال مفصل کا ذکر ہے - علامہ
سیوطی نے تقریباً بارہ قول نقل کئے ہیں کہ طوال کی ابتداء کہاں سے ہے ١- سورۂ قتال سے یعنی سورہ
محمد سے ٢- سورہ حجرات سے ٣- سورہ ق سے ٤- سورہ جاثیہ ٥- سورۂ فتح ٦- تبارک الذی سے
٧- رحمن سے ٨- والضحی سے ~~...~~ علامہ نے فرمایا کہ فجر کے اندر طوال مفصل
اور ظہر کے اندر قصار مفصل اور عصر وعشاء کے اندر اوساط مفصل اور ظہر کے اندر بعض نے کہا طوال مفصل اور بعض نے کہا
854 اوساط مفصل پڑھے - چوتھی حدیث جس کے متعلق ما قبل میں کلام گذر گیا اس کے اندر آپ نے فرمایا مالی ینازعنی القرآن ٨١/١
منازعت کا مطلب ہونا شگونی جان فرمایا کہ آپ اس کو پڑھنے سے روکتے تھے اور قرآن پاک آپ کے دھن شریف سے نکل جاتا تھا تو جو ذوق وشوق
پڑھنے سے حاصل ہونا چاہئے وہ حاصل نہ ہوسکا - مولانا کشمیریؒ علامہ باجی سے نقل کیا کہ حضور تو تنہا پڑھ رہے تھے یہ شخص بھی پیچھے بلکہ خود بھی پڑھ رہا ہے
855 عن ابی هریرة الخ وعن ابن عمر والبیاضی وعن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ وعن ابن عباس ٨١/٥
الخ فی صلوة اس نماز کے متعلق ابوداؤد اور ابن ماجہ کے اندر ہے کہ نظن انہ الصبح - ابن عبدالبر نے جزم کیا تو
انہ الصبح کو نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ اس نماز کے اندر ایک شخص نے جہر بالقراءۃ کیا ہے اور دوسری حدیث سے اس کی تعیین معلوم
ہوگی کہ اس شخص نے ام القرآن پڑھی تھی اس سے معلوم ہوگیا کہ نماز کے اندر ام القرآن کا مقتدی کو پڑھنا بھی ممنوع ہے
هل قرأ معی احدکم اس سے معلوم ہوگیا کہ قراءۃ آپ کے اوپر مخفی ہوئی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سوال نہ کرتے ٥

٨٦/٥ 855 یہ حدیث حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث کے مخالف ہے اور مخالفت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر تو فاتحہ کا جواز معلوم ہوا اور یہاں
ممانعت معلوم ہوئی۔ اس کے متعلق مولانا کشمیری کتاب الاعتبار للحازمی سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں حدیث متعدد اور الگ
الگ ہیں لیکن مولانا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دونوں حدیثیں ایک ہیں اور وہاں آپ نے اجازت دیدی تھی لیکن آپ کو پسند
نہیں تھا اس کے بعد آپ کی ناپسندیدگی دیکھ کر صحابہ نے قراءۃ کو چھوڑ دیا لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے
دونوں ایک ہیں اب اشکال ہوگا کہ جب دونوں متحد ہیں تو یہاں تو استثناء نہیں ہے اور پہلی حدیث کے اندر الا بفاتحۃ الکتاب
کا استثناء ہے اس کا جواب علامہ نے دیا کہ انتہاء قراءۃ کو بیان کرنا مقصود ہے اس وجہ سے استثناء کا ذکر نہیں فرمایا۔ اب اشکال
ہوا کہ وہ استثناء تو حدیث کا جزء ہے لہذا جزء حدیث کو کیوں ترک کیا اس کا جواب یہ ہے کہ فانتہی الناس اس کے قائم مقام
ہو جائیگا کیونکہ اس استثناء سے اباحت و جواز معلوم ہوتی تھی لہذا فانتہی الناس کا اباحت رجوع کیا بلکہ اس کی بھی
ممانعت معلوم ہوگی ہے اس پر امام بخاری نے اعتراض کیا کہ یہ تو مقولہ ہے زہری کا حضرت ابوہریرہ کا مقولہ نہیں ہے۔ شاہ صاحب
فرماتے ہیں کہ یہ حضرت ابوہریرہ کا مقولہ ہے کیونکہ ابوداؤد کے اندر ہے ابن السرح اپنی حدیث کے اندر کہتے ہیں المعمر عن الزہری کے
١ نقل کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ فانتہی الناس۔ لیکن ابوداؤد کے اندر ہے قال الزہری فانتہی الناس تو اس کے
ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زہری کا مقولہ ہے لیکن یہ حاوی مطلب زائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے مجموعہ میں آتا ہے کہ ان کا مقولہ ہے کیونکہ بعض
دفعہ شاگردوں کو سنائی نہیں دیتا تھا تو وہ دوسرے سے پوچھتے تھے کہ استاد نے کیا کہا تو دوسرے کی طرف کیا ہوگا قال الزہری۔
اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ ان کا مقولہ ہے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ انہوں نے سینکڑوں صحابہ سے ملاقات کی ہے لہذا ظاہر
٨ 856 یہی ہے کہ انہوں نے کسی صحابی سے سنا ہوگا ان کا اپنا مقولہ نہیں ہوگا۔ دوسری حدیث ابن عمر کی ہے جس کے اندر ہے کہ ان
المصلی یناجی ربہ مناجاۃ کے معنی علامہ قاری نے محادثہ و مکالمہ کے معنی بیان کیے ہیں لیکن چونکہ مکالمہ اور محادثہ
مقابلہ کو چاہتا ہے اور وہ اجسام کا خاصہ ہے اور اللہ تعالیٰ منزہ ہے ان چیزوں سے لہذا اس سے مراد کنایۃ حضور قلب ہے
کیونکہ الصلوٰۃ معراج المومنین مقولہ مشہور ہے لیکن واللہ اعلم یہ حدیث نہیں کیونکہ علامہ صنعانی نے موضوعات میں شمار کیا
ہے اور موضوعات میں بھی تلاش کی لیکن نہیں ملی اس سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کا مقولہ ہے کسی حدیث کا ٹکڑا نہیں
بعض نے کہا کہ مناجات رب کا نتیجہ ہے احضار قلب اور خشوع و خضوع ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنے اقدام اور
١١ 858 کونین قلب ہے۔ یہ واقعہ رمضان کے اندر پیش آیا۔ تیسری حدیث عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی ہے اس حدیث
سے جمہور ائمہ اربعہ نے استدلال کیا کہ جو کلمات اذکار قراءۃ پر زائد ہیں تو وہ تسبیحات پڑھے لیکن اس کے اندر
اختلاف ہے کہ کلمات تسبیح متعین ہیں یا نہیں حنفیہ کے یہاں بلا تعیین جو چاہے تسبیح پڑھے اور شافعیہ
کے یہاں اولیٰ یہ ہے کہ ان کلمات کو پڑھے حنابلہ سے بھی یہی روایت ہے اب یہ کہ ان کلمات پر زیادتی کرے گا
یا نہیں شافعیہ کے یہاں ان کلمات پر زیادتی جائز ہے دو کلموں کی۔ اور حنابلہ کے یہاں زیادتی جائز نہیں
١٥ 859 محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نے ان کلمات کو پڑھا ہے تو یہ کافی ہوگا۔ چوتھی حدیث ابن عباس کی ہے
جس کا محمل نوافل ہے کیونکہ اباحت کا مدار تخفیف پر ہے اور اس قسم کی جتنی بھی احادیث ہیں ان سب کا محمل نوافل ہے

٢٣ 862 **الفصل الثالث: عن معاذ بن عبد اللہ الجہنی و عن الفرافصۃ بن عمیر الحنفی قال ما اخذت**

علمائے احناف کے نزدیک ایک سورۃ کو مکرر دو رکعتوں میں پڑھنا جائز ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک مکروہ تنزیہی
٢٧ 864 دوسری حدیث کے اندر من کثرۃ ما کان یقرأ سے اس کثرت نفس الامر مراد ہے جو کہ دو مرتبہ پر بھی متحقق ہو سکتی ہے
علمائے احناف کے نزدیک طوال مفصل اولیٰ ہے۔

باب الرکوع

رکوع کا معنی لغت کے اندر انحناء کے آتے ہیں اور یہی معنی شرعًا بھی معتبر ہیں۔ جمہور کے نزدیک طمانینت رکوع ٨٢/٥
کے اندر فرض ہے اور ایسی ہی سجدہ کے اندر بھی۔ جیسا کہ امام طحاوی نے نقل کیا ہے عند الائمہ اور جو طمانینت کی
فرضیت میں مشہور ہیں تین روایات امام طحاوی کی تخریج ہے وہ اصح ہے یعنی طمانینت واجب ہے ۱۲

868 **الفصل الاول: عن انس قال الخ عن البراء قال عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم** ٥
اقیموا الرکوع والسجود اقامت رکوع اور سجود کا معنی اتمام کا ہے یاد رکھنا چاہئے کہ دو رکن ہیں
ایک رکوع دوم سجود۔ اول کے اندر تکرار نہیں اور سجدہ کے اندر تکرار ہے اس کی حکمت میں علماء کا اختلاف ہے
ایک فقہاء کا اور دوسرے اہل حکمت کا۔ فقہاء کہتے ہیں کہ یہ امر تعبدی ہے ہم نہیں جانتے کہ اس کے اندر کیا حکمت ہے اور
اہل حکمت کے بیان دو ہیں [illegible] (۱) بعض کہتے ہیں کہ عبادات کی فرضیت تذلل کے لئے ہے اور تواضع ہے اور وہ سجدہ سے
میں حاصل ہوتی ہے لہذا تکرار رکھا گیا ہے بخلاف رکوع کے کہ وہ [illegible] ہے اور سجدہ اول میں [illegible]
تکرار کی ضرورت نہیں (۲) سجدہ [illegible] ہے جیسا کہ رکوع اور ثانی کہ شیطان کو [illegible]
اس نے سجدہ سے انکار کیا تھا (۳) بعض کہتے ہیں کہ سجدہ ثانی شکر کا ہوتا ہے (۴) [illegible] آدم
علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا اور فرشتوں نے سجدہ ادا کیا اور جب [illegible] ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو
869 دیکھا تو شکرا دوبارہ [illegible] بعض [illegible] حقیقت یہ ہے کہ [illegible] مراد کی ہے [illegible] ٦
ما خلا القیام والقعود اس قیام اور قعود سے کیا مراد ہے اس کے اندر علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ قیام سے ٦
[illegible] اور قعود سے جلوس بین السجدتین مراد ہے اور [illegible] کی وجہ اس کی [illegible] اس کے اندر اختلاف ہے
یہ دونوں [illegible] ہیں یا نہیں بعض نے کہا کہ ہیں اور بعض کے نزدیک نہیں۔ [illegible] دونوں میں جو لوگ
[illegible] الخ اختلاف [illegible] کر لیا تو نماز فاسد ہو گی یا نہیں بعض کے نزدیک فاسد ہو جاتی اور
بعض کے نزدیک نہیں [illegible] یہ دونوں مراد لینا صحیح نہیں [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم
قعود بین السجدتین کا ذکر [illegible] ما خلا القیام والقعود سے پہلے کر دیا ہے [illegible] قیام و قعود سے
جلوس بین السجدتین مراد لیا جائے تو لازم آئے گا [illegible] اثبات [illegible] استثناء فرماد
لہذا قیام سے مراد قیام للقراءۃ اور قعود سے مراد قعود للتشہد ہے واضح رہے کہ ما خلا القیام والقعود [illegible]
[illegible] **قریبا من السواء** یعنی یہ تمام ارکان قریب قریب برابر ہوتے تھے۔ بعض نے یہ مطلب ٦
بیان کیا [illegible] کے مماثل ہے مثلا رکوع رکعت ثانیہ کا برابر تھا رکعت اولی کے رکوع کے۔ اور بعض نے کہا
رکعت ثانیہ کا سجدہ رکعت اولی کے سجدہ کے برابر ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں [illegible] بعض اوقات آپ نے ایسا کیا اور بعض اوقات
870 آپ نے [illegible] طویل قراءۃ کی ہے [illegible] احوال کے مطابق ایسا فرمایا ہے تیسری حدیث انس کی ہے اس حدیث سے بھی طمانینت ٧
کو بیان کرنا مقصود ہے۔ جمہور کی تصریح کی بناء پر طمانینت واجب اور امام طحاوی کی تصریح کی بناء پر فرض ہے **اوھم** یہ صیغہ
معروف و مجہول دونوں طرح مروی ہے۔ مجہول کی صورت میں وقع الوہم کے معنی میں ہے اور معروف کی صورت میں بھی [illegible]
871 **عن عائشۃ قالت الخ وعنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی رکوعہ وسجودہ سبوح** ٨
اذا جاء نصر اللہ الخ جب سورۃ نازل ہوئی تب آپ نے استغفار کے اندر کثرت شروع کر دی دوسری حدیث بھی ایسی ہے جیسے اندر ہے ۱
الروح اس سے مراد (۱) وہ روح جس کے قیام بدن ہے (۲) حضرت جبریل (۳) حضرت عیسی (۴) فرشتوں کی ایک جماعت جن کا نام روح ہے ٩
(۵) [illegible] [illegible] ہے علامہ [illegible]

873 عن ابن عباس قال عن ابی هریرة قال عن ابی سعید قال عن رفاعة بن رافع قال ٨٢/١١

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک سجدہ کے اندر قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔ اور حکمت نہی کی یہ ہے کہ قرآن اللہ کی صفت ہے اور قیام
بھی صفات الٰہی میں سے ہے بنا بریں قرأت قرآن قیام کے مناسب ہے بخلاف سجدہ کے کہ وہ عبادت اور تذلل کی حالت ہوتی ہے۔ حضرت
علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ قرأۃ کی غرض اسماع المقتدی ہے اور رکوع و سجود کے اندر اخفاء کی حالت ہے
874 بنا بریں غرض متحقق نہیں ہوگی۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ کی ہے نماز پڑھنے والوں کی تین قسمیں ہیں منفرد۔ مقتدی۔ امام۔ امام طحاوی
اور ابن عبد البر نے اجماع نقل کیا ہے کہ منفرد تسمیع اور تحمید میں جمع کریگا لیکن یہ اجماع ہے نہیں بلکہ جمہور اور دو روایتیں ہیں ١٣
۱۔ اکتفاء بالتسمیع کریگا یعنی سمع اللہ لمن حمدہ کہیگا فقط۔ ۲۔ اکتفاء بالتحمید کریگا۔ اور امام کے متعلق امام مالک
اور امام صاحب کے یہاں تسمیع ہے امام اور امام شافعی کے یہاں ربنا لک الحمد اور سمع اللہ لمن حمدہ میں جمع کریگا۔ مقتدی کے
بارے میں امام شافعی کے یہاں جمع اور دوسرے ائمہ کے یہاں صرف تحمید ہے نیز ربنا لک الحمد کے اندر اسکے علاوہ تین قرأۃ اور ہیں
ربنا و لک الحمد اللھم ربنا لک الحمد۔ اللھم ربنا و لک الحمد۔ اور ان میں سب سے افضل وہ ہے جسکے اندر کلمات سب سے زیادہ
876 ہیں یعنی اللھم ربنا و لک الحمد۔ اسکے بعد ربنا لک الحمد پھر ربنا و لک الحمد اور پھر ربنا لک الحمد تیسری حدیث ابی سعید کی ہے ١٤
جسکے اندر ہے ملء الارض یہ کلام تشبیہ پر مبنی ہے **ذا الجد** اس جد کے اندر جمہور کے یہاں جیم کا فتحہ ہے
اور شیبانی نے بکسر الجیم نقل کیا ہے اگر بکسر الجیم ہے تو مطلب ہوگا کوشش والے کو اسکی کوشش نفع نہیں دیگی دوسرا
مطلب ہے کہ جد کے معنی فرار اور بھاگنے کے ہیں یعنی اسکے لیے بھاگنا تیرے ان سے نافع نہیں اور اگر بالفتح ہے تو جد کے معنی
غنیٰ کے ہیں یعنی اسکا غنی اور مالدار ہونا اسکے لیے نافع نہیں ہوگا اور اگر جد کے معنی عظمت کے ہوں تو مطلب ہوگا
عظمت والے کو اسکی عظمت نافع نہیں ہوگی اور آپ کی گرفت سے وہ بچ نہیں سکتا اور اگر اسکے دادا مراد ہوں
تو مطلب ہوگا تیرے دربار میں شرافت نسبی کسی کو کام نہیں دیگی اور ان تمام معانی میں راجح معنی عظمت اور غنی کے
877 ہیں ابن ماجہ کے اندر جو روایت ہے اس سے اسکی تائید ہوتی ہے کیونکہ اہل جدود کا اسکے اندر تذکرہ ہے چوتھی حدیث ٢٠
حضرت رفاعہ بن رافع کی ہے جسکے اندر ہے **فقال رجل وراءہ** اس رجل سے مراد خود حضرت رفاعہ ہیں اس حدیث سے تو معلوم
ہوا کہ یہ دعا انہوں نے قومہ کے اندر پڑھی لیکن دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ رکوع کے اندر چھینک ان کو عطسہ پیش آیا تو
اسوقت یہ پڑھی حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آپ نے جس وقت رکوع سے سر اٹھایا ہو تو ان کو عطسہ پیش آگیا ہوگا

الفصل الثانی

880 عن عون بن عبد اللہ عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رکع احد ٨٣/١٠

اس حدیث کے اندر اختلاف ہے کہ رکوع اور سجود کی تسبیحات کا کیا حکم ہے امام صاحب امام شافعی اور امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ سنت
ہیں لہذا سہواً اور عمداً چھوڑنے سے نماز ہو جائیگی البتہ عمداً ترک کرنے کی صورت میں امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد
کی دوسری روایت یہ ہے کہ یہ واجب ہیں اسحاق بن راہویہ کا بھی یہی مذہب ہے امام احمد کے نزدیک سہواً ترک کرنے کی صورت
میں سجدہ سہو واجب ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کتنی مرتبہ کہنا چاہیے۔ اسحاق بن راہویہ۔ داؤد ظاہری۔ امام احمد کی
مشہور روایت جیسا کہ امام ترمذی نے لکھا ہے اور ابو مطیع بلخی حنفی کے نزدیک تین مرتبہ ضروری ہے۔ امام صاحب اور
امام مالک اور امام شافعی اور ثوری و اوزاعی اور حضرت عبد اللہ بن وہب کے نزدیک واجب نہیں زیادہ سے زیادہ
دس مرتبہ کہنا مسنون ہے امام احمد کی بھی ایک روایت یہی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک رکوع میں سبحان ربی العظیم اور سجدہ کے اندر سبحان ربی الاعلیٰ
کہیگا اور شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک جو زیادات کے اندر ہے سب پڑھ سکتا ہے **ذلک ادناہ** اسکا مطلب ہے کہ ادنیٰ کمال

880 تین مرتبہ ہے اور ادنیٰ وہ بجز کی تین مرتبہ تھیں چنانچہ ابن قدامہ نے مغنی کے اندر یہی تحریر کیا ہے اور حق ادنیٰ کا بجز ہی مرادیں گے ۸۳/۳
لیکن بعض علماء نے امام محمد سے ادنیٰ کمال دس مرتبہ اور صاحب نہایہ نے سات مرتبہ نقل کیا۔ شافعیہ کے یہاں جو روایات میں گیارہ اور اکثر

884 **الفصل الثالث: عن شقیق قال ان حذیفۃ الخ عن النعمان بن مرۃ الخ** ۱۳

ماصلیت اگر اس جنس صلوٰۃ کی نفی ہے اور یہ ہے حقیقۃ صلوٰۃ پائی ہی نہیں گئی تو پھر **ولو مت مت** کا مطلب ہوگا
انکر فرض ہے وہ علیٰ غیر الفطرۃ الاسلام ہے اور اگر حقیقۃ نماز تو پائی گئی اور نفی کمال صلوٰۃ کی ہے تو مطلب
ہوگا چونکہ طمانینت واجب ہے اور اس شخص نے حمیتہ ترک واجب کیا لہٰذا وہ غیر فطرۃ پر مرا ہے اور اس شمال کو
886 نا واقفی کا اس نے عمل اختیار کیا۔ دوسری حدیث حضرت نعمان کی ہے یہ ناسمی ہے **اسوأ السرقۃ** بکسر الراء اور بفتحہ ۱۵
۱۲ دونوں طرح مروی ہے اول صورت میں مصدر اور ثانی صورت میں سارق کی جمع بروزن کلمۃ ہوگی۔

باب السجود وفضلہ ۱۸

887 **الفصل الاول: عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرت ان اسجد علی سبعۃ** ۲۰

اس حدیث کے اندر جو اعضائے سجود کو ذکر کیا ان تمام پر سجدہ کرنا واجب ہے امام احمد کے نزدیک یہی امام شافعی کا ایک قول ہے
امام صاحب اور امام مالک کے نزدیک صرف جبہہ پر سجدہ کرنا فرض ہے یہی دوسری روایت امام شافعی کی ہے۔ حنفیہ کے اندر
اختلاف ہے دیانات کے اندر اگر صرف جبہہ یا انف پر اکتفاء کرے تو کافی ہے یا نہیں۔ جبہہ پر اکتفاء تمام کے نزدیک
جائز ہے اور انف پر اکتفاء بے عذر جائز ہے اور بلا عذر صاحبین کے نزدیک جائز اور امام صاحب کے نزدیک
جائز نہیں ہے جو لوگ اعضائے سجود پر فرضیت کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ آیت ۱۲-۵-۶۶ ص
ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صرف سجدہ کرنے کا حکم دیا اور وہ وجہ کے اندر صرف جبہہ سے حاصل ہو جاتا ہے اور بقیہ
اعضاء حقیقۃ سجدہ کے اندر داخل نہیں ہیں اور حضور کا مقصود ان ہیئات کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ ان اسباب
کے ذریعہ سجدہ کے اندر کمال پیدا ہوتا ہے لیکن اشکال ہوگا یدین کا اطلاق ابط تک ہوتا ہے لہٰذا لازم
آیا کہ سجدہ کے اندر ابط تک تمام کے تمام ہاتھ کو سجدہ کے اندر زمین پر رکھے حالانکہ دوسری حدیث کے اندر اس کی
مخالفت ہے جواب دیا کہ یدین سے باطن کفین مراد ہے **لا انکفت الثیاب** علامہ نووی فرماتے ہیں کہ
یہ نماز کے ساتھ مختص ہے کہ صرف نماز کے اندر کراہت ہے لیکن جمہور کے نزدیک نماز اور غیر نماز تمام صورتوں میں ممنوع
لیکن اگر کوئی شخص اپنے کپڑے کو سمیٹ لے تو حسن بصری کے نزدیک واجب الاعادہ ہے اس کی نماز۔ جمہور کے نزدیک
مکروہ ہے اور حنفیہ کے نزدیک اگر تین مرتبہ سمیٹ لیا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے

898 **الفصل الثانی: عن وائل بن حجر قال الخ عن ابن عباس عن حذیفۃ الخ** ۷۴/۱۴

اذا سجد وضع رکبتیہ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے اگر کوئی شخص سجدہ کرے تو پہلے رکبتین کو رکھے یا یدین کو
حضرت عمر۔ ابن مسعود۔ نخعی۔ مسلم بن یسار۔ امام صاحب۔ امام شافعی۔ امام احمد کے نزدیک پہلے رکبتین کو
اور پھر یدین کو رکھیگا۔ امام مالک۔ امام اوزاعی کی رائے ہے کہ پہلے یدین کو اور پھر رکبتین کو رکھے اور
دوسری روایت ان کی ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے جس کو چاہے پہلے رکھ لے۔ جمہور کا استدلال اس
حضرت وائل کی حدیث سے ہے اور امام مالک کا استدلال حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ
حضرت وائل کی حدیث کا مدار شریک پر ہے اور اس کی سند یہ ہے عن شریک عن عاصم بن کلیب عن ابیہ عن
وائل بن حجر اور شریک متفرد ہیں اس حدیث کے لہٰذا ابو ہریرہ کی روایت قوی ہے۔

898 ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ حضرت وائل کی حدیث راجح ہے چند وجوہ سے۔ اول: حضرت ابوہریرہ کی جو روایت کا ۵۷/۱۴
مقصود واضح نہیں ہے بلکہ اول حدیث و آخر حدیث کے معارض ہے کیونکہ شروع میں بروک ابل کی نفی کی اور اونٹ
کے بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ اپنے آگے کے قدموں کو جھکاتا ہے یعنی اور اسکے آگے کے قدم ہی یدین کہلاتے ہیں
تو گویا وضع یدین سے منع فرمایا اور پھر آگے چل کر وضع یدین کا حکم دے رہے ہیں لہذا جب اس حدیث کے اندر اضطراب
اور تعارض ہوگا تو وائل کی حدیث راجح ہوگی حالانکہ اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ اونٹ کے رکبتہ یدین کے
اندر ہوتے ہیں یعنی چوپائے کے یدین کے اندر اونٹ کا رکبتہ بھی ہوتا ہے لہذا اب نہی جو ہوگی وہ
رکبہ کی ہوگی اور ابتداء وضع یدین کا ہے لہذا اب دونوں حدیثوں کے اندر تعارض نہیں ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
~~یہ~~ جواب صحیح نہیں ہے ~~کیونکہ~~ بلکہ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو پہلے یدین کو رکھتا ہے اور پھر پیچھے کے پیروں کو رکھتا ہے
حنفیہ رکبتین رکھتے ہیں اور جب وہ اٹھتا ہے تو پہلے رکبتین کو اور پھر یدین کو اٹھاتا ہے تو آپ نے اسکی اس حیثیت سے منع
فرمایا لہذا اگر یہ حیثیت پیش آئے تو ممنوع ہوگی نیز اسکے رکبتین کو یہ کہنا وہ یدین کے اندر ہوتے ہیں خلاف ہے
اور بحث کے خلاف ہے آگے چل کر حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ یہاں پر راوی کو وہم ہو گیا اور اس متن کے اندر قلب کر دیا
حقیقۃ متن یہ تھا ولیضع رکبتیہ قبل یدیہ لیکن راوی نے قلب کر کے کہدیا ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ چنانچہ ابن ابی شیبہ
جو حدیث نقل کی ہے اسکے اندر ہے اذا سجد احدکم فلیبدأ برکبتیہ قبل یدیہ لیکن اس حدیث کو قابل
دلیل بنانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے اندر ایک راوی عبداللہ بن سعید ضعیف ہے حافظ ابن قیم فرماتے ہیں احادیث
حضرت وائل کی دس وجوہ سے راجح ہے اسکے متعلق علامہ خطابی نے فرمایا یہ اثبت ہے نیز بخاری ترمذی وغیرہ
حضرت ابوہریرہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ ابوہریرہ کی حدیث متن کے اعتبار سے مضطرب ہے چوتھی یہ
عمل صحابہ کبار کے خلاف ہے لہذا ان وجوہ کے پیش نظر حضرت وائل کی حدیث راجح ہوگی اسکے باوجود امام نووی
فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہوا ان دونوں میں کوئی دوسرے پر راجح ہو۔ ابن خزیمہ، ابو محمد بن قدامہ، ابوبکر بن المنذر
کی رائے ہے کہ یہ حدیث ابی ہریرہ منسوخ ہے اور اسکے لئے ناسخ سعد بن وقاص کی حدیث ہے کہ کنا نضع الیدین
900 قبل الرکبتین فامرنا بالرکبتین قبل الیدین حافظ ابن قیم فرماتے ہیں یحییٰ بن سلمہ بن کہیل اسکا راوی ضعیف ہے
لہذا ناسخ نہیں ہوگی۔ بہر حال ان کے نزدیک ناسخ نہیں لیکن دوسری جماعت نے نسخ کا قول کیا ہے دوسری حدیث ۱۸
901 ابن عباس کی ہے جسکے اندر جو دعا مذکور ہے شوافع کے نزدیک یہی اکثر ہیں اور حنفیہ کے نزدیک نوافل پر محمول ہے ۱۹
تیسری حدیث حضرت حذیفہ کی ہے امام احمد کے نزدیک رب اغفر لی دو مرتبہ کہنا ~~واجب~~ فرض ہے اور اسکی زیادتی
مسنون ہے جمہور کے نزدیک مستحب ہے اور حنفیہ کے نزدیک رات کی نوافل پر محمول ہے۔

902 الفصل الثالث: عن عبدالرحمن بن شبل الخ عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰

حضرت عبدالرحمن کے متعلق علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں تحریر فرمایا ہے ان کی یہی ایک روایت ہے جو مسند میں ہے
دیگر صحاح میں کوئی روایت نہیں ہے لیکن واضح رہے ان کی ایک اور روایت [کتاب الصیام] کے اندر آرہی ہے اس حدیث
903 کے اندر افتراش سبع کی طرح بیٹھنے کو منع فرمایا اور یہ مکروہ تحریمی ہے۔ دوسری حدیث کے اندر اقعاء کی حیثیت ۲۲
نماز کے اندر ممانعت فرمائی گئی ہے اور اقعاء کی دو صورتیں ہیں ایک عقبین کو اپنے الیتین سے ملائے اور رکبتین کو
کھڑا کرے اور بعض کے نزدیک کتے کی طرح اپنے چوتڑوں سے لگائے اور یدین کو زمین پر رکھے لیکن بعض نے ان دو اخیر کی تعریف کی ہے

903 ۲ صورت اقعاء کی یہ ہے کہ قدمین پر بیٹھے ۔ حنفیہ اور احمد کے نزدیک دونوں صورتیں مکروہ ہیں لیکن بیہقی کے اندر دوسری صورت 84/22
مذکور ہے ابن عباس کی حدیث کے اندر اور کسی میں ہے ابن عباسؓ نے فرمایا یہ تمہارے نبی کی سنت ہے اس حدیث کی بناء پر امام بیہقی نے جمع
فرمایا کہ اول صورت مکروہ اور ثانی مکروہ نہیں ہے اور اسی جمع کو امام نووی اور ابن الصلاح وغیرہ نے راجح قرار دیا ہے ۔

بابُ التشہُّد 26

تشہد کو تشہد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ شہادتین پر مشتمل ہے اور اس کے حکم میں اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں اور
امام احمد کے نزدیک دونوں واجب ہیں اور تفصیل یہ ہے کہ انکے یہاں اول تو صرف واجب اور دوسرا واجب ہونے کے ساتھ رکن ہے
امام شافعی کے نزدیک اول سنت اور ثانی واجب ہے اور ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ یہ سنن الابعاض میں سے ہے اور اس کے ترک سے ان کے
یہاں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے حنفیہ سے دو روایتیں ہیں ۱ دونوں واجب ہیں ۲ اول سنت اور ثانی واجب ہے ۔

906 الفصل الاول: عن ابن عمرؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قعد فی التشہد الخ 26
اس حدیث کے اندر دو مسئلے قابل ذکر ہیں ۔ ایک اشارہ تشہد کا اور دوسرے طریق اشارہ ۔ اول کا بیان ما قبل میں آ چکا اور ثانی
کے متعلق سنیئے :۔ طریق اشارہ کے اندر [illegible] کی روایت امام مالک سے جس میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ
فرماتے ہیں امیر مدینہ کے اندر مالکیہ کا جو عمل دیکھا وہ بسط ہے ۔ امام محمد کے یہاں تحلیق ہے ۔ شافعیہ کے
یہاں عقد ہے اور یہی ایک روایت حنابلہ کی ہے دوسری روایت ان کی یہ ہے کہ بسط ہے ۔ حنفیہ کے یہاں چونکہ تحلیق ہے اس کی دو
صورتیں ہیں ایک یہ ابہام کے سرے کو مسبحہ و وسطی کے سرے سے لگائے دوسرے یہ ابہام کے سرے کو وسطی کے دوسرے پورے
پر لگائے اور شافعیہ کے یہاں عقد ہے اسکی ان کے یہاں تین صورتیں ہیں ۱ تیئیس ۲۳ کا ۲ ترپن ۵۳ کا ۳ ابہام اور
سبابہ دونوں کو چھوڑے رکھے ۔ [illegible] ہے عقد تیئیس ۲۳ کا مطلب یہ ہے کہ ابہام کے سرے کو وسطی کی جڑ سے لگائے اور
ترپن ۵۳ کے عقد کا مطلب یہ ہے کہ ابہام کے سرے کو سبابہ کی جڑ سے لگائے ۔ اور ان تمام صورتوں میں خنصر بنصر وسطی مقبوض بند رہیں گی

909 عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال کنا اذا صلینا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ الخ 85/4
چونکہ صحابہ کرام کی عادت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ تمام اکابر سے اکبر ہے اسکے لئے سلام سب سے
زیادہ لائق ہونا چاہیے تو اس بناء پر اور اپنے اس زعم کے مطابق انہوں نے نماز کے اندر اللہ تعالیٰ پر سلام کو بھیجا لیکن حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور علت بیان فرمائی کہ ان اللہ ہو السلام یعنی وہ تو خود دوسروں پر سلامتی نازل کرنے والا ہے
وہ تمہارے سلام کا محتاج نہیں ہے السلام علی فلان ابن ماجہ کی روایت کے اندر یہ زیادتی ہے السلام علی جبرائیل میکائیل
السلام علی فلان ہے حضور نے دعا بتلائی کہ یہ پڑھا کرو تشہد کے اندر التحیات اس سے عبادت قولیہ مراد ہے اس کے
مفہوم میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا ۱ ~~[illegible]~~ اس سے سلام مراد ہے ۲ عظمت ۳ بقاء مراد
ہے ۴ سلامتی من الآفات ۵ ملک ۶ یہ مشترک معنوی ہے ان تمام معانی مذکورہ میں الصلوات اس سے عبادت بدنیہ
مراد ہے بعض نے کہا ۱ مطلق نوافل مراد ہیں ۲ صلوۃ خمس مراد ہے ۳ العبادات مطلقاً ۴ دعائیں مراد ہیں
۵ رحمت ۶ التضرع یہ سب اسکے معانی ہیں الطیبات وہ اچھا قول ہے کہ ذریعہ ثناء بیان کی جائے ۲ اقوال
الحسنۃ کالدعاء والثناء ۳ اعمال حسنہ مراد ہیں ۴ عبادات مالیہ مراد ہیں السلام علیک یہاں ایک اشکال ہے 8
کہ تشہد کے اندر انسان کو خطاب جائز نہیں ہے لہذا یہاں حضور کو خطاب کیوں کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے اب سوال پیدا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو حیات نہیں ہیں لہذا صیغہ خطاب کے بجائے صیغہ

غائب استعمال کرنا چاہیے چنانچہ حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ صیغہ غائب کہیں تو ~~ ہوگا لیکن جمہور امت اور حنفیہ
خطاب کہہ کر پڑھنے کے قائل ہیں اسود سے کہ صحابہ کرام سفر حضر کہیں ہوں باوجود فاصلہ ہونے کے بھی صحابہ کرام نماز پڑھتے تھے تو
درود شریف کے اندر صیغہ خطاب استعمال کرتے تھے جیسا معلوم ہوا کہ اس کیلئے وارد ہی ہے کہ آپ حیات ہوں۔ لیکن صیغہ خطاب
کو درست اور اشکال یہ ہے کہ حضور کی حیاۃ کے احوال سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے بس جواب یہ ہوگا کہ آپ کے حق میں کہیں ہے
یا دوسرا جواب یہ ہوگا کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ حی اور حی کو خطاب ہو سکتا ہے فقہاء نے ایک روایت نقل کی ہے
کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کیلئے تشریف لے گئے اور سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو حضرت جبرئیل سے فرمایا کہ آگے بڑھو
خدا سے بڑھے تھے کہ تجلی ظاہر ہوئی اور حضور کی طرف ہو کر پیچھے ہوتے گئے اور عرض کیا کہ بس یا رسول اللہ آگے آپ
ہی جا سکتے ہیں میری حرکت نہیں جب آگے بڑھے تو بارگاہ رب العزت میں عرض کیا کہ التحیات للہ والصلوات
والطیبات یعنی اللہ تعالی کی طرف سے جواب ملا کہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور نے سوچا آپ نے کہا
کہ اس سلام و رحمت کے اندر بھی امت کو بھی شریک کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کو تو ~~
السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یہ کلام سنکر فرشتوں نے کہا کہ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً
عبدہ ورسولہ۔ تو یہ پورا کلام حکایۃ ہے اس کلام کی اور کلام حکائی کے اندر حکایت والے کلمات کی
رعایت ہوتی ہے اسی وجہ سے السلام علیک آج تک سب لوگ کہتے ہیں۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ تشہد کے
بعد کونسی دعا پڑھے امام صاحب امام احمد بن حنبل کے نزدیک وہ دعا جو ثابت ہو بالقرآن ہو اور امام شافعی کے نزدیک یہ ہے
کہ وہ دعا پڑھے جو ثابت ہو بکلام الناس سے ہو اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ثم لیتخیر من الدعاء
یہ حدیث تشہد ابن مسعود کی تھی دوسرا ہے تو بیسیوں جو بیسیوں صحابی سے مروی ہے دوسرا تشہد ابن عباس کا ہے اور تیسرا تشہد
ابن عمر کا ہے امام صاحب امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک تشہد ابن مسعود مختار ہے امام شافعی کے نزدیک تشہد
ابن عباس اور امام مالک کے نزدیک تشہد ابن عمر مختار ہے اور یہ سب اختلاف اختیاری ہے ورنہ یہ سب کے نزدیک
جائز ہے کہ نماز میں جسکو پڑھیگا درست ہے اور یہ جو حضور نے فرمایا کہ ابن مسعود کے بعد وہ تمام تشہد مکروہ ہیں وہ بھی
غلط ہیں۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ ابن عباس کے تشہد میں المبارکات کی زیادتی ہے جو ثواب کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے
نیز حضرت ابن عباس احدث صحابہ میں ہیں اور ان کی حدیث کی سند اسناد حجازیہ ہے اور ابن مسعود کی حدیث
کی سند کوفی ہے اور اسناد حجازی ہی مقبول ہیں اسناد کوفی کے مقابلہ میں اور راجح وہی ہوتی ہیں لیکن حافظ ابن الہمام
فرماتے ہیں کہ یہ کہنا سب ایسا ہی ہے کہ اسناد حجازی راجح ہوتی ہیں بلکہ بر اور احداث ہونا کا قول غیر معتبر ہے
احداث کے مقابلہ میں معتبر ہے۔ بلکہ تمام صحابہ اور تمام اسانید صحیحہ خواہ حجازی ہوں یا کوفی سب معتبر ہیں۔ مالکیہ
کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر کے تشہد کے اندر الزکیات کی زیادتی ہے اور وہ اسکو منبر پر لوگوں کو پڑھ کر سناتے
تھے اور سکھاتے تھے اسی وجہ سے وہ راجح ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ ابن مسعود کا تشہد راجح ہے اور وجوہ ترجیح متعدد ہیں
اول ابن مسعود کی حدیث متفق علیہ ہے بخلاف ابن عمر کی حدیث کے کہ وہ موقوف ہے اور ابن عباس کی حدیث
منفرد یہیں کی ہے دوم تشہد ابن مسعود کے اندر کسی کا اختلاف نہیں بخلاف تشہد ابن عباس و ابن عمر کے۔ سوم
اکثر محدثین نے ابن مسعود کے تشہد کو راجح قرار دیا ہے امام ترمذی نے فرمایا کہ وبہ قال اکثر اہل العلم۔ ابوبکر بزار نے فرمایا
کہ بیس سے زیادہ طرق سے یہ مروی ہے اور راجح ہے چہارم اسکے اندر تعلیم ہے اسی طرح علامہ جمال زیلعی

٩٠٩ اعتراض کیا ہے ابن عباس کی حدیث میں بھی تو تعلیم واقع ہوا ہے لہذا زیادتی تشہد کا اضافہ بھی تعلیم ہوئی محقق ابن ہمام ٨٥/٨
جواب دیتے ہیں کہ تعلیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم مع اخذ الکف ہے یعنی حضور نے ابن مسعود کا باقاعدہ ہاتھ پکڑ کر یہ تشہد
سکھایا ہے۔ پنجم ابن مسعود کا تشہد بہ تلقین ہے چنانچہ طحاوی کے اندر ہے لقنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ششم ابن مسعود
کی موافقت ابو سعید خدری، حضرت معاویہ وغیرہ نے کی ہے طبرانی کے اندر حضرت سلمان نے موافقت کی ہے اور سنن بیہقی
کے اندر اسکے قریب الفاظ موجود ہیں۔ ہفتم اسکے اندر واو کا اضافہ ہے اور یہ استقلال کلام پر دلالت کرتا ہے
اور جملہ مستقلہ کے اندر الثناء زیادہ پایا جاتا ہے۔ ہشتم ابن مسعود کی حدیث میں السلام معرفًا ہے علامہ جمال زیلعی
اعتراض کیا ہے حدیث ابن عباس جو ابوداود شریف کے اندر ہے اسمیں بھی السلام معرفًا وارد ہوا ہے اسکا جواب دیا
گیا ہے ترمذی وغیرہ میں معرفًا نہیں ہے بلکہ منکر آیا ہے تو گویا کہیں منکر اور کہیں معرف ہے بخلاف ابن مسعود کے تشہد کے جو ہر جگہ

٩١١ **الفصل الثانی: عن وائل بن حجر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:** اس حدیث کے اندر ایک جملہ وارد ہوا ہے وحد مرفقہ ١٤
~~اس حدیث شریف کے اندر~~ لیکن ابوداود شریف کے اندر وحد مرفقہ وارد ہوا ہے اب اسکے اندر اختلاف
ہے کہ وحد ایک کلمہ ہے یا واو الگ کلمہ اور حد الگ کلمہ ہے اگر ایک کلمہ ہے تو وحّدَ ماضی کا صیغہ
باب تفعیل سے ہوگا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ واو الگ اور حد الگ کلمہ ہے پھر ان کے اندر اختلاف ہے کہ
حد اسم ہے یا فعل علامہ اشرف فرماتے ہیں کہ اگر یہ اسم ہے تو پھر یا مرفوع ہوگا مبتدا ہونے کی وجہ سے
یا منصوب ہے اور وضع یدہ الیسریٰ کے اندر وضع فعل کا مفعول ہوگا علامہ جبرکرت فرماتے ہیں کہ
یہ وجہ فیہ نظر۔ ملاعلی قاری فرماتے ہیں کہ شاید وجہ نظر یہ ہے کہ کسی نے اس احتمال کو بیان نہیں کیا اور جو
لوگ اسکو فعل قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اسکے معنی منع کے ہیں۔

913 **عن ابی ہریرۃ قال ان رجلا الخ:** ابوداود، نسائی، مسند احمد، ابن ابی شیبہ کے اندر تصریح ہے کہ اسکے سعد بن وقاص راوی ہیں ١٨
914 **عن ابن عمر:** رکعتین سے اٹھتے ہوئے حنابلہ، حنفیہ کے یہاں ٹیک نہیں لگائیگا۔ شافعیہ اور مالکیہ کے یہاں ١٩
ٹیک لگائیگا ان کا مستدل بخاری شریف کی ایک روایت ہے ہم کہتے ہیں کہ وہ عذر پر محمول ہے

916 **الفصل الثالث عن جابر:** اس حدیث شریف کے اندر التحیات سے پہلے بسم اللہ کا ذکر ہے لیکن جمہور ٢٢
ائمہ اسکے قائل ہیں کہ شروع میں نہ پڑھے۔ امام بخاری، امام بیہقی، امام نسائی نے اسپر کلام کیا اور
فرمایا کہ یہ زیادتی ثابت نہیں ہے ایسے ہی حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت ہے کہ ثم اول ما یقول التحیات للہ الخ
مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت جابر ابن عمر وغیرہ حضرات سے مروی ہے لہذا جواز کا درجہ باقی رہیگا
عن نافع: چونکہ التحیات کے اندر شہادتین بھی ہے اور سبابہ سے اشارہ توحید کی طرف ہوتا ہے اور
یہ شیطان کی غرض اصلی کے خلاف ہے اس وجہ سے وہ اسکو حدید سے بھی زیادہ سخت سمجھتا ہے۔

باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ٨٦/١

٩١٩ حکم صلوۃ کے اندر اختلاف ہے۔ اس حکم کی ابتداء آیت کریمہ ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایہا
الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ۲ھ میں یہ آیت نازل ہوئی اور
بعض نے کہا کہ اسکا حکم لیلۃ المعراج کے اندر ہوا۔ ابن جریر طبری کے نزدیک درود مستحب ہے۔ جمہور کے نزدیک
عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اب محل فرض کے اندر اختلاف ہے امام صاحب، امام مالک کے نزدیک

۸۶/۱

۹۱۹ خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں ہو۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک نماز کے اندر پڑھنا فرض ہے۔ جمہور کے نزدیک ۸۹/۱
یہ درود سنت ہے۔ شعبی۔ اسحاق بن راھویہ کے نزدیک تشہد میں واجب ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ
ایک مرتبہ پڑھنا عمر بھر میں فرض ہے اور اس کے بعد جب بھی آپ کا نام نامی آئے درود پڑھنا واجب ہے خواہ ایک
مرتبہ ایک مجلس کے اندر نام آئے یہی حنفیہ کی ایک جماعت کی رائے ہے۔ ابو الحسن کرخی کہتے ہیں کہ ایک
مجلس کے اندر ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے ابو بکر بن بکیر مالکی فرماتے ہیں کہ اکثار صلوٰۃ بغیر تعیین کے فرض ہے
امام شافعی کے نزدیک چونکہ نماز کے اندر درود شریف فرض ہے اسلئے ان پر امام طحاوی۔ ابن جریر۔
ابو بکر بن المنذر۔ خطابی وغیرہ نے اعتراض کیا اور ان کے فرض کے قول کو تفرد اور شذوذ کی طرف منسوب کیا
لیکن اسمیں نظر ہے کیونکہ امام احمد۔ ابن مسعود۔ جابر اور دوسرے صحابہ سے بھی یہی قول منقول ہے ایسے ہی
امام شعبی سے بھی وجوب (فرض) کا قول نقل کیا گیا ہے لہذا صرف امام شافعی کو تفرد کی طرف منسوب کرنا
غلط ہے۔ البتہ جمہور کے نزدیک صلوٰۃ کے اندر درود فرض نہیں ہے کیونکہ حدیث المسئی اور دوسری
احادیث کے اندر یہ حکم ثابت نہیں ہے اور جن احادیث سے شوافع نے استدلال کیا ان تمام کے اندر
کلام ہے البتہ ابن خزیمہ۔ ابن حبان نے حضرت ابو مسعود انصاری سے نقل کیا ہے کہ ہم نے حضور سے سوال
کیا کہ ہم اپنی نماز کے اندر کیسے درود بھیجیں تو آپ چپ ہو رہے اور پھر بتلایا تو اس حدیث سے استدلال کیا
جا سکتا ہے لیکن اسکی اسناد میں محمد بن اسحاق راوی متفرد ہے اور انکی تفرد کو حفاظ توثیق کرتے ہیں

۹۱۹ **الفصل الاول:۔** عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال الخ عن ابی ھریرۃ من صلی علی واحدۃ الخ ۸۶
سألنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سوال جب ہوا جبکہ آیت کریمہ ان اللہ وملائکتہ الخ نازل ہوئی ہے اور لفظ
سألنا سے معلوم ہوا یہ پوری جماعت ہے جسکے اندر کعب بن عجرہ۔ حضرت بشیر بن سعد۔ زید بن حارثہ۔ طلحہ
بن عبید اللہ۔ ابو ہریرہ حضرات ہیں۔ لیکن ابو ہریرہ کی روایت میں شک ہے کہ انہوں نے خود سوال کیا یا کسی اور نے
سوال کیا تھا تاہم یہ بحث سائلین سے ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ نفس صلوٰۃ کے متعلق سوال تھا اور بعض کی
رائے ہے کہ کیفیت کے متعلق سوال تھا لیکن اظہر یہ ہے کہ کیفیت کے متعلق سوال تھا **کیف نسلم علیک**
اسکا مصداق وہ سلام ہے جو التحیات کے اندر ہوتا ہے ابن عبد البر نے یہ بھی احتمال نقل کیا ہے کہ اس سلام
تحلل مراد ہے **اللھم صل علی محمد الخ** اسپر اعتراض ہوا کہ ہم کو تو حکم ہے کہ تم درود بھیجو اور ہم اپنے درود میں ۳/۴
کہتے ہیں کہ اے اللہ تو درود بھیج لہذا آیت کے حکم پر تو عمل نہ ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ ہم آپ کی شایان
شان درود نہیں بھیج سکتے اسلیے اللہ تعالی سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ انکی شان کے مطابق ہماری
طرف سے درود نازل فرما۔ **علی آل محمد** اسکے مصداق میں مختلف اقوال ہیں ۱ من حرمت علیھم الصدقۃ
۲ کل مومن ۳ فہر کی اولاد ۴ اولاد فاطمہ ۵ بنو مطلب بنو ھاشم ۶ کل مومن متقی کما ورد فی الحدیث
کما صلیت علی ابراھیم قاعدہ ہے کہ مشبہ بہ کا مشبہ سے اقوی ہوتا ہے اور درود صلوٰۃ ابراہیمی سے
حالانکہ صلوٰۃ محمدی اسکی نسبت درجہ بڑھی ہوئی ہے اس اعتراض کے علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں:۔ ۴
جواب ۱:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے افضل الانبیاء ہونے کی خبر ملنے سے پہلے اس درود کا حکم
دیا تھا لیکن اسپر اشکال ہوتا ہے جب آپ کو بعد میں اسکا علم ہو گیا تھا تو اسپر تنبیہ کرنی چاہیے تھی۔

۹۱۹ جواب ۱۲: آپ نے یہ تواضعاً فرما دیا تھا جواب ۱۳: یہ تشبیہ اصل صلوٰۃ کی اصل صلوٰۃ کیساتھ ہے باقی کیفیت ۸۶/۲

صلی علیہ کے شایان شان ہوگی صاحب مظاہر اسی جواب کی طرف مائل ہیں جواب ۱۴: یہ تشبیہ خلّت

کے اعتبار سے ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح حضور کو دوست اور خلیل بنا لیجئے اسپر اشکال

جواب ۱۵: آپ کا مرتبہ تو خلت (دوستی) سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے اسکے طلب کی کیا ضرورت

ہے اسکا جواب دیا کہ اسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے پاس دو ہزار روپے ہوں اور ایک ہزار

اسکو کہیں سے اور مل رہے ہوں تو وہ اسکو لیگا یا کہدیگا کہ میرے پاس تو ایک ہزار کیا دو ہزار

موجود ہیں یقیناً وہ ایک ہزار اور لے لیگا جواب ۱۶: یہ کاف تشبیہ کیلئے نہیں ہے بلکہ تعلیل

کیلئے ہے آپ نے جب ابراہیم علیہ السلام پر درود نازل فرمایا تو اس کی وجہ سے حضور پر بھی نازل کیجئے

بلکہ بطریق اولی کیونکہ آپ تو ابراہیم علیہ السلام سے افضل ہیں جواب ۱۷: اللھم صل علی محمد پر کلام

ختم ہوگیا اور آل محمد سے الگ کلام شروع ہوا تو مشبہ آل محمد اور مشبہ بہ ابراہیم علیہ السلام ہیں

جواب حضرت امام شافعی کی طرف منسوب کیا گیا ابن قیم فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ سے حافظ فرماتے ہیں کہ اسکی

کی کوئی وجہ نہیں ہے جواب ۱۸: تشبیہ صلوٰۃ ~~[illegible]~~ محمدی کی صلوٰۃ ابراہیمی کے

ساتھ ہے اور مشبہ میں محمد اور آل محمد ہیں اور مشبہ بہ میں ابراہیم اور آل ابراہیم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود داخل ہیں تو حضور بھی مشبہ بہ بن گئے ہیں جواب ۱۹: مشبہ بہ کا اعلیٰ

و افضل ہونا ہر جگہ ضروری نہیں ہے جیسے مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح کے اندر مشبہ نور الٰہی اور مشبہ بہ چراغ

ہے جواب ۲۰: یہ من باب الحاق من لیشتہر بما لا یشتہر ہے یعنی غیر مشہور کو مشہور کے ساتھ تشبیہ دی

ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فرشتوں کا درود بھیجنا وہ مذہب اسلام کے سابق منقول ہے تمام مذاہب اسلام کے

سامنے قابل احترام و تعظیم تھے۔ دوسری حدیث ابو ہریرہ کی ہے جیسے اندر فضیلت جو حضور پر درود بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اسپر دس مرتبہ درود بھیجتے ہیں اسپر اعتراض ہوگا کہ طرف اسکے اندر درود ہی کی کیا خصوصیت ہے ہر نیک کام کا

بدلہ اللہ تعالیٰ کے بیان کے دس گنا زائد ملتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہاں دس حسنات کے علاوہ ہے۔ دوسرا

جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک مرتبہ درود بھیجنا بھی دوسری قسم کی دس حسنات سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کا

دس مرتبہ درود بھیجنا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ کسی جگہ تو دس گنا ثواب کا ذکر ہے اور کسی جگہ پر دس گناہ معاف

ہو جاتے ہیں اور کسی جگہ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسپر ستر مرتبہ درود نازل فرماتے ہیں جواب ۱: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الطافات

روز افزوں ہوتے ہیں پہلے دس تھے پھر ستر ہوگئے جواب ۲: یہ ہے کہ اشخاص کے اعتبار سے یہ تفاوت ہے

جواب ۳: یہ ہے کہ ستر والی روایت جمعہ کے دن درود پڑھنے پر محمول ہے اور دس والی روایت مطلق ایام پر محمول ہے

۹۲۳ **الفصل الثانی:** عن ابن مسعود قال عنہ قال عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹

ابن حبان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق اور اہل مستحق وہ لوگ ہیں جو مشغول بعلم الحدیث ہیں دوسری روایت

بھی ابن مسعود کی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس فرشتے سلام پہنچاتے ہیں امت

کی جانب سے اور حضور اسکو سنتے ہیں اور سننا زندہ کے خصائص میں سے ہے لہذا یہ وجہ اور دلیل ہے اس بات

کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ و تابندہ ہیں چنانچہ علماء نے مستقل کلام کیا ہے اور

923 ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام اپنے جسد عنصری کے ساتھ اپنی اپنی قبر مبارک میں آرام فرما ہیں۔ تیسری حدیث ٨٦/٩
ابوہریرہ کی ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ثابت ہوتی ہے حالانکہ اوپر کی حدیث میں معلوم
ہو چکا کہ انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں چنانچہ اس حدیث کا علماء نے چند جوابات دیئے ہیں۔ جواب ۱ یہ ہے کہ
ردّ اللہ روحی کا مطلب یہ ہے کہ الا و قد ردّ اللہ روحی یعنی جو نبی میں اپنی قبر میں رکھا گیا اللہ تعالیٰ نے میری روح کو لوٹا
دیا۔ جواب ۲ یہ ہے کہ ردّ اللہ روحی میں روح سے مراد فرشتہ ہے۔ جواب ۳ یہ ہے کہ روح سے مراد نطق ہے یعنی جب کسی کا
آپ کے پاس درود و سلام پہنچتا ہے تو جواب کیلئے آپ کو گویائی عطا کی جاتی ہے۔ جواب ۴ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے انوارات اور تجلیات کے مشاہدات میں مستغرق رہتے ہیں جب کسی کا درود و سلام پہنچتا ہے
تو آپ کو اس استغراق سے افاقہ عطا کیا جاتا ہے جسکو ردّ روح سے تعبیر کر دیا ہے ۱۲

924 وعنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ وعن ابی بن کعب قال قلت الخ ۔ عن فضالۃ بن عبید

اس حدیث کے اندر دو جملے ہیں ایک لا تجعلوا بیوتکم قبورا اس کا تعلق تو ماقبل میں گذر گیا اور ثانی جملہ ہے ١٢
لا تجعلوا قبری عیدا ۔ اس کے دو مطلب ہیں ۔ مطلب ۱ جیسے عید کے اندر آدمی مزین ہو کر آتا ہے ایسے ہی تم
بجائے اندر تزیین کیلئے میری قبر پر مت آؤ ۔ مطلب ۲ جیسے عید ایک سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے ایسے ہی تم بھی
929 صرف دو مرتبہ زیارت مت کیا کرو بلکہ اور زیادہ زیارت کیلئے آیا کرو ۔ دوسری حدیث ابی بن کعب کی ہے
اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر درود تمام اذکار سے افضل ہے جواب یہ ہے کہ اشخاص کے اعتبار سے یا احوال کے اعتبار سے ٢١
930 افضل ہے شیخ علی متقی فرماتے ہیں کم از کم روزانہ کی مقدار تین سو مرتبہ ہے تیسری حدیث کے اندر دو رجل
کا ذکر ہے اول رجل کے متعلق نام کا علم نہ ہو سکا اور ثانی رجل جسکو حدیث کے اندر رجل آخر کہہ کر تعبیر کیا گیا اسکے ٢٢
متعلق حضرت استاذ مولانا امیر احمد صاحب نے فرمایا کہ یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں ۔

932 الفصل الثالث :۔ عن ابی ہریرۃ قال ۔ وعن عمر بن الخطاب ۔ عن رویفع ان رسول اللہ صلی ٨٧/٣

اس حدیث کے اندر لفظ امی وارد ہوا ہے یہ منسوب ہے ماں کی طرف کیونکہ آپ علوم رسمیہ کو پڑھے ہوئے نہیں تھے
938 یا منسوب ہے ام القریٰ کی طرف جو مکہ کا نام ہے اور آپ کی پیدائش مکہ کی ہے دوسری حدیث بھی حضرت عمر کی
کی ہے یہ موقوف ہے اور مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کا مقبول ہونا اور نہ ہونا درود پر موقوف ہے ١٣
اب رہا یہ مسئلہ کہ نفس درود شریف کے اندر بھی مقبولیت اور عدم مقبولیت کا احتمال ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ
درود چونکہ مقبول ہوتا ہے عدم مقبولیت کا کوئی احتمال نہیں ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ عدم قبول کا بھی احتمال ہے۔
936 تیسری حدیث رویفع کی ہے جسکے اندر المقعد المقرب وارد ہوا ہے اسکے مصداق علماء نے مختلف بیان کئے ہیں
۱ وسیلہ ۲ اجلاس علی العرش ۳ اجلاس علی الکرسی ۴ آپ کا وہ مقام اعلیٰ جو تمام انبیاء سے افضل ہے ٩
۵ مقام محمود مراد ہے۔ باقی احادیث باب ماقبل تشریح کر چکے ہیں ۔ ١١

باب الدعاء فی التشہد ١٣

939 الفصل الاول :۔ عن عائشۃ قالت الخ ۔ وعن ابی ہریرۃ الخ ۔ وعن ابی بکر الصدیق ١٤

اس حدیث کے اندر حضور کی ایک دعا کا ذکر ہے جسکو آپ تشہد کے اندر پڑھا کرتے تھے لیکن اس مسئلہ میں اختلاف ہے
کہ اخیر کی دعا صلوٰۃ کے اندر پڑھی جا سکتی ہے یا نہیں امام شافعی ۔ امام مالک ۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک

940 ہر قسم کی دعا ہو سکتی ہے امام شافعیؒ اور امام احمد کا مذہب ہے کہ جو دعا ماثور یا مشبہ القرآن ہو وہ جائز ہے۔ دوسری حدیث ابوہریرہ ٨٧/١٢
کی ہے من فتنة المسيح الدجال دجال کو مسیح اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آن واحد میں تمام زمین کو قطع کرلیگا اس صورت میں
یہ مساحت سے مشتق ہوگا اور اگر مسح سے مشتق ہو تو یا اس وجہ سے کہ ایک داہنی آنکھ اسکی ممسوح ہوگی یا اس وجہ سے کہ وہ ممسوح
عن الخیر یعنی مقطوع من الخیر ہے۔ دجال دجل سے مشتق ہے جسکے معنی کذب کے ہیں فتنۃ المحیا یہ ہے کہ رضا بالقضاء اور
ہر قسم کا صبر ختم ہو جائے اور فتنۃ الممات سے مراد سکرات الموت ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے فتنۂ قبر مراد ہے
اور اس حدیث کے اندر ان چار چیزوں سے جو تعوذ مانگا گیا ہے جمہور کا مذہب یہ ہے مسنون ہے اور امام طاؤس کا مذہب یہ ہے کہ فرض ہے
942 اگر ترک کردیگا تو اعادہ صلوٰۃ ہوگا۔ تیسری حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے آپ کا نام نامی عبد اللہ بن ابی قحافہ ٢١
ہے (رضی اللہ عنہ وارضاہ) انکی دعاء میں ظلماً کثیراً وارد ہوا بخاری کے اندر ظلماً کبیراً ہے امام نووی
فرماتے ہیں کہ کبھی اسکو پڑھے اور کبھی اسکو پڑھے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ دونوں کو جمع کرلے [illegible]
943 عن عامر بن سعد عن ابیہ قال الخ وعن سمرۃ بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ
سلام کا تکرار کے اندر کیا گیا ہے اسے نفس مسئلہ لیا گیا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک سلام کیا ہے اور کیا ہے ٢٢
امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد رحمہم اللہ کا مذہب ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرےگا امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر غیر مقتدی ہے
تو تلقاء وجہ سلام پھیرےگا اور اگر مقتدی ہے تو دیکھے بائیں جانب کوئی ہوگا یا نہیں اگر ہے تو دو سلام پھیرےگا
ورنہ نہیں یعنی صرف ایک سلام پھیرےگا اور اندر ان سلام کے اندر جیسے سلام الخ ثلث الحنفی رحمہ اللہ کا مذہب
فرض ہے اور امام کا مذہب واجب ہے امام احمد کی ایک روایت ایسی ہی حنفیہ اور شافعیہ کی ایک روایت
944 یہ قید سنت ہے۔ دوسری روایت حنفیہ اور حنابلہ کی یہ قید واجب ہے دوسری حدیث سمرۃ بن جندب کی ہے ٢٢
جس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو جایا
کرتے تھے۔ علماء نے کہا کہ قبلہ نماز کے بعد کوئی سنت ہوگی یا نہیں اگر ہے تو سنت میں مشغول ہو جانا
چاہئے اور اگر نہیں ہے تو امام مالک اور امام احمد ایسی ہی حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ قبلہ وہ داہنی یا بائیں
یا مقتدی کی طرف ہو جائے اب رہ گئے اندر حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف کہ اولی کونسا ہے شافعیہ کے
یہاں اولی یہ قبلہ داہنی طرف ہو سکے دوسرا قول یہ قبلہ یا بائیں ہیں مقتدی کی طرف ہو اور حنفیہ کے یہاں دو روایت
ہے بعض نے کہا کہ اقبل علینا بوجہہ والی روایت اس حدیث میں ہے جس سے آپ کوئی نصیحت کرتے تھے ۱۲
949 الفصل الثانی:۔ عن معاذ بن جبل قال اخذ بیدی وعن عطاء الخراسانی عن المغیرة ٨٨/٢
فی دبر کل صلوٰۃ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اسکا مصداق سلام سے پہلے اور سلام کے بعد فارغ ہو تیرے بعد دونوں
ہو سکتے ہیں علامہ ابن تیمیہ نے اول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ ہر حیوان جیسا کہ اسکے اندر داخل ہوتی ہے ایسی
953 ہی نماز کی بھی دبر ہے۔ صاحب [illegible] نے فراغ من السلام کو راجح قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث عطاء ٩
خراسانی کی ہے مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انکی پیدائش سنہ ۵۰ھ میں ہوئی اور
اس سن میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی لہذا یہ حدیث مرفوع نہیں ہو سکتی۔ اس حدیث سے مسئلہ
یہ ثابت ہوا کہ تکثیر عبادت فی مواضع مختلفہ مستحب ہے امام عینی فرماتے ہیں کہ وعلیہ الجمہور۔ بعض نے کہا کہ یہ علی
957 اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نہ پڑھنا مکروہ ہے [illegible] الفصل الثالث:۔ [illegible] عائشہ کی حدیث میں [illegible] ١٥
[illegible] علی حدیثہ

باب الذکر بعد الصلوۃ

۸۸/۱۲

علامہ ابو اسحاق شاطبی کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ علی الاتفاق یہ مستحب ہے کہ جو ادعیہ بعد الصلوۃ ۸۸/۱۲
پڑھی جاتی ہیں وہ نہ مستحب ہیں اور نہ واجب اور نہ فرض بلکہ جائز کے درجہ میں ہیں۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں
یہ ادعیہ احادیث سے ثابت نہیں بلکہ جتنی دعائیں حضور سے احادیث پاک کے اندر وارد ہیں وہ تمام قبل صلوۃ
کے اندر ہوتی تھیں نماز کے بعد نہیں ہوتی تھیں۔ حافظ عسقلانی نے علامہ ابن قیم کے اس قول کو رد فرمایا
کیونکہ اکثر احادیث کے اندر دبر صلوۃ کے بعد ادعیہ کا ثبوت ہے چنانچہ ماقبل میں حضرت معاذ کی حدیث
گذر چکی ایسے ہی اس باب کے اندر حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت ابو امامہ وغیرہ کی احادیث کے اندر دبر صلوۃ
کا لفظ ادعیہ ماثورہ کے بعد منقول ہے اور دبر صلوۃ سے مراد بعد فراغ السلام ہے لیکن معلوم ہوتا ہے
کہ حافظ علیہ الرحمہ نے ابن قیم کے پورے کلام کا مطالعہ نہیں فرمایا ورنہ ان کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جن
احادیث کے اندر دبر کل صلوۃ کا لفظ ہے ان کے اندر دونوں احتمال ہیں کہ نماز ختم کرنے سے پہلے اور سلام کے
بعد اور جب دونوں احتمال آگئے ہیں لہذا صرف بعد السلام پر استدلال کرنا باطل ہے۔

959 **الفصل الاول: عن ابن عباس قال الخ وعن عائشۃ الخ وعن ابی ھریرۃ وعن کعب بن عجرۃ**

اس حدیث پاک کے اندر لفظ بالتکبیر کے اندر علماء کے چند اقوال ہیں (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ۱۸
سے سلام پھیرنے کے بعد تکبیر کہتے تھے جب ان کو علم ہوتا تھا (۲) بعض نے کہا کہ اس کی تکبیرات انتقالات
مراد ہیں اس میں چونکہ چھوٹا سا تھا حضور مجھے نظر نہیں آتے تھے صرف تکبیر کے ذریعہ مجھے علم ہوتا تھا
(۳) اس سے مراد تکبیرات تشریق ہیں یعنی منی میں اور ایام حج کے اندر ان تکبیرات کے ذریعہ پہچانتا تھا
دوسری حدیث حضرت عائشہ کی ہے اس سے بعض لوگوں نے اس مسئلہ پر استدلال کیا کہ نماز کے بعد صرف
اس دعا کے بقدر وقفہ ہونا چاہئے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب اور محمل یہ ہے کہ آنحضور اکرم
علیہ الصلوۃ والسلام مستقبل القبلہ اس دعا کی مقدار کے وقفہ تک رہتے تھے اور اس کے بعد مقتدیوں کی
طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور ما سوا اس کے تمام دعائیں مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑھتے تھے۔
تیسری حدیث حضرت ابو ہریرہ کی ہے **فقراء المہاجرین** اس کے مصداق میں حضرت ابو الدرداء اور حضرت ابوذر غفاری
بھی داخل ہیں جیسا کہ مسند احمد کے اندر ہے **اہل الدثور** دثر کی جمع ہے جس کے معنی مال کثیر کے ہیں اور ۸۹/۱
نعیم مقیم میں مقیم کی قید سے نعیم دنیا سے احتراز کیا **افلا اعلمکم** میں فاء عاطفہ ہے اور عبارت کی
تقدیر ایسے ہے الا اعلمکم فاعلمکم کیا میں تم کو تسلی نہ دوں اور نہ بتلا دوں **تسبقون** اس میں سبقت
زمانی اور سبقت معنوی دونوں مراد ہو سکتی ہیں **لایکون احد افضل منکم** اس جملہ پر دو اعتراض وارد ۳
ہوتے ہیں (۱) ماقبل کے اندر آپ نے فرمایا تھا کہ ایسی چیز بتلا دوں جس کے ذریعہ تم ان کو پالو۔ تو معلوم
ہوا کہ لوگوں سے مساوات مقصود ہیں آگے ہے یعنی اس چیز کے ذریعہ تم ان کے مساوی ہو جاؤ گے اور اس
عبارت سے معلوم ہوا کہ ان سے افضل اور بڑھ جاؤ گے اس کا جواب دیا کہ ادراک فضیلت کے منافی
نہیں ہے (۲) اعتراض یہ ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ تم سے افضل کوئی نہیں مگر وہ شخص جو تمہارے جیسا عمل کرے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان سے افضل ہو جائیگا حالانکہ وہ ان کے برابر ہونا چاہئے جب ان
جیسے عمل کرینگے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلام علی سبیل التنبیہ والترغیب ہے کہ فرض کرو کہ اگر تم سے

959 کوئی پڑھنا چاہے تو وہ شخص پڑھ سکتا ہے حذا الصواب ۔ جبکہ یہ ملا علی کی سبیل الحذف ہے ای مثل ما صنعتم و زاد علیہ ٨٩/٣
ثلثا و ثلثین اس کے اندر دو احتمال ہیں ۔ احتمال اول یہ ہے کہ مجموعہ مجموعہ کیلئے ہو یعنی گیارہ مرتبہ تسبیح، گیارہ ٤
مرتبہ تحمید، گیارہ مرتبہ تکبیر چنانچہ سہیل بن ابی صالح نے یہی معنی سمجھے اور انہوں نے یہی نقل کردیا لیکن اس
مطلب کے تو وہ خود متفرد ہیں صاحب البحر ایک حدیث ابن عمر کی مسند بزار کے اندر لائے ہیں جس کے اندر گیارہ والا
مطلب مذکور ہے لیکن حافظ اسکی سند کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ضعیف ۔ احتمال ثانی یہ ہے کہ علی التوزیع
والتقسیم ہو ۔ دراصل اس باب کے اندر روایات مختلف ہیں بعض کے اندر گیارہ ۔ بعض کے اندر تینتیس
بعض میں پچیس وارد ہوا ہے علامہ مکی الزبیدی شرح ۹ السنۃ میں فرماتے ہیں کہ یہ مختلف اوقات کے اعتبار سے ہے
بعض نے کہا کہ تخییر کیلئے ہے یعنی اسکو اختیار ہے کہ ان میں جتنی مرتبہ چاہے پڑھے ۔ بعض نے کہا کہ احوال
اور اشخاص کے اعتبار سے آپ نے فرمادیا ۔ اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ جس فضیلت کا وعدہ کیا گیا ہے
کیا وہ اسی عدد پر منحصر ہے یا اس سے زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ فضیلت اسی عدد پر
منحصر ہے حافظ عراقی فرماتے ہیں کہ اس سے زیادہ پر بھی فضیلت ملے گی ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ
اگر وہ سنت ہونے کی وجہ سے پڑھتا ہے اور زیادتی کرتا ہے تو فضیلت کا مستحق ہے اور اگر بغیر سنت کے خیال
966 کے بے خیالی میں آگے گنتی پڑھتا ہے تو یہ فضیلت اسکو نہیں ملیگی چوتھی حدیث کے اندر لفظ وارد ہوا
ہے معقبات وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ کلمات ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں یا اس وجہ سے کہ نماز کے بعد آتے ہیں ۔
968 الفصل الثانی :۔ عن ابی امامۃ قال، عن عقبۃ بن عامر عن النبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٧٩/١١
جوف اللیل الآخر جوف یہ لیل کی صفت ہوگی یعنی آخری رات کے درمیانی حصہ کے اندر مثلاً اگر رات بارہ گھنٹے
کی ہوتی ہے تو آخر کے چار گھنٹوں کا وسط مراد ہوگا ۔ یا جوف لفظ آخر کی صفت ہے آخری وقت کے درمیانی
969 حصہ مراد ہوگا ۔ دوسری حدیث حضرت عقبہ کی ہے جسکے اندر لفظ المعوذات کے مصداق میں قل اعوذ برب الفلق اور ١٢
قل اعوذ برب الناس کے علاوہ وہ ممکن ہے کہ تیسرا قل ہو اللہ احد ہو جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ پڑھنے کا
حکم ہے اور ایسے ہی ابو نعیم نے بشر بن معاویہ کی روایت نقل کی ہے جسکے اندر ان تینوں پر معوذ کا اطلاق
کیا گیا ہے حضرت سہارنپوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قل یا ایہا الکافرون بھی ان کے ساتھ داخل ہے
تیسری حدیث کے اندر وُلْدِ آدم کے عتق کا ذکر ہے حالانکہ ان کو رقیق بنانا بھی جائز نہیں ہے لہذا حضور نے
ان کے اعتاق پر فضیلت کا حکم کیسے مرتب فرمایا ۔ جواب یہ ہے کہ اولاد عرب کو غلام بنانا بالاتفاق جائز نہیں
بلکہ اس کے عدم جواز میں اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے لہذا
شافعیہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ حنفیہ پر اعتراض ہے اسکا جواب انہوں نے خود دیا ہے کہ غلام شرعیہ جو جنگی
970 یا اگر اشتباہ کی وجہ سے غلام بن جائیں تب ان کے اعتاق کا یہ حکم ہے ۔ آخر حدیث کے اندر جو جملہ ١٣
ان اعتق رقبۃ آیا ہے اس کا اگر ولد اسماعیل مراد ہے تو یہ من باب الاکتفاء ہوگا اور اگر یہ عام ہے
972 صبح اور عصر کے درمیان فرق کی وجہ یہ ہوگی کہ صبح کا وقت کام کاج اور شغل کا ہوتا ہے ۔ ١٤
الفصل الثالث :۔ عن الازرق بن قیس عن علی قال عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ١٦
974 اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز اور سنن کے درمیان فصل ہونا چاہئے وصل مکروہ ہے دوسری حدیث حضرت علی کی ٢٦

974 جس کے متعلق مصنف نے فرمایا اسنادہ ضعیف وہ ہے جس کے دو راوی حجر عرقی ۔ نہشل دونوں ضعیف ہیں 90/1
977 تیسری حدیث حضرت ابن عمرؓ کی ہے جس کے اندر ہے فقال رجل منا لم یحرم اس رجل کے متعلق بعض نے حضرت ابو ہریرہ 90/6
نقل کیا ہے یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ۔ صوت بالا کا بیان مکمل ہوگیا اب ان افعال کا بیان ہے جو نقصان یا سبب ہیں

باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ وما یباح منہ

978 الفصل الاول :- عن معاویۃ بن الحکم قال بینا انا اصلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 90/10
اس حدیث سے معلوم ہوا کلام فی الصلوٰۃ جائز نہیں ہے چنانچہ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عامداً تکلم کا
سنتو ہے اگر کلام کرے اندر وہ اصلاح صلوٰۃ کیلئے ہو تو نماز فاسد ہو جائیگی ۔ لیکن ائمہ اربعہ میں چند جزئیات
کے اندر اختلاف ہے حنفیہ اور حنابلہ کا راجح قول یہ ہے کہ مطلق کلام مفسد ہے خواہ اصلاح کیلئے ہو یا بھو
عامداً ہو یا ساھیاً ۔ ناسیاً ہو ۔ شافعیہ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص جاہلاً کلام کرتا ہے یعنی اس کو حرمت کا
اسکو علم نہیں ہے یا بھول کر یا سبقت لسانی کی بناء پر کلام کرتا ہے تو مفسد نہیں ہے اور اگر عامداً اور جاہلاً تھوڑا کلام
کلام کرتا ہے تو مفسد ہے ۔ مالکیہ فرماتے ہیں اصلاح صلوٰۃ کیلئے عمداً تھوڑا سا کلام بھی مفسد صلوٰۃ نہیں ہے
حنابلہ اور حنفیہ کا مستدل وہ روایت ہے جو قرآن کے اندر ہے ان صلوتنا ہذہ لا یصلح فیہا شیئ من کلام الناس اور ابوداؤد
کے اندر ہے ان ہذہ الصلوٰۃ لا یحل فیہا اور اسی قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور ان کے اندر نفی کا صیغہ ہوا
گیا ہے جو اپنے عموم کی وجہ سے ہر قسم کو شامل ہے دوسرا استدلال حنفیہ کا ابن مسعود کی حدیث ہے جو اس
متن والی حدیث معاویہ کا بعد ہے اور ایسے ہی ابن مسعود کی حدیث دوسری مسند حمیدی اور مسند احمد میں موجود ہے
شافعیہ اور مالکیہ کا مستدل جو حدیث ہے جو ص ۹۲ آخری صفحہ پر ابن سیرین سے مروی ہے ان کا دوسرا
مستدل ہے رفع عن امتی الخطاء والنسیان اور تیسرا استدلال ان کا یہ ہے کہ سہواً السلام سے نماز باطل نہیں
ہوتی ہے تو السلام کالکلام ہذا کلام کا حکم بھی یہی ہوگا ۔ ہمارا پہلا مستدل تو یہ حدیث معاویہ ہے اور دوسرا مستدل
حضرت ابن مسعود کی حدیث ہے اس پر شافعیہ نے اشکال کیا ہے اس کے اندر جو حبشہ سے واپسی کا ذکر ہے
وہ واپسی ابن مسعود کی حبشہ سے مدینہ کی طرف ہوئی تھی اور ہمارا استدلال ابن سیرین کی حدیث جس کے اندر
ذوالیدین کا ذکر ہے یہ حدیث بعد کی ہے لہذا ہماری حدیث مؤخر ہے اور اس سے معلوم ہوا آپ نے ناسیاً
کلام کیا تھا لہذا ناسیاً کلام جائز ہے اور مالکیہ کہتے ہیں صحابہ نے جو عمداً کلام کیا وہ اصلاح صلوٰۃ کیلئے تھا
وہ جائز ہے اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حبشہ کی طرف ہجرت دو مرتبہ ہوئی پہلی مرتبہ جب ہجرت کرکے گئے پھر
آئے تو مکہ کی طرف واپسی ہوئی تھی اور دوسری مرتبہ مشرکین مکہ کی تکلیف پر ہجرت کی تو اس کے بعد واپسی مدینہ
کی طرف ہوئی اور یہ مدینہ کا واقعہ ہے اس پر اشکال ہوا کہ آپ کا یہ کہنا کہ اس حدیث کے اندر قدوم سے قدوم
آخری الی المدینہ مراد ہے غلط ہے کیونکہ ابن مسعود بدری ہیں اور بدر کا واقعہ ۲ھ میں پیش آیا اور
حبشہ سے ہجرت بدر سے چار یا پانچ سال پہلے آگئے تھے لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ابن مسعود بدر سے چار
پانچ سال بعد مدینہ آئیں اور پھر بدر کے اندر شریک بھی ہو جائیں ۔ بعض لوگوں نے یہ جواب دیا کہ
زید بن ارقم کی ایک حدیث ہے جس کے اندر ہے کنا نتکلم فی الصلوٰۃ فامرنا بالسکوت جب یہ آیت نازل
ہوئی وقوموا للہ قانتین ۔ اور یہ آیت مدنی ہے ایسے ہی زید بن ارقم انصاری اور مدنی ہیں لہذا ابن مسعود

کی حدیث کا محمل بھی یہی ہے جو زید بن ارقم کی حدیث کا ہے دوسرا جواب علامہ ابن ہمام نے نقل کیا ۔ ابن مسعود طبقات
کے اندر لکھا ہے ۔ حبشہ سے صحابہ جو تین مرتبہ آئے ہیں سب سے پہلا مکہ کی طرف واپسی ہوئی اور دوسری مرتبہ
کے متعلق فرماتے ہیں فلما سمعوا بمہاجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی انہوں نے جب حضور کی ہجرت کا ذکر
سنا تو وہ لوگ بھی مدینہ آگئے جن کے اندر تینتیس ۳۳ آدمی تھے آٹھ عورتیں تھیں جنہیں سات کو کفار نے
قید کر لیا تھا اور دو کا انتقال ہو گیا تھا اور پھر اس کے بعد تیسری مرتبہ اور صحابہ جو ہیں آئے تھے مثلاً
ابن مسعود ان لوگوں میں تھے جو ہجرت کی خبر سنکر فوراً مدینہ پہنچے اور پھر یہ لوگ بدر میں بھی شریک ہو گئے
دوسرا اشکال ابن مسعود کی حدیث پر نقاد حدیث نے کیا ۔ جب اس حدیث کے اندر دونوں احتمال ہیں ۔ ان کا واقعہ
مکہ میں ہو اور یا مدینہ میں ہو لہذا اس قرینہ کی بناء پر تم لوگوں نا مدینہ پر محمول کیا جواب یہ ہے کہ خود زید بن
ارقم کی حدیث کے اندر نہینا عن الکلام وارد ہوا ہے اور وہ مدنی ہیں لہذا یہ قرینہ ہے ۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں ۔ قرینہ اور دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا
تو آپ نے نماز کا اعادہ فرمایا تھا یہ قرینہ ہے ۔ ابن مسعود کی حدیث منسوخ نہیں ہے دوسرا استدلال ہمارا
زید بن ارقم کی حدیث ہے اس پر ان لوگوں نے یہ اعتراض کیا ۔ یہ بھی مکہ کا واقعہ ہے اسکا جواب یہ ہے کہ
یہ کہنا آپ کا صراحۃً غلط ہے کیونکہ قوموا للہ قانتین مدنی ہے اور وہ خود مدنی ہیں اور کہتے ہیں ۔
کنا نصلی خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نماز کا جماعت سے پڑھنا مدینہ میں ہوا لہذا یہ خود دلیل
ہے کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اس پر ان لوگوں نے کہا ۔ زید بن ارقم نے دوسروں کے فعل کو اپنی طرف منسوب
کر کے نقل کیا ہوگا جواب یہ ہے کہ جماعت مدینہ میں آکر شروع ہوئی ہے لہذا یہ واقعہ مدینہ کا ہی
ہو تھا اعتراض ان لوگوں نے یہ کیا ۔ ذوالیدین کا واقعہ ابوہریرہ سے مروی ہے اور وہ کہتے ہیں ۔ صلی بنا
اور ان کا ایمان ۷ھ میں ہے جس سے معلوم ہوا ۔ ان کا واقعہ بعد کا اور زید بن ارقم کا پہلے ہے
جواب یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی عادت شریفہ تھی ۔ اپنے علاوہ کے فعل کو اپنی طرف منسوب کرتے تھے
جیسا ۔ حضرت حسن فرماتے ہیں ۔ خطبنا عتبۃ بن غزوان حالانکہ حضرت حسن وہاں موجود نہ تھے
ان لوگوں نے کہا ۔ روایت کے اندر تو بینما اصلی کے الفاظ وارد ہوئے لہذا معلوم ہوا ابوہریرہ نے اپنے
فعل ہی کو نہیں بلکہ خود اپنے فعل کو بھی بیان کیا جواب یہ ہے کہ دراصل روایات مختلف ہیں بعض میں تو
بینما اصلی اور بعض کے اندر صلی بنا اور بعض میں ہے صلی لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی وغیرہ
جس سے معلوم ہوا ۔ بینما اصلی راوی کے ساتھ متفرد ہے ۔ پانچواں اشکال یہ ہوا ۔ عمران بن حصین
ذوالیدین کے واقعہ میں موجود ہیں اور یہ متاخر الاسلام ہیں لہذا یہ حدیث بھی مؤخر ہے ۔ علامہ کشمیری
جواب دیتے ہیں ۔ ان کی حدیث کے اندر دونوں ہی احتمال ہیں کیونکہ اس کے اندر صلی بہم اور ہو سکتا ہے
عمران بن حصین بھی انہی میں ہوں اور ہو سکتا ہے ۔ صرف ان سے [illegible] احتمال
حنفیہ ذوالیدین کے واقعہ کا جواب یہ ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین ہیں اور ذوالشمالین کا انتقال
بدر کے اندر ہو گیا تھا لہذا ابوہریرہ کا یہ کہنا [illegible] یہ غلط ہے بلکہ یہ واقعہ تو
بدر سے بھی پہلے کا ہے [illegible] رہا یہ ۔ دونوں ایک ہیں اسکی دلیل کیا ہے ؟ اسکی دلیل چند ہیں

۲۔ زہری نے اپنی روایت کے اندر بجائے ذوالیدین کے ذوالشمالین کا نام ذکر کیا اور ذوالشمالین نے حضورؐ سے 90/10
کہا۔ اسپر اعتراض کر دیا کہ زہری کو وہم ہوگیا جواب یہ ہے کہ اسکا شاہد عمران بن الحصین موجود ہے
۳۔ ابن سعد نے طبقات کے اندر لکھا ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین ہیں ۴۔ ابن حبان نے ثقات کے
اندر لکھا ہے کہ ذوالیدین ذوالشمال ہیں ۵۔ طبرانی کے اندر ہے کہ ذوالیدین ذوالشمالین ہیں۔
ان لوگوں نے اعتراض کیا کہ ذوالیدین بنو سلیم کے قبیلے سے ہے اور ذوالشمالین بنو خزاعہ کے قبیلے
سے لہذا دونوں ایک کیسے ہوسکتے ہیں جواب یہ ہے کہ سُلیم سے مراد سُلیم بن ملکان ہے اور وہ بنو خزاعہ
کا ایک بطن ہے مسند عزی کے اندر نقل کیا گیا ہے ابو محمد خزاعی سے کہ ذوالشمالین ہمارے اجداد
میں سے ہیں اور وہی ذوالیدین ہیں اور یہ جب ہوگا جبکہ سلیم سے سلیم بن ملکان مراد لیا جائے۔
981 عن ابی ہریرۃ نہی النبی عن عائشۃ قالت عن ابی ہریرۃ قال عن ابی قتادۃ قال عن سہل بن سعد 90/21
اس حدیث پاک کے اندر آنحضرتؐ نے الخصر سے منع فرمایا اسکے معنی میں مختلف اقوال ہیں ۱۔ کوکھ پر ہاتھ
رکھنا ۲۔ مخصرہ کو پکڑنا ۳۔ آیت سجدہ کا اختصار کرنا تاکہ سجدہ تلاوت نہ کرنا پڑے۔
۴۔ آیت سجدہ پر اکتفا کرنا آگے پیچھے سے تلاوت نہ کرنا ۵۔ ارکان کے اندر اختصار کرنا اور
یہ تمام مکروہ ہیں اسوجہ سے کہ اہل نار کی شان ہے دوسرے اسوجہ سے کہ ابلیس کا فعل ہے
982 دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے جسکے اندر نماز میں التفات ادھر ادھر دیکھنے سے ممانعت ہے
لیکن التفات کی چند صورتیں ہیں (۱) گوشہ عین سے دیکھنا یہ جائز ہے (۲) بتحویل الوجہ دیکھنا 21
983 یہ مکروہ ہے (۳) بتحویل الصدر دیکھنا احناف کے نزدیک حرام ہے۔ تیسری حدیث کے اندر
984 آسمان کی طرف نظر اٹھانا جبکہ شوافع کے نزدیک آسمان کی طرف نظر کرنا مکروہ ہے اور جمہور کے 22
نزدیک جائز ہے۔ چوتھی حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ اپنے کاندھے پر امامہ کو بیٹھا رکھا تھا نماز کے
اندر علماء فقہاء کسی شی کو لادنا جمہور کے نزدیک جائز ہے امام مالکؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے
وہ اس حدیث کا جواب۱ دیتے ہیں کہ نوافل پر محمول ہے جواب۲ حضورؐ کی خصوصیت ہے جواب۳
اذا رکع وضعھا واذا رفع اعادھا کے اندر اعادھا کی ضمیر حضورؐ کی طرف مجازاً ہے ورنہ آپ کا فعل نہیں
988 علامہ نووی نے ان کی تردید کردی اور کہا کہ اس کلام کو اٹھایا جائے ان جوابات کی حاجت نہیں ہے
پانچویں حدیث سہل بن سعد کی ہے جس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر دوران نماز میں کسی شی کے دفع کرنے کی ضرورت پیش 91/2
آجائے تو مرد کیلئے اشارہ بالتسبیح اور عورت کیلئے تصفیق (تالی بجانا) کافی ہے یہی مذہب ہے
ائمہ ثلاثہ کا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ مرد و عورت دونوں کیلئے اشارہ تسبیح کے ذریعہ ہوگا التصفیق
کے ذریعہ اشارہ کرکے دفع نہیں کیا جائیگا اس حدیث کا وہ جواب دیتے ہیں کہ انما التصفیق للنساء کا
مطلب تو یہ ہے کہ ~~تصفیق~~ تالی بجانا تو عورتوں کا کام ہے تو گویا یہ جملہ آپؐ نے استہزاءً فرمایا ہے
حقیقۃً مقصود نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ ابوداؤد شریف کے اندر وارد ہوا ہے
والتسبیح للرجال والتصفیق للنساء تو یہاں آپؐ نے امر فرمادیا ہے لہذا وہ عورتوں کیلئے ہوگا
اب فصل ثانی سے احادیث کی علامت جو راوی کے نام سے حدیث کے شروع میں لکھی جائے گی کیونکہ کلام طویل ہوگا

الفصل الثانی

989 عن عبد اللہ بن مسعود مسئلہ:- نمازی کو سلام کرنا کیسا ہے؟ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کے نزدیک جائز ہے ٩١/٤
اسحاق بن راھویہ، عطاء بن مخلد، امام مالک کی ایک روایت۔ حنفیہ کا مذہب یہی ہے کہ مکروہ ہے
دوسری روایت امام مالک کی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جائز ہے اور نمازی اگر جواب دے تو اگر کلام کے
ساتھ جواب دے تو مبطل صلوٰۃ ہے اور اگر اشارہ کے ذریعے جواب دے تو جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور
امام احمد سے ابن قدامہ نے جواز نقل کیا اور امام ابوداود نے منع نقل کیا ہے عن ابن عمرؓ: اس حدیث کے
اندر صرف اشارہ سے جواب دینا ثابت ہے بعض نے کہا کہ آپ کا اشارہ کرنا بیان جواز کیلئے تھا اور بعض نے کہا منع
کرنے کیلئے تھا عن ابی ھریرۃؓ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کے اندر جمائی آجائے تو دفع کرنا چاہئے
علامہ زاھدی نے جمائی دفع کرنے کا طریقہ بیان کیا کہ جمائی کے وقت اگر یہ تصور کرے کہ انبیاء کرام کو
جمائی نہیں آتی تھی تو اسکی جمائی رک جائیگی عن کعب بن عجرۃؓ: اس حدیث سے تشبیک منع ثابت ہوا
994 کیونکہ یہ اصل ابلیس ہے ۲۔ کسل مندی کی علامت ہے ۳۔ اختلاف کی طرف اشارہ ہے کذا قال العینی۔ ١٤
عن عدی بن ثابت عن ابیہ: اس حدیث کے اندر عطاس کو شیطان کی طرف منسوب کیا گیا ہے حالانکہ ایک
999 دوسری حدیث کے اندر کہا گیا کہ عطاس پسندیدہ چیز ہے۔ علماء نے جمع کی صورت یہ بیان کی کہ اس حدیث ٢١
کے اندر عطاس کثرۃ اور شدید عطاس مراد ہے اور دوسری حدیث کے اندر نفس عطاس مراد ہے کیونکہ وہ انشراح
1000 شعالی کے ذکر کا سبب ہے عن مطرف بن عبد اللہ: اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کے اندر رونا ثابت ہے
رونا دو حال سے خالی نہیں ہے یا ذکر جنت کی وجہ سے ہے یا ذکر دنیا کی وجہ سے اول مفسد نہیں اور ثانی مفسد صلوٰۃ ہے ٢٣
1001 عن ابی ذرؓ: نماز کے اندر مسح حصی کی اس حدیث سے ممانعت وارد ہوئی ہے علامہ نوویؒ نے فرماتے ہیں کہ
اس پر اتفاق ہے کہ یہ مکروہ ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اتفاق نقل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ علامہ خطابی نے امام ٢٥
1003 مالک سے نقل کیا ہے کہ اس کا کوئی حرج نہیں بلکہ خود امام مالک سے یہ فعل ثابت ہے عن ام سلمۃ: نفخ فی الصلوٰۃ کے
اندر علماء کا اختلاف ہے ابن بطال نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ قاطع نہیں ہے یہی امام اعظم امام ابو یوسف ٢٦
اشہب مالکی کا مذہب ہے دوسرا قول ہے کہ قاطع ہے تیسرا قول امام صاحب سے منقول کیا گیا ہے کہ
اگر اس پھونک مارنے سے آواز پیدا ہو جائے تو قاطع ہے ورنہ نہیں اصل مذہب حنفیہ یہ ہے کہ اگر
حروف پیدا ہو جائیں تو قاطع ورنہ نہیں امام شافعی کے نزدیک اگر دو حرف کے بقدر آواز ہے تو قاطع ہے ورنہ
1003 عن ابن عمرؓ: آپ نے فرمایا الاختصار فی الصلوٰۃ راحۃ اھل النار۔ اس پر اشکال ہوا کہ اہل نار کیلئے راحت
کہاں ہے اسکا جواب دیا کہ وہ لوگ تھکے ہوئے ہوں گے تو تھکنے کی وجہ سے کوکھ پر ہاتھ رکھیں ٢٧
1004 عن ابی ھریرۃؓ: سانپ اور اس قسم کے جانوروں کو ضرب مختلف کے اندر مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے ٩٢/١
بشرطیکہ وہ ضرب غیر متوالیہ ہوں اور اگر پے در پے ضرب مختلف کے ذریعے تو نماز فاسد ہو جائیگی علامہ حصکفی
1005 فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی عن عائشہؓ: اس حدیث پر دو اشکال ہیں ٣
پہلا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نماز پڑھتے ہوئے قبلہ کی طرف چلے اور دروازہ
کھولا اور دروازہ قبلہ کی جانب میں تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے کہ آپ دائیں یا بائیں کی طرف
چلے تھے اسکا جواب یہ ہے کہ راوی کو شبہ ہو گیا کہ کس طرف دروازہ حائل تھا یا دائیں جانب

[illegible]

1005 یا بائیں جانب اور آپ جاتے تو پڑھا کر کھولتا یا دوسرا احتمال یہ ہے کہ اصل سیر یا اتفاق ہے اسی باب ٩٢ / ٣
پیرا یہ آپ کے گھر کا دروازہ مسجد کے بائیں طرف تھا پس حضرت عائشہ کا یہ کہنا ان الباب کان
1006 فی القبلة کیسے صحیح ہے۔ حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ نے اول جواب دیتے ہیں کہ حضرت عائشہ اور حضرت
حفصہ دونوں کے گھر کے درمیان ایک چھوٹا سا دروازہ تھا وہ اس کی مراد ہے عن طلق بن علی۔ ٥
اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے کہ بناء علی الصلوۃ جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے فرمایا ولیعد الصلوۃ
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ اولویت پر محمول ہے جواب ٢ خروج عن الخلاف پر محمول ہے۔
1008 عن عبد اللہ بن عمرو۔ اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا ہے کہ سلام واجب نہیں ہے اور جو لوگ
اس حدیث کو مضطرب کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر افریقی ایک راوی ہے اس لیے اس کو ضعیف ٧
لیکن ابن قطان نے اس کی توثیق کی ہے نیز اس کا شاہد جعفر بن عوف مسند اسحاق بن راہویہ اور ابو داؤد
1013 الفصل الثالث: عن نافع۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشارہ ہوتا تو سلام کا جواب دیا اور یہی جمہور کا
مذہب ہے لیکن حسن، سعید بن المسیب، ابوہریرہ کے نزدیک کلام کرے تب بھی جواب جائز ہے۔ ١٧

باب السہو (الفصل الاول) ١٨

چونکہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان کے تحت انسان سے نسیان واقع ہوتا رہتا ہے اسی لیے نماز
نہایت اہم امور میں سے ہے اس کے اندر بھی سہو و نسیان کا وقوع ہو سکتا ہے اسی بناء پر مصنف نے ایک
باب مستقل باندھا ہے۔ علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں ایک جماعت حنفیہ سے نقل کیا ہے کہ
نماز کے اندر سہو سے نماز باطل ہو جاتی اور اس پر استدلال ایک بقول سے کیا۔ لیکن جمہور کا قول
نماز باطل نہ ہوگی۔ اور نسیان و سہو کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔ لیکن اس میں اختلاف
ہے کس وقت سجدہ سہو کرے؟ امام صاحب کے نزدیک بعد السلام کرے گا یہی امام شافعی کی ایک
روایت ہے دوسری روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ قبل السلام ہوگا یہی امام احمد کی ایک روایت
امام مالک کے نزدیک اگر کسی رکن کے اندر نقصان ہوا تو قبل السلام اور اگر زیادتی ہوگی تو بعد السلام
سجدہ سہو کرے۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جو صورتیں احادیث کے اندر ہیں ان پر تو ایسے ہی
عمل ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے اور ان کے علاوہ میں اگر نقصان ہے کسی رکن میں تو قبل السلام اور اگر
زیادتی ہے تو بعد السلام سجدہ سہو کرے۔ امام احمد سے امام ترمذی نے نقل کیا کہ احادیث کے اندر جو صورتیں
جیسے ہیں ان پر تو عمل ایسے ہی ہوگا اور اس کے علاوہ میں قبل السلام سجدہ سہو ہوگا۔ حنفیہ کے یہاں چونکہ
ہر صورت میں سلام کے بعد سجدہ سہو ہوگا لہذا اب باب کے اندر جتنی احادیث کے اندر سجدہ قبل السلام کا
ذکر ہے ہمارے نزدیک اس سلام سے سلام قطع مراد ہوگا اور جہاں بعد السلام وارد ہوا اس کی مراد سلام سہو ہے
1016 عن عبد اللہ بن مسعود حنفیہ کے نزدیک رکعت رابعہ کے اندر اگر بیٹھ گیا تو نماز مکمل ہو جائے گی اور ٢٣
ظاہر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رابعہ کے اندر قعدہ کر لیے ہوں گے اور یہ خامسہ کیلئے کھڑے ہوئے ہوں گے
1017 عن ابن سیرین۔ اس حدیث کے متعلق پہلے بھی گزر گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے اور مالکیہ کا مستدل ہے ان کا ٢٦
مسلک یہ ہے کہ کلام ناسیا اور اصلاح صلوۃ کیلئے تھوڑا سا کلام جائز ہے اور ہماری طرف سے جواب

1017 بھی گزر گیا البتہ چند باتیں سنیئے۔ فصل ثانی رسی والا ظہر یا عصر کی نماز ہے اور دوسری ایک روایت
کے اندر تیقن کیا تو عصر کو اور دوسری میں تیقن کیا ظہر کو مصداق قرار دیا گیا وشبک اس حدیث
سے معلوم ہوا آپ نے تشبیک فرمائی حالانکہ وہ ممنوع ہے جواب یہ عمل تشبیک قصدی کی ممانعت ہے اور ٢٤
آپ نے قصداً نہیں کی **فقال لم انس ولم تقصر** یہاں اشکال ہوا حضور تو بھول گئے تھے لہذا لم انس آپ نے ٩٣/٤
کیسے فرما دیا جواب یہ ہے کہ مجموعہ کی آپ نے نفی فرمائی ہے۔۔۔

باب سجود القرآن ١٢

علماء کا اختلاف ہے اس بات کے اندر کہ قرآن میں کتنے سجدے ہیں (١) حنفیہ کے نزدیک چودہ سجدے ہیں
سورہ حج کا دوسرا السجدہ نہیں ہے اور سورہ ص کا سجدہ ہے (٢) امام شافعی امام احمد ایک روایت کے اندر
فرماتے ہیں کہ چودہ ہیں لیکن ان لوگوں کے نزدیک سورہ حج کا دوسرا السجدہ داخل ہے اور سورہ ص
کا سجدہ خارج ہے (٣) امام احمد کی دوسری روایت کے اندر ہے کہ پندرہ سجدے ہیں (٤) امام مالک کے
نزدیک گیارہ سجدے ہیں سورہ حج اور مفصل کے سجدے خارج ہیں۔ امام شافعی اور امام احمد حضرت
عقبہ بن عامر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں کہ اس کے اندر مشرح بن ھاعان
ایک راوی ہے جو ضعیف ہے اور امام مالک کا استدلال حضرت ابن عباس کی حدیث سے ہے کہ ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لم یسجد فی شیء من المفصل الخ ہماری طرف سے جواب ١ یہ ہے کہ یہ حدیث نافی ہے اور جو
ہمارا مستدل ہے وہ مثبت ہے اور مثبت راجح ہوتا ہے جواب ٢ اس کے اندر ایک راوی حارث
ابن عبید ابو قدامۃ الایادی ہے جو ضعیف ہے۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ اس سجدہ کا کیا حکم
ہے؟ اس کے اندر اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔ امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنت
مؤکدہ ہے امام مالک کی ایک روایت ہے کہ سنت مؤکدہ اور دوسری روایت ہے کہ افضل ہے۔
ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ پر تو سجدہ کا حکم دیا کسی جگہ پر سجدہ نہ کرنے پر نکیر
فرمائی اور کسی مقام پر سجدہ کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی لہذا جہاں امر کا صیغہ ہے اسکو کرنا تو واجب
اور جہاں نکیر فرمائی ہے ترک پر تو اسکو بھی واجب ہے کہ عمل کریں اور جس جگہ فضیلت بیان کی ہے تو
اہل فضل کا اتباع بھی واجب ہے اب اشکال ہوا کہ جب وجوب کو آپ نے قرآن سے ثابت کیا ہے تو پھر
فرض ہونا چاہیے اسکا جواب ہے کہ قطعی الدلالۃ نہ ہونے کی وجہ سے فرضیت نہیں ہوگی ہے تیسرا مسئلہ
یہ ہے کہ آدمی تین حال سے خالی نہیں ہے یا تو قراءۃ قرآن کرنے والا ہوگا یا مستمع بالقصد ہوگا یا سامع بلا قصد
ہوگا اول اور ثانی پر اہل علم کے نزدیک سجدہ تلاوت ہے اور بلا ارادہ سننے والے میں علماء کا
اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اس پر بھی واجب ہے اور اکثرین کے نزدیک واجب نہیں ہے۔

الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث پر اشکال ہوا کہ مسلمانوں کا سجدہ کرنا تو آپ کے اتباع کی وجہ سے تھا ٩٣/١٢
1023 لیکن مشرکین نے سجدہ کیوں کیا اسکا جواب ١ بعض علماء نے یہ دیا کہ آپ جب نماز کے اندر والنجم پڑھ رہے تھے تو
چونکہ آپ نہایت ترتیل سے پڑھ رہے تھے اسلئے شیطان نے درمیان میں آکر یہ الفاظ
آپ کی طرح کہلا دیئے تلک الغرانیق العلی۔ وان شفاعتھن لترتجی۔ لیکن دوسرے علماء اس جواب کے

1023 ادا کر دیا کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا کہ شیطان کا غلبہ آپ پر ہو جاتا ہو ان لوگوں میں علامہ عینی قاضی عیاض ۹۳/۱۷
علامہ فخر الدین وغیرہ بھی ہیں لیکن حافظ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اس واقعہ کی حقیقت ثابت ہے اور توجیہ
یہ ہے کہ چونکہ آپ نہایت ترتیل سے پڑھ رہے تھے لہذا درمیان میں وقفہ پا کر یہ جملے اس شخص نے پڑھ دیئے
جو لوگ اس واقعہ کے قائل نہیں ان کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے ان آیتوں پر جب سجدہ کیا تو کفار
و مشرکین پر عظمت الٰہی اور قدرت الٰہی کا اتنا غلبہ ہوا کہ وہ لوگ بھی سجدہ میں گر پڑے۔

1026 عن زید بن ثابت: شوافع نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ بلا تقصیر اور بحث سجدہ تلاوت واجب نہیں ۲۰
ورنہ آپ ضرور سجدہ کرتے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ نے فی الفور سجدہ نہیں کیا اس کے بعد کر لیا ہوگا۔

1027 عن ابن عباس: اس حدیث کے اندر لفظ عزائم عزیمۃ کی جمع ہے جیسا کہ سنی سے اجتہاد کر کا ہو رہا ۲۱
سجدہ مقلب یہ ہوا کہ وہ سجدہ فرض نہیں اس کا مطلب یہ لازم ہی آیا کہ واجب ہو اور شوافع کا استدلال اسکا کی

1029 کی بنا پر ختم ہو گیا۔ الفصل الثانی عن عمرو بن العاص: یہ حدیث حنابلہ کی مستدل ہے
شوافع نے سورہ حج میں لیکن حنفیہ نے سورہ حج کا استثنا کیا ہے عن ابن عباس یہ حدیث مالکیہ کا مستدل ہے ۲۳ ۹۴/۲

1034 اس کا جواب ہو چکا گزر گیا ہے عن عائشہ: اس حدیث سجدہ کے اندر صفیہ کا دعا پڑھنا ثابت ۳

1035 ہوا چنانچہ علماء کے نزدیک یہ ادعیہ سجدہ کے اندر جائز نہیں ابو حنیفہ کے نزدیک دعا تسبیح اول ہے

1036 عن ابن عباس: اس حدیث کے اندر جو جملہ چل آیا ہے اسکی ابو سعید خدری مراد ہیں چنانچہ انہی سے ۴
ترمذی کے اندر روایت موجود ہے اور درخت کا دعا پڑھنا یا اس کو سنانا اللہ تعالیٰ نے اسکے اندر
قوت نطق پیدا فرما دی ہوگی۔ یا اس کی کسی فرشتہ کو مقرر فرما دیا ہوگا جو اسکی طرف سے پڑھ رہا ہوگا۔

الفصل الثالث عن ابن مسعود: اس حدیث کے اندر شیخا کی تفسیر امیۃ بن خلف سے کی گئی ہے دوسرا قول ہے کہ ولید ابن مغیرہ ۹

1038 باب اوقات النہی (الفصل الاول) ۹۴/۱۲

حضرت امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک اوقات نہی پانچ ہیں بعد الفجر۔ بعد العصر۔ طلوع شمس
استواء الشمس۔ غروب شمس۔ امام مالک کے نزدیک چار ہیں استواء کو خارج مانتے ہیں۔
ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اوقات نہی تین ہیں طلوع۔ غروب۔ استواء ان کا مستدل عقبہ بن
عامر کی حدیث ہے اور امام مالک کی دلیل کے متعلق ابو الولید بن رشد فرماتے ہیں کہ چونکہ
امام مالک نے اہل مدینہ کا عمل دیکھا کہ وہ دوپہر کو نماز پڑھتے ہیں اس لئے انہوں نے استواء کو
اوقات نہی میں شمار نہیں فرمایا ہم کہتے ہیں کہ حضور سے صراحۃً ثابت ہے لہذا کسی کا عمل قابل
اعتبار نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک طلوع۔ غروب۔ استواء ان تینوں حالتوں میں نوافل۔
ادا۔ قضاء وغیرہ کچھ نہیں پڑھ سکتا سوائے اسی دن کے عصر کے۔ اور باقی دو وقت یعنی
بعد الفجر والعصر ان دونوں میں قضاء پڑھ سکتا ہے نوافل نہیں پڑھ سکتا لیکن اگر نوافل
پڑھے گا تو ہو جائیں گی ایسے ہی اگر کوئی آیت سجدہ تلاوت کی یا کوئی جنازہ آ گیا تو اسی وقت
سجدہ اور نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قضاء نماز مطلقاً پانچوں
وقت کے اندر جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ قضاء کیے نوافل وہ بھی جائز ہے اور

امام شافعی فرماتے ہیں کہ وہ تمام نمازیں جائز ہیں جو ذوات الاسباب ہیں چنانچہ طواف اگر کوئی ان ۹۴ / ۱۲
اوقات میں کرے تو تحیۃ طواف اسی وقت ادا کر لیگا عن عقبۃ بن عامر ان نقبر فیها موتانا ۱۵
1040 مراد ان نصلی ہے قرینہ مقابل کی وجہ سے عن کریب الخ :- اس حدیث سے شافعیہ استدلال کرتے ہیں کہ عصر ۲۶
1043 کے بعد نماز کی قضاء ادا کر سکتا ہے حنفیہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں چونکہ قضاء نہیں ہے اسلئے ان کے نزدیک نہی
والی روایات راجح ہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے چنانچہ
امام طحاوی نے فرمایا ام سلمہ نے حضور سے سوال کیا ہم بھی قضاء کریں آپ نے منع فرمایا اور دوسرا جواب
1044 اس حدیث کا یہ ہے کہ منسوخ ہے اور محرم کو ترجیح دی جاتی ہے مبیح پر **الفصل الثانی** ۹۵ / ۴
عن محمد بن ابراهيم :- اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ سنت فجر کو نماز کے بعد طلوع شمس
سے قبل بھی پڑھ سکتا ہے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ بعد طلوع شمس کے پڑھ سکتا ہے ہماری طرف سے شافعیہ
کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور اگر ان کے نزدیک استدلال صحیح بھی ہے
1045 **عن جبیر بن مطعم** :- اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ صلوۃ طواف اوقات مکروہہ میں ۷
بھی پڑھ سکتا ہے کیونکہ حضور نے فرمایا صلی ایۃ ساعۃ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اس سے مراد مکروہ
وقت کے علاوہ ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ روایات نہی راجح ہیں۔ نیز وہ محرم ہیں اور یہ مبیح۔
1046 **عن ابی هریرۃ** :- امام شافعی امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن استواء کے وقت نماز جائز ہے ۹
امام احمد کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نہیں پڑھ سکتا امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ شافعیہ اسی حدیث
اور اسکے بعد والی ابو الخلیل کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہماری طرف سے دوسری حدیث کا جواب تو
یہ ہے کہ یہ منقطع ہے اور اسکے علاوہ وہ معتبر نہیں اور اول حدیث کا جواب یعنی ابو ہریرہ والی روایت
کا جواب یہ ہے کہ اسکے اندر اسحاق بن عبد اللہ بن فروہ ایک راوی ہے جسکے متعلق سراج الدین بلقینی نے
1048 تصریح کی ہے کہ وہ ضعیف ہے نیز اس مبیح پر محرم کو ترجیح ہوگی **الفصل الثالث عن ابی** ۱۱
بصرۃ الغفاری :- کان اجرہ مرتین دو مرتبہ کا ثواب اس وجہ سے ہے کہ ایک تو اس نماز کو پڑھی
دوسرے یہ اسپر محافظت کی المخمص بعض نے اسکو منزل کے وزن پر بعض نے مقدس اور بعض نے مقعد کے وزن
1051 پر اسکو ضبط کیا ہے **عن ابی ذر** :- اس حدیث شریف کے اندر مکہ کا استثناء کیا گیا ہے لیکن ۱۲
امام احمد اور امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ سب مواضع و مقامات برابر ہیں امام شافعی نے اپنا مسلک اسی
حدیث سے ثابت فرمایا اور مکہ کی تخصیص کی ہے ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ مضطرب ہے
جواب ۲ ضعیف ہے اسکے اندر ایک راوی عبد اللہ بن مؤمل ہے جو ضعیف ہے۔

باب الجماعۃ وفضلها ۱۹

جماعت کی شرعی حیثیت کیا ہے اسکے اندر علماء کا اختلاف ہے (۱) امام احمد۔ اوزاعی۔ اسحاق
بن راہویہ۔ ابو ثور۔ ابن المنذر۔ ابن خزیمہ ان تمام کے نزدیک فرض عین ہے (۲) فرض کفایہ ہے
امام شافعی کا ایک قول حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں بھی ایک روایت یہی ہے (۳) شافعیہ۔ مالکیہ۔ حنفیہ
کی دوسری روایت ہے کہ سنت مؤکدہ ہے (۴) امام طحاوی اور کرخی کا مختار یہ ہے کہ واجب ہے

جو لوگ کہتے ہیں کہ فرض عین ہے ان کے اندر اختلاف ہے کہ شرط صحت صلوٰۃ ہے یا نہیں داود ظاہری کے نزدیک شرط ہے ٩٥
اور امام احمد کے نزدیک شرط صحت صلوٰۃ نہیں ہے۔ امام احمد کا استدلال ان روایات سے ہے جنکے اندر جماعت کے
ترک پر آپؐ نے وعید فرمائی ہے۔ داود ظاہری فرماتے ہیں کہ چونکہ آپؐ نے گھر جلانے کا ارادہ فرمایا یہ ارادہ
جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ فرض اور ~~[illegible]~~ شرط صحت صلوٰۃ ہو۔ جو لوگ وجوب و فرض کے قائل نہیں ہیں وہ استدلال
کرتے ہیں حضرت ابو بکرہ کی روایت سے کہ انہوں نے منفرداً نماز پڑھی تو آپؐ نے فرمایا زادک اللہ خیراً اور استدلال
اسبات سے جبکہ آپؐ اس وجہ سے کہ پہلی حدیث کے اندر صلوٰۃ جماعت کو افضل قرار دیا اور مفضول علیہ صلوٰۃ
منفرد ہے اور نفس فضیلت مفضول علیہ میں بھی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ فضیلت صلوٰۃ منفرد میں بھی ہے

1053 **الفصل الاول عن ابی ہریرۃ:-** اس حدیث کے اندر جن لوگوں کے گھروں کو جلانے کا آپؐ نے ارادہ کیا ٢٠
ہے ان لوگوں میں اختلاف ہے کہ کون تھے بعض کی رائے ہے کہ منافقین تھے۔ بعض نے کہا کہ مسلمان تھے
گھر والے بیٹے ہیں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ آپؐ نے صرف جلانے کا قصد کیا تھا جلایا نہیں اور اس تقریر
پر ان لوگوں کا استدلال بھی ختم ہو گیا جو نماز باجماعت کے فرض اور شرط صحت صلوٰۃ ہونے کے قائل ہیں۔
1054 ابن فرحون مالکی کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں سے مومنین مراد ہیں۔ **وعنہ قال:-** یہ آنے والے
اعمیٰ حضرت ابن ام مکتوم ہیں اس حدیث سے بھی ان لوگوں نے استدلال کیا جو وجوب کے قائل ہیں۔ سنیت کے ٢٣
جو لوگ قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ آپؐ نے ایک افضل شی کی طرف بلایا ہے

1056 **وعنہ قال:-** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نماز کا وقت قریب ہو اور کھانا بھی تیار ہو تو پہلے کھانے ٢٧
سے فارغ ہو جائے پھر اطمینان سے نماز پڑھے لیکن آگے دوسری حدیث حضرت جابر سے مروی ہے
لا تؤخروا الصلوٰۃ لطعام ولا لغیرہ۔ ان دونوں حدیثوں میں تعارض کا دفعیہ اسطرح ہے کہ ابن عمر
کی حدیث توقان نفس پر محمول ہے یعنی اگر نہایت جوش اور اشتہاء کھانے کی ہے تو پہلے اس سے فارغ
ہو جائے۔ اور حضرت جابر کی حدیث عدم توقان نفس کی حالت پر محمول ہے۔ دوسرا دفعیہ یہ ہے
کہ ابن عمر کی حدیث اس وقت پر محمول ہے جبکہ کھانا سامنے آ جائے اور دوسری حدیث اس وقت پر جبکہ سامنے نہ آیا ہو

1058 **عن ابی ہریرۃ:-** اگر اقامت صلوٰۃ ہو چکی تو ظاہریہ کے نزدیک اگر اپنی نماز شروع کر لیا تو نماز ٩٦/٣
نہیں ہوگی۔ ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ اگر اپنی نماز شروع کر دی تو اسکو پوری کر کے جماعت کی نماز
میں ملجائے۔ البتہ سنت فجر کے اندر بھی اختلاف ہے حنفیہ کے نزدیک اگر قعدہ کے ملنے کی امید ہے تو
سنت فجر ادا کرے ورنہ نہیں مالکیہ کے نزدیک اگر رکعت اول فوت ہونے کا احتمال ہے تو سنت کو ترک کر دے
ظاہریہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ لا صلوٰۃ الا المکتوبۃ کا مطلب ہے کہ
لا صلوٰۃ کاملۃ الا المکتوبۃ۔ اور مکتوبہ کا جو استثناء کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس بارے
میں تاکید وارد ہوا ہے۔ حنابلہ۔ شافعیہ حنابلہ کے نزدیک اقامت کے بعد ہر قسم کی نماز منع ہے
1059 اسکو چاہیئے کہ جماعت ہی میں مشغول ہو جائے۔ **عن ابن عمر:-** مسجد کے اندر جوان عورت کا آنا جائز نہیں ہے ٤
البتہ بوڑھی عورت کے بارے میں امام صاحب کے نزدیک ظہر و عصر میں حاضر ہونا جائز نہیں باقی میں جائز ہے
اور صاحبین کے نزدیک پانچوں نمازوں میں جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک ہر نماز کے لیے جوان و بوڑھی سب کو

1059 آنا جائز ہے ۔ امام مالک سے تفریق کا قول نقل کیا گیا ہے یعنی مرد کیلئے جائز اور عورت کیلئے جائز نہیں ہے ٩٦/٢
دراصل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجد میں آیا کرتی تھیں اسلئے جواز کے قائل ہیں
لیکن اب فساد زمانہ ہے اسکی وجہ سے اب بالکلیہ ہر ایک کیلئے ممنوع ہے بدلیل کل ما فتح لا قطعاً

1063 **الفصل الثانی** عن ابن مسعود :- چونکہ عورت کیلئے تستر مطلوب ہے اسلئے آپ نے مبالغتاً گھر کے اندر ٨
مخدع کا ذکر فرما دیا۔ مخدع کہتے ہیں چھوٹی سی کوٹھری جو کمرے کے اندر سامان وغیرہ کی حفاظت کیلئے بنائی جاتی
ابن حزم ظاہری نے المحلی کے اندر اپنی سند کیساتھ اسی حدیث کو ذکر کیا اور اسکے اندر اس لفظ کی تصحیف ہو گئی
1061 اور مخدعہا کے بجائے مسجدہا کا ذکر کر دیا۔ عن ابی ھریرۃ :- علامہ ابن الملک فرماتے ہیں اصفر کا ٨
استعمال حتی تغتسل زجر شدید پر مبنی ہے من الجنابۃ عطف ہے عارۃ پر فرماتے ہیں اگر اس نے تمام بدن کو خوشبو
لگائی ہے تو تمام بدن کا غسل کرے جیسا کہ جنابت کے اندر اور اگر تمام بدن کو نہیں بلکہ جس حصے کو لگائی ہے اس کو
1066 دھوئے عن ابی بن کعب :- اس حدیث کے اندر صلوٰتین سے فجر اور عشاء مراد ہے ١٢
جیسا کہ مسند احمد میں تصریح ہے مثل صف الملائکۃ قرب الی اور بعید من الشیطان کے اندر تشبیہ دی ١٥
حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے اس حدیث کی بنا پر ایک روایت کے اندر اسفار میں
نماز فجر پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ وہ تکثیر کا سبب ہے اور اس حدیث سے تکثیر کی فضیلت معلوم ہوئی
1068 عن ابن عباس :- جو لوگ فرضیت جماعت کے قائل ہیں وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو لوگ ١٩
سنت مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں وہ جواب ۱ دیتے ہیں یہ فرد نادر ہے جواب ۲ نفی کمال پر محمول ہے۔
1070 عن ثوبان :- ابن خزیمہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی روایت ٢٢
صحیحین میں ایک گذر چکی کہ آپ نماز کے اندر یہ دعا پڑھتے اللھم باعد بینی وبین خطایای الخ اور اسکے اندر
آپ نے خود کا صیغہ استعمال کیا اور صرف اپنے لئے دعا فرمائی لہذا یہ حدیث موضوع ہے۔ لیکن علامہ ابن
قیم نے اپنے استاذ علامہ ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث ان ادعیہ کے لئے ہے جس میں امام اور
مقتدی دونوں شریک ہیں لہذا اسکو موضوع قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت اقدس مولانا گنگوہی
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ دعا ہے جسکو وہ اپنے اوپر قصر کرے جیسا کہ منقول ہے کہ
ایک اعرابی آیا اور اس نے یہ دعا پڑھی اللھم ارحمنی ومحمداً ولا ترحم معنا احداً حضور نے فرمایا اسکو
سنکر لقد حجرت واسعاً یعنی تو نے اللہ کی وسیع رحمت کے اندر تنگی پیدا کر دی ہے۔ حافظ عسقلانی
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ دعائیں ہیں جو صرف امام کیلئے مشروع ہیں مقتدی کیلئے مشروع
نہیں ہیں لہذا اس دعا کے اندر صرف اپنے آپ ہی کو خاص نہ کرے بلکہ مقتدی کو بھی شامل کرے
کیونکہ وہ خود اس دعا کو نہیں پڑھ سکتا اور جو دعائیں اسکے لئے بھی مشروع ہیں ان کو تو وہ
1072 خود بھی پڑھ لیگا **الفصل الثالث** عن عبد اللہ بن مسعود :- اس حدیث کے اندر ٢٦
آگے چلکر آپ نے فرمایا لترکتم سنۃ نبیکم اس سے ان لوگوں نے استدلال کیا جو قائل ہیں کہ جماعت ٩٧/٣
سنت مؤکدہ ہے۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ سنت کے مؤکدہ وغیر مؤکدہ ہونے کے بعد کی اصطلاحات
اور حادثات ہیں اصل میں سنت مؤکدہ مراد لینا صحیح نہیں ہے بلکہ اس سے مراد طریقہ ثابتہ سنت ہے۔

1073 1074 عن ابی ھریرۃ :- اس حدیث کے اندر ابو حشرہ ایک راوی ہیں جو ضعیف ہے وعنہ قال :- جو شخص مسجد کے ٩٧/٩
اندر آئے اور وہاں اذان ہو چکی تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس نے نماز پڑھ لی یا نہیں اگر نہیں پڑھی
تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکو کوئی عذر یا خانہ پیشاب وغیرہ جیسا پیش ہوگا یا نہیں اگر کوئی عذر
ہے تو نکلے اور پھر واپس اس مسجد کے اندر آئے اور اگر کوئی عذر نہیں ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو
اس پر کسی دوسری مسجد کا انتظام موقوف ہوگا یا نہیں اگر موقوف ہے تو نکلنا جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے
اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو اقامت شروع ہوگی یا نہیں اگر شروع نہیں
ہوئی تو نکلنا جائز ہے اور اگر شروع ہوگئی تو ظہر و عشاء کے اندر نکلنا جائز نہیں بقیہ میں جائز ہے

1079 عن ام الدرداء :- اس حدیث کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) ان کا غصہ اس وجہ سے تھا ١٤
کہ حضور کے زمانے میں جتنے امور تھے ان سب میں آج کل لوگ اختلاف کرنے لگے بس ایک جماعت ایسا
1082 امر ہے جو ابتک باقی ہے (۲) ایک جماعت کا امر باقی تھا اب اس میں بھی لوگ اختلاف کرنے لگے ۔

عن بلال :- حضرت ابن عمر کی ناراضگی کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے محاربہ کے طور پر اپنا کلام حضور ١٩
کے کلام کے مقابلہ میں پیش کیا تھا اور مقصود حضرت بلال کا یہ تھا کہ آج کل فتنہ و فساد کا زمانہ ہے اسلئے
1084 ہم منع کریں گے فسبہ سباً اور یہ گالی تھی کہ حضرت ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا تھا عن مجاھد : ٢٣
اس حدیث کا خلاصہ اس کے پہلا حدیث کے مثل ہے اسکے اندر فقال ابنٌ سے مراد حضرت عبد اللہ کے فرزند ٢٤
جنکا نام واقد ہے وہ مراد ہیں بعض نے کہا کہ اس سے حضرت بلال مراد ہیں دونوں کا ذکر مسلم شریف میں ہے

باب تسویۃ الصفوف ٢٥

تسویۃ الصف کی تفسیر علامہ طیبی نے تفسیر کی ہے یعنی اعتدال القائمین فی سمت واحد اسکے حکم میں
اختلاف ہے امام احمد، امام شافعی، امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ سنت ہے۔ ابن حزم ظاہری کے نزدیک
فرض ہے اگر ترک کر دیا تو نماز باطل ہو جائیگی۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ واجب ہے لیکن چونکہ حقیقت
صلوٰۃ کے اندر نہیں ہے اسلئے اسکے ترک سے فساد لازم نہیں آئیگی ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضرت
عمر اور حضرت بلال نے اور دوسرے صحابہ نے اسکے ترک پر نکیر فرمائی ہے اور نکیر ترک فرض پر ہوتی ہے
1085 ہماری طرف سے جواب یہ کہ یہ کوئی قرینہ نہیں ہے **الفصل الاول عن نعمان بن بشیر :-** ٢٥
اس حدیث کے اندر وارد ہوا او لیخالفن اللہ وجوھھم اسکا پہلا مطلب تو یہ کہ اللہ تعالیٰ چہرے کو آگے
سے پیچھے کی طرف پھیر دیگا دوسرا مطلب یہ کہ قلوب میں مخالفت پیدا کر دینگے جس کی وجہ سے ایک
1087 دوسرے سے اپنا چہرہ پھیر لیگا وعنہ قال :- علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے تسویۃ الصف کے معنی علاوہ یہ ٩٨/٣
بیان کئے کہ سد الخلل فی الصف اور دوسرے معنی وہ جو اوپر باب کے شروع میں گذرے اس حدیث
سے ابن حزم ظاہری نے وجوب پر استدلال کیا لیکن دوسرے الفاظ اسی حدیث کے اندر یہ بھی آئے ہیں
فان اقامۃ الصفوف من حسن الصلوٰۃ اور اس سے ابن بطال نے عدم وجوب پر استدلال کیا ابن بطال
پر اعتراض ہوا کہ مسلم شریف میں ہے من تمام الصلوٰۃ اور تمام کی بغیر شئی مکمل نہیں ہوتی
اسکا جواب علامہ ابن دقیق العید نے یہ دیا کہ تمام کے دو معنی ہیں۔ معنی عرفی۔ اور معنی وضعی ہے

1087 اور معنی عرفی یہ ہیں امر ذا اثر علی الشئی لا یتعین علیہ وجود الشئی اور معنی وضعی یہ ہیں وہ امر جس پر شئی کا 98/3
معنی موقوف ہو۔ اور یہاں معنی عرفی مراد ہیں معنی وضعی تام کے مراد نہیں لیکن علامہ عینی اور حافظ ابن حجر
نے اس جواب کو رد کر دیا اور اسی وجہ سے یہ لوگ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔
1088 **عن ابو مسعود:** — لا تختلفوا علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اختلاف ظاہر اختلاف باطن کا سبب ہوتا ہے 4
حتی کہ اطباء نے لکھا ہے کہ اگر آدمی کوئی سرخ رنگ کا کپڑا پہن لے تو خون کے اندر دوران شروع ہو جاتا ہے
لیلنی اسکے اندر دونوں روایت ہیں ایک لیلنی اور ایک لیلی اولو الاحلام والنہی اس سے مراد عقلمند و دانشمند ہیں
1089 **عن عبد اللہ بن مسعود:** — چونکہ حضور نے تسویۃ الصفوف کا حکم دیا تھا تو احتمال تھا کہ سیدھا کرنے 6
کے وقت شور و شغب ہو اسلئے منع فرمایا **وهيشات الاسواق** سے اور اسکے معنی شور و غل کے 7
ہیں یہ مطلب حضرت گنگوہی نے بیان فرمایا ہے۔ حضرت اقدس استاذی ... نے اسکا اور ایک مطلب
یہ بیان کیا کہ آپ نے کنایۃً منع فرمایا مسجد کے اندر بیع و شراء سے کیونکہ اسکے اندر شور و شغب ہوتا ہے
1092 **عن ابی هریرة:** — اس حدیث کے اندر اول صف کو خیر الصفوف چند وجہ قرار دیا (۱) قرب امام کی وجہ سے 12
(۲) تقدم مسجد ہونے کی وجہ سے کیونکہ وہ افضل عمل ہے (۳) مسابقۃ الی الخیر ہے (۴) بکور الی المسجد اسکے اندر پایا جاتا ہے
اور آخری صف شر الصفوف ان تمام فضائل کے اسکے اندر نہ ہونیکی وجہ سے ہے اور عورتوں کیلئے چونکہ تستر
1093 ضروری ہے اسلئے ان کے واسطے بہتر یہ ہے کہ وہ آخری صف میں کھڑی ہوں **الفصل الثانی عن** 13
انس قال: — اس حدیث کا مقصود یہ ہے کہ جماعت کے اندر جب صف میں کھڑے ہو تو کندھوں اور مونڈھوں
کو برابر کر لیا جائے جس کی وجہ سے تسویۃ الصف ہو جائیگی **عن ابن عباس:** — یعنی تم میں سب سے
بہتر لوگ وہ ہیں جو نرم ہوں اور دوسرا مونڈھوں کے اور نرم ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اگر ان کے مونڈھوں
کو سیدھا کیا جائے تو خود سیدھا کر لیتے ہیں سخت پتھر کے مانند نہیں ہوتے دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر صف کے درمیان
1105 فاصلہ ہو تو مونڈھوں کو نرم کر لیتے ہیں تاکہ دوسرا آدمی درمیان کے خلل کو پورا کر لے **عن وابصة:** 99/6
اسکے اندر یہ جملہ آئے راوی خود حضرت وابصہ صاحب حدیث ہیں۔ تمام علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ
مصلی کا تنہا صف کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ امام احمد۔ اسحاق بن راہویہ اوزاعی۔ ابن خزیمہ کی
رائے ہے کہ تنہا کھڑا ہونا حرام ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے نماز کا اعادہ کرنے کا
حکم دیا۔ جمہور کا استدلال حضرت ابو بکرہ کی روایت سے ہے کہ وہ رکوع کیلئے پیچھے ہی سے جھک جاتے
تھے اور پوچھا ہیں آگے صف میں جاتے تو دیکھو وہ شروع نماز کے اندر تنہا صف کے اندر ہوتے تھے
پھر آخر سے آگے آتے اور حضور نے فرمایا زادک اللہ حرصاً اور اس حدیث کا محل امام شافعی نے یہ
بیان کیا ہے استحباب پر محمول ہے یعنی آپ نے استحباباً اعادہ کا حکم دیا تھا بعض حضرات نے دعوی کیا ہے
وابصہ کی حدیث منسوخ ہے لہذا ان احادیث کیلئے جو اس کے خلاف ہیں یہ حدیث ناسخ ہوگی ہم کہتے ہیں کہ
منسوخ ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور بہت سے صحابہ سے مروی ہے کہ وہ پیچھے صف سے ہی رکوع
کیلئے جھکتے تھے اور رکوع کے بعد آگے جاتے تھے۔ بعض لوگوں نے امام احمد سے نقل کیا کہ اگر تنہا پیچھے
صف میں کھڑا رہے تو یہ ممنوع ہے اور اگر آگے صف میں آجائے تو اب جائز ہے۔

مصلی تین حال سے خالی نہیں یا تو امام ہے یا مقتدی یا منفرد — منفرد کیلئے کوئی جگہ متعین نہیں ہے جس جگہ ۹۹/۸
چاہے کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اب رہ گئے امام اور مقتدی یہ دونوں دو حال سے خالی نہیں یا تو امام کے
ساتھ صرف ایک مقتدی ہے یا اس سے زیادہ اگر ایک ہے تو اس کے اندر اختلاف ہے جمہور کے نزدیک تو دائیں
جانب کھڑا ہوگا قاضی ابو الولید بن رشد نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ بائیں جانب کھڑا ہوگا۔ ابراہیم
نخعی کہتے ہیں کہ پیچھے کھڑا ہوگا اگر رکوع تک کوئی نہ آئے تو پھر اسکے قریب آجائے اور اگر کوئی رکوع سے پہلے
کوئی آگیا تو پیچھے ہی رہے گا اور اگر امام کیساتھ مقتدی ایک سے زائد ہیں دو ہیں تو دو حال سے خالی نہیں
یا تو دو ہونگے یا دو سے زیادہ اگر دو ہیں تو امام آگے کھڑا ہوگا اور دونوں پیچھے کھڑے ہوں گے
اور امام ابو یوسف، علقمہ، ابن مسعود کے نزدیک امام ان دونوں کے درمیان میں کھڑا ہوگا جمہور کی
دلیل الاثنان فما فوقہما جماعۃ ہے ایسے ہی اور دوسری احادیث ہیں اور اگر دو سے زائد ہیں تو تمام
1107 اتفاق ہے کہ امام آگے کھڑا ہوگا۔ **الفصل الاول** عن جابر: — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر ۱۰
مقتدی پہلے سے ایک ہے اور بعد میں ایک اور آجائے تو مقتدی کو پیچھے ہو جانا چاہئے اور امام اپنے مقام
پر کھڑا رہے اور یہی اولیٰ ہے لیکن یہ بھی جائز ہے کہ امام آگے کو بڑھ جائے اور مقتدی اپنی جگہ پر رہے
1108 عن انس: — اس حدیث کے اندر لفظ یتیم کے متعلق ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اسم علم ہے امام نووی ۱۲
فرماتے ہیں کہ اسم علم نہیں بلکہ ان کا نام ضمیرہ بن سعد الحمیری ہے۔ یعنی صغیر جو والد کی ہوگی اور وہ
1110 کے پیچھے تھے اور ان کے پیچھے خواتین اور ان کے بعد اناث ہوں گی عن ابی بکرۃ: — اس حدیث ۱۳
کے اندر لفظ لا تعد وارد ہوا ہے اسکے ضبط میں مختلف اقوال ہیں لا تَعُد عود سے مشتق ہے جسکے ۱۵
1112 معنی دوڑنے کے ہیں و لا تُعِد اعادہ سے مشتق ہے یا و لا تَعْدُ عدو سے مشتق ہے **الفصل الثانی** ۱۶
عن عمار: — علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام اگر مقتدی سے بلند مقام پر کھڑا ہو تو دو حال سے خالی
نہیں یا تو بلا ضرورت ہے یا ضرورۃً ہے اگر بلا ضرورۃ کھڑا ہوتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر ضرورۃً
کھڑا ہوتا تو امام احمد، لیث بن سعد، امام مالک اور امام شافعی کی ایک روایت ہے کہ جائز ہے
1113 دوسری روایت امام شافعی کی اور امام مالک کے نزدیک یہ حکم جائز نہیں عن سہل بن سعد: ۱۹
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے عمل فلان مولی فلانۃ اس فلان کے اندر چند قول ہیں کہ یہ کون ہے
(۱) میمون (۲) باذام (۳) باقول (۴) صباح (۵) قبیصۃ المخزومی (۶) تمیم داری اور فلانۃ کا نام معلوم
1114 نہیں ہو سکا بعض نے ان کا نام علاثہ بتلایا اور بعض نے کہا عائشہ الانصاریہ ہیں عن عائشہ: — ۲۴
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر امام اور مقتدی کے درمیان کچھ حائل ہو جائے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟
امام بخاری کے نزدیک جائز ہے امام مالک سے بھی جواز نقل کیا گیا ہے اور امام شافعی کے یہاں تفصیل ہے
جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جائز ہے اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ اتحاد مکان نہیں اور امام کے انتقالات
کا حال بھی معلوم نہیں رہتا ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ وہاں اتحاد مکان اور امام کے حالات کا
علم ہو جاتا تھا کیونکہ پردہ خوشہ نخل کا تھا فلا اشکال۔
1115 **الفصل الثالث** کی تمام احادیث محتاج تفہیم و تشریح نہیں ہیں ۲۵

باب الامامة

کون شخص احق ہے امامت کا اس مسئلہ میں علماء کے مختلف قول ہیں ۱۔ افقہ زیادہ حقدار ہے یہی مذہب ۱۰۰/۴
امام صاحب ۔ امام شافعی ۔ امام مالک اور جمہور کا ہے ۲۔ اقرء حقدار ہوگا سب پر یہ مذہب ہے امام احمد ۔ امام
ابو یوسف ۔ اسحاق بن راھویہ اور بعض شافعیہ کا اور یہ لوگ استدلال کرتے ہیں باب کی پہلی حدیث سے
جس کے اندر ہے یؤم القوم اقرأهم جمہور اس حدیث کا جواب دیتے ہیں لان اقرأهم کان اعلمهم دوسری وجہ
یہ ہے کہ قرأة کی حاجت نماز کے صرف ایک رکن میں ہوتی ہے اور علم کی ضرورت ہر رکن میں پڑتی ہے

1117 **الفصل الاول** عن ابن مسعود ۔ اس حدیث سے حنفیہ نے استدلال کیا جب اعلم ہو تو وہ اقرء کو ۴
اس حدیث کے اندر احق قرار دیا اور اسکا جواب یہ ہوا کہ صحابہ کرام کے اندر جو قاری ہوتا تھا
وہ عالم بھی ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ سمجھ کر قرآن پڑھتے تھے اب اس پر اشکال ہوگا جب یہاں اقرأهم
سے اعلم مراد لیں تو آگے جو اعلم کا لفظ آرہا ہے اسکی وجہ سے کلام کے اندر تکرار ہو جائیگا اسکا
جواب دیدیا گیا اقرأهم سے جو اعلم مراد لیا اس سے اعلم بالکتاب مراد ہے اور آگے جو اعلم ہے اس سے
اعلم بالسنة مراد ہے الا باذنه اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں یہ اسکا استثناء قریب سے ہے یعنی ۹
تکرمتہ سے استثناء ہے یعنی اجازت سے کسی جگہ پر نہ بیٹھے اور لا یؤمن الرجل الخ سے اسکا استثناء
نہیں ہے بلکہ وہ شرعاً ممنوع ہے لہذا اگر مالک مکان اجازت بھی دیدے امامت کی تو بھی ان کے نزدیک
امامت اسکی جائز نہیں ہوگی کیونکہ اسکی اجازت کا شریعت کی طرف سے کوئی اعتبار نہیں ہے
لیکن امام صاحب ۔ امام شافعی امام مالک کے نزدیک دونوں سے استثناء ہے لہذا اجازت کے بعد دونوں کام درست

الفصل الثانی

1121 **عن انس** ۔ حنفیہ کے نزدیک امامت الاعمی مکروہ ہے شافعیہ کے یہاں اسکی افضل ہونے ۱۰۰/۱۲
میں تین قول ہیں (۱) اعمی کی امامت افضل ہے کیونکہ اسکے اندر خشوع ہوگا (۲) بصیر کی امامت افضل ہے
کیونکہ اعمی کا نجاست سے پرہیز کرنا مشکل ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے (۳) دونوں برابر ہیں
1122 **عن ابی امامة** ۔ آذانهم نماز کا تجاوز نہ کرنے کا معنی ہے قبول کا نہیں ہوگا ۔ حضرت ۱۳
مولانا عبد الحق صاحب فرماتے ہیں کہ کان کی تخصیص اس وجہ سے کی ہے کہ اسکا مستقر ہے ورنہ مقصود ہے
اسکی نماز اسکے پاس رہیگی قبولیت کیلئے آسمان کی طرف نہیں اٹھائی جائیگی ... زوج کا سخط
اور غصہ یا تو اپنی عادت کی بناء پر ہے یا بیوی کی جانب سے اول صورت میں وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگی
اور ثانی صورت میں اسکا مواخذہ ہے اور اگر ایسے ہی امام کے اندر ہے اگر وہ اپنی عادت کی بناء
پر ہے تو وہ لوگ اسمیں داخل نہیں اور اگر کسی حسد اور بغض کی بناء پر ہے تو وہ لوگ وعید میں داخل نہیں
1123 **عن ابن عمر** ۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ورجل اعتبد محررة لفظ محررہ کو دو طرح ضبط کیا اول ۱۴
اسم مفعول کا صیغہ اور تاء تانیث کیساتھ اور دوسرا محرر اسم مفعول اور ة ضمیر پہلی صورت
میں موصوف محذوف ہوگا ای نفسا محررة یعنی غلام بنالیا آزاد شدہ نفس کو اور ثانی صورت میں موصوف
1125 محذوف ماننے کی ضرورت نہیں اور مطلب ہوگا کہ غلام بنالیا یعنی آزاد کئے ہوئے کو **عن ابی هريرة** ۔ ۱۷
اس حدیث کے اندر تین اجزاء ہیں دوسرا جزء محل کلام ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو امام کے پیچھے نماز پڑھنا
واجب ہے خواہ وہ کیسا ہی ہو ابن حزم ظاہری نے تمام صحابہ اور تمام علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ فاسق

1125 کے پیچھے نماز جائز ہے اور یہی مذہب امام شافعی اور امام احمد کا نقل کیا۔ ابن حبیب مالکی کے نزدیک فاسق 100/14
کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور جمہور کے نزدیک اہل بدعت کے پیچھے جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

1126 **الفصل الثالث عن عمرو بن سلمة** :۔ اس روایت کے اندر عمرو بن سلمہ نے اپنے آپ کو چھ یا سات سال 19
کا بتلایا اور ابوداود میں سات یا آٹھ برس کی عمر وارد ہے اور ان کی [illegible] تو آگے کا دامن اٹھا
حبشی اور ابن جارود کی روایت میں جب جھک جاتے تو ... اس حدیث سے شافعیہ نے استدلال کیا کہ حبشی کے پیچھے
نماز جائز ہے حسن بصری کی رائے بھی یہی ہے اور امام صاحب امام احمد امام مالک سفیان ثوری کے نزدیک امامت
حبشی کی جائز نہیں نوافل کے اندر جمہور سے دونوں روایت ہیں۔ عطاء کے نزدیک امامت مکروہ ہے
علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اس عمرو بن سلمہ کی حدیث کی تضعیف کی ہے امام احمد سے اس کے
متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا لا ادری۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ شافعیہ نے اس حدیث پر تو
عمل کیا لیکن حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر اور کبار صحابہ کو نہیں دیکھا کہ ان کا کیا عمل تھا۔ ابن عباس
[struck] سے منقول ہے کہ وہ غیر محتلم کو امام نہیں بناتے تھے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ
1127 حضور کو ان کے نماز پڑھانے کا علم نہیں تھا **عن ابن عمر** :۔ غلام کی امامت کے اندر بھی اختلاف ہے 26
جمہور کے نزدیک جائز ہے اور امام مالک کے نزدیک نہیں کر سکتا البتہ اگر احرار جاہل ہوں اور وہ قاری ہو 101/1

باب ما على الامام

1129 **الفصل الاول عن انس** :۔ حضرت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس 101/2
صلی اللہ علیہ وسلم کے اخف صلوٰۃ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ آپ ارکان کے اندر نقص یا کسی قسم کی کمی کرتے 2
ہوں بلکہ تخفیف کا مطلب یہ ہے کہ سنت قرأۃ کو ادا کرتے تھے ایسے ہی رکوع سجود کے اندر طمانینت
فرماتے تھے اور آپ یا تو حقیقۃ تخفیف فرماتے تھے یا آپ کی آواز میں چونکہ شیرینی تھی تو آپ کی تطویل
بھی لوگوں کو تخفیف محسوس ہوتی تھی۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ امام مقتدی کی وجہ سے تخفیف
کر سکتا ہے یا نہیں۔ اس کے اندر تو اتفاق ہے کہ مقتدیوں کو اس طوالت سے تشویش ہے تو تخفیف کرنی
چاہیے۔ اور اگر یہ صورت پیش آجائے کہ امام رکوع کے اندر ہو اور اسکو معلوم ہو گیا کہ کوئی اور آگیا ہے
اور رکوع کے اندر تطویل کر دے تو اس کے اندر اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ تطویل کر دے امام نووی
فرماتے ہیں کہ مستحب ہے یہی شافعیہ کا مذہب ہے۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ محاملی نے تجرید کے اندر لکھا
کہ ہے کہ مکروہ ہے یہی مذہب امام صاحب امام اوزاعی وغیرہ کا ہے امام محمد سے نقل کیا گیا ہے
کہ میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں شرک نہ ہو جائے امام احمد اور ابوثور کہتے ہیں کہ یہ کلام مختلف
ہے اس وقت جبکہ اطالۃ سے مقتدی کو تشویش ہو ورنہ جائز ہے بعض علماء نے یہ تفصیل بیان کی
کہ اگر وہ شخص اسکا ملنے والا ہے تو اس کے واسطے اطالۃ نہ ہونی چاہیے ورنہ اطالۃ کر سکتا ہے
1131 **عن ابی هريرة** :۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام کو مقتدی کا لحاظ کرتے ہوئے تخفیف کرنا چاہیے 5
اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے **عن قيس بن ابی حازم** :۔ اس کے اندر ان رجلا کے متعلق حافظ 6
1132 فرماتے ہیں کہ میں واقف نہ ہو سکا اور جنہوں نے زعم کیا کہ یہ ابو حزم بن ابی بن کعب ہیں اسکو غلطی واقع ہوئی

الفصل الثالث

1139 عن عثمان بن ابی العاص: اس حدیث کے اندر ہے انی اجد فی نفسی شیئا علامہ نووی فرماتے ہیں اس کا ١٠١/٧١
المجاب نفسی میں تکبر داخل ہے دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وسوسہ ہے اور یہی ظاہر ہے کیونکہ ان کو وسوسہ کا
مرض تھا عن ابن عمر: یہ نماز صبح کی تھی جیسا کہ مسند احمد میں ہے پر قیاس ہے اب اگر طوال مفصل ادا بھی ہو تو

باب ما علی الماموم من المتابعة وحکم المسبوق ٢٦

1137 الفصل الاول عن انس: آپ دو دفعہ گھوڑے سے گرے ہیں ایک اس حدیث میں معلوم ١٨
ہوا اور یہ واقعہ ۵ھ کا ہے اور ایک دفعہ قصہ ایلاء کے اندر جو ۹ھ میں پیش آیا۔ اس مسئلہ کے
اندر اختلاف ہے کہ اگر امام قاعد ہو تو مقتدی کو کیا کرنا چاہیے اسحاق بن راہویہ۔ ابن حزم ظاہری
امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ مقتدی بھی بیٹھ کر پڑھے امام احمد فرماتے ہیں کہ مذہب تو یہی ہے مگر
دو شرطوں کے ساتھ ایک یہ کہ امام راتب ہو دوسرے یہ کہ مرض رجو الزوال ہو اگر یہ شرطیں نہ پائی
جائیں تو کھڑے ہو کر پڑھے امام مالک فرماتے ہیں کہ جو قادر علی القیام ہو اسکو نماز پڑھنا قاعد
کے پیچھے مطلقاً جائز نہیں نہ قائماً اور نہ قاعداً۔ امام صاحب امام شافعی۔ ابو ثور جمہور کا مذہب یہ
ہے کہ قائماً نماز پڑھے اس قاعد کے پیچھے۔ اب استدلال سنئے: اسحاق بن راہویہ وغیرہ نے
استدلال کیا اس حدیث سے اور امام احمد نے جو دو شرطیں لگائی ہیں وہ اس واقعہ کی وجہ سے
لگائیں ہیں کیونکہ حضور کا مرض رجو الزوال تھا اور امام راتب تھے۔ امام مالک استدلال کرتے ہیں
لا صلوة لقائم خلف القاعد اور ہمارا استدلال حضور کی نماز سے ہے جو آپ نے مرض الوفات کے
اندر بیٹھ کر پڑھائی اور تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر پڑھی چنانچہ حمیدی فرماتے ہیں انما یوخذ
بالآخر فالآخر من فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ۵ھ کا واقعہ ہے یعنی متقدم ہے

1140 عن عائشة: اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بائیں جانب حضرت ابوبکر
کے تشریف فرما ہوئے اور ایک دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ دائیں جانب بیٹھے تھے تو اس روایت ٢٧
کی بنا پر لازم آیا کہ حضور امام تھے اور متن والی حضرت عائشہ کی روایت سے سمجھ میں آتا ہے
کہ حضرت ابوبکر امام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ماموم تھے لہذا اب دونوں کے اندر جمع علماء نے
اصطلاح کیا ہے چونکہ آپ کا مرض کئی دن تک رہا تو کسی دن دائیں جانب اور کسی دن بائیں جانب
آپ تشریف فرما ہوئے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر نے حضور کا اور تمام لوگوں نے حضرت ابوبکر کا
اقتداء فرمایا اسی سے امام شعبی اور ابن جریر طبری نے استدلال کیا کہ مقتدی کی اقتداء مقتدی کو جائز
اسی کی طرف امام بخاری نے اشارہ کیا لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں اور ثمرہ اختلاف دونوں کے
درمیان یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص پچھلی صف کے اندر آکر شریک ہوا اور رکوع میں جا نیت امام نے
سر اٹھا دیا لیکن مقتدیوں کی جماعت نے سر نہیں اٹھایا تو ان دونوں کے نزدیک واجد رکعت ہوگا
اور جمہور کے نزدیک واجد رکعت نہیں ہوگا ہماری طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر

1141 کی حیثیت مبلغ اور مکبر کی ہے عن ابی ہریرة: امام نووی نے تصریح فرمائی کہ اس حدیث کے ١٠٢/٥
ظاہر سے معلوم ہوا کہ امام سے پہلے مقتدی کو سر اٹھانا حرام ہے کیونکہ اس کے اندر اشد عذاب کی وعید ہے

1141 (ب) دوسرا اختلاف یہ ہے کہ نماز باطل ہو جائیگی یا نہیں۔ امام احمد، اہل ظاہر ابن حزم کے نزدیک نماز ١٠٢/٥
باطل ہوجائیگی اور جمہور کے نزدیک نماز باطل نہ ہوگی یحول اللہ راسہ الخ ایک جماعت کے نزدیک معنی
مجازی مراد ہیں اس جملہ کے اور وہ بلادۃ کے معنی ہیں یعنی وہ جاہل و احمق ہو جائیگا اس جماعت کے
اندر ابن العینی اور ابن العربی ہیں اور دلیل ان لوگوں کی یہ ہے کہ اس امت کے اندر مسخ نہیں ہوگا
جمہور کے نزدیک اس جملہ کے حقیقی معنی مراد ہیں اسی طرف ابن الجوزی۔ عسقلانی۔ عینی۔ ابن دقیق العید
مائل ہیں اور مسخ کا جواب یہ لوگ دیتے ہیں کہ نفی مسخ عام کی ہے مسخ خاص کی نفی نہیں چنانچہ ملا علی قاری
نے مرقاۃ کے اندر ایک قصہ لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ بعض افراد پر مسخ واقع ہوا ہے۔

1143 الفصل الثانی عن ابی هریرة:۔ سر کو رکوع پانے کے بعد واجد الرکعۃ ہے یا نہیں اسکے اندر اختلاف ہے ٨
علامہ کشمیری فرماتے ہیں ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ واجد الرکعۃ ہوگا لیکن ابن خزیمہ کے شاگرد
علامہ شبکی فرماتے ہیں کہ واجد الرکعۃ نہیں ہے بعض لوگوں نے ابن خزیمہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے لیکن
1144 یہ صحیح نہیں ہے عن انس:۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ التکبیرۃ الاولی اسکے مصداق ١٠
تین ہیں (۱) امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ میں شریک ہو جائے (۲) پہلی رکعت کے اندر شریک ہو جائے (۳) رکوع
کے اندر اگر شامل ہو جائے لیکن یہ دونوں اخیر کے مصداق اس وقت ہیں جبکہ وہ پہلے سے مسجد
میں نہ ہو اور اگر پہلے سے مسجد کے اندر موجود ہے تو اول اور اخیر کی صورتوں میں وہ تکبیرہ تحریمہ کا مدرک شمار
1146 نہیں ہوگا عن ابی سعید:۔ اس حدیث کے اندر دو رجل کا ذکر ہے ایک جاء رجل اور ایک قام رجل ١٣
دوسرے رجل تو حضرت ابو بکر ہیں لیکن اول کے متعلق تعلیق محمد کے اندر ہے کہ یہ حضرت علی تھے عبد ضعیف
نے بہت جگہ تلاش کیا تو کہیں اسکا پتہ نہ چلا اس حدیث سے تکرار جماعت ثانیہ ثابت ہوا لیکن اس مسئلہ
میں تفصیل ہے وہ مسجد جس کے اندر جماعت ثانیہ کا تکرار ہے وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکے اندر امام
الآخر راتب ہوگا یا نہیں اگر امام راتب (مستقل) ہے تو جماعت ثانیہ جائز نہیں اور اگر امام راتب نہیں ہے
تو جمہور کے نزدیک مکروہ ہے اور امام احمد سے جواز معلوم ہوا نقل کیا گیا صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک
کی حدیث سے بھی ان کا مذہب ثابت ہوا ہماری طرف سے اس حدیث انس کا جواب یہ ہے کہ اسکی استدلال
موجہ سے صحیح نہیں ہے کہ اسکے اندر جماعت میں ایک مفترض اور ایک متنفل تھا اور ہمارا اختلاف فرض کے
اندر ہے اور ہمارا استدلال دوسری حدیث سے ہے کہ حضور مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ وہاں
نماز ہو چکی تو آپ اپنے مکان تشریف لے گئے اور وہیں نماز ادا فرمائی اور اس حدیث کے متعلق حافظ
نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں کہ رواتہ ثقات۔ لیکن اگر مسجد بر سر راہ ہے تو اسکے اندر جماعت ثانیہ جائز ہے

1147 الفصل الثالث عن عبید اللہ بن عبد اللہ:۔ اس حدیث کے اندر دو باتیں قابل ذکر ہیں ایک تو فاتاہ الاول ١٥
کا مصداق کون ہے وہ تو حضرت بلال ہیں دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے ان دو آدمیوں
میں جو حضور کو لیکر باہر گئے تھے صرف ایک کا ذکر کیا اور وہ عباس تھے دوسرے رجل کا نام کیوں نہیں لیا
اسکا جواب بعض علماء نے یہ دیا کہ چونکہ حضرت عباس تو متعین تھے اور دوسری جانب کوئی متعین نہیں
تھا کبھی حضرت علی کبھی حضرت فضل بن عباس کبھی اسامہ بن زید ہوتے تھے تو ان کو عباس کا علم تھا اسلئے

1147 ان کا نام ذکر کر دیا۔ لیکن حافظ علیہ الرحمہ اس جواب سے راضی نہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا کہ حضرت عباسؓ کا ۱۰۲/۱۵
متعین تھے اور دوسری طرف متعین نہیں تھا یہ غلط ہے بلکہ دوسری طرف حضرت علیؓ تھے اور حضرت عائشہؓ ان
سے کبیدہ خاطر تھیں اسلئے ان کا نام ذکر نہیں کیا چنانچہ اسماعیلی کے اندر ہے لم تطب نفسها عن علی۔

باب من صلی صلوٰۃ مرتین ۱۰۳/۱

اس باب کی تمام احادیث قابل تشریح تو مفہوم نہیں اور جو کچھ قابل فہم تھی وہ اس سے پہلے جلد ثانی کے اندر گذر گئی ہے
1157 البتہ باب کی آخری حدیث سے پہلے جو حضرت سلیمان مولی میمونہ کی روایت ہے اسکے اندر ہے کہ ۲۰
لا تصلوا الصلوٰۃ فی یوم مرتین اور یہ باب کی تمام احادیث کے خلاف ہے اسکا جواب امام ابوبکر احمد بن
الحسین بیہقی فرماتے ہیں کہ بنیت فرض دو مرتبہ نہ پڑھے یہ اس حدیث سے مقصود ہے واللہ اعلم۔

باب السنن وفضائلها ۲۳

1159 سنن سنۃ کی جمع ہے جس کے معنی الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین کے ہیں اور سنن سے وہ نمازیں مراد ہیں جو اپنے فرائض
سے پہلے اور بعد میں پڑھیں اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ فرائض کے یہ توابع رواتب ہیں یا نہیں۔ جمہور کے
نزدیک رواتب ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک رواتب نہیں ہیں پھر جمہور کے اندر اختلاف ہے کہ رواتب کے
اندر واجبات ہیں یا نہیں حسن بصری کے نزدیک صرف نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں واجب ہیں لیکن اسکے
علاوہ اوروں کے نزدیک کوئی واجب نہیں ہے پھر رواتب کی تعداد کے اندر اختلاف ہے امام احمدؒ کے نزدیک
دس ہیں یہی امام شافعی کا راجح مذہب ہے حنفیہ کے یہاں بارہ رکعتیں ہیں یہی ابو الخطاب حنبلی اور
امام شافعی کی ایک وجہ ہے۔ امام احمد اور امام شافعی کے نزدیک ظہر سے پہلے دو رکعت اور ہمارے نزدیک
چار ہیں اسلئے ان کے یہاں دس اور ہمارے یہاں بارہ رکعات ہیں تمام دن کی رواتب۔
امام احمد اور امام شافعی ابن عمرؓ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں احفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رکعتین قبل الظہر ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ اصل سنن کے اندر یہ ہے کہ گھر کے اندر پڑھے چنانچہ حضرت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ آپ گھر کے اندر سنن ظہر پڑھتے تھے جیسا کہ
ارشاد باب کے اندر عبداللہ بن شقیق کی حدیث سے واضح معلوم ہوا۔ لہذا حضور سنن تو اپنے گھر پڑھ کر
آتے ہوں گے اور مسجد کے اندر اگر تحیۃ المسجد پڑھی ہوگی۔ ہمارا استدلال باب کی پہلی حدیث
حضرت ام حبیبہ کی جو ہے اسکی ہے اور اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث ہمارا مستدل ہیں۔
1163 **الفصل الاول: عن عائشہؓ** سنۃ فجر کے اندر حسن بصری فرماتے ہیں کہ واجب ہے اور جمہور کے نزدیک سنت ۱۰۴/۹
ہے اور علامہ شہاب قلیوبی فرماتے ہیں کہ یہ ایک ضعیف قول ہے کہ آپ پر فجر کی سنت فرض ہے
1165 **عن عبداللہ بن مغفلؓ:** اس حدیث کے اندر بھی اختلاف ہے کہ مغرب کی اذان و نماز کے درمیان ۱۱
نوافل پڑھ سکتے ہیں یا نہیں امام احمد، اسحاق بن راہویہ، اصحاب حدیث اور ایک وجہ شافعیہ
کی یہ ہے کہ مغرب سے پہلے نوافل پڑھ سکتے ہیں یہی مالکیہ سے بھی نقل کیا گیا ہے لیکن امام صاحب شافعی
اور مالکیہ کے نزدیک نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اصحاب حدیث اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔
محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ جمہور زیادہ سے زیادہ مندوبیت کی نفی کر سکتے ہیں جواز کی نفی نہیں

1165 نہیں کر سکتے اور جو لوگ تاخیر مغرب کا اعتراض کرتے ہیں ان کا جواب یہ ہے کہ تاخیر مغرب زیادہ ۱۰۴/۱۱
لازم نہیں آتی۔ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب اسکو مکروہ قرار دیتے تھے کیونکہ اسکی یا تو تاخیر
1166 مغرب یا تکبیر تحریمہ کا ترک لازم آئیگا عن ابی ھریرۃ:۔ اس حدیث سے نماز جمعہ کی سنن کا اثبات ہوا ۱۳
علامہ ابن قیم نماز جمعہ سے پہلے سنن کے منکر ہیں۔ امام مالک۔ امام احمد۔ اور ایک روایت امام شافعی کی بھی یہی ہے کہ سنن قبلیہ
ثابت نہیں کیونکہ ایک حدیث کے اندر ہے کہ آپ زوال کے بعد تشریف لاتے تھے مسجد کے اندر اور فورا خطبہ کیلئے
منبر پر تشریف لیجاتے تھے اور دوسری اذان دیتا تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے اوجز المسالک کے اندر بہت سی حدیثیں
اس کے اندر دو روایتیں نقل فرمائی ہیں ۱ چار رکعت جمعہ سے پہلے مؤکد ہیں ۲ دو رکعت مؤکد اور دو مستحب ہیں۔
حنفیہ کے نزدیک چار رکعت جمعہ سے پہلے مؤکد ہیں اور جس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا اس کا
جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں پڑھ کر تشریف لاتے تھے۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے
کہ آپ نماز جمعہ سے پہلے طویل سنن پڑھتے تھے۔ البتہ سنن بعدیہ کے تمام قائل ہیں اپنی تعداد کے اندر
اختلاف ہے حنابلہ کے یہاں دو قول ہیں (۱) اقل تعداد دو رکعت ہے (۲) اکثر تعداد چھ رکعت ہے
شافعیہ کے یہاں دو مؤکد اور دو غیر مؤکد ہیں۔ مالکیہ کے یہاں دو رکعت بعد میں مستحب ہے وہ بھی صرف گھر میں
اگر پڑھ سکتا ہے مسجد کے اندر نہیں۔ حنفیہ کے یہاں چھ رکعات ہیں **الفصل الثانی** عن
1171 علی قال:۔ اس حدیث سے شافعیہ نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ جو سنتیں چار رکعت ہیں اسکو دو ۲۰
تسلیم سے پڑھے جیسا کہ اس حدیث کے اندر ہے ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں تسلیم سے تسلیم القطع مراد
1173 نہیں ہے بلکہ وہ سلام مراد ہے جو التحیات کے اندر ہوتا تھا عن ابی ھریرۃ:۔ اس سے اوابین کا ثبوت ۲۳
ہوا اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ان چھ رکعات کے اندر مغرب کے بعد کی دو سنتیں بھی داخل ہیں
1177 **الفصل الثالث** عن عمر:۔ اس کے اندر صلوۃ السحر سے مراد بعض کے نزدیک صلوۃ تہجد اور بعض ۱۰۵/۲
1182 کے نزدیک صلوۃ فجر مراد ہے اول راجح ہے عن کعب بن عجرۃ:۔ ایک جماعت کے نزدیک ۱۴
نوافل وسنن وغیرہ مسجد کے اندر مکروہ ہیں اور جمہور کے نزدیک جائز ہے البتہ افضلیت کے اندر اختلاف
ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک گھر کے اندر پڑھنا افضل ہے امام مالک اور سفیان ثوری کے نزدیک صلوۃ
نہاری کا مسجد کے اندر اور صلوۃ لیلی کا گھر کے اندر پڑھنا افضل ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ تمام نوافل
والی نمازوں کا مسجد کے اندر پڑھنا افضل ہے علاوہ صلوۃ کسوف۔ صلوۃ خسوف وغیرہ ابن ابی لیلی
فرماتے ہیں کہ مغرب کی سنتوں کا گھر کے اندر پڑھنا واجب ہے اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ استحباب پر محمول ہے لیکن آج کل رواج یہ ہے کہ مسجد کے اندر پڑھنا افضل ہے
کیونکہ کسل مندی اور مشاغل اتنے ہیں کہ گھر جاکر دوسرے کام کاج میں لگ جانے کا خطرہ ہے
1186 عن عمرو بن عطاء:۔ سعد بن ... فرماتے ہیں کہ جہاں فرض ادا کیا وہاں نوافل نہ پڑھے بلکہ دوسری ۱۹
جگہ پڑھنی چاہئے یہی جمہور کا مذہب ہے قاسم سے نقل کیا گیا ہے کہ گنجائش ہے۔

باب صلوة الليل

تہجد کی نماز امت کے حق میں مسنون ہے۔ شیخ عبیدہ سلمانی فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں بلکہ امت کے حق میں بھی ١٠٥/٢٥
اسکی فرضیت باقی ہے امام نووی فرماتے ہیں ھذا قول مردود بلکہ قیام لیل سنت اور مندوب ہے ابو بکر جصاص
فرماتے ہیں یہ مرغب فیہا ہے۔ محقق ابن ہمام کو تردد ہے سنت اور مندوب میں۔ دوسرے بعض علماء کی رائے
ہے کہ سنت ہے اور بعض کی رائے ہے کہ مندوب ہے۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق بھی علماء کے دو
قول ہیں بعض کی رائے ہے کہ آپ پر فرضیت باقی رہی اور بعض کی رائے ہے کہ آپ سے بھی فرضیت منسوخ کر دی گئی
1188 علماء کی رائے ہے کہ تہجد کا وقت عشاء کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے الفصل الاول عن عائشۃ: ٢٥
علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اقل عدد صلوۃ لیل کا اندر دو رکعت اور اکثر آٹھ رکعت ہے لیکن اسکے اندر مختلف روایات
ہیں بعض کے اندر پانچ۔ بعض میں سات اور بعض کے اندر گیارہ اور بعض میں تیرہ ہے لیکن تیرہ والی کے
متعلق جواب یہ ہے کہ اسکے اندر تین رکعت تو وتر اور دو رکعت سنت فجر کو بھی شامل کر لیا دوسری بات اس حدیث
کے اندر قابل ذکر یہ ہے ثم اضطجع علی شقہ الایمن یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اذان فجر کے بعد دو رکعت ١٠٦/١
خفیف سی سنت فجر کی پڑھ کر لیٹ جاتے تھے اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ اس اضطجاع کا کیا حکم ہے
اسکے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں (١) سنت مؤکدہ ہے یہ مذہب ہے حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا
(٢) مستحب ہے یہ مذہب ہے حنابلہ کا اور ابن قدامہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری، رافع بن خدیج، انس بن مالک
اور صحابہ کی ایک جماعت سے یہ مذہب نقل کیا ہے ابن قیم ان لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ یا ترون یہ
یعنی اضطجاع کا حکم دیا کرتے تھے ابن قدامہ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ دوسری روایت امام احمد کی یہ ہے کہ
یہ مستحب بھی نہیں کیونکہ ابن مسعود اسکا انکار کرتے تھے (٣) بدعت ہے (یہی مالکیہ کا مذہب ہے) حضرت شیخ مولانا فرماتے ہیں کہ
ابن عمر ابن مسعود سے بھی یہی مذہب منقول ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ تلک ضجعۃ الشیطان۔
(٤) سنت فجر اور فرض کے درمیان فاصلہ کیلئے ہے (اور امام شعبی کی بھی روایت ہے) (٥) خلاف اولی ہے حسن بصری کا مذہب ہے
(٦) حقیقۃ سب کیلئے مستحب اور مقصود نہیں بلکہ ایسے شخص کیلئے مستحب ہے جس نے تہجد کی نماز پڑھی ہو۔
حضرت ابو بکر کا بھی مذہب تھا اور حنفیہ کا راجح مذہب بھی یہی ہے (٧) ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ
فرض ہے یہ سات اقوال ہیں اور مشہور چھ ہیں چنانچہ علامہ شوکانی نے پہلے دو کو ایک قرار دیا ہے
1195 عن ابن عباس: اس حدیث شریف کے اندر ہے کان اذا نام نفخ جب آپ سوتے تھے تو زور سے ٧/١١
سانس لیتے تھے اسپر اشکال ہوا کہ زور زور سے سانس لینا کھانے کی زیادتی کے سبب ہوتا ہے تو نعوذ باللہ
لازم آیا کہ حضور خوب زیادہ کھاتے پیتے تھے اسکا جواب دیا کہ کبھی بدن کے کھوسے ہونے کی وجہ
سے بھی نفخ ہوتا ہے آگے چلکر اس حدیث کے اندر ہے فصلی ولم یتوضأ اسکی علت قابل میں
1201 گذر چکی کہ ان العینان تنامان ولا ینام قلبی اولا فال الفصل الثانی عن عبداللہ بن عمرو بن العاص ١٠٧/٢
1203 قیام عشر آیات سے مطلقا قرأۃ مراد نہیں بلکہ مراد ہے کہ ان کے معانی پر بھی غور کرے عن ابن عباس: ٤
پہلی حدیث کے اندر بیان کیا تھا کہ حضور قرأۃ کے اندر کبھی آواز کو بلند اور کبھی پست فرماتے تھے تو اس کو کوئی
یہ نہ سمجھے کہ رفع کے اندر آپ شاید خوب زور لگاتے ہوں گے تو اس وہم کو دور کرنے کیلئے اس
حدیث کو مصنف لائے کہ رفع کی مقدار اتنی ہوتی تھی کہ من فی الحجرۃ سن لیتے تھے اور حجرہ سے باہر والا

1204 خاص مجزہ ادا سے اعم یا محض سنت اسکی ادا سے عن ابی قتادۃ :- رفع صلوٰۃ اولیٰ ہے یا خفض الصوت ۱۰۷/۵
اولیٰ ہے؟ امام غزالی نے احیاء العلوم کے اندر تحریر فرمایا ہے اگر اسکو ریا کا شبہ ہے تو پھر خفض
اولیٰ ہے اور اگر ریا کا شبہ نہیں اور نیز مقتدی ہوں اور دوسرے لوگوں کو تشویش نہیں تو رفع اولیٰ ہے
اور مقصود اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ آپ نے تعلیم دی توسط کی کیونکہ خیر الامور اوسطہا۔

1207 الفصل الثالث عن مسروق :- امام نووی فرماتے ہیں الایمان بالاتفاق صارخ کے معنی چیخنے والے کے ۱۳
ہیں دیک کے ہیں کیونکہ وہ چیختا ہے اسلئے اسکو صارخ کہتے ہیں حافظ فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کے وقت
چیختا ہے علامہ مجد الدین فیروزآبادی فرماتے ہیں کہ وہ نصف لیل کے بعد چیختا ہے حضرت مولانا عبدالحق صاحب
محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دیار کا دستور ہوگا ہمارے یہاں تو وہ سحر میں چیختا ہے
اس حدیث سے مقصود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ کے توسط کو بیان کرنا ہے کہ نہ ہمیشہ آپ بالکل
سوتے ہی رہتے اور نہ ہمیشہ آپ نماز میں مشغول رہتے تھے بلکہ دونوں کام اعتدال کیساتھ فرماتے تھے۔

باب مایقول اذا قام من اللیل

1211 الفصل الاول عن ابن عباس :- اس حدیث پاک کے اندر جو دعا ذکر کی گئی ہے اسمیں لفظ نور کے معنی ۲۸/۲۵
علماء نے بیان فرمائے ہیں الظاہر بنفسہ والمظہر لغیرہ اور اسکا مراد یا تو مدبر - یا ناظم - یا منور اور اسکے علاوہ
اور بہت سے معانی ہیں اور لقاء کے حق میں لقاء سے مراد رویت باری یا آخرت میں جانا مراد ہے

1216 الفصل الثانی عن شریق الهوزنی مولانا عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ ان دعاؤں کا نام ۱۰۸/۱۴
معشرات رکھا ہے کیونکہ یہ دس دعائیں ہیں جو دس دس مرتبہ پڑھی جاتی ہیں - - -

باب التحریض علی قیام اللیل

الفصل الاول عن ابی هریرۃ :- اس حدیث پاک کے اندر شیطان کے عقد لگانے کے معنی میں دو
جماعت علماء کی ہیں ایک اسکے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں کہ جیسے جادوگر گرہ لگاتا ہے ایسے ہی شیطان بھی
لگا دیتا ہے یا تو بالوں کا اندر یا بالوں سے خارج اور اسکو حافظ نے راجح قرار دیا ہے مگر انکار لوگوں کے
بال نہیں ہوتے - دوسرے بعض علماء اسکے معنی مجازی مراد لیتے ہیں اور وہ منع من الخیرات کے ہیں یعنی
شیطان اس کے سر پر بیٹھ جاتا ہے اور نیک کام سے نماز روزہ وغیرہ سے روک دیتا ہے بعض نے کہا کہ اس کے
وسوسہ مراد ہے کہ وہ وسوسہ ڈالتا ہے بعض نے کہا کہ نماز سے غفلت بنا دیتا ہے اور بعض
نے کہا کہ ان تینوں عقد سے مراد تین چیزیں ہیں کھانا - پینا - سونا - ان تینوں میں مشغول کر دیتا ہے
علیک لیل طویل یعنی کہتا ہے کہ ابھی تو کافی رات باقی ہے لہذا سو جا اطمینان سے نماز پڑھنا ۲۵
بعض لوگوں کے نزدیک یہاں نماز سے صلوٰۃ مکتوبہ یعنی عشاء کی نماز مراد ہے اس صورت میں نوم سے
مراد نوم قبل صلوٰۃ العشاء ہوگی اور جو لوگ اس صلوٰۃ سے صلوٰۃ التہجد مراد لیتے ہیں وہ نوم سے
نوم بعد صلوٰۃ العشاء مراد لیتے ہیں عن ابن مسعود :- اس حدیث کے اندر جس رجل کا ۱۰۹/۱
ذکر ہے اسکے متعلق حافظ فرماتے ہیں کہ لم اقف علی اسمہ البتہ سنن سعید بن منصور کے اندر ایک
ایسی حدیث گذری جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود صاحب حدیث ہیں علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ تعیین مشکل ہے

1221 اس حدیث کے اندر وارد ہوا بال الشیطان فی اذنہ بعض کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور مطلب ہے ١٠٩/٣
یہ ہے کہ اس کے کان میں پیشاب کرتا ہے اور اب اعتراض ہوگا اس کی تری تو محسوس نہیں ہوتی اسکا جواب دیا
اسکا پیشاب ہمارے تمہارے جیسا نہیں ہوتا بلکہ جیسا وہ خود کسی کو نظر نہیں آتا ایسے ہی اسکا بول و براز ہے
اور بعض لوگوں نے اسکے معنی مجازی مراد لیے ہوئے تو اقوال بیان کئے (۱) وہ کان بند کر دیتا ہے تاکہ اذان و نماز
22 کی آواز سنائی نہ دے (۲) تحقیر کرتا ہے عن ام سلمۃ :۔ اس حدیث کے اندر آپ نے ارشاد فرمایا ٣
"رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ" اسکے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے (۱) بہت سی عورتیں دنیا کے اندر
عمل کے لباس سے آراستہ ہوتی ہیں اور خوب اعمال کرتی ہیں لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے آخرت کے اندر ثواب اور
اجر و جزاء سے بالکل ننگی اور محروم ہونگی (۲) جو عورتیں دنیا کے اندر ایسا لباس پہنتی ہیں جو نہایت
باریک ہو اور ان کا بدن اندر سے نظر آتا ہو تو وہ قیامت کے دن ننگی بدن اٹھائی جائینگی ۔
23 عن ابی ھریرۃ :۔ اس حدیث کے اندر "نزول رب" سے اسکے حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کا نزول مراد ہے ٦
اور اللہ تعالیٰ کے قرض لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اعمال کی حفاظت فرمائیں گے جو جیسا عمل کرے گا ۔
25 عن عبد اللہ بن عمرو :۔ اس حدیث کے اندر تمام نمازوں میں احب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز کو
بتلایا گیا ایسے ہی روزہ وغیرہ کو اب اسپر اعتراض ہوگا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تو خود ١٠
اسکے خلاف تھا آپ کبھی مسلسل کئی دن تک متواتر روزہ رکھتے تھے ۔ کبھی متواتر کئی دن تک نہ رکھتے
اس کے علماء نے دو جواب دیئے ہیں جواب۱ احبیۃ اضافیہ مراد ہے یعنی بعض لوگوں کے اعتبار سے یہ عمل
افضل ہے اور بعض کے اعتبار سے نہیں ہے اسکے اندر آپ بھی ہیں جواب۲ احب الصلاۃ سے یہی احب الصلاۃ
36 الفصل الثالث عن ابی ھریرۃ :۔ اس حدیث کے اندر صلوۃ اللیل کو افضل قرار دیا گیا لیکن اس کے ١١٠/٢
اندر علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک سنن رواتب افضل ہیں اور بعض کے نزدیک صلوۃ اللیل افضل
اور بعض نے دونوں کے اندر جمع کر دیا صلوۃ اللیل افضل اس وجہ سے ہے کہ وہ رواتب نوافل ہیں اور سنن رواتب
37 افضل اس وجہ سے ہے کہ اسکے اندر تاکد ہے عنہ قال جاء رجل ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا نماز روکتی ہے
برے افعال سے مثلاً سرقہ وغیرہ اور قرآن بھی اسکی تائید کرتا ہے ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اور اسکا ٣
مطلب۱ تو یہ ہے کہ نماز کا خاصہ یہ ہے کہ وہ برے افعال سے روکتی ہے جبتک آدمی نماز کے اندر مشغول رہے
مطلب۲ اس سے وہ نماز مراد ہے جو اپنی شروط و آداب کیساتھ ادا کی جائے تو وہ برے افعال سے روک دیتی ہے

باب القصد فی العمل ١٠

اس سے پہلے جو باب باندھا تھا اسکے اندر تحریض تھی قیام لیل پر لیکن چونکہ احتمال تھا شاید افراط و تفریط
لوگ شروع کر دیں اسلئے اب یہاں سے دوسرا باب باندھ کر بتلاتے ہیں کہ اعتدال اختیار کرنا چاہیئے
اور مصنف نے قصد فی العمل کا ذکر کیا لیکن یہ شامل ہے قصد فی الوقت کو بھی ۔ اور قصد فی الوقت
کا مطلب یہ ہے کہ ایک خاص وقت عبادت کیلئے مقرر کرے اور روزانہ اسکے اندر پابندی سے اپنا
وظیفہ پورا کرے ۔ اور قصد فی العمل کا مطلب ہے کہ ہمیشہ عمل پر مداومت رکھے یہ نہیں کہ ایک
دن تو تمام اوقات عبادت کے اندر مشغول رکھے اور اگلے دن عبادت کا خیال بھی نہ آئے ۔

الفصل الاول ١١٠

1247 عن عمرؓ — حضرت اقدس مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تفسیر ہے قرآن پاک کی آیت کی وجعلنا اللیل ١١٠/١٨
والنہار خلفۃ لمن اراد — اور حدیث پاک کے اندر جو لیل کی تخصیص کر دی گئی ہے یہ اس وجہ سے کہ صحابہ کرام رضوان
اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اکثر رات کو اپنے وظائف پڑھتے تھے ورنہ اگر کوئی شخص اپنے دن کا وظیفہ کو رات کے
48 اندر پڑھے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہے عن عمران بن حصین حنفیہ کے نزدیک بیمار شخص چت
لیٹ کر نماز پڑھیگا اور شافعیہ کے نزدیک پہلو پر لیٹا ہوا پڑھے۔ حنفیہ کے پاس مستلقیاً نماز ٢٠
پڑھنے پر کوئی دلیل نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ امام فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے شافعیہ کا استدلال نہیں ہو سکتا
کیونکہ یہ حدیث حضورؐ نے حضرت عمران بن حصین کے متعلق ارشاد فرمائی تھی کیونکہ ان کو بواسیر کا مرض
تھا اور وہ مستلقیاً نماز پر قادر نہیں تھے لہذا نہ آپؐ کے پاس روایت اور نہ ہمارے پاس کوئی قیاس
کی طرف رجوع ہوگا اور قیاس کا تقاضہ ہے کہ مستلقیاً نماز پڑھے کیونکہ توجہ الی القبلۃ اسی سے
49 حاصل ہوگی اگرچہ ہم علی جنب نماز پڑھنے سے بھی منع نہیں کرتے وعنہ قال — اس حدیث ٢١
کو نہ تو فرض پر محمول کر سکتے ہیں اور نہ نفل پر۔ فرض پر تو اس وجہ سے محمول نہیں ہو سکتا کہ یا تو
بغیر عذر کے پڑھیگا یا مع عذر کے اول صورت میں فرض نماز صحیح نہ ہوگی اور ثانی صورت میں اسکو پورا
ثواب ملیگا نصف اجر کا کوئی مطلب نہیں ہے اور نوافل پر اسکا محمل نہیں بن سکتی اگرچہ وہ بلا عذر بیٹھکر پڑھنے
کی صورت میں صحیح ہیں اور نصف اجر اسکو ملیگا لیکن اس کے بعد آپؐ جو فرمایا ومن صلی نائماً تو اسکی وجہ
سے فرض کے اندر اشکال پیدا ہوگیا کیونکہ نوم کی حالت میں نوافل ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہیں لہذا اسکا صحیح
کا محمل نوافل بھی نہیں ہوں گی اب اسکے اندر اختلاف ہوگیا کہ اس کا محمل کیا متعین ہونی ہے علامہ
خطابیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اسکا محمل نوافل قرار دیا تھا مگر حضورؐ کے قول ومن صلی نائماً نے اسکو
غلط کر دیا لہذا اسکا مصداق مریض متحامل النفس ہے یعنی وہ مریض جو مشقت سے نماز پڑھ سکتا ہے
کھڑے ہوکر اب اس پر اعتراض ہوا کہ وہ اگر بیٹھ کر پڑھے تو اسکو تو پورا اجر ملتا ہے حالانکہ حدیث کے
اندر نصف فرمایا گیا اسکا جواب علامہ کاشمیریؒ نے دیا کہ اسکو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا ثواب
دو چند ملیگا اور بیٹھکر پڑھیگا تو ثواب اس دو چند کا نصف یعنی ایک چند ملیگا۔ حضرت گنگوہیؒ
فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل نوافل ہیں اور جو نائماً سے اشکال ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن
کے نزدیک نائماً نماز پڑھنا جائز ہے ایسے ہی ایک وجہ شافعیہ اور مالکیہ کی بھی ہے اور حنفیہ کے اندر
بھی اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا کہ جائز ہے تیسرا جواب
اس حدیث کے محمل کے متعلق یہ ہے کہ ابو بکر اسماعیلی فرماتے ہیں کہ یہ نائماً نہیں ہے
بلکہ اسکے اندر تصحیف ہوگئی یہ اصل میں بایماء تھا یعنی اگر اشارہ سے پڑھے نصف اجر ملیگا

53 **الفصل الثالث** عن سالم بن ابی الجعد اس حدیث کے اندر آپؐ فرمایا قم الصلوۃ یا بلال ارحنا بہا ١١١/٦
اس جملہ کے علماء نے تین مطلب بیان فرمائے مطلب ١: اذان کہو اور اقامت کہو تاکہ ہم نماز کے
ذریعہ راحت حاصل کریں مطلب ٢: اذان و اقامت کہو تاکہ ہم نماز پڑھکر اللہ کی ذمہ داری سے
سبکدوشی حاصل کرکے راحت پائیں مطلب ٣: ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ یہ استراحت سے

1253 111/۲ ۸

ماخوذ ہیں بلکہ یہ احادیث البیت کا ماخوذ ہے۔ یعنی نماز پڑھ کر ہم اپنے گھر چلیں حافظ نے اس مطلب کو بیان کیا

باب الوتر

اس باب کے اندر چند مسائل ہیں:۔ المسئلة الاولی:۔ وتر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ احناف کے نزدیک سنت ہے یہی ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے امام نووی نے جمہور علماء سے نقل کیا ہے اور یہی ہے۔ حضرت امام صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ میں نہیں پاتا ہوں کسی کو جس نے امام صاحب کی موافقت کی ہو قول بالوجوب کے اندر۔ علامہ عینی فرماتے ہیں ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کیونکہ ابن العربی مالکی نے اصبغ اور سحنون مالکی سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔ ابن حزم نے [illegible] امام مالک سے نقل کیا ہے جو شخص وتر کی نماز ترک کردے اسکو تادیب کی جائیگی اور اسکی شہادت کے اندر جرح ہوگی بعینہ یہی قول ابن قدامہ نے مغنی کے اندر امام احمد سے نقل کیا ہے۔ مجاہد سے ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے الوتر واجب ولم یکتب۔ ایسے ہی ابن ابی شیبہ نے حضرت سعید بن المسیب اور ابن مسعود۔ حذیفہ۔ ابو عبیدہ وغیرہ صحابہ کرام سے وجوب کا قول نقل کیا ہے۔ ابو بکر غزنوی حنفی بھی وجوب کے قائل ہیں لہذا صرف امام صاحب کی طرف قول بالوجوب کو منسوب کرنا نہایت غلط ہے

اب وجوب پر استدلالات سنئے:۔ اسی باب کے اندر ابن عمر کی حدیث بادروا الصبح بالوتر مذکور ہے دوسری روایت کے اندر ہے اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا۔ ایسے ہی حضرت انس کی روایت بادروا الصبح بالوتر اور حضرت جابر کی حدیث من خاف ان لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر اوله ومن طمع ان یقوم آخره فلیوتر آخر اللیل یہ تمام احادیث وجوب پر دال ہیں کیونکہ ہر ایک کے اندر آپ نے امر فرمایا ہے والامر للوجوب۔ حضرت خارجہ کی حدیث ان الله زادکم صلوة فصلوها تو آپ نے امر فرمایا اور قاعدہ ہے کہ زیادتی مقدر پر ہوتی ہے اور وہ فرائض ہیں کیونکہ سنن کے اندر تقدیر نہیں ہے اور مزید کا مزید علیہ کی جنس سے ہونا ضروری ہے لیکن چونکہ یہ دلیل ظنی ہے زیادتی ہے لہذا فرض تو اگرچہ فرض نہیں ہوسکتا لیکن کم از کم واجب ضرور ہوگا کیونکہ تمام سنن رواتب بھی تو مقدر ہیں اور ان کے اعداد متعین ہیں لہذا وتر کی زیادتی سنن رواتب مقدرہ پر ہوسکتی ہے اور اس صورت کے اندر وتر بھی سنت ہوگا اسکا جواب ابو مسعود کاسانی صاحب بدائع دیتے ہیں کہ حضور نے اس حدیث پاک کے اندر آپ نے فرمایا زادکم الی الوتر اور الوتر پر الف لام تعریف داخل ہے جو تقدم علم کو چاہتا ہے لہذا معلوم ہوا کہ وتر پہلے سے معلوم و متعین شئی ہے اور یہ جب ہوگا جبکہ سنن رواتب کے اندر داخل ہو لہذا پہلے سنن کے اندر داخل ہے اور اب آپ کے قول سے وجوب کا ثبوت ہوا ایسے ہی حضرت بریدہ کی حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا اور یہ وعید واجب ہی پر ہوسکتی ہے سنن کا تارک اتنا بڑا مجرم نہیں ہے۔

شافعیہ کا استدلال ہے موطا امام مالک کے اندر ایک حدیث ہے ~~حضور ... کا قول~~ مختصر جس کے اندر ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ وتر واجب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور نے اور مسلمین نے وتر پڑھا ہے کئی بار انہوں نے یہ سوال اور ابن عمر نے یہی جواب دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وتر

واجب نہیں ورنہ وہ جواب کے اندر فرماتے کہ ہاں واجب ہے۔ ابن الملک جواب دیتے ہیں کہ اس حدیث سے نفی پر استدلال کرنا درست نہیں ہے کہ ابن عمر نے یہ سمجھا کہ اگر میں واجب کہدونگا تو وہ اسکو فرض سمجھیگا۔ دوسرا استدلال شافعیہ کا اس حدیث سے ہے جس کے اندر ہے کہ ایک اعرابی نے حضور سے فرائض کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ پانچ ہیں۔ اس نے کہا کہ هل علی غیرهن آپ نے فرمایا کہ لا الا ان تطوع۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تطوع کے اندر داخل ہے جواب یہ ہے کہ تطوع سے مراد مالم تکن فرائض مکتوبۃ ہے جواب یہ ہے کہ یہ اعرابی کا واقعہ وتر کے واجب ہونے سے قبل کا ہے تیسرا استدلال شافعیہ کا ابن عمر سے مروی ہے کہ سواری پر وہ وتر پڑھ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ سنت ہے اسکا جواب مولانا گنگوہی نے دیا کہ جب روایات کے ذریعہ وجوب ثابت ہو گیا تو اب ابن عمر کی حدیث کو عذر پر محمول کیا جائیگا۔ لیکن ابن عمر سے روایات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوا کہ انہوں نے وتر راحلہ پر پڑھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے وتر زمین پر پڑھا ہے لہذا جمع ان کی روایات کے اندر یہ ہے کہ راحلہ پر وتر پڑھنا وجوب سے قبل کا واقعہ ہے۔ المسئلۃ الثانیۃ:— رکعات وتر کتنی ہیں؟ امام شافعی امام مالک امام احمد فرماتے ہیں کہ اقل وتر ایک رکعت ہے اسکے بعد جتنا چاہے اضافہ کرے امام محمد۔ سفیان ثوری۔ عبد اللہ بن مبارک کے نزدیک تین رکعت ہے حضرت انس۔ ابن مسعود۔ ابی بن کعب اور جمہور سلف و خلف کا اجماع ہے کہ تین رکعت ہے۔ ابو العالیہ سے سوال کیا گیا کہ وتر کے بارے میں آپ کا خیال ہے جواب دیا جیسے دن کا وتر ہے ایسے ہی یہ رات کا وتر ہے اور دن کا وتر سے مراد مغرب کی نماز ہے کہ جیسے وہ تین رکعت ایسے ہی وتر کی رکعات بھی ہیں اور تین رکعت پر ہمارے پاس بہت سے دلائل ہیں (۱) ابن عباس کی حدیث ص ۱۰۶ پر گذر چکی کہ بت عند خالتی میمونۃ الخ اسکے آخر میں ہے ثم اوتر بثلاث اور حضرت عائشہ کی حدیث بھی ماقبل میں گذر چکی جس میں وتر کے ثلث رکعات ہونے پر استدلال کیا جاسکتا ہے ایسے ہی ایک روایت مستدرک حاکم کے اندر ہے کہ یوتر بثلث رکعات اور اسکے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں ایسے ہی وہ ساری روایات جو قرأۃ فی الوتر کے باب میں ہیں وہ سب ہمارا مستدل بن سکتی ہیں چنانچہ انہی روایات میں ایک روایت عبد العزیز بن جریج کی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے سوال کیا قرأۃ کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ پہلی رکعت کے اندر سبح اسم ربک اور ثانی میں سورہ کافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد آپ پڑھتے تھے علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ تین رکعات ہونے کے متعلق بیس صحابہ سے روایات مروی ہیں لہذا وہ بیس کی بیس ہمارے دلائل ہیں

المسئلۃ الثالثۃ:— تینوں رکعت متصلاً پڑھے یا کچھ فصل بھی ہو سکتا ہے؟ شافعیہ کے یہاں فصل اور وصل دونوں جائز ہے یعنی دو رکعت ایک تحریمہ اور ایک رکعت ایک تحریمہ اور تینوں رکعت ایک ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک فصل جائز نہیں اور وصل واجب ہے۔ شافعیہ ہم پر ایک اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے ایک روایت ہے کہ سات رکعت۔ پانچ رکعت اور

تین رکعت نفل نہ پڑھو ورنہ علاوہ مغرب کے مشابہ ہو جائیگی - ابن حجر اس کی تاویل اپنے مذہب کے مطابق 111/٨
کرتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے اندر ایک تشہد آخر میں سلام کیلئے ہوتا ہے
وتر کے اندر ایسا نہ ہونا چاہیے بلکہ دو تشہد کے بعد سلام ہونا چاہیے یعنی دو رکعت پر سلام اور
پھر ایک رکعت پر سلام ہونا چاہیے ہم اس اعتراض اور اس تاویل کا جواب دیتے ہیں کہ اسکا
مطلب تو یہ ہے کہ مغرب کی نماز سے پہلے جب کوئی شفع نہیں ہوتا وتر کے اندر ایسا نہ ہونا چاہیے
بلکہ وتر سے پہلے چند رکعات (شفع) زائد پڑھ لینی چاہیے۔ المسئلة الرابعة :- کیا کیا
سورتیں مستحب ہیں امام شافعی امام مالک کے نزدیک پہلی میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور ثانی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون
اور تیسری میں قل ہو اللہ احد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تینوں پڑھے اور حنابلہ حنفیہ کے نزدیک
1254 تیسری میں صرف قل ہو اللہ احد پڑھے حدیث ١ الفصل الاول عن ابن عمر :- یہ حدیث پاک شافعیہ کا ٨
مستدل ہے عدم وجوب ثلث رکعۃ پر اور ہم اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ان دو رکعت کے ساتھ
55 ایک رکعت اگر اور ملالے تو ملا لے وتر بنجائیگی وعنہ قال :- اس حدیث سے بھی شافعیہ نے وتر کے ایک ٩
رکعت ہونے پر استدلال کیا اور ہماری طرف سے مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے جواب دیا کہ الوتر رکعۃ کا مطلب ہے
رکعۃ مع الشفعتین اللتین ھی قبلہا۔ علامہ زرقانی نے اسکو بعید کہا لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ یہ
جواب بعید نہیں بلکہ اس پر قرینہ موجود ہے جو اس سے پہلی حدیث میں گذر گیا وہ لفظ ما قد صلی ہے۔
56 عن عائشة :- اس حدیث سے بھی شافعیہ نے استدلال کیا پانچ رکعت پر تسلیم واحد - ہماری طرف سے علامہ ١٠
کشمیری نے جواب دیا کہ حدیث پاک میں لا یجلس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ درمیان میں قعدہ وغیرہ نہیں فرماتے
تھے بلکہ ایک ہی مرتبہ قعدہ فرما کر سلام پھیر دیتے تھے بلکہ اسکا مطلب ہے کہ لا یجلس للتسلیم ورنہ قعدہ ضرور
فرماتے تھے اور اسکی دلیل علامہ شوق نیموی نے بیان فرمائی کہ ابو داود شریف کے اندر ابن عباس کی روایت
میں بھی اسکا ذکر ہے کہ آپ نے پانچ اور سات رکعات وتر پڑھے اور اسکے اندر ہے ولا یسلم فیھن الا
آخرھن اس سے معلوم ہو گیا کہ لا یجلس کا مطلب ہے لا یجلس للتسلیم مصنف نے اس حدیث کو متفق علیہ
57 کہا حالانکہ علامہ شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ مفاریہ مسلم میں سے ہے عن سعد بن ھشام :- ١٢
حضرت عائشہ نے حضور کی عادت شریفہ کے متعلق فرمایا کان القرآن یعنی قرآن پاک پر عمل کرنا - دوسری
بات اس حدیث سے معلوم ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعت تہجد کی بغیر [illegible] نماز بلا قعدہ کے
پڑھتے تھے صرف آخر کے اندر قعدہ فرماتے تھے حالانکہ یہ مذہب حنفیہ کے خلاف ہے اسکا جواب حضرت علامہ عینی
~~[illegible]~~ نے دیا کہ ان آٹھ رکعت کے اندر چھ رکعت تو حضرت عائشہ نے تہجد کی نماز کو چھوڑ دیا
اور باقی وتر کی رکعت مراد ہیں اسی وجہ سے توقف فرمایا اور ثامنہ کے اندر قعود سے مراد وتر کا پہلا تشہد ہے
اور نویں رکعت کا قعود وتر کا دوسرا تشہد ہوگا اب کوئی اشکال نہیں تو جواب کا خلاصہ یہ نکلا کہ حدیث پاک
کے اندر صرف وتر کے قعود کا ذکر ہے تہجد کے قعود کا ذکر نہیں ہے علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں کہ علامہ
عینی کے اس جواب کا ماخذ نسائی شریف کی یہی روایت ہے اسکے اندر یہ الفاظ ہیں وکان لا یسلم
فی رکعتی الوتر الخ اس سے معلوم ہو گیا کہ وتر کے قعدہ اور سلام کو بیان کرنا مقصود ہے

1259 عنہ قال :- اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ وتر کی قضاء کب تک ہے اس کے اندر چند اقوال ہیں: 111/22
اول :- امام مالک امام شافعی امام احمد کے نزدیک صبح تک نماز وتر کا وقت ہے اور صبح کے بعد ساقط ہو جاتا ہے
دوم :- ابراہیم نخعی کے نزدیک طلوع شمس سے پہلے تک وقت رہتا ہے اور یہی ایک قول عطا سے ہے طلوع صبح اور
سوم :- حماد بن سلیمان حسن بصری کے نزدیک زوال الشمس سے پہلے پہلے تک وقت ہے یہی امام شعبی سے نقل کیا گیا ہے
چہارم :- سعید بن جبیر کے نزدیک دن میں قضا نہیں بلکہ آگے رات کے ہونے کے بعد وتر کا اگلی رات تک قضا ہو سکے
یعنی اگر شنبہ کی رات کے وتر چھوٹ گئے تو یکشنبہ میں دن کے اندر تو قضا نہیں کریگا البتہ اس دن غروب کے
بعد سے عشاء کے وقت تک کر سکتا ہے اور اس دن اگر وتر پڑھ لیے تو پھر شنبہ کے دن کے وتر ساقط ہو جائیں گے
پنجم :- نماز صبح تک وقت ہے اور پھر صلوٰۃ صبح کے بعد سے طلوع شمس تک قضا نہیں کر سکتا بلکہ طلوع شمس کے
بعد سے غروب تک قضا کر سکتا ہے اور غروب کے بعد نہیں کر سکتا پھر غروب کے بعد سے عشاء تک قضا کر سکتا ہے
اور عشاء کے بعد ساقط ہو جائیں گے۔ یہ مذہب ہے امام اوزاعی کا۔ ششم :- دن کے اندر اندر قضا کر لے
اور اس کے بعد قضاء نہیں کریگا یہ بھی امام اوزاعی کی طرف منسوب ہے۔ ہفتم :- حیثما جب چاہے قضا کر سکتا
ہے دن کی تو قید اور نہ رات کی تعیین یہی شافعیہ کا فتوی اور امام صاحب کا مذہب ہے البتہ دونوں کے اندر فرق
یہ ہے کہ ان لوگوں کے نزدیک ترتیب نہیں اور ہمارے نزدیک وتر اور بقیہ نمازوں کے اندر ترتیب ہے
61 ہشتم :- اگر سہواً یا نوم کی وجہ سے ترک کر دیئے تو قضاء ہے ورنہ اگر عمداً چھوڑے تو اس پر قضا نہیں ہے۔ عن عائشہ :-
اس حدیث کے اندر وانتہی وترہ الی السحر کے دو مطلب بیان کئے گئے ہیں مطلب اول اور یہی صحیح اور اقرب ہے 22
کہ آپ شروع زمانہ کے اندر تو وتر کبھی شروع رات میں کبھی وسط لیل میں اور کبھی آخر لیل میں پڑھتے تھے لیکن 25
اس کے بعد آخر عمر میں ہمیشہ آپ کا وتر آخر لیل میں ہوتا تھا۔ مطلب دوم یہ ضعیف اور بعید مطلب ہے کہ آپ بعض
دفعہ تمام رات وتر پڑھتے رہتے یعنی انتہاء ہوتا تھا کہ صبح تک پہنچ جاتا تھا۔

64 الفصل الثانی عن عبد اللہ بن ابی قیس :- یہ حدیث دلیل ہے اس مسئلہ پر کہ وتر کی رکعات تین ہیں 112/5
اور حنفیہ کا دوسرا مسئلہ کہ وتر متصلاً ہونا چاہیے منفصل نہ ہو اس پر بھی اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے
65 عن ابی ایوب :- اس حدیث کو علماء نے موقوف قرار دیا ہے چنانچہ امام نسائی نے موقوف کو راجح قرار دیا 7
ابو حاتم۔ دار قطنی۔ بیہقی نے بھی موقوف قرار دیا اور حافظ کی بھی یہی رائے ہے لہذا یہ مرفوعاً شوافع کی دلیل نہیں بن سکتی
66 عن علی :- اس حدیث کے اندر ہے فاوتروا یا اہل القرآن یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب کیلئے
آتا ہے لہذا وتر واجب ہونے پر دلیل قائم ہو گئی لیکن اس پر اشکال ہوا کہ صرف حفاظ پر وتر واجب ہونا 9
اس حدیث سے لازم آیا حالانکہ غیر حفاظ اور غیر اہل القرآن پر بھی وتر واجب ہے اس کا جواب
مولانا عبد الحق صاحب نے دیا کہ اہل القرآن سے حفاظ مراد نہیں بلکہ عام ہے اور تمام مصدقین یعنی مومنین
مراد ہیں۔ علامہ کشمیری اس جواب پر راضی نہیں بلکہ انہوں نے اس حدیث کی دوسری تاویل کی اور
فرمایا کہ اس کا حرف حفاظ مراد ہیں اور وتر سے مراد صلوٰۃ اللیل ہے یعنی صلوٰۃ اللیل حفاظ کیلئے زیادہ
67 مؤکد ہے اور وہی زیادہ مستحق ہیں۔ عن خارجۃ بن حذافہ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر کا وقت طلوع
فجر تک ہے چنانچہ ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور اس پر ابن المنذر اور ابن رشد حنفیہ نے اجماع نقل کیا ہے 11

1267 امام صاحب کا مذہب یہ ہے کہ وتر اور عشاء کا وقت ایک ہے البتہ ہمارے یہاں نماز اور وتر کے درمیان ترتیب ١١٢/١١
ہوگی یہی ایک روایت امام شافعی کی ہے لیکن اس حدیث کو امام شوکانی نے تضعیف کر دی اور عراقی نے بھی
تضعیف کر دی ہے اب امام شافعی کی وجہ ترجیح یہ اختلاف تو ابتداء وقت کے اندر تھا ایسے ہی آخر وقت
کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے حافظ ابن حجر نے اس بات کو مستحق کیا کہ وقت جواز صلوٰۃ صبح تک اور وقت اختیار
طلوع فجر تک ہے شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ یہ ضابطہ کے اصول شروع کے خلاف ہے کیونکہ بعد
طلوع الفجر انکے یہاں نہیں پڑھ سکتا ہے اداءً یہ کیا جاتا ہے یہ ضابطہ کی ایک وجہ ہے جیسا کہ شوافع کی
77 تیسری وجہ شافعیہ کی یہ ہے کہ ظہر کی نماز بعد عصر کی نماز کا وقت باقی رہتا ہے

الفصل الثالث

عن ابن عباس: اسکے متعلق اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں ایتار واحدہ پر۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب ٢٤
فرماتے ہیں کہ ان کے استدلال کا جواب خود معلوم ہو گیا کہ وتر کی ایک رکعت پڑھنا غیر مشہور ہے ایک مرتبہ سعد
بن وقاص نے وتر کی ایک رکعت پڑھی ابن مسعود کو معلوم ہوا تو فرمایا کہ یہ کافی نہ ہوگی نیز صلوٰۃ بتیراء سے
82 آپ نے منع فرمایا ہے عن نافع: اگر کسی شخص نے شروع لیل میں وتر پڑھ لیے اور اسکے بعد اسکو خیال ١١٣/١٠
ہوا کہ رات کو تہجد پڑھیگا تو دوبارہ اسکے بعد وتر کو پڑھے یا نہ پڑھے حضرت عمر، علی، عثمان، ابن عباس
ابن مسعود، اسامہ بن زید، ابو ہریرہ، ابن عمر ان سب کے نزدیک وتر دوبارہ پڑھیگا اور نقض وتر
کریگا اور دلیل پیش کرتے ہیں اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وترا۔ لہٰذا اخیر رات پڑھنا ضروری ہے
لیکن یہ جمہور کے خلاف ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اکثر ہی کی رائے یہی ہے کہ وتر کا نقض نہ کرے اور
وجہ یہ ہے کہ حضور نے فرمایا لا وتران فی لیلۃ اور پہلے مذہب کے بناء پر لازم آئیگا دو وتر ان کو
ایک رات میں پڑھنا ہو گیا لوگ کہنے لگے کہ جو وتر اسنے شروع لیل میں پڑھے ہیں وہ وتر کہاں رہے
ہم کہتے ہیں کہ آخر لیل میں جو آپ شفع ملانے کیلئے کہا یہ بلا کیسے معتبر ہوگا۔ اور ان لوگوں
جو حدیث پیش کی اسکا جواب یہ ہے کہ وہ ایسے شخص پر محمول ہے جو آخر لیل میں وتر پڑھنا چاہے اسکو
84 چاہیے کہ آخر لیل میں وتر پڑھے عن ام سلمۃ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ وتر کے بعد ١٤
دو رکعت پڑھتے تھے لیکن دوسری احادیث مشہورہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی آخری نماز وتر ہوتی تھی
چنانچہ اجعلوا آخر صلوٰتکم باللیل وترا سے اسکی تائید بھی ہوتی ہے اب ان دونوں قسم کی احادیث کے
اندر علماء کی دو جماعتیں ہو گئی ہیں ایک اصحاب تاویل اور دوسری اصحاب ترجیح جو لوگ دونوں کے اندر ترجیح
کا مذہب اختیار کرتے ہیں ان میں قاضی عیاض مالکی بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ رکعتین بعد الوتر کی روایت
مردود اور ضعیف ہے علامہ نووی اہل تاویل میں سے ہیں وہ نووی قاضی جی کے قول کی تردید کر دی اور
فرمایا کہ بین الروایات ترجیح کی ضرورت اسوقت پیش آتی ہے جبکہ دونوں میں جمع نا ممکن ہو اور آپ نے
جو دو رکعت پڑھی وہ بیان جواز کیلئے پڑھی۔ اب یہ کہ ان دونوں رکعتوں کا کیا حکم ہے؟ امام مالک نے ان دونوں
رکعتوں کا انکار کر دیا امام احمد فرماتے ہیں کہ نہ میں پڑھتا ہوں اور نہ کسی کو روکتا ہوں۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
یہ بمنزلہ سنتہ کے ہیں کیونکہ وتر صلوٰۃ مستقلہ ہے اور مستقل نماز کیلئے جیسا کہ سنتیں ہوتی ہیں ایسے
ہی یہ دونوں سنتیں ہیں وتر کی۔ دوسرا اختلاف ہے کہ ان کو بیٹھکر پڑھنا اولیٰ ہے یا کھڑے ہوکر؟

1284 حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ بعض مشائخ کے نزدیک بیٹھکر پڑھنا اولیٰ ہے لیکن 113/12
دوسرے بعض علماء نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے کیونکہ قاعدی نماز کا ثواب قائم کی نماز سے نصف
درجہ کم ہوتا ہے لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ جب حضور سے ثابت ہوا تو یہ نصف ثواب کے حکم میں داخل نہیں

باب القنوت 20

قنوت کے معنی مختلف ہیں جو ماقبل میں گذر گئے اور یہاں اس کی مراد وہ مخصوص دعاء ہے جو مخصوص محل مخصوص
کے اندر پڑھی جاتی ہے قنوت کے پڑھنے میں علماء کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک مسنون ہے اور قنوت
امام صاحب کے نزدیک واجب ہے چنانچہ سوید بن غفلہ سے ایک روایت دارقطنی کے اندر منقول ہے اور کانوا
یفعلون ذالک اور اس کا مداومت معلوم ہوتی ہے اس حدیث سے استدلال کرنے پر محقق ابن ہمام نے
مفصل کلام کیا اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ وتر کے اندر قنوت پڑھے گا یا نہیں؟ امام مالک کے
نزدیک نہیں پڑھیگا جمہور کے نزدیک پڑھی جائیگی تیسرا اختلاف اس مسئلہ کے اندر ہے کہ تمام سال
پڑھیگا یا بعض اوقات کے اندر حنابلہ و حنفیہ کے نزدیک سارے سال پڑھیگا امام شافعی و امام مالک
رمضان کے آخری نصف کے اندر پڑھتے ہیں ایک روایت امام احمد کی ہے اور شافعیہ کی ایک وجہ
ہمارے موافق ہے اور امام مالک کے نزدیک آخر رمضان کے نصف میں پڑھے یہ ان کی ایک روایت
دوسری روایت مالکیہ کی ہمارے موافق ہے اور تیسری روایت ان سے یہ ہے کہ اسکو اختیار ہے۔ چوتھا
اختلاف وسیات کے اندر ہے کہ قنوت کن کن نمازوں میں پڑھے امام مالک و امام شافعی
کے نزدیک فجر کی نماز دوسری رکعت کے اندر رکوع کے بعد پڑھےگا پورے سال اور رمضان کے آخری نصف
کے اندر وتر کی نماز میں بھی وتر کی تیسری رکعت کے اندر رکوع سے پہلے پڑھے امام احمد اور امام صاحب
کے نزدیک الگ نماز کے اندر نہیں پڑھیگا بلکہ صرف وتر کے اندر پڑھی جائیگی پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ
کونسی دعا پڑھیگا امام صاحب کے نزدیک سورۃ الحفد والخلع پڑھیگا اور یہی مالکیہ کا مختار ہے
اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اللھم اھدنی فیمن ھدیت الخ پڑھےگا ہمارا استدلال حضرت عمر بن خطاب
کے فعل سے ہے نیز ابی بن کعب کے مصحف میں سورتیں کے اندر ہمارا قنوت موجود ہے اور دونوں فرماتے ہیں
اور دونوں قنوت کو جمع کرتے ہیں نیز شافعیہ کے یہاں قنوت بعد الرکوع اور ہمارے یہاں قبل الرکوع ہے

89 الفصل الاول عن عاصم الاحول یہ حدیث ہمارا مستدل ہے اس مسئلہ کے اندر کہ قنوت قبل الرکوع
ہے چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ کے اندر روایت نقل کی ہے جس کے اندر قبل الرکوع کا ذکر ہے اور بعد الرکوع تو 25
92 قنوت نازلہ کا ذکر ہے الفصل الثانی عن ابی مالک الاشجعی اس حدیث کے اندر قنوت کو امر 114/4
محدث (بدعت) قرار دیا ہے لہذا حضور سے پڑھنا ثابت ہے ملا علی قاری نے جواب دیا ہے کہ مراد قبیلہ اسم
93 بدعت ہے الفصل الثالث عن الحسن :- اس حدیث کا مطلب ہے کہ حضرت ابی بن کعب
رمضان شریف کے اندر بیس روز تو تراویح پڑھاتے تھے اور جب آخری عشرہ ہوتا تو آپ 7
نماز پڑھانا چھوڑ دیتے تھے اور پیچھے لگا دیتے تھے۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ ان کا یہ گمان حضور کی
اقتداء کے اندر ہوتا تھا بعض نے کہا کہ کسی عذر کی وجہ سے تھا ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ وہ عذر تخلی بالنوافل ہے

باب قیام شہر رمضان

تراویح کے مشروع ہونے پر تمام علماء کا اجماع ہے روافض کے اس میں اختلاف ہے اور دو روایتیں ہیں ۱۱۲/۱۰
(۱) مشروع نہیں (۲) مردوں پر مشروع ہے عورتوں پر مشروع نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے اس پر کہ
امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک اس کی رکعات بیس ہیں وکل ترویحة بتسلیمتین حضرت شیخ
کی تحقیق کے مطابق امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے لیکن علامہ نووی اور ابن قدامہ نے نقل کیا ان کے نزدیک
چھتیس رکعتیں ہیں اور اہل مدینہ کا مشہور یہی تھا۔ جمہور کا استدلال سائب بن یزید کی روایت
سے ہے کہ حضرت عمر و عثمان کے زمانہ میں سب بیس رکعات پڑھتے ہیں یزید بن رومان سے امام مالک نے
روایت نقل کی ہے بیس رکعت ہے۔ محقق ابن ہمام فرماتے ہیں آٹھ رکعات تو سنت مؤکدہ ہے اور
بارہ رکعات مستحب ہیں کیونکہ حضرت عائشہ سے مروی ہے حضور رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت
سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں ان کا استدلال اس حدیث سے کرنا صحیح نہیں
کیونکہ دوسری جگہ حضور کا ارشاد ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین لہذا عمر و عثمان کی سنت بھی ہم
پر واجب ہے۔ آج کل غیر مقلدین نے بھی اس مسئلے کو خوب اچھال رکھا ہے آٹھ رکعات تراویح آٹھ ہیں
اور بارہ رکعات مسنون ہیں اور اسی حدیث عائشہ سے استدلال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں یہ عائشہ
کی حدیث تراویح کے باب کی نہیں بلکہ باب صلوٰة اللیل سے متعلق ہے ابن حجر نے اعتراض کیا ہے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تراویح ثابت نہیں ہے ہم کہتے ہیں آپ کا کہنا صحیح ہے لیکن ابن ابی شیبہ
نے روایت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہے اور حضرت عمر و علی اور
حضرت عثمان سے بھی ثابت ہے ان کے زمانے میں بیس رکعات پڑھی گئی ہیں۔ حضرت امام صاحب
سے سوال کیا گیا تراویح کیا ہے انہوں نے جواب دیا بیس رکعت ہے اور لوگوں کا ایک اعتراض
یہ کہ حضرت عمر کا فعل ہے ہم کہتے ہیں وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے تھے بلکہ سب صحابہ حضور کے فعل
1295 و عمل کی اقتداء فرماتے تھے الفصل الاول عن زید بن ثابت: یہ مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ۱۱
کہ تراویح کا منفرداً پڑھنا اول ہے یا جماعتاً پڑھنا اول ہے امام محمد امام احمد اسحاق بن راہویہ
عبداللہ بن مبارک کے نزدیک جماعت اول ہے کیونکہ شعار اسلام ہے اور ان کا اظہار اول
1300 امام مالک امام شافعی کا مذہب ہے کہ منفرداً پڑھنا اول ہے الفصل الثانی عن زید بن ثابت ۱۱۵/۲۳
علماء نے بیان کیا کہ مدنی کے واسطے اپنے گھر کے اندر اور آفاقی کے واسطے مسجد حرام کے اندر پڑھنا اول ہے
1301 نہ معلوم پھر کبھی نصیب ہو یا نہ ہو الفصل الثالث عن عبد الرحمن: اس حدیث کے اندر اس جگہ ۷
نعمت البدعة غیر مقلدین نے تراویح کے بدعت ہونے پر استدلال کیا علامہ عینی فرماتے ہیں بدعت کی
دو قسمیں ہیں ایک حسنہ اور ایک بدعت غیر حسنة جو بدعت کسی اصل کے تحت داخل ہو وہ حسنہ اور جو داخل
نہ ہو وہ سیئہ ہے اور یہ تحت اصل داخل ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے
علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں اس بدعت سے بدعت لغوی مراد ہے ورنہ نفس جماعت بدعت نہیں بلکہ وہ
حضور سے ثابت ہے والتی تنامون عنها الخ یعنی آخر رات میں تراویح کا پڑھنا زیادہ بہتر ہے ۷
ہمارے حضرت شیخ الحدیث صاحب فرماتے ہیں اس کا مطلب ہے ابتداء شب سے لیکر انتہاء شب تک پڑھنا زیادہ ثواب

1302 عن السائب بن یزید :۔ باب تراویح کے اندر روایات مختلف ہیں بعض میں گیارہ ۔ بعض تیرہ 115/8
اور بعض کے اندر اکیس اور کسی میں تئیس تک عدد رکعات کو بیان کیا گیا ہے اور جمع ان روایات
کے اندر ایسے ہوگا کہ جو لوگ قیام کو طویل کیا کرتے تھے وہ رکعات کے اندر کمی کرتے تھے اور جو رکعات کو زیادہ
1305 کرتے تھے وہ قیام کو کم کرتے تھے عن عائشہ :۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مخلوق کے اعمال کو
پندرھویں شعبان کی رات میں آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور ایک روایت سے معلوم ہوا کہ 14
دوشنبہ اور پنجشنبہ کے اندر بھی اعمال کا رفع ہوتا ہے دونوں کے اندر علماء نے جمع کیا کہ پندرھویں رات
کو تو تمام سال کے مجموعۂ اعمال کا رفع ہوتا ہے اور سوموار ۔ جمعرات کو صفحہ کے اعمال کی پیشی ہوتی ہے
دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دخول جنت اعمال پر مرتب نہیں ہوتا بلکہ خشیۃ الٰہی پر
موقوف ہے حالانکہ قرآن پاک کہتا ہے تلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون اس سے معلوم ہوا
کہ اعمال پر دخول مرتب ہوتا ہے علامہ ابن قیم نے جواب دیا کہ اعمال اسباب کے درجے میں ہیں اور اسباب
پر مسببات کا وجود موقوف نہیں اور علت تامہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مشیت ہے جس پر معلول کا وجود موقوف ہے

باب صلوٰۃ الضحیٰ

115/22
اس کے حکم کے اندر علماء کا اختلاف ہے ۶ چند اقوال ہیں (۱) مستحب ہے (۲) بغیر سبب کے مشروع نہیں
(۳) بالکل مستحب نہیں عبد الرحمٰن بن عوف اور ابن مسعود سے مروی ہے (۴) کبھی کرنا اور کبھی ترک مستحب ہے
(۵) مواظبۃ فی البیوت مستحب ہے (۶) بدعت ہے یہ ابن عمر کا مذہب ہے ۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک مستحب ہے
حضرت ابن عمر سے جو بدعت کا قول منقول ہے اس پر اشکال ہوتا کہ یہ حضور سے ثابت ہے لہٰذا بدعت کہنا
کیسے صحیح ہے اسکا جواب۱ دیا کہ ان کو علم نہیں ہوتا کہ حضور سے ثابت ہے جواب۲ ابن عمر نے مساجد کے
1309 اندر کھلم کھلا پڑھنے کو بدعت قرار دیا ہے الفصل الاول عن ام ھانی :۔ جو لوگ صلوٰۃ ضحیٰ کا
انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے جو حضور کا نماز پڑھنا ثابت ہے یہ بسبب ہے اور وہ سبب 25
شکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے فتح نصیب فرمائی تو اس فتح مکہ کے شکریہ میں حضور نے نماز پڑھی تھی اور اتفاق
سے ضحیٰ کے وقت میں واقع ہو گئی ۔ اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ چاشت (ضحیٰ) اور اشراق
یہ دونوں الگ ہیں یا ایک ہیں ۔ اکثر حضرات صوفیاء کرام کی رائے ہے کہ دونوں الگ الگ ہیں کیونکہ
امام ترمذی نے شمائل کے اندر حضرت علی سے ایک روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک کے
متعلق نقل کی کہ الیصلی ارنیعًا اذا کان الشمس من ھٰھنا وقت العصر ولیصلی اربعا اذا کان الشمس ھٰھنا
من وقت الظہر تو اس روایت کے اندر تصریح وارد ہوگئی کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں ۔۔۔۔
1310 عن معاذۃ :۔ اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا کہ حضور چار رکعتیں پڑھتے تھے 26
اور مسلم و بخاری کی ایک روایت کے اندر وارد ہوا کہ حضرت عائشہ سے نقل کیا گیا کہ میں نے سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی صلوٰۃ الضحیٰ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا اب ان دونوں کے اندر جمع کرنا
اور تطبیق دینے کے اندر علماء کے تین مسلک ہو گئے ۔ مسلک اول :۔ اسکو ابن عبد البر نے اختیار
کیا اور فرمایا کہ یہ روایت معاذۃ کی غلط اور صحیحین کی روایت صحیح ہے مسلک ثانی :۔ امام نووی نے

1310 دونوں کے اندر جمع کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عادۃً چاشت کے وقت اکثر اپنے اہل کے پاس ہوتے تھے اور 115/26
حضرت عائشہ کے پاس نہیں ہوتے تھے تو دوسروں سے حضرت عائشہ نے نفی فرمادی امام بیہقی فرماتے ہیں
کہ نفی سے مواظبت کی نفی مراد ہے اور جہاں اثبات کا ذکر ہے وہاں اثبات احیاناً مراد ہے
مسلک ثالث :- یہ روایت حضرت معاذہ کی مثبت ہے اور صحیحین کی روایت مثبت نہیں بلکہ نافی ہے
11 اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر عن ابی ذر :- اس حدیث پاک کے اندر لفظ سُلامیٰ سلامۃ کی جمع ہے 116/1
انگلی کے پورے کو کہتے ہیں اور یہاں اس کے اعضاء کے جوڑ مراد ہیں اور ہر جوڑ کا صدقہ واجب ہے اور ان
کے بدن کے اندر تین سو ساٹھ جوڑ ہوتے ہیں لہذا ہر ایک کا صدقہ واجب ہے اور ان تمام کیلئے حضور نے بتلا دیا
کہ چاشت کی نماز ان تمام جوڑوں کے صدقہ کیلئے کافی ہے حدیث شریف کے اندر دو رکعت صلوٰۃ ضحی کی بیان
کی گئی ہے ایک جانب کی تو یہ تحدید ہو گئی لیکن دوسری جانب کی تحدید کو بیان نہیں کیا گیا چنانچہ ابن جریر
ابراہیم بن یزید حسن بصری ابو سعید خدری وغیرہ سے جو روایات مروی ہیں ان میں تحدید نہیں ہے علامہ باجی
اور علامہ سیوطی نے اسی کو راجح قرار دیا ہے کوئی تحدید نہیں ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعات سے اکثر
ہونے پر کوئی روایت دال نہیں ایسا ہی علامہ عراقی نے نقل کیا ہے صرف علامہ رویانی نے حصر نقل کیا ہے
اور علامہ نووی اور علامہ اذرعی نے ان کا اتباع کیا ہے دوسری جماعت کہتی ہے کہ جانب اخیر کے اندر بھی
تحدید وارد ہوئی ہے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم نے اوجز سے نقل کیا ہے کہ ان کے یہاں
عدد رکعات محصور ہیں چنانچہ تمام ائمہ اربعہ کا رکعات پر اجماع ہے کہ اقلہا رکعتان - البتہ اکثر کے اندر اختلاف
ہورہا ہے کہ اس کا کتنا عدد ہے مالکیہ کے یہاں آٹھ رکعت ہیں لیکن مالکیہ میں سے قاضی ابو الولید باجی
نے حصر کو غلط قرار دیا ہے - حنابلہ کے یہاں آٹھ ہیں - شافعیہ سے دو روایتیں ہیں ایک آٹھ کی
اور ایک بارہ کی اور اول ہی معتبر ہے حنفیہ کے یہاں اقل رکعت دو ہیں اور اوسط آٹھ ہیں اور اکثر
بارہ رکعات ہیں واوسطہا افضلہا - اوسط پر علماء کا استدلال حضرت ام ہانی کی حدیث سے ہے
اور بارہ پر علماء کا استدلال حضرت انس بن مالک کی حدیث سے ہے عن زید بن ارقم :- اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز چاشت کا نام بھی صلوٰۃ الاوابین ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ جو بعد المغرب ادا کی جاتی ہے وہی
13 الفصل الثانی عن ابی الدرداء :- اس حدیث قدسی کے اندر جو چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے اس کے 5
متعلق بعض کی رائے یہ ہے کہ اس سے صلوٰۃ ضحی مراد ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک اس سے فجر کی سنت اور فرض مراد ہیں
20 الفصل الثالث عن ابی سعید :- اس حدیث سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ہمیشہ پڑھتے تھے اور 17
نہ ہمیشہ ترک رکھتے تھے لیکن ممکن ہے کہ آپ ہمیشہ پڑھتے ہوں لیکن کبھی گھر کے اندر اور کبھی مسجد کے اندر پڑھتے
ہوں تو اس صورت میں یہ ابو سعید کا مقولہ ان کے علم پر موقوف رہیگا اور یا یہ کہ اس حدیث سے عدم مداومت
وعدم مواظبت کو بیان کرنا مقصود ہے اور آپ نے مداومت اسلئے نہیں کی کہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ 20

باب التطوع (الفصل الاول)

22 عن ابی هریرة :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت بلال حضور سے پہلے جنت میں داخل ہوگئے حالانکہ 20
حضور سے پہلے کوئی بھی جنت میں نہیں جائیگا علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ قرب کی وجہ سے آگے

1322 دخول اول کیسا تو تعبیر کر دیا لیکن اسے جواب کو رد کر دیا گیا۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ خواب کا معاملہ ١١٦/٢٠

ہے اور اس کیلئے نفس الامر میں واقعہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ حضرت بعض مشائخ کی رائے ہے کہ آپ بلال وہ داخل

ہوئے ہیں خادم ہونے کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے تا کہ حضور کے آنے سے پہلے تیاری کر لیں۔ اس حدیث

سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تحیۃ الوضو مستحب ہے البتہ اس کے اندر اختلاف ہے کہ ذوات الاسباب میں سے ہے یا نہیں

شافعیہ نے اسکو ذوات الاسباب میں سے قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے اوقات مکروہہ کے اندر بھی تحیۃ الوضو جائز ہے

اور حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک اوقات مکروہہ میں ادا نہیں کر سکتا کیونکہ ذوات الاسباب میں سے نہیں ہے

لیکن حنفیہ کے یہاں تحیۃ الوضو کیلئے ایک شرط یہ ہے کہ اعضاء کے اندر جفاف ہو عن جابر:۔

اس حدیث کے اندر نماز استخارہ کا ذکر ہے استخارہ باب استفعال کا مصدر ہے اور مشتق ہے خیرہ یا خیر سے

خیرہ پسندیدہ شئی کو کہتے ہیں فی الامور اس کے ساتھ بخاری شریف کے اندر لفظ کلھا کی زیادتی ہے امام

عارف بن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ فی الامور عام مخصوص منہ البعض ہے حرام، مکروہ، کار خیر کے

اندر استخارہ نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ استحباب کے قائل ہیں ان دونوں رکعتوں کے اور بعض نے وجوب کا قول کیا ہے

24 الفصل الثانی عن علی قال:۔ اس حدیث کے اندر علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صدق ابوبکر یہ حضرت ١١٧/٣

علی نے اس وجہ سے فرمایا کہ حدیث کے بارے میں حضرت علی کا قاعدہ تھا باب التشہد میں اس کے اندر داخل ہے چنانچہ وہ

جب کسی سے حدیث سنتے تو اس سے قسم لیا کرتے تھے لیکن ابوبکر سے قسم نہیں لیتے تھے اور فرماتے تھے صدق ابوبکر

اب اشکال ہوگا کہ حضرت علی قسم کیوں لیتے تھے جبکہ علما کا اتفاق ہے الصحابۃ کلھم عدول اسی وجہ سے

بعض علماء نے استحلاف والی روایت کو باطل اور ضعیف قرار دیا ہے جواب یہ ہے کہ استحلاف

والی روایت صحیح ہے اور قسم لینے سے صحابہ کا کذب لازم نہیں آتا بلکہ احتیاطاً کبھی ایسا

27 کرتے تھے عن عبد اللہ بن ابی اوفی :۔ اس حدیث پاک سے صلوۃ الحاجت کا ثبوت ہوا کہ یہ نماز ایک 9

یا دو رکعت ہے اور مستحب ہے حنفیہ کے اس سلسلے میں روایتیں ہیں (۱) دو رکعت مستحب ہے

(۲) چار رکعت مستحب ہے (۳) بارہ رکعتیں ہیں علامہ شامی فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس پر عمل کیا اور مجرب پایا

باب صلوۃ التسبیح 12

28 صلوۃ التسبیح والی حدیث میں علما کا اختلاف ہے۔ ابن الجوزی۔ ابن تیمیہ۔ ابن عبد الہادی نے انکار کیا

اس کے برخلاف ابو موسی المدینی۔ ابوبکر آجری۔ ابن المنذر وغیرہ حضرات نے اس حدیث کی تصحیح و تحسین کی ہے

تیسری جماعت کے نزدیک یہ حدیث ضعیف ہے ابن العربی بھی اسی طرف مائل ہیں۔ علامہ نووی۔ ابن حجر

کے کلام میں تعارض ہے بعض جگہ تو انہوں نے حسن اور دوسری جگہ اسی حدیث کو معلول بالشذوذ قرار دیا ہے

حضرت مولانا عبد الحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ علماء کے کلام تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ علامہ

شوق نیموی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے بلکہ کثرۃ طرق کی بناء پر صحیح لغیرہ بھی ہو سکتی ہے اور صلوۃ التسبیح

کی احادیث کے اندر دو طریقے مذکور ہیں ایک اس روایت کے اندر اور ایک عبد اللہ بن مبارک کی حدیث کے اندر اور

اس کے اندر ثناء کے بعد تعوذ و تسمیہ سے پہلے پندرہ بار اور پھر قرأۃ کے بعد دس بار اور پھر رکوع کرے اور باقی صورت وہ

ہے جو اس حدیث کے اندر مذکور ہے اور اس حدیث کے اندر ثناء کے بعد قرأۃ سے پہلے پندرہ بار پڑھنے کا

1328 ذکر نہیں بلکہ قراۃ کے بعد بندہ جو قعدہ کا ذکر ہے اور رکعتہ ہے اور اس کے بعد اٹھنے سے پہلے بیٹھکر دس مرتبہ پڑھے ۱۱۷/۱۲
اور رکوع و سجود دونوں کے لیے کھڑا ہونا ذکر اس حدیث کے اندر ہے ابن المبارک کی حدیث میں اسکا ذکر نہیں اسکی
وجہ سے صاحب قنیہ نے ابن المبارک کی روایت کو راجح قرار دیا کیونکہ وہ ہمارے مذہب کے مناسب ہے اسکے اندر جلسہ استراحت
لازم نہیں آتا اور اس حدیث کے اندر لازم آتا ہے مگر صاحب بحر اور اکثر ہمارے مشائخ نے اسی طریقہ کو اختیار کیا
جو اس حدیث ابن عباس کے اندر ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں اگر یہ نماز خلاف قیاس ہے لہذا کبھی وہ اسکو اور کبھی دوسرے طریقے
30 کو اختیار کرے علامہ کشمیری نے بھی اسی کو پسند فرمایا عن ابی ہریرۃ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نماز
کا حساب ہوگا اور ص ۲۹۹ پر ایک حدیث آرہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے حساب دماء خون وغیرہ کا ہوگا ۲۳
دونوں کے اندر علماء نے جمع ایسے کیا حقوق العباد کے اندر سب سے پہلے حساب دماء کا ہوگا اور حقوق اللہ میں سب سے پہلے
حساب نماز کا ہوگا فیکمل بہا ما انتقص یہ تکمیل یا تو باعتبار کمیت کے ہوگی یعنی اگر اسنے اپنی زندگی کے
اندر فرائض کو کم کر دیا اور تمام کی ادائیگی نہیں کی تو نوافل کو ملاکر فرائض کی مقدار پوری کر دی جائیگی اور یا باعتبار ۲۵
کیفیت کے تکمیل ہوگی یعنی اگر خشوع و خضوع کے اندر کمی ہوگی تو نوافل کے ذریعہ اسکو پورا کر دیا جائیگا۔ ابن العربی
مالکی فرماتے ہیں کہ خشوع کا مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ آگے زکوۃ کا ذکر ہے اور زکوۃ میں خشوع و خضوع مراد نہیں ہے

باب صلوۃ السفر ۱۱۸/۲

33 انسان کی دو ہی حالتیں ہیں ایک حضر کی اور ایک سفر کی۔ اور چونکہ حضر اکثری حالت اور سفر بہت کم واقع ہوتا
ہے تو پہلے اکثر کے احکام کا تذکرہ تھا اب اقل کے احکام مذکور ہو رہے ہیں۔ سفر ماخوذ ہے سفر یسفر (ض)
سے جسکے معنی کھولنے کے ہیں کیونکہ احوال رجال کو یہ کھولتا ہے۔ ابو الولید ابن رشد نے نقل کیا ہے کہ قصر کا
نماز کے اندر شروع ہے۔ حضرت عائشہ سے ایک روایت کے اندر ہے کہ قصر خائف کیلئے جائز ہے اور غیر خائف
کیلئے جائز نہیں ہے۔ قصر کے حکم میں بھی علماء کا اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک واجب ہے اشہب نے امام مالک
سے نقل کیا ہے واجب ہے اور یہی مذہب ہے سفیان ثوری۔ حماد بن سلیمان کا۔ امام شافعی سے منقول ہے کہ قصر
رخصت ہے۔ امام مالک اور امام احمد سے دوسری روایت ہے کہ سنت ہے دوسری روایت ہے کہ افضل ہے۔ تیسری روایت
یہ ہے کہ میں عافیت طلب کرتا ہوں۔ جو لوگ سنت کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں آیت کریمہ واذا ضربتم
فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ سے کہ قصر پر نہ پایا کوئی گناہ نہیں ہے ہمارے اصحاب نے جواب
دیا کہ آیت کے مورد میں خود اختلاف ہے بعض کی رائے ہے کہ اس کا قصر کیفیۃ مراد ہے اس صورت میں اسکا
محمل صلوۃ الخوف ہے اور بعض کی رائے ہے کہ اس کا قصر کمیۃ مراد ہے اس صورت میں صلوۃ السفر پر محمول ہے
تو آیت کے اندر جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال غلط ہے دوسرا جواب آیت کریمہ کا یہ ہے کہ یہ ان لوگوں پر محمول ہے
جو قصر کے اندر گناہ ہی سمجھتے تھے۔ ان لوگوں نے استدلال کیا ہے حضرت عائشہ سے روی ہے کہ کل ذالک قد فعل رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قصر الصلوۃ واتم۔ اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اسکا راوی ابراہیم بن ابی یحیی ہے جو متروک ہے
ابن تیمیہ نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور اسمیں عمرۃ رمضان کا ذکر ہے اور یہ غلط ہے کیونکہ آپ نے کبھی بھی عمرہ
رمضان کے اندر نہیں کیا لہذا ان کا قول سیرۃ مطہرہ کے خلاف ہے۔ حضرات حنفیہ کے استدلال مختلف احادیث
سے ہیں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ نماز پہلے دو رکعتہ فرض تھی لیکن ہجرت کے بعد چار ہوگئی مگر صلوۃ سفر ہجرت کے

118/2 بعد دو ہی رکعت رہی جیسے کہ حضرت عمر فرماتے ہیں الصلوۃ الفطر رکعتان وصلوۃ الاضحی رکعتان وصلوۃ الجمعۃ رکعتان 1333
وصلوۃ السفر رکعتان الخ ایسے ہی حضرت ابن عمر اور ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ مسنون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ
السفر رکعتین وہی تمام غیر قصر اور ایسے ہی مختلف روایات سے استدلال کیا جا سکتا ہیں۔ نیز اگر اتمام جائز ہوتا تو حضور
بیان جواز کیلئے ضرور کرتے بلکہ حضرت عثمانؓ نے اتمام کیا تو ان پر لوگوں نے نکیر کی اور ان کا تاویل کرنا دلیل ہے اتمام
2 اتمام ثابت نہیں ورنہ تاویل کی کیا ضرورت تھی **الفصل الاول عن انس**:۔ مقدار سفر جس سے قصر ثابت 1333
ہوتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے امام صاحب۔ ابن مسعود، شعبی، نخعی، عثمان بن عفان، سفیان ثوری
ان تمام کے نزدیک سیر وسط کے تین دن تین رات کی مسافت قطع کرنے سے قصر صحیح ہوتا ہے۔ امام احمد اور
امام شافعی امام مالک ان تینوں کے نزدیک چار برید کا قصد کرنے سے قصر کی اجازت ہے اور چار برید امام شافعی کے
یہاں اڑتالیس میل کا اور امام مالک کہتے ہیں چھیالیس میل کا ہوتا ہے لیکن واضح رہے یہ سب اقوال
متقارب ہیں چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں الصورۃ متقاربۃ وھذا العدد ذائع ہے اور حقیقۃ
اگر دیکھا جائے تو ان کے یہاں مقدار سفر ہم سے زیادہ ہے ظاہریہ کے نزدیک تین میل کی مسافت کے قصد سے بھی
قصر کی اجازت ہے اور دلیل حدیث استدلال کرتے ہیں حضور نے ذوالحلیفہ میں قصر کیا اور وہ مدینہ سے
تین میل پر ہے ہماری طرف سے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور نے تو مکہ کا قصد کر رکھا تھا اس لئے وہاں قصر کی
صرف وہیں تک کا قصد نہیں تھا اور ابن حزم ظاہری کے نزدیک ایک میل کی مسافت کے قصد سے بھی قصر جائز ہے
4 **عن یعلی بن امیۃ**:۔ اس حدیث کے اندر قصر کو حضور نے صدقہ فرمایا اس سے شوافع نے عدم وجوب پر استدلال کیا 35
ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ صدقہ بھی کبھی کبھی واجب ہوتا ہے نیز حضور نے فاقبلوا امر کا صیغہ ارشاد فرمایا ہے
9 **عن ابن عباس**:۔ اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کتنے ایام کی اقامت کی نیت سے آدمی اتمام کرے گا 37
اس میں مختلف اقوال ہیں (۱) ابن مسیب فرماتے ہیں اگر وضع رحال کر دیا تو نماز کا اتمام کرے (۲) اگر
ایک دن ایک رات کے قیام کی نیت کرے تو اتمام کرے یہ مذہب ربیعہ کا (۳) تین دن تین رات کے اقامت کی
نیت سے یہ بھی سعید بن المسیب کی ایک روایت ہے (۴) چار رات چار دن کے قیام کی نیت سے امام احمد اور
امام مالک اور امام شافعی کا مذہب ہے (۵) چار دن سے زیادہ کی نیت سے مقیم بن جاتا ہے ابن رشد نے امام احمد اور
داود ظاہری سے نقل کیا ہے (۶) بائیس نمازوں کی نیت کرنے سے مقیم بن جاتا ہے ابن قدامہ فرماتے ہیں امام
احمد بن حنبل کا یہی مذہب ہے (۷) دس دن اور دس رات کی نیت سے مقیم بن جاتا ہے یہ مذہب ہے حضرت علی کا
(۸) بارہ دن ورات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے یہ مذہب ہے ابن عمر کا (۹) تیرہ دن ورات کی نیت
سے مقیم ہو جاتا ہے یہ مذہب ہے بعض سلف کا (۱۰) پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے حنفیہ کا مذہب ہے
ابن مسیب اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے امام مزنی کا بھی یہی مسلک ہے (۱۱) سولہ دن ورات کی اقامت
سے یہ مذہب ہے لیث بن سعد کا (۱۲) سترہ دن کی اقامت سے امام شافعی کی ایک روایت ہے (۱۳) دوسری
روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ پندرہ دن ورات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتی ہے (۱۴) اسحاق بن راہویہ کے
نزدیک انیس دن رات کی اقامت کی نیت سے مقیم ہو جاتا ہے (۱۵) بیس دن کی اقامت کی نیت سے یہ ابن حزم
کا مذہب ہے (۱۶) امام احمد کا مذہب ہے اکیس دن کی اقامت کی نیت سے اسی طرح اتمام واجب ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ

1337 بیند دن رات کی نیت سے مقیم بنتا ہے وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں لیکن روایات مختلف ہیں بعض 118/9
کے اندر انیس اور بعض میں اٹھارہ اور بعض میں سترہ دن کا ذکر ہے۔ اسمیں علماء نے جمع کیا ہے جو لوگ
انیس والی روایت سے استدلال کرتے ہیں اس روایت کے اندر راوی نے یوم الدخول والخروج دونوں کو شمار
کرلیا۔ اور جسکے اندر اٹھارہ ہے اسمیں یوم الدخول والخروج کو ایک شمار کرلیا اور جسکے اندر سترہ ہے اسکے
اندر دونوں دن کا اعتبار نہیں کیا۔ ہمارا مستدل ابن عمر کی وہ روایت ہے جسکو ابن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے
39 کہ آپ نے پندرہ دن کی اقامت کی نیت سے اتمام صلوۃ فرمایا **عن ابن عباس**۔ اس پر تمام کا اتفاق ہے کہ حضر ۱۲
کے اندر جمع بلاعذر جائز نہیں۔ اور عذر کی صورت میں جمع صوری جائز ہے اور جمع صوری کہتے ہیں کہ ظہر کی نماز کو
آخری وقت کے اندر اور عصر کی نماز کو اول وقت کے اندر پڑھے اور اسکے مقابل جمع حقیقی ہے کہ ظہر کی نماز کے
وقت میں عصر کی نماز کو پڑھنا۔ یہ تو حضر کے متعلق تھا۔ سفر کے اندر بھی اختلاف ہے عرفہ اور مزدلفہ کے
اندر بالاتفاق جائز ہے اور ان دونوں کے علاوہ میں اختلاف ہے جسکے اندر علماء کے مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ حسن بصری۔ امام صاحب ابن سیرین۔ مکحول۔ نخعی کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے ۲۔ امام شافعی امام احمد
اسحاق بن راھویہ۔ اشھب مالکی کے نزدیک یجوز کما یجوز القصر ۳۔ یجوز اذا جد به السیر یعنی جب جلدی
ہو اور تیزی سے چل رہا ہو تو جائز ہے۔ یہ امام مالک کا مذہب ہے ۴۔ یجوز اذا اراد قطع الطریق ابن حبیب
مالکی کا مذہب ہے اور قطع طریق کا مطلب ہے کہ مسافر آ چل رہا ہو اور اگر کہیں بیٹھ گیا اور سواری سے اتر
گیا تو اب جائز نہیں ہے ۵۔ مکروہ ہے یہ روایت ہے امام مالک کی ۶۔ جمع تاخیر جائز ہے جمع تقدیم
جائز نہیں۔ یہ ابن حزم کا مذہب ہے۔ امام شافعی کا استدلال ان روایات سے ہے جسکے اندر جمع وارد ہوی اور
حضرت معاذ کی روایت بھی ان کا مستدل ہے کیونکہ اسکے اندر جمع کا ذکر ہے ہم کہتے ہیں کہ جتنی روایات
سے آپ استدلال کرتے ہیں ان میں حضرت معاذ والی روایت کے علاوہ جتنی احادیث ہیں اور
صراحۃ ان کے اندر جمع وارد ہوا ہے وہ صحیحین کی روایات نہیں اور جو صحیحین کی روایات ہیں ان
سے صراحۃ جمع معلوم نہیں ہوتا اور حضرت معاذ والی حدیث کا جواب یہ ہے کہ اسکے متعلق ابن حبان نے
لکھا ہے کہ وہ غیر محفوظ ہے امام ابوداؤد نے اسکو منکر قرار دیا ہے۔ حاکم ابو عبداللہ صاحب مستدرک نے
اسکو موضوع قرار دیا ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ قتیبہ اسکے ساتھ متفرد ہیں۔ نیز اسکے اندر
خالد مدائنی ایک راوی ہے جس سے گڑبڑ واقع ہوئی ہے نیز اسکے معارض طبرانی کی روایت ہے
جو خود حضرت معاذ سے مروی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے ظہر کو آخر وقت کے اندر اور عصر کو اول وقت کے
پڑھا ہے اس سے خود معلوم ہوگیا کہ حضرت معاذ کی دوسری روایت کے اندر بھی جمع صوری مراد ہے
ہمارا استدلال آیت کریمہ ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا سے ہے کہ نماز فرض کی گئی ہے
اپنے اپنے وقت کے اندر۔ ابن مسعود کی روایت کے اندر ہے کہ آپ نے کبھی جمع نہیں کیا الا مرتین۔ ان لوگوں نے
اعتراض کیا کہ جمع نہ ہونیکی صورت میں حرج لازم آئیگا اور شریعت کے اندر حرج مدفوع ہے ہم کہتے ہیں کہ
اسمیں حرج نہیں ہے نیز حنفیہ کے سلسلہ میں سب جمع صوری کے قائل ہیں نیز شیخ ابن عربی بھی جمع
صوری کے قائل ہیں۔ لہذا جن روایات کے اندر جمع وارد ہوا ہے ان میں جمع صوری مراد ہے

۲۱۰

1340 عن ابن عمرؓ :- راحلہ پر کونسی نماز جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے اس کے اندر اختلاف ہے فرائض کے 118/15
الاعظمی اندر بلا عذر شدید کے جائز نہیں ہے نوافل کے اندر ابو یوسف - ابو سعید اصطخری کے نزدیک مطلقاً جائز ہے
یہی مذہب انس بن مالک سے مروی ہے - جمہور کے نزدیک حضر میں نوافل جائز نہیں امام مالک فرماتے ہیں اس سفر کے اندر نماز
جائز ہے جس کے اندر قصر کی اجازت ہو - امام احمد اور اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا گیا اگر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر
نماز شروع کرے اور پھر جس طرف جا رہا ہے پھیرے تو جائز ہے اور وتر علی الراحلہ کا ذکر ما قبل میں آ چکا ہے

44 **الفصل الثانی عن معاذ بن جبل** :- یہ حدیث شافعیہ کا مستدل ہے جمع بین الصلوتین کے اندر 24
اور اس کے جوابات ما قبل میں گزر گئے نیز اس حدیث کو ابن حزم نے معلول قرار دیا اور اگر ہم اس کی
صحت کو تسلیم کر لیں تو حضرت گنگوہی جواب دیتے ہیں کہ جمع کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ جمع دونوں
کا ظہر کے وقت میں ہو دوسرے یہ کہ دونوں کا جمع عصر کے وقت میں ہو تیسرے یہ کہ ہر ایک کا جمع اپنے اپنے وقت
کے اندر ہو جس کو جمع صوری کہتے ہیں جب جمع کے اندر تینوں احتمال ہیں تو ان میں سے ایک کو متعین کر لینا
ترجیح بلا مرجح ہے - نیز صریح آیت ان الصلوٰۃ کانت الخ کے خلاف حدیث محتمل کو راجح قرار دینا

48 صحیح نہیں ہے **الفصل الثالث عن عائشۃ** :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز پہلے دو رکعت فرض تھی 119/6
چنانچہ ابو بشیر دولابی فرماتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول منگل کے روز چار رکعت فرض ہوئی - علامہ سہیلی
فرماتے ہیں کہ چار رکعت ہجرت کے ایک سال بعد فرض ہوئی حدیث شریف کے اندر جو جملہ آیا ہے کہ اقرت صلوٰۃ
السفر علی الفریضۃ الاولی اس پر اشکال ہوا کہ اس کی سمجھ میں آتا ہے کہ صلوٰۃ سفر حدیث سے دو ہی رہی ہیں
حالانکہ قرآن کی آیت لا جناح علیکم ان تقصروا من الصلوٰۃ الآیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے چار ہیں
اور پھر ان کے اندر قصر کا حکم لگایا جا رہا ہے جواب ١ :- پہلے معلوم ہو چکا کہ آیت کریمہ کے اندر صلوٰۃ الخوف
مراد ہے جواب ٢ :- مآل کے اعتبار سے کہہ دیا یعنی مدینہ کے اندر اگرچہ رکعات چار تھیں لیکن جب
آیت نازل ہوئی اور قصر ہوا تو اب اس کا مآل وہ ہوا جو ابتداءً مکہ میں تھا **قال وتاولت کما تاول عثمان** 8
یہ تشبیہ مطلق تاویل کرنے کے اندر ہے ورنہ فی نفسہ حضرت عائشہ کی تاویل اور ہے حضرت عثمان کی تاویل اور ہے
حضرت عائشہ کی تاویل ١ :- تو یہ ہے کہ قصر اور اتمام دونوں کو جائز قرار دیتی تھیں - تاویل ٢ :- چونکہ وہ ام المؤمنین
تھیں لہذا قصر اس وجہ سے نہیں کرتی تھیں کہ سفر کے اندر جس گھر کے اندر بھی جاتی تھیں اسکو اپنے بیٹے کا گھر
سمجھتی تھیں - اور حضرت عثمان کی تاویل یہ ہے کہ اعراب چونکہ اس وقت جمع تھے وہ وہ لوگ نماز
سیکھتے تھے تو اگر دو رکعت ان کے سامنے پڑھی جاتی تو جب وہ گھر جاتے تو سمجھتے کہ ظہر و عصر و عشاء کی
دو ہی رکعت ہے تو گویا تعلیماً للاعراب آپؓ نے ایسا کیا اس کا جواب امام طحاوی نے استدلال کے طور پر یہ دیا
کہ کانت الاعراب احوج من زمنہ الی زمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور کے زمانہ تو اعراب لوگ
تعلیم کے زیادہ محتاج تھے بہ نسبت حضرت عثمان کے زمانے کے - دوسری تاویل حضرت عثمان کی یہ بیان کی گئی
کہ حضرت عثمان نے قیام کا ارادہ کر لیا تھا اس لیے اتمام کیا اس کا جواب دیا گیا کہ اگر انہوںؓ نے نیت کر لی تھی
تو یہ کوئی پوشیدہ بات نہ تھی اور تاویل کی ضرورت ہی پیش آتی نیز حدیث کے اندر ممانعت ہے کہ ہجرت
کے بعد تین دن سے زیادہ مکہ کے اندر قیام نہ کرو تو حضرت عثمان حدیث اور ارشاد نبوی کے خلاف کیسے

1348 کر سکتے تھے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ حدیث کے اندر ان لوگوں کا استثناء ہے جنہوں نے مکہ کے اندر گھر وغیرہ 119/۸
بنا رکھا ہو اور حضرت عثمان نے بھی مکہ کے اندر تاہل کیا تھا۔ تاویل تشریح ان کی بیان کی گئی کہ انہوں نے قصر
واتمام دونوں کو جائز قرار دے رکھا تھا اسی کو ابن بطال نے نقل کیا اور حضرت گنگوہی نے حق قرار دیا ہے

49 عن ابن عباس :۔ اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ وفی الخوف رکعۃ اسی بنا پر امام ترمذی نے فرمایا کہ اس ۸
حدیث کے ترک پر اجماع ہے ہم کہتے ہیں کہ ترک کہنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ مطلب ہے فی الخوف رکعۃ مع الامام

باب الجمعة (الفصل الاول) ۱۵

جمعہ کے اندر میم پر سکون کسرہ اور ضمہ تینوں جائز ہیں اور ضمہ افصح لغات ہے اور اگر بفتح المیم ہے تو جامع کے معنی
میں ہے اور اگر بضم المیم ہے تو مجموع کے معنی میں ہے کیونکہ اس کے اندر خیر کو جمع کیا جاتا ہے جمعہ کی وجہ تسمیہ
کے اندر اختلاف ہے (۱) لانہ جمع فیہ خلق آدم و تواصع الوجہ (۲) حضرت آدم اور حضرت حوا میں اجتماع اسی
دن ہوا (۳) خیر اور برکات کا اجتماع ہوتا ہے (۴) قصی ابن کلاب کے پاس قریش اس دن میں جمع
ہوتے تھے ——— (۵) کعب بن لوی جمع کرتے وعظ کرتے تھے (۶) اسعد بن زرارہ اکٹھے کر کے نماز پڑھتے تھے۔

54 عن ابی ھریرۃ :۔ ثم ھذا یومھم الذی فرض علیھم کا ارشاد ہے جمعہ کے دن کی طرف ہے اب اعتراض وارد ہوگا کہ ۱۵
یہود و نصاری کو کیا بطور تعین کے اندر وہ لوگ اختلاف کریں اور بجائے جمعہ کے دن عبادت کرنے کے نصاری
یکشنبہ کے دن اور یہود شنبہ کا دن عبادت کیلئے اختیار کریں اسکا جواب[1] علامہ عینی نے دیا کہ عبادت اگرچہ
جمعہ کے دن فرض ہوئی لیکن انکو اسکا علم نہیں ہوا بلکہ شنبہ اور یکشنبہ کو جمعہ سمجھا جواب[2] اگرچہ انہیں یوم
جمعہ کی تعیین کا علم تھا لیکن انہوں نے تعیین اختیاری سمجھی جواب[3] علی حتمی طور پر انکو حکم دیا گیا تھا
لیکن اپنی شرارت اور عناد کی وجہ سے مخالفت کی جواب[4] علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ پہلے جمعہ کا
حکم تھا لیکن ہم نے جو دن اختیار کیا وہ صحیح واقع ہوا اور انکو انہوں نے جو دن اختیار کیا وہ غلط واقع
ہوا عن ابی ھریرۃ :۔ اس حدیث پاک کے اندر ان نعمتوں کا ذکر ہے جو جمعہ کے دن عطا ہوئیں اسی میں ایک نعمت
اخراج آدم کو بھی ذکر کیا لیکن اس کے نعمت ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ یہ نعمت
ہے ابن العربی فرماتے ہیں کہ یہ نعمت ہے کیونکہ یہ سبب ہے نسل عظیم کا مساجد۔ ومعابد انبیاء کرام اور سرکار
دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود کا حضرت گنگوہی کا رجحان بھی اسی طرف ہے ولا تقوم الساعۃ الا فی یوم جمعۃ
اس جمعہ سے اگر ایک جمعہ مراد ہے اور من ایام الدنیا مراد ہے تو آدم کا قیام کم ہوگا اور اگر جمعہ سے مختلف جمعے
مراد ہیں اور من ایام الاخرۃ ہیں تو قیام طویل ہوگا ایسے ہی اگر ایک جمعہ مراد ہے اور من ایام الاخرۃ تو بھی قیام طویل ہوگا

58 عن ابی بردہ :۔ اس بات کے اندر اختلاف ہے کہ اس ساعۃ کا وجود ہے یا نہیں ایک جماعت کی ۲۵
رائے ہے کہ یہ ساعۃ اٹھالی گئی اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ اسکا وجود ہے پھر اسکے اندر بھی دو جماعتیں ہیں
کہ سال بھر کی طرف ایک جمعہ کے اندر ہے یا ہر جمعہ کے اندر ساعۃ ہوتی ہے بعض کے نزدیک طرف ایک جمعہ کے
اندر اور دوسری جماعت کے نزدیک ہر جمعہ کے اندر ساعۃ ہوتی ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ وہ ساعۃ مجہول
یا متعین دونوں قول ہیں اور وقت معین کے اندر بعض نے استیعاب کا قول کیا اور بعض نے وقت محدود بتلایا
جسکے اندر مختلف اقوال ہیں ان میں دو قول زیادہ مشہور ہیں اول جس وقت خطبہ کیلئے کھڑا ہو نماز کے ختم

1358 پہنچنے تک۔ ثانی عصر کے بعد غروب شمس تک پہلے قول کو امام بیہقی۔ ابن العربی۔ امام نوویؒ نے اختیار کیا اور دوسرے 119/25
قول کو امام احمد۔ حضرت ابو ہریرہ۔ عبداللہ بن سلام اور شیخ حنفیہ نے نقل کیا قول اول کے قائلین اس حدیث
سے استدلال کرتے ہیں اور قول ثانی والے فصل ثانی کی پہلی حدیث کو مستدل بناتے ہیں **الفصل الثانی**
62 **عن ابی ھریرۃ** :۔ یہ حدیث تفسیر ہے آیت کریمہ والسماء ذات البروج والیوم الموعود وشاہد ومشہود 120/18
کی یعنی آیت کریمہ کے اندر الیوم الموعود سے قیامت کا دن اور شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ مراد ہے۔
یوم جمعہ کو شاہد اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اندر وہ لوگوں پر حاضر ہوتا ہے اور یوم عرفہ کو مشہود اس وجہ سے
کہتے ہیں کہ لوگ اس کے پاس جاتے ہیں وہ خود ان کے پاس نہیں آتا۔ اس حدیث سے جمعہ کا افضل ہونا
معلوم ہوا اور عبداللہ بن قرط کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یوم نحر افضل ہے اور ایک روایت کے اندر یوم عرفہ
کے افضل ہونے کا ذکر ہے لہذا پہلے تو عرفہ اور نحر والی روایت کے اندر جمع اور پھر جمعہ والی روایت کے اندر
جمع دو کا ہے نحر اور عرفہ والی روایت کے اندر جمع یہ ہے کہ نحر والی روایت کے اندر لفظ افضل وارد ہوا ہے
اور یوم عرفہ والی روایت کے اندر لفظ افضل جراحۃ وارد ہوا ہے لہذا جس کے جراحۃ فضیلت معلوم ہوئی وہ راجح
ہوگا اور یوم عرفہ اور جمعہ والی روایت کے اندر جمع یہ ہے کہ یوم عرفہ افضل ایام سنۃ کے اعتبار سے اور یوم جمعہ افضل
63 ہے ایام اسبوع کے اعتبار سے **الفصل الثالث عن ابی لبابۃ** :۔ اس حدیث کے اندر آسمان۔ 120/22
زمین۔ دریا۔ جبال ان تمام کو بیان کیا گیا کہ یہ ڈرتے ہیں جمعہ کے دن سے اور جمعہ کے دن سے ڈرنے کی وجہ یہ ہے کہ
قیامت کے خوف سے ڈرتے ہیں کہ قیامت اسی دن میں واقع ہوگی اور جبال۔ ہوا۔ ارض سے مراد اس کے
رہنے والے ہیں یا فی نفسہ ان تمام اشیاء کے اندر ادراک کی قوۃ ہے اس وجہ سے وہ ڈرتے ہیں۔
66 **عن ابی الدرداءؓ** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کا درود بطور کشف 12/3
یا بواسطہ ملائکہ کے پہنچتا ہے چنانچہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ ملائکہ اس کام کیلئے مقرر
ہیں ایک مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اپنی قبور کے اندر با حیاۃ ہیں نیز شہداء و صالحین
بھی با حیاۃ رہتے ہیں اب اشکال عقلی ان پر متوجہ ہوگا کہ حیاۃ انبیاء اور حیاۃ شہداء و صالحین میں کیا
فرق رہا کیونکہ حیاۃ برزخیہ تو تمام کو حاصل ہوتی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حافظ بعض علماء کی رائے ہے کہ حیاۃ دنیوی
صرف انبیاء کرام ہی کو حاصل ہے لیکن حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ
حیاۃ سب کو حاصل ہے لیکن دونوں کی حیاۃ میں فرق ہے وہ یہ کہ انبیاء کرام کی حیاۃ اقوی اور دوسرے لوگوں
کی حیاۃ اقوی نہیں ہے یہ فرق بعض کی رائے ہے کہ اس سے رزق معنوی مراد ہے ممکن ہے کہ دیدار الٰہی اور تجلیات
معنوی ہوں۔ اور بعض کی رائے یہ کہ اس سے رزق حسی مراد ہے چنانچہ ملا علی قاری کی رائے ہے کہ اس سے رزق 6
67 حسی ہی مراد ہے **عن عبداللہ بن عمرو** :۔ فتنۂ قبر سے مراد سوال قبر وغیرہ ہے انبیاء کی طرح شہداء کو بھی اس سے
باب وجوبہا 12/12
اس کے اندر اختلاف ہے کہ جمعہ کہاں واجب ہوا حافظ نے اپنا مذہب ثابت کرنے کیلئے فرمایا کہ ہجرت کے بعد جمعہ
واجب ہوا ہے لیکن علامہ سیوطی۔ ابو حامد شافعی کی رائے ہے کہ سورۂ جمعہ کے نازل ہونے سے پہلے مکہ کے اندر جمعہ
واجب ہوا۔ ابن حجر مکی نے اسی کو اختیار کیا علامہ کشمیری نے بھی اسی کو اختیار کیا

(۲) الفصل الاول

1370 عن ابن عمرو ابی ھریرۃ :- لینتھین اللہ علی قلوبھم اسکے متعلق چند مطلب بیان فرمائے (۱) انکے لطف و کرم سے محروم فرما دیگے ۱۲۱ ۱۲

(۲) کافر بنا دینگے (۳) ان پر کفر و بدبختی کی علامت لگا دینگے جس سے انکو فرشتے پہچان لینگے ۱۳ **الفصل الثانی**

1371 عن ابی الجعد الضمری :- ان کا نام عمرو بن بکر ہے اور من ترک ثلث جمع کا مطلب یہ ہیکہ مسلسل تین جمعہ ۱۴

چھوڑ دے ۔ مطلب یہ ہے سال بھر کے اندر تین جمعہ غیر متوالیاً ہوں لیکن اول راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک روایت کے ۱۵

اندر متوالیات کی قید آئی ہے تھاونا کی قید لگا کر اعذار کو نکال دیا مثلاً مرض ۔ سفر ۔ وغیرہ کی وجہ سے ترک کر دے

74 عن سمرۃ بن جندب :- اس حدیث کے اندر نصف دینار کی قید اتفاقی ہے اور مقصود مطلقاً صدقہ کرنا ہے اور ۱۶

75 اس سے اسکے عذاب میں تخفیف ہو جائیگی گناہ ختم ہوگا عن عبد اللہ بن عمرو :- جو شخص شہر کے اندر مقیم اور ۱۷ ۱۸

تندرست آزاد ہو ایسے شخص پر بالاتفاق تمام کے نزدیک جمعہ واجب ہے اسکے علاوہ میں علماء کا اختلاف ہے

کہ اگر شہر سے باہر ہو تو جمعہ واجب ہے یا نہیں اسکے اندر مختلف اقوال ہیں (۱) اگر شہر سے ایک میل باہر ہے

تو اسپر جمعہ واجب ہے حنفیہ کے نزدیک (۲) دو میل اگر باہر ہے تو جمعہ واجب ہے (۳) اگر تین میل دور ہو تو واجب ہے

یہ لیث بن سعد کا مذہب ہے (۴) ربیعۃ الرائے کے نزدیک چار میل اگر دور ہے تو واجب ہے (۵) زہری کے نزدیک

چھ میل (۶) مجاہد سے مروی ہیکہ اگر دس میل ہے تو جمعہ واجب ہے (۷) جو ایسے شخص پر واجب ہے جو اذان کو

سنے یہ مذہب ہے امام شافعی ۔ امام احمد ۔ اسحٰق بن راھویہ ۔ قاضی ابوبکر بن العربی نے امام مالک سے بھی اسی

مذہب کو نقل کیا

اسکے اندر بھی اختلاف ہے اہل قری پر جمعہ واجب ہے یا نہیں ۔ حضرت امام صاحب فرماتے ہیں اہل شہر پر جمعہ

واجب ہے اور اہل قری پر واجب نہیں ہے یہی مذہب حضرت علی ۔ حذیفہ ۔ حسن بصری ۔ ابن سیرین کا ہے

امام بخاری امام شافعی کی رائے عام ہیکہ قری کے اندر جمعہ ہے ۔ حنفیہ کہتے ہیں جمعہ کی نماز اور نمازوں

کی طرح نہیں بلکہ بہت سے شرائط اور قیود کیساتھ مقید ہے چنانچہ خود امام شافعی اور امام احمد نے بھی

چالیس آدمیوں کی قید لگا دی ہے لہذا اسکا حکم بھی اور جملہ نمازوں کی طرح نہیں ہوگا ۔ حضرات شافعیہ کا

مستدل ۱ یہ ہیکہ ابوداؤد شریف کے اندر حضرت ابن عباس کی حدیث وارد ہوئی ہے ان اول جمعۃ جمعت فی الاسلام

بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ لجمعۃ جمعت بجواثی قریۃ من قری البحرین ۔

یعنی حضور کی مسجد کے بعد سب سے پہلے جمعہ وادی جواثی کے اندر ادا کیا گیا جو بحرین کا ایک گاؤں ہے

مستدل ۲ عبد الرحمن بن کعب کی حدیث سے جا فلاوہ یہ ہیکہ حضور کے مدینہ آنے سے پہلے ہم کو حرۃ بنی بیاضہ

کے اندر ھزم نبیت میں اسعد بن زرارہ نے نماز پڑھائی ہے اور حرۃ بنو بیاضہ بھی ایک گاؤں ہے

مستدل ۳ یہ ہیکہ حضرت ابوھریرہ نے حضرت عمر کی خدمت میں خط لکھا ہم ادھر ادھر جگہ ہوتے ہیں کیا

کیا جمعہ پڑھیں تو جواب حضرت عمر نے لکھا تھا جمعوا حیث کنتم ۔ جہاں بھی تم ہو جمعہ ادا کرو ۔

1375 یہ تین مستدل حضرات شافعیہ کے ہیں اور حضرات حنفیہ کرام کے استدلالات یہ ہیں: حضرات حنفیہ کا مستدل ١ ١٢١/١٨
حضرت جابر کی حدیث جو مشکوۃ ص ۲۲۵ پر آرہی ہے نہایت طویل حدیث ہے اسکے اندر ہے ثم اذن بلال
ثم اقام فصلی الظہر ثم اقام فصلی العصر الخ تو یہ جمعہ کا دن تھا واقعہ ہے اور اسکے باوجود حضور نے نماز ظہر ادا فرمائی
تو جس سے معلوم ہوا کہ قری کے اندر جمعہ نہیں ہے۔ مستدل ۲ حضرت علی فرماتے ہیں لا جمعۃ ولا تشریق الا فی
مصر جامع اور ایک روایت کے اندر ہے لا جمعۃ ولا تشریق ولا اضحی ولا فطر الا فی مصر جامع ہو تو اگر کوئی
اشکال ہوا کہ یہ تو حضرت علی کا قول ہے حضور کا ارشاد نہیں ہے اسکا جواب محقق ابن ہمام نے دیا کہ صحابی
کا قول فیما لا یدرک میں مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لہذا یہ مرفوعاً ثابت ہے۔ مستدل ۳ حضور جب مکہ
سے چلے اور قباء کے اندر چودہ روز قیام فرمایا تو ایک مرتبہ بھی آپ نے جمعہ نہیں پڑھا بلکہ بنو سالم کے
اندر آکر جمعہ ادا فرمایا جو کہ مدینہ کے اندر اور نواحی کے اندر ہے۔ مستدل ۴ حضرات صحابہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے میں مختلف مقامات کے اندر مختلف غزوات کے اندر جمعہ منقول نہیں ہے لہذا جواثی کی کیا خصوصیت
کہ اس کے قریہ ہونے کے باوجود جمعہ ہو گیا یقیناً وہ بلد ہوگا چنانچہ قریہ کا اطلاق شہر پر بھی آتا ہے قرآن
پاک بار بار پکار کر قریہ کا اطلاق بلد پر کر رہا ہے کہتا ہے کہ قریتین عظیم - اور اس سے مکہ - طائف
علماء اس کے دونوں شہر مراد ہیں ایک جگہ وارد ہوا ہے واسئل القریۃ اور اس سے مراد شہر ایلاء ہے
علامہ ابن الاثیر جزری فرماتے ہیں کہ اسکے اندر بھی جواثی کے اندر قلعہ موجود ہے۔ علامہ زمخشری نے شہر بحرین کی
کہ جواثی شہر تھا لہذا ابن عباس کی حدیث سے ہمارا استدلال ہے نہ کہ شافعیہ کا ان کا دوسرا مستدل عبد الرحمن
بن کعب کی حدیث ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حرہ بنو بیاضہ اور حزم نبیت مدینہ کے اندر ہے چنانچہ حرہ ان
کے اندر ایک روایت ہے ابو نعیم نے ابن مندہ سے نقل کیا ہے جسکے اندر تصریح ہے کہ وہ مدینہ کے اندر ہے
نیز ابن عبد البر نے بھی مدینہ کے اندر ہونے کی تصریح کی ہے۔ تیسرا استدلال شافعیہ کا حضرت عمر کا قول
جمعوا حیث کنتم سے ہے ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تو گورنر تھے اور ان کا دفتر جب کسی مقام پر جائیں گے تو
شہر کے اندر ہوگا یا قصبہ اور گاؤں کے اندر ان کا دفتر قائم ہوگا یقیناً ان کا دفتر اور قیام شہر کے اندر ہوتا تھا
لہذا حیث ما کنتم کا مطلب ہے کہ جمعوا حیث ما کنتم من الامصار - نیز جیسا کہ لوگ چالیس کے عدد کے
77 ساتھ مقید کرتے ہو تو اگر ہم مصر کے ساتھ مقید کر لیں تو کونسا جرم ہے **عن طارق بن شہاب** ٢١
اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ غلام پر جمعہ واجب نہیں ہے داؤد ظاہری کے نزدیک غلام پر جمعہ واجب ہے امام احمد
سے بھی یہی ایک روایت ہے اور امام حسن بصری کہتے ہیں کہ جو حر اداکرے اس پر جمعہ واجب ہے
80 **الفصل الثالث عن جابر:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسافر پر جمعہ نہیں ہے داؤد ظاہری کے نزدیک واجب ہے ٢٦

باب التنظیف والتبکیر (الفصل الاول) ١٢٢/١

81 **عن سلمان** اس حدیث کے اندر خوشبو کو مقید کر دیا ہے بیت کی طرف اشارہ کر دیا کہ گھر والی کی خوشبو ٢
لگانا جائز ہے نیز اشارہ کر دیا کہ دوسرے سے چھین کر اور غصب کر کے نہ لگائے **ثم ینصت**
ایک جماعت کے نزدیک انصات مسنون ہے جمہور کے نزدیک سنت واجب ہے اور یہ دونوں روایتیں شوافع
سے ہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ خطبہ کے وقت شخص کو نہیں تسبیح وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے آگے چلکر

1381 فرماتے ہیں غفرلہ ما بینہ وبین الجمعۃ الاخری اس جمعہ اخری سے مراد جمعہ ماضیہ اور جمعہ آتیہ دونوں کا احتمال ہے لیکن اگلی 122/2
83 حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جمعہ آتیہ مراد ہے **وعنہ قال**:- ومن مس الحصٰی فقد لغا اسکا مطلب ۱ 2
یہ ہے کہ اسکا اجر باطل ہو جائیگا مطلب ۲ اس نے ایک غلط اور لغو کام کیا مطلب ۳ اسکی یہ جمعہ کی نماز ظہر کی نماز بن جائیگی
91 **الفصل الثانی عن معاذ بن انس**:- اس حدیث کے اندر آیا ہے کہ جو شخص نماز کی جماعت کے اندر لوگوں
پر پھاند کر آگے جائیگا **تو اتخذ جسرا** حافظ ابو الفضل عراقی نے اسکے متعلق بیان فرمایا کہ اتخذ مجہول 23
کا صیغہ اگر پڑھا جائے تو مطلب ہوگا کہ وہ پل بنایا جائیگا اور لوگ قیامت کے دن اس پر چلیں گے اور
اسکو روندیں گے اور معروف کے صیغہ کی صورت میں مطلب ہوگا کہ اس نے اپنے اس عمل کی وجہ سے جہنم کا راستہ
اختیار کیا۔ اسکے حکم میں بھی اختلاف ہے کہ تخطی جائز ہے یا نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے
بشرطیکہ آگے فرجہ ہو اور اگر آگے فرجہ اور گنجائش سمجھنے کی ہے تو جائز ہے۔ حنابلہ کے نزدیک
مطلقاً مکروہ ہے خواہ امام ہو یا موذن ہو اور فرجہ ہو یعنی شرط ان کے یہاں بھی شرط ہے۔ مالکیہ فرماتے
ہیں کہ اگر امام کا ابھی تک اپنے حجرہ سے خروج نہیں ہوا اور آگے فرجہ ہے تو جائز ہے اسکے بعد بھی جائز
نہیں اور فراغ امام کے بعد بھی جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک بلا ایذاء قبل خروج الامام تو جائز ہے اور اسکے
93 بعد جائز نہیں ہے **عن معاذ بن انس** حبوۃ کے معنی گوٹ مارنے کے ہیں اسکے حکم میں بھی اختلاف ہے 24
حافظ عراقی عدم کراہۃ کی طرف مائل ہیں علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ امام ابوداؤد
فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے بھی اس کو مکروہ سمجھا ہو سوائے عبادہ بن نسی کے۔ اب جو لوگ عدم
کراہۃ کے قائل ہیں وہ اس حدیث کا جواب ۱ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اسکے اندر سہل بن
معاذ۔ ابو مرحوم عبد الرحیم بن میمون دو راوی ہیں اور دونوں ضعیف ہیں جواب ۲ ملا علی قاری فرماتے ہیں
کہ حضور نے اسکے اندر ممانعت کسی ذاتی خرابی کی وجہ سے نہیں کی بلکہ علت خارجیہ کی بنا پر ہے اور وہ یہ کہ
اس حالت کے اندر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جواب ۳ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ دو چیزیں ہیں ایک احتباء
الحبوۃ۔ اور ایک احتباء حضور نے اس حدیث کے اندر احتباء الحبوۃ سے منع فرمایا یعنی امام خطبہ کی
حالت کے اندر وہ حبوہ اختیار کرے۔ اور احتباء ممنوع نہیں اور نہ مکروہ ہے یعنی پہلے ہی سے اگر
وہ ایسے بیٹھا ہوا ہو تو اجازت ہے کوئی ممانعت نہیں ہے اور یہ صحابہ سے مروی ہے

باب الخطبۃ والصلوۃ 123/11

جمہور علماء کا اتفاق ہے جمعہ کے واسطے خطبہ واجب ہے اور بغیر خطبہ کے جمعہ صحیح نہیں ہے۔ داود ظاہری۔
حسن بصری۔ عبد الملک مالکی کے نزدیک بغیر خطبہ کے بھی جمعہ صحیح ہے۔ امام صاحب کے نزدیک خطبہ کے
اندر ذکر طویل کا ہونا ضروری نہیں تسبیح و تحمید و تہلیل بھی ایک مرتبہ کافی ہے صاحبین کے نزدیک ذکر طویل
کا ہونا ضروری ہے۔ اسحاق بن راہویہ۔ اوزاعی۔ ابن القاسم مالکی۔ داود ظاہری کا مذہب بھی
یہی ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک دو خطبوں کا ہونا ضروری ہے۔ امام صاحب کا استدلال فاسعوا الی
ذکر اللہ الخ سے ہے کہ یہ ذکر عام ہے۔ البتہ خطبتین کا مسنون ہونے کے امام صاحب بھی قائل ہیں
1401 **الفصل الاول عن انس**:- جمہور کے نزدیک زوال شمس کے بعد جمعہ کا وقت ہوتا ہے ظاہر یہی ہے 11

۱۲۳

1401 امام احمد کی رائے ہے کہ زوال سے پہلے جمعہ کا وقت ہو جاتا ہے ان لوگوں کا استدلال سہل بن سعد کی ایک ۱۲۳/۱۱

حدیث سے ہے کہ اور دوسرا استدلال ایک اور روایت سے ہے جسکے اندر ہے ۱۱ وللحیطان فی ء ۔ یعنی ہم جمعہ

کی نماز پڑھکر ایسے سوا ہوتے تھے ۱۱ دیواروں کا سایہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ ~~ان دونوں حدیثوں~~ اس حدیث کا جواب

علامہ نووی نے دیا ۱۱ اس قسم کی احادیث کا مقصود ابتکار شدید کو بیان کرنا ہے اور سہل بن سعد کی حدیث کا

جواب دیا ۱۱ قیلولہ کا اصل وقت دوپہر ہے تو اس نام کو اس وقت سے ہٹا کر دوسرے وقت کے قیلولہ پر کر دیا

1405 تو گویا حدیث کے اندر انتقال ذکری پایا جا رہا ہے عن جابر :۔ اس حدیث سے بین الخطبتین جلوس

۱۳ ثابت ہوا ہے یہ جلوس ائمہ ثلثہ کے نزدیک مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے عن ام ہشام ۲۰

ق اس حدیث سے سورۃ ق کے پڑھنے کا ثبوت ہوا امام شافعی امام احمد کے نزدیک اسکا پڑھنا جمعہ کی

12 نماز میں واجب اور ہمارے نزدیک مستحب ہے عن ابی ھریرۃ :۔ کون مدرک جمعہ ہے اور کون نہیں اسکے

اندر اختلاف ہے ۔ مجاہد ۔ طاؤس عطاء کے نزدیک اگر کسی کا خطبہ فوت ہو گیا تو جمعہ فوت ہو گیا ۲۷

حماد بن سلیمان ۔ حکم ۔ امام صاحب ۔ امام نخعی کے نزدیک اگر خطبہ کا جزء پا لیا تو جمعہ پا لیا ۔ امام

شافعی امام مالک امام احمد کے نزدیک اگر ایک رکعت پالی تو جمعہ پڑھے ورنہ ظہر کی نماز ادا کرے اور ان

کا استدلال متفق بالثلث کی آخری حدیث ابو ھریرہ کی سے اس کے ہے ۔ اسکا جواب جمہور نے دیا ۱۱ اسکے اندر ایک

راوی یاسین زیات ہے جو ۱۱ ضعیف ہے ۔ امام نسائی نے اسکے متعلق لکھا ہیکہ وہ متروک ہے ۔

13 الفصل الثانی عن ابن عمر :۔ جمہور کے نزدیک منبر پر خطبہ دینا مستحب ہے ۔ بعض علماء کی رائے ہیکہ ۱۲۴/۱

15 مکہ کے اندر منبر پر خطبہ نہ دے بلکہ باب کعبہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دے الفصل الثالث عن جابر :۔ ۵

خطبہ کے اندر قیام حنفیہ ۔ حنابلہ بعض مالکیہ ۔ ابن القصار ۔ ابن العربی ۔ عبد الوہاب وغیرہ کے نزدیک

مستحب ہے یہی شافعیہ کی ایک رائے ہے ۔ امام شافعی اور اکثر مالکیہ کا مذہب ہے ۱۱ قیام واجب ہے ۔

1420 ## باب صلوٰۃ الخوف ۱۲۴ ۱۴

صلوٰۃ الخوف کے مشروع ہونے اور نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے ۔ علامہ مزنی ۔ حسن بن زیاد اور

واذا امام ابو یوسف کے نزدیک مشروع نہیں کیونکہ قرآن کہتا ہے ۱۱ واذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ اور اسکے

اندر حرف حضور کو خطاب ہے لہذا آپ ہی کی خصوصیات میں سے ہے ۔ جمہور علماء خلفاً عن سلف قائل ہیں

۱۱ نماز خوف مشروع ہے صاحب بدائع ۔ محقق ابن قدامہ نے استدلال کیا ۱۱ صحابہ نے حضور کے بعد متعدد

مواقع اور غزوات کے اندر صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے اور تمام علماء کا اسی پر اجماع ہے ۔ اب اس کے

اندر بھی اختلاف ہے ۱۱ اسکی مشروعیت کب ہوئی ۔ جمہور کی رائے ہیکہ غزوۂ ذات الرقاع کے اندر

مشروعیت ہوئی البتہ اس غزوہ کے وقوع میں چند قول ہیں سنہ ۴ھ ۔ سنہ ۵ھ ۔ سنہ ۶ھ ۔ سنہ ۷ھ اور بعض کی

رائے ہیکہ غزوۂ بنو نضیر کے اندر اسکی مشروعیت ہوئی ہے ابن قیم اور حافظ عسقلانی کا رجحان ہے

۱۱ غزوۂ عسفان کے اندر مشروعیت ہوئی ہے اور یہ [illegible] غزوۂ ذات الرقاع سے قبل واقع ہوا

اس کی صورتیں بھی علماء نے مختلف بیان کیے ۔ ابن القصار فرماتے ہیں ۱۱ اسکی دس صورتیں مروی ہیں

حافظ عراقی فرماتے ہیں ۱۱ اس نماز کی سترہ صورتیں حدیث سے مروی ہیں ۔ ابن العربی نے چوبیس

صورتیں بیان کیں ان صورتوں میں کونسی صورت مختار ہے اسمیں ائمہ میں اولویت کا اختلاف ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سہل بن ابی حثمہ کی صورت زیادہ مختار ہے اور وہ یہ ہے کہ امام لشکر کو دو حصہ کرے ایک دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور ایک گروہ کو نماز پڑھائے اور ایک رکعت کے بعد فارغ ہو کر جب کھڑا ہو جائے تو پیچھے والی جماعت اپنی دوسری رکعت بغیر امام کے پوری کرے اور امام کھڑا ہوا انتظار کرتا رہیگا اور جب اس جماعت کی نماز پوری ہو جائے تو یہ دشمن کے مقابل جائے اور دوسری جماعت آئے اور امام دوسری رکعت انکو پڑھا دیگا اور بغیر انتظار کرے گا اور یہ جماعت اپنی دوسری رکعت بغیر امام کے پوری کرلے اور امام اس جماعت کے ساتھ سلام پھیر دیگا - حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو امام اور قبلہ کے بیچ میں دشمن ہوگا یا نہیں اگر ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو امام اور دشمن کے درمیان پردہ حائل ہوگا یا نہیں اگر پردہ حائل ہے یا دشمن درمیان میں نہیں ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صورت میں اختیار وہی صورت مختار ہے جو اوپر حنابلہ کی گذری اور اگر امام اور قبلہ کے درمیان دشمن ہے اور کوئی چیز حائل نہیں تو امام لشکر کی دو صف کرے ایک آگے اور ایک اسکے پیچھے اور تکبیر نماز شروع کرائے تو رکوع تک دونوں صفیں امام کے ساتھ شریک رہینگی اور سجدہ کے اندر آگے کی صف چلی جائیگی اور پیچھے کی صف کھڑی رہیگی اور دونوں سجدوں کے پورا ہو چکنے پر امام اور صف اول کھڑا ہو جائیں اور صف ثانی سجدہ کریگی اور سجدہ کرنے کے بعد صف ثانی آگے آ جائیگی اور صف اول پیچھے ہو جائیگی اور رکوع تک دونوں شریک رہینگی اور سجدہ کے اندر صف اول چلی جائیگی اور صف ثانی کھڑی رہیگی اور پچھلی صف کے سجدہ کے بعد دوسری صف سجدہ کریگی اور پھر دونوں ایک ساتھ سلام پھیرینگے - امام مالک کے نزدیک اب یہی صورت مختار ہے جو حنابلہ کی ہے البتہ فرق یہ ہے کہ حنابلہ کے یہاں امام انتظار کریگا اور امام مالک کے نزدیک انتظار نہیں کریگا بلکہ جماعت ثانی کے نماز پوری کرنے سے پہلے ہی سلام پھیر دیگا اور امام مالک کا اول قول بعینہ وہی ہے جو حنابلہ کا ہے البتہ دوسرے قول میں یہ فرق کیا ہے - امام محمد فرماتے ہیں کہ امام لشکر کے دو حصے کرے ایک دشمن کی طرف چلا جائے اور ایک حصہ کو ایک رکعت نماز پڑھائے اور پھر یہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور دوسرا واپس آئے اور امام انکو دوسری رکعت پڑھائے اسکے بعد امام سلام پھیر دیگا اور یہ جماعت دشمن کے مقابلہ میں جائیگی اور پہلی جماعت اپنی دوسری رکعت آکر پوری کریگی اور سلام پھیر کر چلی جائیگی اور دوسری جماعت واپس آکر مع قرأت کے اپنی دوسری رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے -

امام احمد نے اپنے مذہب پر سہل ابن ابی حثمہ کی روایت سے استدلال کیا - اور حضرت صالح بن خوات کی حدیث بھی ان کا مستدل ہے - امام شافعی نے اول دو صورتوں میں تو ان دونوں حدیثوں سے استدلال کیا اور ان کے یہاں جو تیسری صورت ہے کہ امام اور قبلہ کے درمیان دشمن بلا پردہ و حائل کے ہو تو ایسے وقت میں ان کا استدلال حضرت جابر کی حدیث سے ہے ~~استدلال کیا~~ امام مالک کا استدلال اس روایت سے ہے جسکو یحییٰ بن سعید انصاری نے قاسم بن محمد سے اور انہوں نے صالح بن خوات سے روایت کیا اس روایت کے اندر امام احمد کے مستدل صالح بن خوات والی میں فرق یہ ہے کہ اسکے اندر سلام کے اندر انتظار کا ذکر ہے اور انکے یہاں ذکر نہیں ہے حضرت امام محمد کا استدلال جسکو ابوبکر جصاص اور صاحب ہدایہ نے بیان کیا وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی

1420 حدیث ہے جسکی تخریج امام ابوداود و نسائی نے کی ہے اور دوسرا مستدل سالم بن عبداللہ کی حدیث ہے لیکن مذہب حنفیہ 122/12
کے نزدیک ابن مسعود کی حدیث سے استدلال اقرب الی القیاس ہے چنانچہ محقق ابن ہمام نے یہ اعتراض کیا کیونکہ ابن مسعود
نے جو صورت نماز کی بیان کی اسمیں اور امام صاحب والی صورت کے اندر فرق ہے اسکے جواب میں محقق ابن ہمام فرماتے
ہیں کہ امام محمد نے کتاب الآثار کے اندر ابن عباس کی ایک حدیث ذکر کی ہے جسکے اندر جو صورت بیان کی گئی ہے
وہ بعینہ امام صاحب والی صورت ہے لہذا ابن مسعود کی حدیث کا محمل بھی وہ حدیث ہوگی اگرچہ ابن عباس والی
حدیث مرسل ہے لیکن صحابی کا قول فیما لا یدرک بالرای کے اندر مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے لہذا وہ حدیث بھی حکماً مرفوع ہے
اب احادیث دو قسم کی چونکہ موجود ہیں لہذا ترجیح کے اندر بھی اختلاف ہوگیا امام محمد و امام شافعی نے صحت کے اعتبار سے
ایک حدیث کو ترجیح دیکر اپنا مذہب ثابت کردیا اور امام مالک نے عمل کے اعتبار سے اپنی دلیل کو ترجیح دی ہے
امام صاحب کے یہاں ترجیح کا پہلا ذریعہ قرآن پاک پر نظر کرنا ہے چنانچہ ہم نے اپنی اختیار کردہ صورت کو
قرآن کے مطابق پایا کہ فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتأت طائفۃ اخری الخ ہمارے مذہب کی مؤید ہے نیز
30 حضرت امام صاحب نے اپنی اس صورت کو عبداللہ سے سیکھا جو کوفہ کے اندر مقیم تھے

الفصل الاول

عن سالم بن عبداللہ :- یہ حدیث ہمارا مستدل ہے اسکے اندر ہے کہ فقام کل واحد منہم فرکع لنفسہ الخ اسکے 12
دو مطلب ہوسکتے ہیں مطلب ۱ دونوں طائفوں نے اسی وقت معاً اپنی اپنی نماز پوری کرلی مطلب ۲ علی التعاقب
دونوں نے ادا کی یعنی ایک طائفہ دشمن کے مقابلہ میں چلا گیا اور دوسرے نے ادا کی اور پھر وہ چلا گیا اور اسی طائفہ نے
آکر اپنی نماز پوری کی اسی کو ابن حجر وغیرہ حضرات نے راجح قرار دیا ہے اور دلیل رجحان عبداللہ بن مسعود کی حدیث
ہے کیونکہ اسکے اندر یہ الفاظ صراحتاً مذکور ہے الشعب مالکی - ابن عبدالبر - امام اوزاعی نے بھی اسی کو اختیار
کیا - اب اس حدیث کے اندر دو مسئلے اور ہیں ایک یہ کہ جب میدان کارزار خوب گرم ہو تو ایسے وقت نماز
کیسے پڑھی جائیگی ائمہ ثلثہ کے نزدیک رجالاً رکباناً - ماشیاً جیسے چاہے پوری کرلو - امام صاحب فرماتے ہیں کہ
نماز موخر کی جائیگی اسی کو ابن ابی لیلی ، مکحول نے اختیار کیا - ائمہ ثلثہ کا مستدل اس حدیث پاک کے
جملہ اخیر فرمایا فان کان خوف ہو اشد من ذلک صلوا رجالاً قیاماً الخ اور امام صاحب کا مستدل غزوہ خندق
ہے کہ آپ نے نماز بعد میں قضاء فرمائی لیکن یہ استدلال موقوف ہے اسبات پر کہ غزوہ خندق سے پہلے
صلوۃ الخوف کا حکم ہوگیا ہو لیکن اسکے اندر اختلاف ہے محقق ابن ہمام وغیرہ کی رائے ہے کہ حکم بعد میں ہوا
صاحب ہدایہ - ابوبکر جصاص - ابن العربی وغیرہ کی رائے ہے کہ غزوہ سے پہلے صلوۃ الخوف کا حکم ہوگیا تھا
دوسرا مسئلہ صلوۃ الطالب کا ہے یعنی ایک شخص بھاگا جارہا ہو اور دوسرا شخص اسکو پکڑنے کیلئے پیچھے
بھاگ رہا ہو تو ایسی صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور کس نماز کا نام صلوۃ الطالب ہے طالب کہتے ہیں پیچھے بھاگنے
والے کو اور مطلوب وہ شخص ہے جسکو پکڑنے کیلئے وہ بھاگ رہا ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک مطلوب تو کیف ما کان
نماز پڑھ سکتا ہے اور طالب یعنی جو شخص پکڑنے کیلئے بھاگ رہا ہے اسکے اندر تفصیل ہے جو ابھی امام صاحب
کے مذہب کے ذیل میں آئیگی - امام صاحب فرماتے ہیں کہ مطلوب کیلئے راکباً نماز جائز ہے ماشیاً نماز
جائز نہیں ہے اور طالب کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں کہ زمین پر اترکر پڑھنا پڑیگی یہی امام شافعی
کی ایک روایت ہے اور امام مالک کی بھی ایک روایت ہے دوسری روایت ان دونوں کی یہ ہے کہ زمین پر اترنے کی ضرورت نہیں

1427 عن یزید بن رومان اس روایت کے اندر عمن صلی سے مراد سہل بن ابی حثمہ ہیں جیسا کہ اس حدیث کے آخر ۱۲۴/19
میں مصنف نے بخاری کی تخریج کے اندر ذکر فرمایا۔ علامہ حافظ ابن حجر کا رجحان فتح الباری کے اندر اس بات کی طرف ہے
کہ اس سے مراد صالح بن خوات کے والد خوات بن جبیر ہیں چنانچہ ابن مندہ نے جو روایت صالح بن خوات سے نقل
کی ہے اس کے اندر عمن صلی کے بجائے عن ابیہ ہے **ذات الرقاع** اس غزوہ کی وجہ تسمیہ کے اندر علماء کا اختلاف
ہے (۱) بعض کہتے ہیں کہ چونکہ ان لوگوں کے جھنڈوں کے اندر کپڑے کے ٹکڑے ہوئے تھے اور جھنڈے بندھے ہوئے
تھے اس لئے ذات الرقاع کہتے ہیں (۲) زخموں کی وجہ سے اپنے اعضاء پر پٹی اور کپڑے بندھے ہوئے تھے (۳) وہاں
کی زمین مختلف الالوان کی تھی **عن جابر:** یہ واقعہ مشکوٰۃ ص ۱۵۲ پر بھی آرہا ہے اور اس کے اندر اس
مشرک کا نام غورث ابن الحارث ہے چنانچہ مستدرک حاکم، بخاری، مسند احمد کے اندر ان کے نام کی تصریح ہے
اصحاب سیر کے اندر اختلاف ہے کہ یہ مسلمان ہوا یا نہیں دونوں ہی قول ہیں اس روایت کے اندر بیان کیا گیا
فکانت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع رکعات وللقوم رکعتان۔ ابن العربی فرماتے ہیں کہ حضور سے جتنی صورتیں
مروی ہیں ان تمام کے اندر یہ صورت سب سے زیادہ اغرب ہے کہ آپ کی چار رکعت ہو جائیں اور اولئک مقتدیوں
کی دو ہی رکعت ہو۔ لہذا احتمال یہ ہے کہ آپ نے جب نماز پڑھائی ہوگی تو آپ مقیم ہوں گے اور صحابہ مسافر
ہوں گے۔ شوافع یہ کہتے ہیں کہ اس کے اندر دلیل ہے صلوۃ المفترض خلف المتنفل کے جواز کی یعنی گویا حضور
کو چار رکعت نفل پڑھی ہوگی اور مقتدیوں نے اپنا فرض ادا کیا ہوگا اس پر اعتراض ہوا کہ پہلے یہ تو ثابت
کرو کہ حضور نے دو رکعت پر سلام پھیرا ہوگا حالانکہ اس کا ذکر کہیں بھی نہیں۔ بعض احناف جیسے کہ حضرت گنگوہی
بھی ہیں فرماتے ہیں یہ آپ کی خاص ہے آپ کی فضیلت کی وجہ سے۔ بعض نے بیان کیا کہ سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو اتمام اور قصر کے اندر اختیار تھا تو آپ نے اپنے لئے اتمام اختیار کیا اور صحابہ کیلئے قصر
اختیار کیا لیکن اس تاویل کا جواب یہ ہے کہ حضور نے اتمام تمام عمر کبھی نہیں کیا جیسا کہ ابن قیم اور علامہ ابن تیمیہ نے
تصریح کی ہے۔ بعض لوگوں نے یہ تاویل کی ہے کہ یہ نماز آپ نے حضر کے اندر پڑھائی ہوگی اس لئے آپ نے چار رکعت
پڑھی اور صحابہ کی دو رکعتان کا مطلب یہ ہے کہ وللقوم رکعتان معہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی دو حضور کے ساتھ اور دو علیحدہ پڑھی ہوگی
لیکن اس تاویل پر بھی لوگوں نے اشکال کر دیا کہ صلوۃ الخوف حضر کے اندر حضور سے ثابت نہیں ہے......

23 **وعنہ قال:** یہ حدیث شوافع کا مستدل ہے اور یہ صلوۃ الخوف غزوہ عسفان کے اندر پڑھی گئی ہے۔ ۱۲۵/۴

24 **الفصل الثانی عن جابر:** یہ حدیث حنفیہ مالکیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے صلوۃ المفترض بالمتنفل کا ثبوت ۱۱
ہوا اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ امام شافعی کے استاذ
کا نام اس کے اندر معلوم نہیں ہو سکا۔ نیز اس کے دوسرے طریق کے اندر ایک راوی عنبسہ بن سعید ہے اور وہ راوی متکلم فیہ ہے
دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابوبکرہ کی روایت کے اندر اسی
قسم کا مضمون موجود ہے لہذا اب جواب ہوگا کہ یہ حضور کے خصائص میں سے ہے جواب ۳ علامہ حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں کہ
نماز جب دو مرتبہ پڑھنے کی اجازت تھی اس وقت کا یہ واقعہ ہے اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا۔ وفیہ ما فیہ

25 **الفصل الثالث عن ابی ہریرۃ** اس حدیث کے ظاہر سے ابن عباسؓ اور ان کے متبعین نے استدلال کیا ۱۲
کہ صلوۃ الخوف ایک رکعت ہے لیکن ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ فلکل رکعۃ کا مطلب یہ ہے کہ حضور کے ساتھ ایک ہوئی تھی

باب صلوٰۃ العیدین

١٢٥/١٨

1426 عید دراصل عود تھا واؤ ساکن ماقبل مکسور واؤ کو یاء سے بدل دیا عید ہو گیا اسکی جمع اعیاد آتی ہے ١٨
قیاس کے موافق اسکی جمع اعواد ہونی چاہیے لیکن اس صورت میں التباس ہو گا اس اعواد سے جو عود
کی جمع ہے اسوجہ سے اعیاد جمع آتی ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ کے اندر مختلف قول ہیں (١) کیونکہ یہ ہر سال لوٹ
کر آتی ہے (٢) خوشی لوٹ کر آتی ہے (٣) تفاؤلاً حضور اسکو عید کہتے تھے یہ تینوں وجہ تسمیہ علامہ نووی
نے بیان فرمائی۔ نماز عید کے مشروع ہونے کے وقت کے اندر بھی اختلاف ہے۔ بعض کی رائے ہے کہ سنہ ١ھ میں
مشروع ہوئی اور بعض نے سنہ ٢ھ بتلایا اور بعض نے کہا اس شعبان کے اندر مشروعیت ہوئی ہے جسکے بعد
بعد والے رمضان کے اندر آپؐ پہلا روزہ رکھا تھا بعض لوگوں نے جمع کیا ہجرت ربیع الاول کے اندر
ہوئی ہے لہذا اگر ہجرت کا مہینہ اس ربیع الاول سے پہلے جو محرم گذرا ہے اسکی اگر سنہ ہجرت کی ابتداء
ہے تو اس حساب سے لوگوں نے ١ھ کہدیا اور جن لوگوں نے آئندہ محرم سے ہجرت کے سن ابتداء ہوئی تو انہوں
نے سنہ ٢ھ بتلایا۔ صلوٰۃ عید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسکے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے (١) فرض
عین ہے ابن حبیب مالکی کے نزدیک (٢) فرض کفایہ ہے امام احمد کا مذہب اور شافعیہ کی ایک وجہ ہے
(٣) سنۃ مؤکدہ ہے امام شافعی امام مالک کا مذہب ہے (٤) واجب ہے امام صاحب کا مذہب ہے (٥) سنۃ کفایہ ہے
یہ مروی ہے بعض مالکیہ سے۔ حنفیہ نے وجوب پر استدلال کیا آپؐ نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے چنانچہ ابن عباس
فرماتے ہیں اتم دوام صلی اللہ علیہ وسلم حتی مات اور مداومت بلا ترک کے وجوب کی دلیل ہے اور جو لوگ وجوب کے
قائل نہیں وہ استدلال کرتے ہیں اعرابی کی حدیث سے جسکو آپؐ پانچ فرائض بتلا رہے تھے اور اس نے سوال
کیا ھل علی غیرھن تو آپؐ نے جواب دیا لا الا ان تطوع اور اسکا جواب یہ ہے کہ انہوں نے فرائض کا
سوال کیا تھا اور آپؐ نے فرائض کے مطابق جواب دیا ہے اور ہم وجوب کے قائل ہیں

مزید تفصیل وجوب عمدۃ الفقہ لینوی ١٢

الفصل الاول

26 عن ابی سعید :۔ اس باب پر علماء کا اجماع ہے کہ سب سے پہلے نماز پڑھی جائیگی اور اسکے بعد خطبہ ہو گا ١٨
چنانچہ حضرت ابن عمر۔ عثمان ۔ ابن زبیر سے مروی ہے کہ سب سے پہلے ان لوگوں نے نماز عید ادا فرمائی
اور اس کے بعد خطبہ دیا۔ حافظ عراقی نے فرمایا کہ یہ ثابت نہیں ہے آگے اسپر انہوں نے مفصل کلام کیا۔
اب اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ نماز عید سے پہلے کس نے خطبہ دیا اور سب سے پہلے خطبہ دینے والا کون ہے
اسکے اندر مختلف قول ہیں ١۔ حضرت امیر معاویہ ٢۔ حضرت عثمان غنی ٣۔ زیاد ٤۔ مروان ۔ اگر حضرت عثمان
غنی کا خطبہ کو نماز پر مقدم کرنا ثابت ہو جائے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جماعت کے اندر کثرت تاخیر سے ہوتی ہے اور حضرت معاویہ نے
اتباعاً للعثمان ایسا کیا۔ اور مروان کے مقدم کرنے کی وجہ اسکی شرارت ہے وہ صحابہ کرام کو خصوصاً حضرت
علی کو گالیاں دیا کرتا تھا تو صحابہ کرام یہ بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور اٹھکر چلے جاتے تھے تو اس نے خطبہ
کو مقدم کر دیا اور نماز کو مؤخر تاکہ نماز کے انتظار تک تو یہ لوگ بیٹھیں گے عن جابر :۔ علامہ ابوبکر قفال
شاطبی کتاب الاعتصام کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ ابن عبدالبر نے اجماع نقل کیا ہے اس بات پر کہ صلوٰۃ عیدین
کیلئے اذان واقامت نہیں ہے البتہ بعض صحابہ مثلاً ابن الزبیر ۔ معاویہ ۔ عمر بن عبدالعزیز سے نقل کیا گیا
ہے کہ یہ لوگ اذان واقامت کے نماز عید کیلئے قائل تھے اور سب سے پہلے کس نے احداث اذان کیا اسکے اندر
بھی علماء نے چند قول نقل کیے (١) حضرت معاویہ (٢) حجاج بن یوسف (٣) مروان بن الحکم (٤) زیاد۔

1426 جمہور سے اجماع نقل کیا گیا ہے کہ اذان و اقامت نہیں ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہم ١٢٥/١٨
سے اذان و اقامت ثابت نہیں ہے۔ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ الصلوۃ جامعۃ کہہ سکتے ہیں یا نہیں
مالکیہ کے یہاں مکروہ ہے علامہ زرقانی مالکی نے بھی کراہت نقل کی ہے۔ علامہ شعرانی نے استحباب نقل کیا ہے
28 ملا علی قاری نے تو اس کے استحباب پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے **عن ابن عمر:۔** بعض روایات سے معلوم ہوا ٢٢
حضرت عثمانؓ نے خطبہ کو مقدم کیا تھا اور صحیحین کی روایت سے معلوم ہوا ان سے تقدیم خطبہ ثابت نہیں ہے لہذا ان
روایات کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ ضعیف ہے اور صحیحین کی حدیث راجح ہوگی جو ان کے خلاف ہے ایسا فرمایا۔
عن ام عطیہ:۔ اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے عید گاہ مسجد کے حکم میں ہے کیونکہ حائضہ کو مسجد
عید گاہ سے دفع کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ مسجد کے اندر سے دفع کرنے کا حکم ہے۔ ہماری طرف سے جواب
32 یہ ہے کہ عورتوں کو دفع کرنے کا حکم اس وجہ سے دیا ہے تاکہ لوگوں کو اس کا خلاف نہ ہو **عن عائشۃ:۔** اس حدیث ١٢٦/١
کے اندر دو جاریہ کا ذکر ہے اول کا نام حمامہ تھا اور دوسری کا نام قاضی عیاض نے ابن عباس سے نقل کیا ہے زینب ہے
عن انس:۔ ائمہ اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شی کا عید الفطر کے دن کھانا نماز سے پہلے مستحب ہے نیز میٹھی
35 چیز ہو اور وتر ہو اور کھجوریں ہوں تو مستحب ہے اور عید الاضحی کے دن نماز کے بعد کھانا مستحب ہے **عن البراء:۔** ٦
اس مسئلہ کے اندر ائمہ کا اتفاق ہے کہ نماز سے پہلے اضحیہ کا ذبح جائز نہیں اور وہ ذبح اضحیہ کے اندر شمار
نہیں ہوگا۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ طلوع شمس کے بعد فوراً اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے یعنی قبل الصلوۃ
ان کے نزدیک جائز ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ قبل ذبح الامام بھی جائز ہے یا نہیں۔ امام مالک کے نزدیک جائز نہیں
امام شافعی امام احمد کے نزدیک اگر نماز کے بعد اتنی دیر گذر جائے جس میں امام ذبح کر سکتا ہے تو جائز ہے۔
محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں یہی مذہب امام احمد سے نقل کیا گیا ہے لیکن ان کا ظاہر مذہب ہے کہ اہل مصر
کیلئے جائز ہے بعد اہل قری کے متعلق ان کا اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ اتنی دیر انتظار کرے جتنی دیر
میں امام نماز اور ذبح کرے امام مالک فرماتے ہیں اقرب الائمہ کا انتظار کرے

الفصل الثانی

40 **عن بریدہ:۔** اس حدیث سے معلوم ہوا نماز کا انتظار کرنا چاہئے اس کے بعد نماز فارغ ہو کر ١٥
اپنی قربانی میں سے اگر کھائے لیکن جس شخص پر قربانی واجب نہیں اس کا کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک اس کو بھی انتظار کرنا
چاہئے اور نماز کے بعد اگر کھائے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس کو انتظار کی ضرورت نہیں ہے پہلے ہی کھا سکتا ہے
41 **عن کثیر بن عبد اللہ:۔** اس حدیث سے عیدین کی تکبیرات کے عدد کا علم ہوا اس کے اعداد اور حکم دونوں میں ١٦
علماء کا اختلاف ہے۔ ظاہریہ ایک فرقہ رافضی کا ہے ان لوگوں کے نزدیک عیدین کی تکبیرات فرض ہیں
جمہور کے نزدیک سنت ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک واجب ہیں اور اعداد کے متعلق امام شافعی علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت کے اندر تکبیر تحریمہ کے علاوہ سات تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت کے اندر پانچ تکبیریں
ہیں قیام من السجود والی تکبیر کے سوا۔ امام مالک امام احمد فرماتے ہیں کہ پہلی رکعت میں مع تکبیر تحریمہ کے سات
تکبیریں ہوں گی اور دوسری رکعت میں پانچ ہوں گی کما قال الشافعی۔ امام صاحب کے نزدیک دونوں رکعتوں کے
اندر تین تکبیریں زائد ہیں امام مالک امام شافعی کا مستدل یہ حدیث ہے اور دوسرا استدلال جعفر بن محمد کی حدیث سے
حنفیہ نے سعید بن العاص کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے اندر ہے کہ آپ اضحی اور فطر کے اندر چار تکبیرات کہتے تھے

1441 جسمیں تکبیر تحریمہ اور دوسری رکعت کے اندر تکبیر میں قیام الجود کو شمار کیا گیا ہے یہی مذہب حضرت ابوموسیٰ اشعری ١٢٦/١٦
حذیفہ۔ سعید بن العاص۔ ابو مسعود۔ عقبہ بن عامر۔ حضرت عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم کا ہے۔ امام احمد نے تو یہ فرمایا
جبکہ تعداد تکبیر کے اندر روایات متعارض ہیں اسلئے عمل صحابہ کو دیکھا جائے گا۔ اور ہم نے ابن مسعود کے
عمل کو دیکھا اور وہ متفق علیہ ہے اسوجہ سے ہم نے اسی کو اختیار کر لیا اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ ان تکبیرات کے
اندر رفع یدین ہے یا نہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک رفع یدین ہے اور امام مالک کی ایک روایت ہے عدم رفع
یدین کی۔ اور دوسری روایت ہے رفع یدین اور عدم رفع کے اندر اختیار ہے اور تیسری روایت ان کی یہ ہے
46 رفع یدین ہے عن جابرؓ اس حدیث سے معلوم ہوا خطبہ کی ابتداء حمد سے ہوگی یہی علامہ ابن قیم نے
نقل کیا ہے ابتداء حمد سے ہوگی تکبیرات سے نہیں ہوگی۔ البتہ درمیان کے اندر تکبیرات کہی جائیں گی بعض ٢٣٣
لوگ کہتے ہیں عیدین اور استسقاء کے خطبہ میں ابتداء بالتکبیر ہوگی اور بعض نے کہا عیدین کے اندر تکبیر اور
50 استسقاء کے اندر استغفار سے ابتداء کرے عن ابی عمیرؓ ان کا نام عبداللہ ہے اس مسئلے کے ١٢٧/٢
اندر اختلاف ہے اگر کوئی شخص نماز عید کے بعد آئے تو قضاء کرے یا نہیں امام احمد۔ امام سفیان ثوری اور
حضرت امام صاحب فرماتے ہیں قضاء ہوگی امام مالک فرماتے ہیں اگر زوال کے بعد آئے تو قضاء نہیں ہے امام شافعی
52 فرماتے ہیں اگر غروب کے بعد قضاء نہیں ہے الفصل الثالث عن ابی سعید اس حدیث کے آخر میں ٨
ہے ابو سعید خدری نے فرمایا لا تاتون بخیر یعنی تم کو بغیر اس عمل کے بھلائی نہیں ہوگی بلکہ نقصان ہوگا کیونکہ
تمہارے فعل کے اندر حضورؐ کے فعل سے مخالفت ہے اور مخالفت ہے آگے جا کر فرماتے ہیں ثم انصرف اسکے دو مطلب ہیں
مطلب ۱: علامہ طیبی فرماتے ہیں نماز نہیں پڑھی اور واپس آ گئے مطلب ۲: قاضی عیاض فرماتے ہیں منبر سے نماز کی طرف متوجہ ہو گئے ١٣

باب فی الاضحیۃ

اضحیہ کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے امام شافعی امام احمد اسحٰق بن راہویہ ابو ثور۔ ابن المنذر فرماتے ہیں ١
یہ سنت مؤکدہ ہے امام صاحب کے نزدیک ایسے شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب مقیم ہو امام مالک سے مقیم کی
قید منقول نہیں ہے بعض کے نزدیک فرض علی الکفایۃ ہے۔ حنفیہ کی دلیل وجوب یہ ہے کہ حضورؐ نے اسپر مواظبت فرمائی ہے
54 الفصل الاول عن عائشہؓ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے یطأ فی سواد اسکا مطلب علامہ خطابی ١٧
نے بیان فرمایا اسکے کھر سیاہ ہوتے تھے ویبرک فی سواد اور اسکے بیٹھنے کی جگہ بھی سیاہ تھی وینظر فی سواد
یعنی اسکی آنکھیں بھی سیاہ ہوتی تھی یہ تفسیر ان تینوں جملوں کی علامہ خطابی نے فرمائی ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی
علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ان جملوں کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے محدثین اسکا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں
یہ کنایہ ہے اسکے موٹاپے سے یعنی وہ اتنی موٹی اور چوڑے بدن والی تھی دھوپ سے اسکا سایہ اتنا
وسیع ہوتا تھا اسکا چلنا۔ بیٹھنا۔ دیکھنا سب اسی سائے کے اندر ہوتا تھا اور دوسرے علماء نے اسکے معنی
یہ بیان کیے ہیں اسکے یہ اعضاء یعنی قدم۔ بیٹھنے کی جگہ یعنی نیچے کا پیٹ اور آنکھیں سب سیاہ تھیں ومن امۃ محمد ١٩
امۃ محمد کی جانب سے قبول کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک قربانی تمام کیلئے کافی ہے بلکہ مطلب ہے اسکے ثواب میں
تمام کو شریک فرمایا اور ہو سکتا ہے کہ اسکا ثواب بخش دے اس سے علماء نے استدلال کیا ایک شخص کے عمل کا ثواب
دوسرے کو پہنچتا ہے خواہ وہ دوسرے زندہ ہوں یا مردہ ہوں نیز جمہور کے نزدیک تمام قسم کے اعمال حسنہ کا ثواب

1455 پہنچتا ہے امام شافعی کے نزدیک صدقات جزیہ اس سے مستثنیٰ ہیں ان کا ثواب غیر تک پہنچتا ہے عن جابر الخ 126/19
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی کو مسنہ ذبح کرنا چاہیے اور یہ مسنہ عام ہے ابل، بقر، غنم تینوں کو
شامل ہے البتہ ہر ایک کے مسنہ عمر کے اعتبار سے جداگانہ ہیں ابل کے اندر پانچ سال کا جو ہوگا اسکو مسنہ
کہتے ہیں اور بقر کے اندر جب دو سال کا ہو جائے اور غنم کے اندر جب ایک سال کا ہو جائے اور دوسرے سال میں
داخل ہو تب وہ مسنہ کہلائیگا۔ اس بات پر تو تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مسنہ کے ذبح کرنے سے قربانی ادا ہو جائیگی
لیکن اگر اسپر کوئی شخص قادر نہیں تو آیا وہ بھیڑ کا بچہ ذبح کر سکتا ہے یا نہیں اس کے اندر علماء کا اختلاف ہے
بعض فرماتے ہیں کہ مطلقاً وہ جائز ہے خواہ وہ بھیڑ کا بچہ ہو یا بکرے کا یہی اوزاعی کا مذہب ہے۔ امام زہری اور
حضرت ابن عمر کے نزدیک مطلقاً جائز نہیں ہے یعنی نہ بھیڑ کا جائز ہے اور نہ مخصوص بکرے کا جائز ہے جمہور کے نزدیک
بھیڑ کا بچہ تو جائز ہے لیکن بکرے کا بچہ جائز نہیں اول کی جواز کی دلیل تو یہ حدیث پاک ہے اس کے اندر جذعۃ من الضان
بھیڑ کے بچہ کی اجازت دی ہے اور ثانی کے عدم جواز کی دلیل عقبہ بن عامر کی حدیث ہے اور پھر جذعۃ من الضان
کے اندر امام شافعی کے یہاں ایک سال سے زائد ہونا چاہیے اور حنفیہ کے یہاں چھ ماہ کا ہو۔ زعفرانی نے نقل
کیا ہے کہ سات مہینہ کا ہونا کافی ہے ابوبکر بن العربی نے نقل کیا ہے کہ اگر اسکو مسنات میں داخل کر لیا جائے
اور فرق معلوم نہ ہوتا ہو اور ملا ہوا ہونے میں برابر ہے تو کافی ہے خواہ کتنی عمر ہو ورنہ کافی نہیں ہے عن عقبۃ بن
عامرؓ۔ اس حدیث کے اندر لفظ عتود وارد ہوا بعض کے نزدیک ایک سال کا بچہ ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ چھ
ماہ کا ہوتا ہے اب یہ کہ آپؐ نے چھ ماہ کے بچہ کو ذبح کرنے کا حکم کیسے دیدیا اسکا جواب دیا کہ یہ حضرت عقبہ ابن عامر کی خصوصیت
ہوگی اسپر اشکال ہوا کہ ان کی خصوصیات میں کیسے ہوگی جبکہ بخاری شریف کے اندر یہی قول آپؐ نے حضرت ابو بردہ
کے متعلق فرمایا تو اگر عقبہ کی خصوصیت مانیں تو ابو بردہ کی خصوصیت نہیں ہو سکتی اور اگر ابو بردہ کی خصوصیت
تسلیم کریں تو عقبہ کی خصوصیت نہیں ہوگی اسکا جواب دیا گیا کہ دونوں کے خصائص میں سے ہوگا اسپر اشکال ہوا
کہ پھر خصوصیت کے معنی کہاں باقی رہے وہ بھی فوت ہو جائیگی حافظ فرماتے ہیں کہ اسکا جواب یہ دیا جا سکتا ہے ٩
کہ ایک ہی مجلس کے اندر دونوں کو آپؐ نے یہ فرمایا ہوگا یا اولاً ایک کیلئے خصوصیت تھی پھر دوسرے کے لیے بھی کر دی گئی
57 عن ابن عمرؓ۔ اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ کے اندر ذبح کرنا چاہیے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ صرف امام کیلئے ہی 23
مسنون ہے۔ ~~جمہور کے نزدیک~~ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ تمام لوگوں کیلئے مسنہ ہے امام کی خصوصیت نہیں ہے
58 عن جابرؓ۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ابل اور بقر سات آدمیوں کیلئے کافی ہے چنانچہ ائمہ ثلاثہ کا یہی 24
مذہب ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ تمام گھر والوں کی طرف سے کافی ہے خواہ وہ سو شخص ہوں یا کم ہوں یا زائد ہوں
ابن عمر سے منقول ہے کہ ایک بقرہ یا ابل سات لوگوں کی طرف سے کافی نہیں ہو سکتی بلکہ ایک ہی کی طرف سے کافی ہو
سعید بن جبیر۔ اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ جزور (ابل) دس کیلئے اور بقرہ سات کیلئے کافی ہو سکتا ہے
اور ایک حدیث سے ان کا استدلال ہے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ وہاں اونٹ کے دس کیلئے کافی ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ قیمت کے اعتبار سے ایک اونٹ دس بکریوں کی قیمت کے برابر تھا۔ دوسرا استدلال ان لوگوں کا ابن عباسؓ
کی روایت ہے اسکا جواب۱ یہ ہے کہ وہ منسوخ ہے جواب۲ وہ حدیث صحیح کے معارض ہے جواب۳ دونوں قسم کی
روایتیں ہیں لہذا احتیاط کا تقاضہ سات کے اندر ہے جواب۴ دس کا اونٹ کے اشتراک بالعشرۃ کا مطلب ہے اوس کی قیمت کے

۱۲۵

1459 اختیار ہے ۔ حنفیہ اور جمہور کا مستدل یہی حدیث ہے حضرت جابر کی عن ام سلمة :۔ عشرہ ذی الحجہ کے اندر قربانی ۱۲۷/۲۵
کا ارادہ کرنے والے کیلئے تقلیم کے حکم میں اختلاف ہے ۔ امام احمد ۔ اسحاق بن راھویہ ۔ داود ظاھری ۔ ربیعہ الرائے
کی رائے ھیکہ یہ نہی تحریمی کیلئے ہے اور اس شخص کیلئے تقلیم اظفار حرام ہے ۔ امام مالک امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے
حنفیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ لا مکروہ ولا محرم لیکن حنفیہ کی فروع کے اندر مسئلہ ہے کہ ترک تقلیم مندوب ہے علامہ شامی نے
1460 اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے عن ابن عباس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کا عمل تمام اعمال سے افضل ہے
حتی کہ فرائض سے بھی افضلیت معلوم ہوئی حالانکہ فرائض سے افضل نہیں ہے اسکا جواب ھیکہ یہ حدیث تحریض پر ۲۷
محمول ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عشرہ رمضان افضل ہے یا عشرہ ذی الحجہ دونوں قول ہیں
لیکن اصح یہ ھیکہ عشرہ رمضان کی لیالی افضل ہیں کیونکہ ان کے اندر شب قدر ہے اور عشرہ ذی الحجہ کے ایام یوم عرفہ کی وجہ سے افضل ہیں

61 الفصل الثانی عن جابر قال :۔ اس حدیث کے اندر لفظ موجوئین کے متعلق ابو موسی المدینی فرماتے ہیں کہ ۱۲۸/۳۰
ان جانوروں کو کہتے ہیں جنکے خصیتین نکال دیئے جائیں یعنی خصی کو کہتے ہیں ۔ علامہ جوھری فرماتے ہیں کہ جن کے
خصیتین کے رگ توڑ دی جائے ان کو کہتے ہیں علی ملة ابراھیم کی زیادتی باوجود آپکے نبی مستقل ہونے کے
اسوجہ سے ھیکہ اس اضحیہ کی ابتداء حضرت ابراھیم علیہ السلام سے ہے نیز آپ ان کی اولاد میں سے ہیں اب اس مسئلہ
کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے کہ آپ نبوۃ سے پہلے کسی شریعت کے پابند تھے یا نہیں ۔ بعض نے کہا کہ پابند تھے
اور بعض نے انکار کر دیا ملا علی قاری نے لکھا ھیکہ اصح یہ ھیکہ آپ کسی شریعت کے پابند نہیں تھے عن علی :۔
65 اگر اکثر حصہ کان وغیرہ کا کٹ جائے تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے عن البراء :۔ عیب قلیل مانع نہیں اور کثیر مانع ہے ۱۲
منیٰ کے باب میں مانع کثیر یہ ھیکہ اگر تندرست جانور والا گیا تو وہ چلے تو چل نہ سکے یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہے
73 اور حنفیہ کے نزدیک اگر بغیر رکھ سکے تو جائز نہیں ہے ورنہ جائز ہے الفصل الثالث عن نافع :۔ ۱۲۹/۳
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید الاضحی کا زمانہ تین دن ہے یہی ائمہ ثلثہ ۔ حضرت عمر ۔ علی ۔ ابن عباس ۔ انس بن مالک
مروان ۔ امام شافعی ۔ عطاء بن ابی رباح ۔ حسن بصری کا مذھب ہے ابن سیرین فرماتے ہیں الیوم النحر کا ایک ہی وقت
وقت ہے ۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ ھلال محرم تک اضحیہ کا وقت ہے اور جائز ہے

باب العتیرہ ۸

عتیرہ یہ بھی ایک ذبیحہ ہے اضحیہ کی طرح رجب کے اندر عشرہ اولی میں ذبح کرتے تھے ایسے ہی جاھلیۃ کے اندر کفار بتوں کیلئے
77 ذبح کرتے ان کا خون بتوں کے سروں پر ڈالتے تھے الفصل الاول عن ابی ھریرۃ :۔ اس حدیث پاک کے اندر ۸
دو چیزوں سے منع فرمایا ایک عتیرہ اور ایک فرع اول کے متعلق گذر گیا ثانی کے متعلق علماء نے دو تفسیریں کیں
ایک خود حدیث پاک کے اندر ہے کہ ان کا جانور سب سے پہلا جو بچہ دیتا تھا اسکو وہ اپنے شیطانی بتوں کیلئے
ذبح کرتے تھے دوسری تفسیر علماء نے بیان کی وہ سنت مانتے تھے کہ اگر ایک اونٹ کے بچہ پیدا ہو جائیں تو ایک
ذبح کروں گا اسکو بھی فرع کہتے ہیں ائمہ ثلثہ کے نزدیک اب یہ دونوں منسوخ ہیں شروع اسلام میں جو کہ اللہ
اللہ تعالی کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے تشبہ کی وجہ سے منسوخ کر دیا گیا امام شافعی کے نزدیک اب بھی مستحب ہے
79 الفصل الثالث عن عبد اللہ بن عمرو :۔ اس حدیث پاک کے اندر ایک لفظ والا ہوا منیحة عرب میں دستور ۱۳
تھا کہ جس شخص کے پاس بہت سے جانور ہوتے تھے وہ ایک جانور دودھ وغیرہ سے نفع کیلئے دوسرے کو دیدیتا تھا تاکہ وہ نفع حاصل
کرے اس جانور کو منیحہ کہتے ہیں چونکہ وہ اسکا مملوک نہیں ہے اسوجہ سے واپس کی جاتی ہے

صلوٰۃ الخسوف

ذیل کسوف ہے ایک خسوف اول شمس کیا تو اور خسوف قمر کیا تو استعمال ہوتا ہے کبھی بالعکس
بتلایا اور بعض نے کلاھما لکلاھما - کسوف شمس کب ہوا اس کے اندر چند اقوال ہیں اول سنہ ۸ھ میں ہوا
ثانی سنہ ۶ھ میں ہوا ثالث سنہ ۱۰ھ میں ہوا البعض کی رائے ہے کہ دو مرتبہ ہوا سنہ ۵ھ اور سنہ ۱۰ھ میں -
علامہ نووی اور بہت سے علماء سے مروی ہے کہ کئی مرتبہ کسوف و خسوف ہوا - محققین کی رائے ہے کہ صرف ایک مرتبہ ہوا
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ نماز سنت مؤکدہ ہے اور امام صاحب کے نزدیک سنت غیر مؤکدہ ہے - ابوعوانہ فرماتے
1481 ہیں کہ واجب ہے اور قاضی ابوزید دبوسی سے بھی وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے **الفصل الاول** :- ۱۸
اس فصل کی دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صلوٰۃ خسوف کے اندر قراءۃ میں
جہر فرمایا اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ امام ابو یوسف امام احمد اسحٰق ابن راہویہ ابن المنذر ابن العربی مالکی کے نزدیک
جہراً قراءۃ ہوگا ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ جہر و سر کے درمیان اختیار ہے امام محمدؒ امام شافعی امام مالکؒ
فرماتے ہیں کہ سراً قراءۃ ہوگی اور ان لوگوں کی دلیل اس فصل ثانی کی نمبر ۲ عبداللہ ابن عباس کی حدیث
ہے - اس پر اشکال وارد ہوا کہ ابن عباس بچہ ہونے کی وجہ سے دور تھے ~~[illegible]~~ اس لئے حضور کی آواز
ان کو پہونچی یقینی ہوئی نہیں اس اشکال کو ابن عبدالبر نے رد کر دیا ہے کیونکہ امام شافعی والی روایۃ
کے اندر صراحۃ موجود ہے کہ میں حضور کے پہلو میں کھڑا تھا - امام ابو حنیفہ اور احمد وغیرہ کی دلیل حضرت
عائشہؓ کی روایۃ ہے اس حدیث کا جواب جمہور نے دیا کہ حضور کا پہلے کا ہے جہر فرماتے تھے تو حضرت
عائشہؓ اخیر میں تھیں اور کبھی کبھی ایک آواز سنتی تھیں اس لئے یہ سمجھیں کہ آپ جہر فرما رہے ہیں اور
دوری کی وجہ سے مسلسل قراءۃ کی آواز نہیں آتی ہے حالانکہ حضور مسلسل جہراً قراءۃ نہیں فرما
رہے تھے بلکہ کبھی کبھی فرماتے تھے جیسا اوپر معلوم ہو چکا - دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس نماز
کے اندر کتنے رکوع ہیں اس کے اندر مختلف روایتیں ہیں ایک سے لے کر پانچ تک احادیث میں وارد ہیں
امام محمد سفیان ثوری ابراہیم نخعی داود ظاہری علی ابن عباس ابن عمر عبداللہ ابن زبیر ابو بکرہ
نعمان ابن بشیر عبدالرحمن ابن سمرہ ان حضرات کے نزدیک ایک رکوع ہے ائمہ ثلاثہ جیسے ابن سعد فرماتے
ہیں کہ دو رکوع ہیں - حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ تین رکوع ہیں - حضرت علی قتادہ ابن عباس سے
مروی ہے کہ چار رکوع ہیں - شیعہ کا مذہب ہے کہ پانچ رکوع ہے - امام شافعی وغیرہ ابن عباس عائشہ
کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں - اور جو لوگ تین رکوع کے قائل ہیں وہ جابرؓ کی روایت سے استدلال
کرتے ہیں اور حضرت قتادہ وغیرہ کا مستدل ابن عباس کی حدیث ہے پانچ والوں کا مستدل ابی ابن کعب کی
حدیث ہے - حضرات حنفیہ کا مستدل (۱) نعمان ابن بشیر کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے اندر کوئی تفصیل
نہیں ہے مستدل (۲) عبداللہ ابن عمر کی روایت ہے تیسرا مستدل سمرہ ابن جندب کی روایت ہے مستدل (۴)
عبدالرحمن ابن سمرہ کی روایت ہے - حنفیہ کہتے ہیں کہ روایات قولیہ غیر متعارض ہیں اور روایات فعلیہ
متعارض ہے اور قول و فعل میں جب تعارض ہو جاتا ہے تو قول کو ترجیح ہوتی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ
نماز کا منشاء یہی ہے کہ اس میں ایک رکوع ہونا چاہئے اور اس کے علاوہ جن احادیث میں ایک رکوع
سے زیادہ وارد ہوا ان کا جواب یہ ہے کہ آپ نے نماز کے اندر قیام نہایت طویل فرمایا تھا اور

1481 آپ پر کیفیات اور عجیب حالات کا غلبہ تھا جس میں آپ کبھی کبھی آگے کو بڑھ جاتے تھے جس سے صحابہ نے سمجھا کہ ۱۲۹/۱۸
83 آپ کو عروج ہو رہا ہے۔ عن عائشہ: اس حدیث کے اندر ایک لفظ وارد ہوا ہے الفروع و فی الحدیث ... ۱۳۰/۲
کہ آپ سجدہ میں تھے اور انجلاء شمس ہوگیا تھا اب یہاں سے ایک مسئلہ پیدا ہوا وہ یہ کہ انجلاء شمس دو حال سے خالی نہیں
یا تو نماز کے اندر ہوگا یا نماز کے بعد۔ اگر نماز کے بعد ہے تو کوئی اشکال نہیں اگر نماز کے اندر ہے تو دو حال سے
خالی نہیں یا تو پہلی رکعت میں ہوگا یا دوسری رکعت میں اگر پہلی رکعت کے اندر انجلاء ہوا تو ماقبل نماز دو رکعت
معمولہ کی طرح اس نماز میں بھی ہر رکعت میں ایک ایک رکوع ہوگا اور اگر دوسری رکعت میں انجلاء ہوا
تو اسکے اندر مالکیہ سے دو روایت ہے (۱) دو دو رکوع ہر رکعت میں ہوں گے (۲) اخیر رکعت ایک رکوع کے
ساتھ ادا کرے۔ حنفیہ کے نزدیک چونکہ اس نماز میں بھی ایک ایک ہی رکوع ہے لہذا انجلاء اور عدم انجلاء
دونوں صورتوں میں مسئلہ ایک ہی رہیگا۔

فخطب الناس: اس سے یہ معلوم ہوا اس نماز کے اندر خطبہ ہے یا نہیں اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ خطبہ ہے چنانچہ یہی مذہب امام شافعی اسحاق بن راھویہ۔ ابن جریر طبری ~~...~~ وغیرہ کا ۳
حضرت امام صاحب۔ امام مالک۔ امام احمد کے نزدیک خطبہ نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کا
خیال تھا کہ کسوف اور خسوف جب ہوتا ہے جبکہ کوئی بڑا آدمی مرتا ہے چنانچہ اس وقت حضرت ابراہیم
ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال بھی ہوا تھا تو ان کے اس زعم کو ختم کرنے کیلئے خطبہ فرمایا تھا۔

84 عن ابی موسی: اس حدیث کے اندر فرمایا گیا ہے فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم فزعا یخشی الخ اس سے ۶
معلوم ہوا کہ آپ قیامت کے آنیکے خوف سے ڈر گئے حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت
بیان فرمادی تھیں اور ان میں کوئی اب تک ظاہر نہیں ہوئی تھیں پھر ڈرنے کا کیا مطلب ہے اس کے
علماء نے مختلف جوابات دیئے ہیں جواب۱: یہ واقعہ علامات کے بتلانے سے پہلے پیش آیا تھا۔
جواب۲: یہ بھی احد من آیات الساعۃ ہوگا جواب۳: یہ کلام کمثل تمثیل۔ تشبیہ، تخییل پر مبنی ہے
جواب۴: یہ راوی نے اپنا خیال اور ظن بیان کیا فصلی باطول قیام الخ امام احمد امام شافعی ۷
اسحاق بن راھویہ کا مذہب ہے سجود کی اطالۃ ہوگی یہی مالکیہ کا مذہب ہے اور یہی ابو یوسف کا مختار بھی ہے
اطالۃ السجود کرے۔ عن جابر: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھائی چنانچہ امام احمد
کے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے ابن حبیب مالکی کے نزدیک شرط ہے ائمہ اربعہ کے یہاں جماعت کیلئے امام الحی کا ہونا ضروری

باب فی سجود الشکر ۱۳۱/۴

سجدہ خارج از صلوۃ کی چار قسمیں ہیں سجدۂ سہو۔ سجدۂ تلاوت۔ سجدۂ شکر۔ سجدۂ مناجاۃ۔
سجدہ سہو۔ اور تلاوت دونوں جائز ہیں بلکہ بعض کے نزدیک مسنون اور بعض کے نزدیک واجب ہے اور
سجدۂ شکر امام شافعی امام احمد کے نزدیک مسنون ہے امام مالک امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے
دوسری روایت حضرت امام صاحب کی عدم کراھت کی ہے۔ آج کل ہمارے علماء کا مختار یہ ہے کہ سجدۂ شکر
مشروع اور مستحب ہے یہی صاحبین کا مذہب ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ النعمت بعض متوالی ہیں اور بعض متجدد
ہیں۔ ثانی کیلئے سجدۂ شکر ہوتا ہے اور چوتھی قسم سجدۂ مناجاۃ یہ علماء کے نزدیک کوئی اصل نہیں رکھتا ہے

باب الاستسقاء ۱۳۱/۱۳

استسقاء کے معنی ہیں لغت کے اندر طلب السقیا اور اصطلاح شرع کے اندر کہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے بارش کو نیاز مندی و عاجزی کے وقت طلب کرنا کھیتیوں اور باغات کیلئے۔ اور بارش کے بند ہونے کا سبب منع زکوۃ ہوتا ہے۔ یہ نماز سنہ ۶ھ میں شروع ہوئی اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک جائز ہے لیکن مسنون و مستحب نہیں ہے علامہ نووی فرماتے ہیں کہ استسقاء کی تین صورتیں ہیں نماز کے ذریعہ۔ مطلق دعا کے ذریعہ۔ اور نماز مکتوبہ کے بعد دعا کے ذریعہ۔ نیز اس نماز کے اندر جمہور کے نزدیک تحویل رداء ہے اور حضرت امام صاحب کے نزدیک تحویل رداء نہیں ہے اس باب کی مناسبت (اگلا باب ایام کا باب ہے)

کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض و ثواب المرض ۱۳۳/۱۳

1523 جنائز جمع ہے جنازہ کی بکسر الجیم جسکے معنی میت کے ہیں اور بفتح الجیم اس سریر کو کہتے ہیں جس پر میت کو اٹھایا جاتا ہے اور بعض فقہاء نے اسکا عکس بیان کیا ہے یہ ماخوذ ہے جنز بمعنی ستر باب ضرب سے جسکے معنی جمع کرنے کے ہیں کیونکہ اس سریر پر میت کو اور اس میت پر کفن کو جمع کیا جاتا ہے مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب الصلوٰۃ کے بعد یہ باب بالخصوص اس لئے ذکر کیا کہ انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں سے اول شعبہ ہے جو تمام زندگی کے احکامات کے بیان کرنے کے بعد آخر میں اس باب کو منعقد کیا جانا چاہئے تھا لیکن اس باب کے اندر اہم جزو نماز ہے اسلئے اس باب کو کتاب الصلوٰۃ کے ساتھ ذکر کیا اور آخر میں ذکر اسلئے کیا کہ یہ آدمی کی آخری نماز ہوتی ہے اور چونکہ موت اور اس کی نماز سے پہلے آدمی کو مرض لاحق ہوتا ہے اور اسکے مناسبات سے عیادۃ ہے اسلئے عیادۃ کا باب منعقد ہوا ہے کیا عیادۃ اصل میں عوادۃ تھا واؤ ماقبل مکسور تھا واؤ کو یا سے بدل دیا عیادۃ ہوگیا

1523 الفصل الاول عن ابی موسیٰ:- اگر بھوکے کے پاس کھانا نہ ہو اور مرنے کا خطرہ ہو تو اگر دوسرے شخص کے ۱۲
24 پاس کھانا ہے تو اسکو کھلانا فرض ہے کفایہ ہے۔ عیادۃ جمہور کے نزدیک مستحب ہے عن ابی ھریرۃ:- ۱۴

اس حدیث کے اندر سلام کرنے کو حق مسلم قرار دیا گیا سلام کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو تنہا ہوگا یا جماعۃ ہوگی اگر تنہا ہے تو اسکو سلام کرنا سنت ہے اور بعض نے کہا کہ واجب ہے اور اگر جماعۃ ہے تو سنت کفایہ ہے اور جس شخص کو سلام کیا گیا وہ بھی دو حال سے خالی نہیں اگر تنہا ہے تو جواب دینا فرض عین ہے اور اگر جماعۃ ہے تو فرض کفایہ ہے اگر ایک نے جواب دیدیا تو سب کی طرف سے ادا ہوجائیگا علامہ نووی نے فرمایا کہ سب کا جواب دینا اولیٰ ہے دوسرا حق اسکے اندر عاطس (چھینکنے والا) کو جواب دینا یرحمک اللہ کہہ کر بیان کیا گیا بعض مالکیہ اور بعض ظاہریہ کے نزدیک اسکی الحمد للہ کا جواب یرحمک اللہ کیساتھ دینا فرض ہے۔ حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ فرض کفایہ ہے شافعیہ اور مالکیہ کی ایک جماعۃ کی رائے ہے کہ سنت کفایہ ہے تیسرا حق اس حدیث پاک کے اندر اجابۃ داعی کو بیان کیا گیا بعض شافعیہ نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے اجابۃ کو واجب کہا ہے علیہ الشاہ ابن الحسن کا یہی مذہب ہے ابن حزم نے جمہور صحابہ اور تابعین سے یہی نقل کیا ہے۔ جمہور ائمہ اربعہ حضرات کے نزدیک واجب نہیں بلکہ مندوب ہے بعض

26 شافعیہ نے عدم وجوب پر اجماع نقل کیا ہے عن البراء بن عازب:- اس حدیث پاک کے اندر سنجداور
حقوق کے ایک حق ابرار المقسم کو بیان فرمایا اسکے مصداق میں علماء کے چند قول ہیں (۱) اگر آدمی قسم کھائے ۱۸
کہ فلاں کام کروں گا لیکن کسی وجہ سے اس پر وہ قادر نہ ہو سکا تو دوسرے مسلمان کا حق ہے کہ وہ اسکی امداد کرکے وہ ۱۹
کام کرادے تاکہ وہ اپنی قسم سے بری ہوجائے (۲) قسم کھائی تھی کہ میں یہ کام کرادوں گا فلاں شخص کے ... تو دوسرے شخص کو

۱۳۳ ۱۹ چاہیے کہ وہ کسی قسم کی لالچ رکھے اور اسکا وہ کام کردے دوسرا حق نصر المظلوم ہے جو واجب ہے ایک 1526
بات قابل لحاظ یہ ہے کہ مضمون پہلی حدیث کے اندر مسلمان کے ذمہ پانچ حق اور دوسری حدیث کے اندر چھ
اور تیسری حدیث کے اندر سات حق بیان فرمائے گویا ہر مرتبہ ایک عدد کی زیادتی فرمائی اسکی دو وجہ ہیں
(۱) روزآنہ احکام کے اندر اضافہ ہوتا رہتا تھا تو پہلے کم تھے بعد میں اور زیادہ ہوگئے (۲) مخاطب کے احوال کے اعتبار
سے آپ نے بیان فرمایا عن ابی ھریرۃ :۔ اس حدیث پاک میں اللہ تعالیٰ کے سوال اور پھر بندہ کے جواب
کے بعد بندہ نے یہ قول کہا وانت رب العالمین اسکے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے (۱) آپ رب ہیں اور
۲۵ تمام صفات کمال کو جامع ہیں تو مرض جو صفت نقص ہے وہ آپکے اندر کیسے جمع ہوسکتی ہے (۲) سارے عالم کے
آپ رب ہیں اور تمام کی نگہداشت رکھتے ہیں تو اگر آپ بیمار ہوجائیں گے خدانخواستہ تو پھر عالم کی نگہداشت کون
۲۶ کریگا لہذا آپ کا مریض ہونا محال ہے آگے چلکر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو لوجدتنی عندہ
اسکے معنی ملا علی قاری نے بیان فرمائے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای لوجدت رضائی عندہ چونکہ جب بندہ بیمار
ہوتا ہے تو اپنے آپ کو نہایت حقارت اور مسکنت کی حالت میں سمجھتا ہے اور یہ حالت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے
تو اسکو اسکے راضی رہتے۔ علامہ شیخ اکبر فتوحات مکیہ کے اندر فرماتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے
ای لوجدت ذکری عندہ کیونکہ جب آدمی مریض ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے عن ابن عباس :۔ 29
۳ علامہ زمخشری ربیع الابرار کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شیخ کبیر ~~[illegible]~~ قیس بن ابی حازم ہیں
حافظ فرماتے ہیں کہ یہ اگر قیس بن ابی حازم ہیں تو یہ غیر مخضرمی ہیں کیونکہ جو شیخ کبیر قیس بن ابی حازم مخضرمی
ہیں ان کا انتقال حضور کے سامنے نہیں ہوا بلکہ وہ بعد تک زندہ رہے آپ نے فرمایا کہ فنعم اذاً یعنی اللہ
کرے کہ ایسا ہی ہو چنانچہ ابوالبشر دولابی وغیرہ کی روایات کے اندر ہے کہ فاصبح الاعرابی میتاً۔
۸ عنھا قالت :۔ اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا کہ تربۃ ارضنا بریقۃ بعضنا بعض کے نزدیک اس تربۃ 32
سے تراب مدینہ مراد ہے کیونکہ حضور کا ارشاد ہے کہ غبار مدینہ شفاء ہے بعض کی رائے ہے کہ مطلق
زمین مراد ہے کیونکہ ارض کے اندر جاذبیت ہوتی ہے اور ہر شخص کیلئے اسکے وطن کی زمین مناسب ہوتی ہے
۱۶ عن ابن عباس کلمہ کا اطلاق اسم فعل حرف تینوں پر آتا ہے اس حدیث کے اندر کلمات اللہ سے مراد اسماء الٰہی ہیں 35
اور کتاب اللہ مراد ہے اور تامہ صفت لاکر اشارہ فرمایا کہ وہ تام ہیں باب شفاء کے اندر بلاکر ہر ایک کے اندر تام ہیں اور
لفظ ھامۃ کہتے ہیں ہر اس دابہ کو جو ذی سم ہو اور لامۃ کے معنی جمع کرنے والے کے ہیں یہاں مراد جامع الشر ہے
۲۰ اور لامۃ معنی میں ملمۃ کے ہے لیکن ھامۃ کی مناسبت سے لامۃ کہدیا عن ابی سعید النصب کے معنی تعب کے 37
ہیں اور وصب کے معنی مرض کے ہیں اور ہم کے معنی غم کے ہیں اور غم اس الجھن کو کہتے ہیں جو فی الحال تکلیف کی
وجہ سے پہنچے اور حزن کہتے ہیں اس کو جو متوقع تکلیف کی وجہ سے پہنچے اور ہم کہتے ہیں گذشتہ تکلیف کی وجہ سے
۱۳۵ جو رنج پہنچے عن انس :۔ اس حدیث کے اندر طاعون کو مطلقاً شہادۃ قرار دیا لیکن یہ حدیث مقید ہوگی ان قیود 1545
۸ کیساتھ جنکا ذکر دوسری حدیث عائشہ کے اندر وارد ہوئی ایک اشکال وارد ہوگا کہ ابن ماجہ کے اندر ایک حدیث
وارد ہوئی جسکے اندر ہے کہ طاعون زنا وغیرہ کی وجہ سے پھیلتا ہے یعنی طاعون معصیت کا اثر ہے تو جب
معصیت کا اثر ہے تو شہادۃ کا سبب کیسے بنے گا اسکا جواب ہے کہ گنہگار کیلئے شہید ہونا منافی نہیں ایک

1545 آدمی گنہگار بھی ہو سکتا ہے اور اسکو باوجود شہادت اسکو مل سکتی ہے البتہ وہ اپنی معصیت کی وجہ سے شہید بازی کے برابر نہ ہوگا ۳۵ / ۸
46 عن ابی ھریرۃ :- اس حدیث پاک کے اندر پانچ آدمیوں کو شہید قرار دیا گیا شہید کی تین قسمیں ہیں ایک وہ ۹
جو شہید ہو آخرۃ اور دنیا دونوں کے حکم میں یہ وہ شخص ہے جو اخلاص کیساتھ اللہ تعالی کے راستہ مارا جائے دوسرا وہ
شہید ہے جو دنیا کے حکم میں ہے آخرۃ کے اعتبار سے شہید نہیں یہ وہ شخص ہے جو بغیر اخلاص کے اللہ کے راستہ میں شہید ہوا
تیسرا وہ شخص جو شہید فی حکم الآخرۃ دون الدنیا ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں
کے ماسوا ہیں اور حدیث کے اندر جو پانچ کا ذکر ہے ان میں چار کی اسی قسم کے اندر داخل ہیں ایسی شہیدوں
کی تعداد متعدد روایات کے اندر مختلف وارد ہوئی ہیں جو بیس سے زیادہ لوگ اس میں داخل ہیں
مطعون کے بارے میں حافظ فرماتے ہیں ۱ اسکو جن نے مارا ہو۔ طاعون کہتے ہیں جو ہوا کے فاسد ہونے
کی وجہ سے زہریلا مادہ پھوڑے وغیرہ میں نکل آتا ہے یہ اشکال وارد ہوا ہے آنحضور نے تو طاعون کا
سبب دوسرا بیان کیا اور وہ وخز جنون (جنوں) کا چوکا لگنا ہوتا ہے اسکا جواب ۱ ممکن ہے ۱ فساد مزاج جو کہ
کی وجہ سے ہو جواب ۲ طاعون کے دو سبب ہوں ایک اطباء والا جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور دوسرا
سبب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والا ہو مبطون کی تفسیر بعض نے مریض اسہال کے ساتھ کی اور بعض نے کہا ۱ مطلق پیٹ
47 کی بیماری والا عن عائشۃ قالت اس حدیث کے اندر طاعون والی جگہ سے نکلنا منہی عنہ قرار دیا ہے ۱۰
حضرت ابو موسی اشعری، مسروق، اسود بن ہلال وغیرہ کے نزدیک نکلنا جائز ہے ایک جماعت کے نزدیک نہی تنزیہی ہے
جمہور کے نزدیک نہی تحریمی ہے کیونکہ صفحہ ۱۳۹ پر ایک حدیث آرہی ہے جسکے اندر طاعون سے بھاگنے والے کو مثل جنگ سے بھاگنے والے قرار دیا گیا

51 **الفصل الثانی** عن زید بن ارقم: اس حدیث سے معلوم ہوا ۱ اگر آنکھوں میں درد ہو تو شخص اس درد ۱۹
کی وجہ سے عیادت کرنا مسنون ہے لیکن طبرانی کی ایک حدیث کے اندر وارد ہوا ہے ۱ العین ۲ دمل ۳ ضرس کی
وجہ سے آپ نے عیادت کی دونوں حدیثوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے حافظ فرماتے ہیں ۱ بیہقی نے کہا ۲ دمل ۳ ضرس والا
61 مقولہ یحیی بن کثیر کا ہے۔ عن جابر بن عتیک: اس حدیث کے اندر وارد ہوا المراۃ تموت بجمع اسکی مصداق ۱۳۶ / ۱۲
میں علماء کے چند قول ہیں (۱) وہ عورت جو حمل کی حالت میں مر جائے (۲) جو عورت بکر کی حالت میں مر جائے (۳)
62 جو عورت نفاس کی حالت میں مر جائے عن سعد: اس حدیث کے اندر سائل خود حضرت سعد ہیں ان کا خلاصہ ۱۶
حضور کے جواب کا یہ ہے کہ جو اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ مقرب ہوتا ہے اسکی آزمائش زیادہ ہوتی ہے پھر اسکے کم
74 اسکے کم درجہ تقرب جتنا کم ہوگا اتنا ہی ابتلاء کم ہوگا۔ **الفصل الثالث** عن انس:- ۱۳۷ / ۱۴
اس یہودی غلام کا نام عبد القدوس بتلایا جاتا ہے۔ مسند احمد کے اندر اسکی خدمت کی تفسیر منقول ہے ۱ حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا پانی اور جوتے وغیرہ سیدھے کرتا تھا اس حدیث سے معلوم ہوا ۱ ذمی کی عیادت
جائز ہے اور اسکی عیادت کرنی چاہیے ابن بطال فرماتے ہیں ۱ اگر اسلام کی امید ہو تو عیادت کرنی چاہیے
حافظ فرماتے ہیں ۱ اسکا ہونا ضروری نہیں بغیر امید اسلام کے بھی جواز ہے ماوردی فرماتے ہیں ۱ اگر اس کا
ذمی سے کسی قسم کا تعلق ہے تو عیادت جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے فقال لہ اسلم الخ اس سے معلوم ہوا بچہ کا
اسلام مقبول ہے یہی مذہب حضرت امام احمد و امام بخاری کا ہے حضرت امام شافعی فرماتے ہیں ۱ اسلام صبی مقبول نہیں ہے
72 عن عطاء بن ابی رباح: اس امراۃ سوداء کا نام بعض نے ام زفر اور بعض نے شعیرہ بتلایا ہے۔ ۲۰

1582 عن ثوبان: بخار کے قطعۃ من النار ہونے کا مطلب ہے اس کے اثرات جہنم کی گرمی کے اثرات کے مشابہ ہے ١٣١/٥
فلیطفئہا عنہ بالماء الخ یعنی پانی وغیرہ سے غسل کر کے اس کی گرمی کو زائل کرنا چاہئے اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ علاج
ہر بخار کیلئے ہے یا خاص بخار کیلئے ہے دونوں قول ہیں علامہ ابن قیم کی رائے یہی ہے کہ یہ خاص بخار کیلئے ہے جو
اہل عرب کو ایک خاص موسم میں ہوتا تھا اس میں اس پانی کے اندر بھی اختلاف ہے کہ جس سے ٹھنڈا کیا جائیگا یہ خاص ہے
یا عام پانی مراد ہے بعض نے کہا ہے زمزم کا پانی مراد ہے اور بعض نے مطلقاً پانی مراد لیا ہے اور یہی صحیح بھی ہے
87 کیونکہ زمزم کی صورت میں یہ حکم مکہ والوں کیلئے خاص ہوگا عن انس: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض ١٩
کی عیادت تین روز بعد کرنی چاہئے لیکن یہ ایام کی قید معتبر نہیں ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے چنانچہ اسکا ایک
راوی مسلمۃ بن علی متفرد ہے ابو حاتم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا یہ حدیث باطل ہے حافظ فرماتے ہیں
اس کا ایک شاہد معجم طبرانی کے اندر موجود ہے مگر اس کے اندر بھی متروک راوی موجود ہے جمہور کا مذہب یہی ہے
89 عیادت کا زمانہ کسی قید سے مقید نہیں ہے عن ابن عباس: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مریض ہوئے تو ٢١
ایک مرتبہ آپ نے فرمایا قلم دوات لاؤ اس میں صحابہ میں اختلاف ہوا حضرت عمر نے فرمایا کہ حضور نے بیہوشی کی
حالت میں فرمایا حقیقۃً منگانا مقصود نہیں تھا اور دوسرے بعض صحابہ کرام فرماتے تھے کہ حقیقۃً آپ نے دوات
منگانا ہے جب یہ اختلاف بہت بڑھ گیا تو حضور نے فرمایا قوموا عنی الخ اور مقصود اس حدیث
کا یہ ہوا کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھنا چاہئے لیکن اس سے وہ شخص مستثنیٰ ہے جو مونس ہو
92 عن ابن عباس: اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اذا اشتہی احدکم الخ کہ اگر کسی مریض کو کسی چیز کی خواہش ١٣٨/٢٣
ہو تو اسکو وہ چیز دینی چاہئے حالانکہ حکماء کے نزدیک اس کی خواہش پر عمل کرنا ممنوع ہے بلکہ
جو چیز ڈاکٹر بتلائے وہی کی اجازت ہے تو اسکا جواب[1] اشتہاء سے اشتہاء صادق مراد ہے اور اشتہاء صادق
حقیقت کے اندر ہو اگر ان ہے یعنی مرض زائل ہو گیا ہے اور اشتہاء آپ کے قول میں مقید ہے جواب[2] یہاں پر اشتہاء
توکل کے اندر ہو جو آپ کا تعلق اور ربط ہے جواب[3] وہ مریض مراد ہے جو دنیا سے جانے کا ارادہ کر رہا ہے
جواب[4] یہ حکم عام ہے ہر مریض کیلئے کیونکہ جب اسکو اس کی طبیعت کے موافق غذا ملیگی تو وہ مرض کا مقابلہ
93 کریگی عن عبد اللہ بن عمرو: اس حدیث کے اندر وطن میں مرنے والے کی فضیلت کے اندر آپ نے فرمایا
قیس لہ من مولدہ الی منقطع اثرہ الخ اعتراض اس پر کیا گیا کہ بڑے سے بڑے متصاعد تک کے درمیان کا جتنا ٢٦ ١٣٩/١
فاصلہ ہے اتنا ہی حصہ اسکو جنت کے اندر ملیگا اب اشکال وارد ہوا کہ دنیا کی حقیقت جنت کے سامنے
کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی لہذا جو حصہ دنیا کا اس نے قطع کیا اگر وہ آخرت میں ملیگا تو یہ فضیلت میں شمار
نہیں ہوگا اسکا جواب[1] یہ ہے کہ قبر کے اندر اتنی وسعت ہو جائیگی جتنی زمین اس نے قطع کی ہے جواب[2] صرف
کی حالت میں جو اس نے عمل کیا اس کی مقبولیت کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا ہے جواب[3] جنت جتنی اسکو ملیگی اسکے
اندر اتنی ہی وسعت اور ہو جائیگی واللہ اعلم

باب تمنی الموت وذکرہ ١٣٩/٩

99 الفصل الاول وعنہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کو موت کی تمنی اس وجہ سے نہ کرنی چاہئے کہ اگر ١١
جب زندہ رہیگا تو اپنے اعمال خیر سے نفع کو بڑھائیگا اور اگر برا ہے تو ممکن ہے اسکا عمل ارتداد سے بھی توبہ کر لے

1599 اس صورت میں تو نقصان و خسران ہی رہیگا اسکا جواب حافظ ابن حجرؒ نے دیا کہ یہ بات کم ہونا ہر آدمی ہمیشہ ۲ ١٣٩/١١
ایمان اور عمل صالح کیساتھ زندگی گذار رہا ہو اور بعید ہے کہ اللہ تعالی آخر عمر میں اسکے ایمان کی دولت چھین لے
دوسرا اشکال ہوا کہ حضورؐ نے فرمایا کہ آدمی کی عمر خیر کا اضافہ کرتی ہے حالانکہ اسکے خلاف بھی ہوجاتا ہے
جواب: حدیث شریف میں مومن سے مومن کامل مراد ہے لیکن دوسرا اشکال یہ ہے کہ حکم تو آپ نے عام بیان فرمایا
اور تمنی موت سے ہر شخص کو روکا گیا ہے لہذا مومن کامل کیسے مراد ہوسکتا ہے جواب: گو یہ کلام عام کے
ساتھ آپ نے فرمایا لیکن اسکے ساتھ تو جب لگی ہوئی ہے یعنی مسلم کی قید اس کلام میں بھی معتبر ہے جواب: اگرچہ وہ
اپنی عمر کے اندر اعمال خیر و شر دونوں کرتا ہے لیکن اسکے اعمال خیر اعمال شر کیلئے کفارہ بن جاتے ہیں۔
حضورؐ نے جو تمنی موت سے منع فرمایا ہے وہ مطلقاً نہیں بلکہ تمنی دو حال سے خالی نہیں یا تو دنیا کے مصائب اور
پریشانی کی وجہ سے تمنی کرتا ہے یا معصیت اور کبائر کے ارتکاب کے خوف سے تمنی موت کرتا ہے اول ناجائز ہے
1601 ثانی کے اندر گنجائش ہے عن عبادة: اس حدیث پاک کے اندر لقاء سے مراد بعث ہے اور کبھی اس ١٥
کا اطلاق بعث کے علاوہ موت اور رؤیت پر بھی ہوتا ہے یہ معنی علامہ خطابی نے بیان کئے ہیں۔ ابن الاثیر جزری
فرماتے ہیں کہ لقاء سے مراد دار آخرۃ کی طرف رغبت اور اللہ کی طرف مائل ہونا اور دنیا سے اعراض کرنا
لیکن آگے چلکر حدیث شریف کے اندر ہے انا لنکرہ الموت جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لقاء سے مراد موت ہے
اور اس صورت میں ابن الاثیر والا مطلب غلط ہوجائیگا اسکا جواب دیا کہ الموت سبب لقاء کو بیان کرنے
03 کیونکہ موت لقاء کا سبب ہے عن ابی قتادة اس حدیث کے اندر بیان فرمایا کہ فاجر آدمی کے ١٣٩/١٩
مرنے سے عباد و بلاد و شجر و دواب چاروں راحت پاتے ہیں۔ بلاد تو اسوجہ سے راحت پاتے ہیں کہ وہ
اسکے ظلم و طغیان کی وجہ سے ان بلاد کے حقوق ادا نہیں کرتا اور نیز عباد اسوجہ سے کہ وہ بھی ظلم سے
بچے اور شجر و دواب کے متعلق علامہ داودی اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ راحت اسوجہ سے پاتے ہیں
ان ظالمین کے ظلم و عدوان کی نحوست اور سزا میں بارش بند ہوجاتی تھی جسکی وجہ سے نباتات تکلیف میں
رہتے تھے اب اسکے مرنے پر بارش ہوگی تو انکی مصیبت ختم ہوگی۔ قال ابو الولید الباجی فرماتے ہیں کہ
وہ لوگ درختوں کو بلا ضرورت کاٹا کرتے تھے اور جانوروں کو مارتے تھے اسلئے اب وہ راحت پاگئے

07 الفصل الثانی عن ابی ھریرة: علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث شریف کے اندر جو وارد ہوا ١٤٠/٢

ھاذم اللذات یہ بدال المہملہ ہے جسکے معنی مزیل کے ہیں۔ علامہ سہیلی روضة الانف میں تحریر
فرماتے ہیں کہ ھاذم بالذال المعجمہ قاطع کے معنی میں ہے اور بالدال المہملہ مزیل کے معنی میں ہے اور یہ اول
معنی یعنی ذال معجمہ والی صورت کے اندر یہاں مراد ہیں حافظ نے رد فرمادیا کہ مزیل کے معنی مراد
08 لینے میں کوئی اشکال نہیں گویا حافظ کے نزدیک دونوں قرأتیں صحیح ہیں عن ابن مسعود اس حدیث
کے اندر فلیحفظ الرأس وما وعی وارد ہوا اسمیں وما وعی سے آنکھ، کان، ناک۔ علامہ راس مراد ہے ٣
09 اور آگے چلکر ما حوی سے مراد قلب ہے عن عبد اللہ بن عمرو اس حدیث پاک کے اندر موت کو تحفہ مومن قرار دیا ٦
10 اور تحفہ کہتے ہیں اس چیز کو جو بطور تکریم کسی شخص کو دیا جائے چونکہ موت ہی ابدی نعمت کیلئے کھلا زینہ ہے
اور بقاء دائمی اور ہر قسم کی نعمتیں وہاں موجود ہے اسلئے موت کو تحفہ بیان کیا گیا عن بریدہ اس حدیث ١٤٠/٧

15 پاک کے اندر فرمایا گیا۔ مومن مرتا ہے پیشانی کے پسینہ کے ساتھ تو اسکے معنی و مطلب میں علماء کے چند قول ہیں۔ ١٢٠
(۱) یہ اشارہ ہے ریاضت کی طرف۔ وہ موت کی سختیاں برداشت کرتا ہے اور پریشانی کی وجہ سے اسکی پیشانی
پر پسینہ آجاتا ہے (۲) مومن آدمی جہد سے لیکر لحد تک پریشانیوں کا شکار رہتا ہے اور اسی حالت میں مر
جاتا ہے (۳) مومن کی علامت کی طرف اشارہ ہے۔ اسکی پیشانی پر مرنے کے وقت پسینہ آجاتا ہے
(۴) مومن کو خدا کی رحمت کی لطیف سے پسینہ آجاتا ہے (۵) بعض نے یہ بھی فرمایا ہے جب وہ مرتا ہے اور
شرمندہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں حاضری دینی ہے تو حیا کی وجہ سے پسینہ
11 پیشانی پر آجاتا ہے عن عبید اللہ بن خالد اس حدیث سے معلوم ہوا۔ اچانک موت کا واقع ہونا اللہ تعالی ١٢١
کی ناراضگی کی پکڑ ہے لیکن خود اس حدیث کے اندر معلوم ہو گیا۔ یہ مومن کیلئے نہیں بلکہ کافر کیلئے ہے اور
مومن کیلئے رحمت ہے علامہ خطابی فرماتے ہیں۔ وہ رحمۃ للمومن سے مراد مومن کامل ہے کیونکہ ایک جگہ
وارد ہوا ہے۔ اخذة الاسف للفاجر یعنی فاجر مومن کامل ہے لیکن یہاں عام مومن مراد ہے اور
جس روایت میں فاجر کا لفظ ہے اسکی تاویل ہے اور مومن کیلئے اخذة الاسف اس وجہ سے ہی ہے
کہ حضرات انبیاء کرام مثلاً حضرت سلیمان اور حضرت ابراہیم وغیرہ کی موت اچانک واقع ہوئی اور نواوی نے
12 ایسا ہی نقل کیا اگرچہ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ ابراہیم کے متعلق کہنا صحیح نہیں ہے عن انس اس حدیث سے
معلوم ہوا۔ الاحتمال انسان کو دو چیز عطا فرماتے ہیں جسکی وہ امید رکھتا ہے اور اس چیز سے امن دیتے ہیں جس کا
وہ خوف رکھتا ہے اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔ الاحتمال سے رجاء اولی ہے یا محض خوف
بعض حضرات کے نزدیک رجاء اور ایک کے نزدیک خوف اولی ہے امام غزالی فرماتے ہیں۔ شروع عمر میں تو
خوف اولی ہے تاکہ عبادت کرے اور گناہ سے بچے اور آخری عمر میں رجاء اولی ہے امام نووی نے مطلقاً رجاء کو اولی
13 قرار دیا ہے **الفصل الثالث عن جابر** اس حدیث پاک کے اندر ہول مطلع سے مراد سکرات ١٣
14 الموت موت کی سختیاں مراد ہیں **عن ابی امامة** اس حدیث پاک میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے رونے ١٥
پر حضور نے فرمایا اعندی تتمنی الموت۔ اسکے چند مطلب ہیں (۱) تم جیسا محبوب بیٹھا ہو تو تم موت کی
تمنا کر رہے ہو یعنی جب اولی کے پاس اس کا محبوب بیٹھا ہوتا ہے تو وہ مرنے کی تمنی نہیں کیا کرتا کہ تم
(۲) میرے منع کرنے کے باوجود تم موت کی تمنی کرتے ہو ایک اشکال وارد ہوا حضرت سعد بن ابی وقاص
تو حضور کی نصیحت اور آخرت کے ذکر اور موت کے ذکر سے روئے اور یہ رونا تو جائز ہے لہذا حضور نے یہ
نکیر کیوں فرمائی جواب جبکہ حضور کے موجود ہوتے ہوئے یہ رونا خلاف اور تمنی خلاف تھی۔

باب ما يقال عند من حضره الموت ٢٢

16 **الفصل الاول عن ابی سعید** اس حدیث پاک کے اندر حضور نے تلقین کا امر فرمایا علامہ نووی نے ٢٤
نقل کیا ہے۔ یہ امر استحباب کیلئے ہے مگر بعض احناف نے لکھا ہے کہ وجوب کیلئے ہے علامہ ابن نجیم نے لکھا
کہ یہ امر کو وجوب کیلئے کہنا تجوز ہے کیونکہ استحباب پر اجماع ہے علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ امر وجوب
کیلئے ہے کیونکہ استحباب پر کوئی قرینہ نہیں ہے لیکن کہا اجماع خود قرینہ ہے ابن عابدین ابن قیم
صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یعنی لفظ موتاکم سے مراد من حضره الموت ہے اور محقق ابن ہمام

1619 فرمانا ہیں کہ ہوتی ہے اسکے حقیقی معنی مراد ہیں ۔ عنھا قالت ۱۸ نوادی فرماتی ہیں کہ نظر بھی ۱۳۱/۲
روح کے ساتھ چلی جاتی ہے مسند علی فرماتی فرماتی ہیں کہ جب روح چلی گئی تو آنکھیں بند کر دیں
20 جائیں علی عائشہ و ۔ یہ حدیث باب کے مناسب نہیں ہے یہ کیا جا سکتا کہ باب کے عنوان میں
عبارت محذوف ہے اصل میں تھا باب ما یقال عند من حضرہ الموت و ما یتبعہ الفصل الثانی ۶
22 عن معقل بن یسار قراءت سے مراد قراءت علی المحتضر ہے بعض نے کہا کہ قراۃ علی المیت مراد ہے ۸
قول اول راجح ہے علامہ قال ابن قیم ۔ یسین پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اندر توحید اور معاد کا ذکر
ہے تو اسکے پڑھنے سے انس پیدا ہوگا اور انس حیات کا اندر ہوتا ہے اس لئے یہی یہی اہم ہوا
سورہ یسین کی قراءت مختضر پر ہونی چاہئے نیز عمل سلف بھی یہی ہے ابن حبان کی بھی یہی رائے ہے
25 عن حصین بن وحوح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو زیادہ وقت تک گھر میں نہ رکھنا چاہئے ۱۲
دوسری وجہ یہ کہ گھر والوں پر تجہیز میں جزع اور نیز بگڑنے کا احتمال ہے نیز آوازیں نعشوں کے سبب کتوں کے مردار کی
جانے یہاں سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ میت پاک ہے یا ناپاک علماء سے دونوں قول منقول ہیں مالکیہ کے
نزدیک میت پاک ہے اور حنفیہ کا مشہور قول ہے کہ ناپاک ہے بعض علماء حنفیہ کہتے ہیں کہ وہ پاک ہے
27 ورنہ بغیر غسل کے کیسے پاک ہوگا ۔ الفصل الثالث عن ابی ہریرۃ اس حدیث پاک کے اندر ۱۶
آپ نے فرمایا الی السماء التی فیھا اللہ الخ بعض لوگوں نے اسکو متشابہات میں قرار دیا اور بعض نے کہا کہ اسکے
اندر مضاف محذوف مانا ہے ای السماء التی فیھا حکم اللہ ۔ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ حضور نے اپنے منہ پر ایک ناک ۲۱
پر اک لیا جب کافر کی بری حالت کو سنا اب یہ کہ اس وقت تو کوئی بدبو وغیرہ نہیں تھی لہذا آپ نے اپنی ناک
پر کپڑا کیوں رکھا جواب نے دیا کہ آپ کا تعلق ملاء اعلی سے ہے تو وہاں کی بدبو محسوس ہوئی اسلئے دلیل
کو اپنی ناک پر رکھ لیا ۔ جواب ۲ گھناؤنا پن بیان کرنے کیلئے آپ نے ایسا فرمایا ۔

باب غسل المیت ۱۳۳/۱۹

میت کو غسل دینا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ابن ہمام نے اسپر اجماع نقل کیا ۔ مالکیہ کے یہاں
دو قول ہیں ایک سنت کفایہ دوم فرض کفایہ نیز حضور کے عمل سے بھی غسل ثابت ہے امام نووی فرماتے
34 ہیں کہ تکفین بالاجماع فرض کفایہ ہے الفصل الاول عن ام عطیۃ ان کا نام نُسیبہ ۲۰
بنت الحارث ہے نحن نغسل ابنتہ اس سے مراد حضرت زینب ہیں مسلم کے اندر ایسا ہی ہے لیکن ابن
ماجہ کے اندر واقع ہوا کہ یہ صاحبزادی ام کلثوم ہیں ۔ ابن عبد البر نے جمع کیا کہ چونکہ ام عطیہ غاسلہ
میت تھیں لہذا دونوں کے غسل میں ہوں گی ۔ اب اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ ایک مرتبہ
پانی بہا دینا کافی ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک مرتبہ غسل فرض ہے ۔ امام مالک کے یہاں
انقاء شرط ہے لیکن اگر غور کی نظر کی جائے تو سب کے نزدیک انقاء ضروری ہے ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک تثلیث مسنون ہے امام مالک کے نزدیک کوئی عدد مسنون نہیں لیکن اگر ان کی کتابوں کو
دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے یہاں وتر مسنون ہے حنابلہ کے یہاں تسبیع سے زائد مکروہ ہے
حسن بصری کے یہاں تین مرتبہ دھونا فرض ہے ۔ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کا مفروض ایک مسنون

1634

منتخب عبدالغفار البستوی

فقال الشعر ثلاثا مشعور کہتے ہیں دس کے گندھے کو جو متصل ہوں ان کے ضفر نا شرح ہا ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۱۲۳/۲۲
عورت کے بالوں کی مینڈھیاں باندھنی چاہئے چنانچہ یہی امام شافعی کا ہے اور اسی حدیث سے ان کا استدلال ہے
ہمارے نزدیک مینڈھیاں باندھی نہیں جائینگی اور اس حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں
35 بلکہ ان عورتوں نے خود اپنی رائے سے باندھ لی تھی **عن عائشۃ** :- اس حدیث پاک کے اندر حضور ﷺ کے
کفن مبارک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں لیس فیہا قمیص ولا عمامۃ امام شافعی امام احمد اسکا ۲۳
مطلب بیان فرماتے ہیں کہ اس کے اندر یہ دونوں چیزیں بالکل نہ تھیں ۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اسکا ۲۴
مطلب یہ ہے کہ ان تین اثواب کے اندر یہ دونوں چیزیں نہیں تھیں بلکہ یہ ان سے خارج ہیں تو گویا ان
کے نزدیک پانچ کپڑے تھے کفن مسنون کے اندر ائمہ کا اختلاف ہے ۔ امام شافعی امام احمد امام اعظم
فرماتے ہیں کہ تین کپڑے ہیں امام مالک کے نزدیک پانچ عدد ہیں ۔ ھادی باللہ ایک شیعہ ہے وہ
کہتا ہے کہ سات کپڑے ہونے چاہئیں ۔ امام شافعی واحمد کے نزدیک وہ تینوں کپڑے یہ ہیں تین لفافے
دو لفافے ۔ ایک ازار ۔ امام صاحب کے نزدیک تین یہ ہیں ۔ ازار ۔ لفافہ ۔ قمیص ۔ امام مالک
فرماتے ہیں کہ ایک ازار دو لفافے ایک قمیص ایک عمامہ ۔ حضرت امام شافعی وامام احمد کا استدلال یہ
حدیث ہے کہ تین کپڑے بتلائے گئے اور قمیص و عمامہ کی نفی فرمادی ۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ان دو
کی نفی مطلقا نہیں بلکہ ان ثلاثۃ اثواب میں ہونے کی نفی کرنی مقصود ہے چنانچہ حضرت ابن عمر نے اپنے لڑکے
واقد کو عمامہ اور قمیص کفن کے اندر دیا تھا ۔ ھادی باللہ کا استدلال ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ہے
ہمارا مستدل وہ ہے جو امام مالک نے بیان فرمایا ہے چنانچہ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ آپ کو حلۂ یمانیہ اور
قمیص کے اندر کفن دیا گیا ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے اندر قمیص کو دینا ثابت ہے اور
اس حدیث پاک کا جواب ۱ یہ ہے کہ یہاں اس قمیص کی نفی ہے جسکے اندر آپ کو غسل دیا گیا تھا یعنی آپ کو نئی قمیص
کفن کے اندر دی گئی تھی جواب ۲ پہلے جواب کا عکس ہے یعنی جدید قمیص کی حدیث پاک کے اندر نفی ہے کہ آپکے کفن میں پرانی
قمیص تھی نئی قمیص نہیں تھی جواب ۳ اس سے اس قمیص کی نفی ہے جسکے اندر آستین وغیرہ ہو **عن عبد اللہ**
37 **بن عباس** اس حدیث پاک کے اندر ذکر کیا گیا ہے کہ محرم اگر مرجائے تو اس کے سر کو کفن سے ڈھانکا نہیں
جائیگا چنانچہ یہی مذہب شافعیہ ۔ حنابلہ کا ہے اور یہ حدیث مستدل ہے ہمارے یہاں اس کے سر کو ڈھانکا ۲۵
جائیگا اور اس حدیث پاک کا جواب یہ ہے کہ یہ اس رجل کی خصوصیت ہے

الفصل الثانی

39 **عن علی** :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن کے اندر غلو نہ کرنا چاہئے اور اوپر حضرت جابر کی حدیث گذری ۱۲۴/۳
جسکے اندر ہے کہ کفن کی تحسین کرنی چاہئے ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب ۱ یہ ہے کہ تحسین باعتبار
کیفیت کے ہے اور اس حدیث کے اندر غلو باعتبار کمیت کے مراد ہے جواب ۲ لا تغلوا کا مطلب ہے کہ
آدمی کو اسکی حیثیت کے مطابق کفن دینا چاہئے یہ نہیں کہ غریب ادمی کو کمخواب اور اطلس کے کپڑوں میں کفن
40 دینے لگو **عن ابی سعید** :- اس حدیث کے اندر المیت یبعث فی ثیابہ التی یموت فیہا سے معلوم ۴
ہوا کہ آدمی جس کپڑے کے اندر مرتا ہے اسی میں وہ قیامت کے دن اٹھیگا اور ایک حدیث شریف کے اندر
وارد ہوا کہ ننگا قیامت کے دن مبعوث ہوگا دونوں میں تعارض کو دفع کرنے کیلئے علماء نے چند جواب دیئے

1640 جواب۱: بعض کا اعتبار سے ہے یعنی بعض لوگ ننگے اور بعض لوگ اپنے کپڑوں میں مبعوث ہوں گے ۱۴۴/۵
جواب۲: جس وقت مبعوث ہوں گے تو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے اور پھر چھوڑ جائیں گے اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم
علی نبینا وعلیہ السلام کو لباس پہنایا جائیگا جواب۳: بعث اور چیز ہے اور حشر اور چیز ہے ایک کے
اندر عریاں ہوں گے اور ایک کے اندر ملبوس ہوں گے جواب۴: کپڑوں کی تخصیص تو فقط شہید کی خصوصیت ہے
جواب۵: کپڑوں سے مراد اعمال ہیں قرآن کے اندر کپڑوں پر اعمال کا اطلاق کیا جاتا ہے لیکن اس جواب
پر اعتراض ہوگا کہ جب کپڑوں سے اعمال مراد ہیں تو حضرت ابو سعید نے کپڑے کیوں پہنے ان کا عمل اس جواب کے
خلاف ہے؟ جس کا جواب دیا کہ انہوں نے ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے کپڑوں سے اسکے حقیقی معنی سمجھے
جیسے حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود کے اندر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے ظاہر پر عمل کیا تھا۔
43 عن ابن عباسؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائیگا بلکہ ان کے خون ہی کے ۷
اندر ان کو دفن کر دیا جائیگا چنانچہ ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حسن بصری کے نزدیک غسل واجب ہے
اور جو شخص بحالت جنابت شہید ہوا ہو اسکو امام صاحب کے نزدیک غسل دیا جائیگا اور دوسرے ائمہ کے نزدیک اس
44 کو بھی بغیر غسل دفن کر دیا جائیگا الفصل الثالث عن سعد بن ابراہیم اس حدیث پاک کے اندر ۹
حضرت عبدالرحمان بن عوف نے حضرت مصعب بن عمیر کے متعلق جو فرمایا کہ وہ مجھ سے بہتر تھے یہ تواضعاً فرمایا کیونکہ
حضرت ابن عوف عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور مصعب بن عمیر اس درجہ کے صحابی نہیں ہیں۔

باب المشی بالجنازۃ والصلوۃ علیہا ۱۵

نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں پہلی ہجری کے اندر ہوئی ہے مکہ میں مشروع نہیں ہوئی تھی۔
46 الفصل الاول عن ابی ہریرۃ اس حدیث پاک کے اندر لفظ اسرعوا کے متعلق محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں ۱۵
48 کہ یہ امر بالاجماع استحباب کیلئے ہے۔ ابن حزم ظاہری کے نزدیک وجوب کیلئے ہے ۱۹
حضرت ابو سعید کی اس حدیث سے دو مسئلے ثابت ہوئے: ایک جنازہ دیکھنے کے وقت کھڑا ہونا اور دوسرا
مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص قبرستان جائے جنازہ کے ساتھ تو اسکے رکھنے سے پہلے نہ بیٹھے اور دونوں مسئلوں
کے اندر علماء کا اختلاف ہے۔ مسئلہ قیام کے متعلق امام احمد۔ امام اوزاعی۔ اسحاق بن راہویہ اور محمد بن حسن
شیبانی فرماتے ہیں کہ کھڑا ہونا مستحب ہے۔ امام نعمان بن ثابت۔ امام محمد بن ادریس امام مالک بن انس کے
نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے۔ بعض مالکیہ مثلاً سحنون مالکی اور اشہب مالکی وغیرہ کے نزدیک قیام اور قعود کے
اندر اختیار ہے۔ جو لوگ قیام کے استحباب کے قائل ہیں وہ اس حدیث اور متعدد روایات سے استدلال
کرتے ہیں لیکن دراصل بات کے اندر قیام کی علت میں اختلاف ہے بعض احادیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ ملائکہ کی
وجہ سے قیام کرتے تھے اور بعض کے اندر آپؐ نے فرمایا الیست نفساً۔ بعض کے اندر ہے کہ موت کی ہیبت کی وجہ سے
بعض کے اندر ہے کہ قیام اسلئے کہ اسکا جنازہ سر سے بلند ہو۔ بہرحال جمہور ائمہ اسکے نسخ کے قائل ہیں اور
دلیل میں حضرت علی کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسکے اندر ہے کہ آپؐ نے ہم کو قیام کا حکم دیا اور پھر
آپ بھی بیٹھ گئے تو امرنا بالجلوس لیکن اسکا جواب۔ استحباب والے یہ دیتے ہیں کہ امرنا بالجلوس کا
مطلب ہے کہ امرنا بالجلوس بعد وضع الجنازۃ نیز مشکوۃ ص ۱۴۲ پر ایک حدیث آرہی ہے اس سے بھی استدلال

1648 کیا جا سکتا ہے لیکن اسکا جواب بھی وہ لوگ یہی دیں گے۔ ایسے ہی ایک حدیث ابو موسی اشعری کی ہے لیکن اسکا ١٣٣/١٩
ایک راوی لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے دوسرا مسئلہ قعود بعد الوضع کا ہے امام محمد، اور قاضی خاں کے
نزدیک میت کو اتارنے سے پہلے قعود جائز نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
اسمیں بھی اختلاف ہے کہ آیا توضع سے وضع عن الاعناق مراد ہے یا وضع فی القبر مراد ہے بعض کے
نزدیک قبر کے اندر رکھنا مراد ہے اور بعض کے نزدیک کاندھوں سے اتارنا مراد ہے علامہ ابن تیمیہ،
52 ابن قیم، ابن حجر، شوکانی کے نزدیک یہی راجح ہے اور یہی اصح ہے و عندہ: — نجاشی حبشہ کا
بادشاہ تھا جسکا نام اصحمہ تھا اور اسکا ترجمہ عطیہ کے معنی میں ہے یہ مسلمان تھے انکی حضور نے ٢٦
نماز جنازہ مدینہ پاک کے اندر پڑھی اور ان کا جنازہ حبشہ کے اندر تھا جس سے مسئلہ مستنبط ہوا
کہ نماز غائبانہ جائز ہے چنانچہ یہی مذہب ہے امام شافعی امام احمد کا۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ اس کے
جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہ امام مالک فرماتے ہیں کہ جنازہ کی نماز غائبانہ جائز نہیں ہے
ابن حبان فرماتے ہیں کہ وہ جنازہ جس جگہ ہے اگر وہ قبلہ کی جانب ہے تو نماز غائبانہ جائز ہے ورنہ نہیں
بعض علماء کے نزدیک میت جس دن مری ہے اس دن تک جائز ہے اسکے بعد جائز نہیں ہے۔ علامہ
خطابی، ابن تیمیہ، ابن قیم کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر ایسے شخص کا انتقال ہوا جہاں اسکی
نماز نہیں پڑھی گئی تو جائز ہے اور اگر اسپر نماز پڑھ لی گئی تو جائز نہیں ہے علامہ رویانی شافعی نے
اس مذہب کو اختیار کیا جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور عدم جواز
والے اس حدیث کا جواب¹ دیتے ہیں کہ یہ نماز غائبانہ پڑھنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے چنانچہ آپ نے اس
جنازہ کا مشاہدہ فرمایا ہے علامہ ابن دقیق العید نے اسپر اعتراض فرمایا کہ آپ نے کہاں مشاہدہ
فرمایا ہے محض احتمال ہے امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ دلیل موجود ہے چنانچہ ابن حبان نے
عمران بن حصین سے ایک روایت نقل کی ہے جسکے اندر ہے کہ الا نری الجنازہ بین یدیہ یعنی آپ کے
سامنے ہم نے اسکو نہیں دیکھا یہ قرینہ اور تائید ہے اس بات کی کہ وہ منکشف ہوا تھا لیکن صحابہ
کرام کو نظر نہ آیا، نیز ابن عباس سے بلا سند ایک روایت کے اندر نقل کیا گیا ہے کہ آپ کیلئے منکشف
ہوا تھا لہذا حضور کے نماز پڑھ لینے پر دوسروں کی نماز کو قیاس نہیں کیا جائیگا یہ قیاس مع الفارق ہے
جواب²: — نجاشی کے خصائص میں سے ہے کہ آپ نے اسپر نماز پڑھی غائبانہ اور اسکے علاوہ کسی اور
پر نہیں پڑھی، و نیز اشکال ہوا کہ دوسری روایات کے اندر معاویہ بن معاویہ لیثی ہے اور زید بن حارثہ
اور جعفر بن ابی طالب پر بھی آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور ان کا جنازہ کہیں اور تھا اور شام میں تھا لہذا آپ کی خصوصیت
کا دعوی کرنا صحیح نہیں ہے اسکا جواب دیا گیا کہ ان لوگوں کے جنازہ کا تو آپ پر کشف ہو گیا تھا اور اسکا
خصوصیت کا دعوی کرنا کشف کے ہونے کی صورت میں تھا لہذا آپ کا اعتراض غلط ہے نیز حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے محبوب ستر قرا پر نماز نہیں پڑھی جواب³: — علامہ خطابی وغیرہ نے اس
حدیث کا یہ جواب دیا کہ ایسی جگہ پر اگر وہ شخص مرا ہے جہاں اسپر کسی نے نماز نہ پڑھی ہو تو ایسے شخص کی
غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے علامہ قرطبی نے اس جواب پر اعتراض کیا کہ یہ بعید ہے کہ کوئی ایسی بھی جگہ ہو کہ

1652 جہاں ہمیشہ نماز نہ پڑھی جاتی تھی لیکن اس اعتراض کو بھی رد کر دیا گیا ہے یہ بات ثابت ہے کہ نجاشی پر حضرات 144/26
صحابہ جو حبشہ کے اندر موجود تھے انہوں نے نماز نہیں پڑھی۔ جواب اس کا علامہ قرطبی نے جواب دیا کہ آپ نے
یہ نماز تالیف قلب کیلئے پڑھی تھی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اسلام کے اندر ہر شخص جو مسلمان ہے
53 اس کے ہر قسم کے حقوق کی رعایت کی جاتی ہے عن عبد الرحمن بن ابی لیلی اس حدیث پاک کے اندر صلوٰۃ 27
جنازہ کی تکبیرات کا ذکر ہے علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اختلاف تکبیر کے متعلق تین سے لیکر نو تک اصحاب کے
چند اقوال ہیں (۱) ابن عباس، انس، جابر رضی اللہ عنہم کے نزدیک تین تکبیریں ہیں
(۲) ائمہ اربعہ، جمہور علماء، حضرت عمر، ابن عمر، ابن ابی اوفی، زید بن ثابت کے نزدیک چار تکبیریں ہیں
(۳) زید بن ارقم، حذیفہ، اصحاب معاذ بن جبل، شیعہ، ظاہریہ کے نزدیک پانچ تکبیریں ہیں (۴) ابوبکر
ابن المنذر حضرت علی کے نزدیک چھ تکبیریں ہیں (۵) اہل بدر پر چھ تکبیریں اور دوسروں پر پانچ تکبیریں
اور بقیہ صحابہ پر چار تکبیریں کہی جائیں گی (۶) حضرت علی سے مروی ہے کہ نماز جنازہ کے اندر نو تکبیریں ہیں
54 لیکن یہ تمام اختلاف سلف کے اندر تھا اب تمام کے نزدیک چار تکبیریں ہیں عن طلحۃ بن عبد اللہ 25/2
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ پڑھی جائیگی چنانچہ امام شافعی اور احمد اسحٰق بن راہویہ
کے نزدیک بطور قرأت کے پڑھی جائیگی حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک نہیں پڑھی جائیگی اور اس حدیث کا جواب
یہ ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ سنیت ثابت ہو سکتی ہے حالانکہ آپ وجوب کے قائل ہیں دوسرا جواب اس حدیث
کیا ہے کہ ابن عباس خود اس اور یہ مذہب الشیخ کا ہے دوسرا جواب یہ کہ اپنا معمول فاتحہ پڑھنا بطور دعاء کے تھا
56 بطور قرأت کے ثابت نہیں کیا عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمان اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کے اندر نماز جنازہ 8
جائز ہے امام شافعی و احمد و اسحٰق کا یہی مذہب ہے یہی امام مالک کی ایک روایت اور ابن یوسف کا اور دوسرا ابن
امام مالک کا یہ مشہور مذہب ہے یہی مذہب ہے امام محمدؒ اور مسند ابو داؤد کی اور ابن ماجہ کے اندر
وارد ہوا کہ جس نے نماز مسجد کے اندر پڑھی تو کچھ بھی نہیں ملا۔ شافعیہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی سند لائق صحیح نہیں
کیونکہ اس کے اندر ایک راوی صالح مولی التوامہ ہے جو کہ مختلط ہے اسکا جواب حافظ ابن حبان فرماتے
ہیں کہ ان کو اختلاط ۱۲۵ھ میں ہوا اور ان کو روایت کرنے والے ابن ابی ذئب ہیں جو کہ ان کے قدیم اصحاب
میں سے ہیں۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے ابوداؤد کی سند والی صحیح ہے البتہ اس حدیث کے الفاظ
میں اختلاف ہے بعض کے اندر فلا شی له اور بعض میں فلا شی علیه اور کسی میں فلیس له شی اور بعض میں فلا اجر له
وارد ہوا ہے بعض علماء نے خطیب بغدادی سے نقل کیا فلا شی له صحیح ہے اسکا جواب یہ ہے حضرات حنفیہ
کہتے ہیں کہ اگر یہ بات کی سنت ہوتی تو اس حدیث میں جو صحابہ کی نکیر حضرت عائشہؓ پر وارد ہوئی وہ نہ ہوتی
نیز مسجد نبوی کا بار بار آپ کا مسجد میں نماز جنازہ کو ادا نہیں ہوا کرتی تھی بلکہ نماز حنفی کے اندر
ادا کی ہاں البتہ کبھی کبھی آپ نے کا دم بھی ہے ہونا زیادہ سے زیادہ جواز کا ہے تحقیق ابن ہمام ایک جگہ
بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب یہ مسئلہ کہ مسجد کے اندر نماز جنازہ افضل ہے یا جائز اگر افضل ہے تو ہم
تسلیم نہیں کرتے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف ہے اور اگر آپ جواز کے قائل ہیں تو ہم بھی
جواز کے قائل ہیں البتہ ہم کراہت کے قائل ہیں اب کراہت کے اندر بھی اختلاف ہے بعض تنزیہی

1656 اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ شیخ ابن ہمام کا رجحان اسی طرف ہے اور یہی صحیح ہے عن ابن عباس ۱۳۵/۸

58 متی دفن هذا بعض نے ان کا نام طلحہ ابن براء اور بعض نے حبیب ابن عاصی بتلایا ہے اس حدیث سے ۱۱

ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ قبر پر نماز جائز ہے یہی مذہب ہے امام شافعی احمد ابن وہب کا امام مالک کی ایک روایت

شاذہ بھی یہی ہے ابن القاسم سے مشہور مالکیہ ہے یہی مذہب نقل کیا امام محمد سے [illegible] امام ابراہیم نخعی [illegible]

ساقط ذکر جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ آپ کے خصائص میں سے ہے ابن حبان نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور

کی خصوصیت [illegible] آپ کے اصحاب بھی اس پر [illegible] اسکا جواب یہ ہے کہ [illegible] بعض [illegible]

ثابت ہوتا ہے اور دوسرے ان لوگوں کے لئے [illegible] نہیں ہوتا جیسا ہو سکتا ہے اور خصوصیت کی دلیل اسکے بعد والی

59 ابو ہریرہ کی حدیث میں موجود ہے جو یہ ہے کہ آپ نے فرمایا ان هذه القبور مملوءة ظلمة [illegible] حضور کے ۱۴

قبر پر نماز پڑھنے کی وجہ سے اسمیں نور پیدا کر دیا ہے اور اسکا پیدا ہونا حضور ہی کی نماز سے ہے لہذا

آپ ہی کی خصوصیت ہے علامہ سیوطی نے التوشیح اللبیب [illegible] اور بعض علماء نے نقل کیا کہ [illegible]

کے جنازہ کی نماز پڑھی [illegible] آپ نے پڑھی دوسرا مسئلہ [illegible] احناف میں [illegible]

قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے شافعیہ کے یہاں تین قول ہیں (۱) ابدًا پڑھ سکتا ہے (۲) تین دن تک پڑھ سکتا ہے

(۳) ایک مہینہ تک۔ حنابلہ اور حنفیہ کے یہاں اگر اسکے جنازہ پر نماز نہیں پڑھی گئی تو قبر پر نماز [illegible]

65 تک جائز ہے جب تک کہ تفسخ اور انفساخ [illegible] تین دن تک ہوتا ہے عن جابر ۱۳۶/۱

اس حدیث پاک [illegible] کفن [illegible] بین الرجلین فی ثوب واحد

[illegible] مطلب میں علماء کا اختلاف ہے علامہ [illegible] ثوب واحد [illegible] قبر واحد ہے اور یہ

مجاز [illegible] اختیار کیا گیا کہ دو آدمیوں کو [illegible] ایک کفن میں [illegible] بعض علماء [illegible] ہیں کہ

اس سے ثوب حقیقی مراد ہے اور [illegible] آپ نے [illegible] بعض نے کہا کہ وہ

دونوں [illegible] ایک کفن میں لپیٹ دیا [illegible] بعض نے کہا کہ

فی ثوب واحد کا مطلب یہ ہے کہ ایک کپڑا [illegible] کیا گیا اور دونوں [illegible] ان میں [illegible] ہوگا

اس مطلب کو علامہ انور شاہ نے ابن تیمیہ سے نقل کیا دوسرا [illegible] اس حدیث میں وارد ہے کہ لم یصل علیہم ۳

اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ نماز جنازہ شہید کو [illegible] پڑھی جائیگی یا نہیں امام احمد [illegible]

حسن بصری [illegible] سعید بن مسیب کا مذہب یہ ہے کہ پڑھی جائیگی ائمہ ثلاثہ کا مذہب یہ ہے کہ نہیں پڑھی جائیگی

اور مستدل یہ حدیث ہے احناف کا مستدل ابو داؤد کی روایت ہے جس میں ہے صلی علیہم اور یہ مثبت ہے

اور مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر اس پر [illegible] نے اشکال کیا کہ [illegible] بخاری کی ہے اور آپ کا

مستدل ابو داؤد کی روایت ہے [illegible] مستدل راجح ہوگیا [illegible] دوسرا اشکال یہ کہ [illegible] روایت متصل اور

آپ کی روایت مرسل ہے۔ اول اشکال کا جواب یہ ہے کہ [illegible] ابن عباس [illegible] آپ نے

نماز پڑھی اور اسکی سند بالاتفاق حسن ہے اور [illegible] استدلال کیلئے اتنا کافی ہے اور دوسرے اشکال

کا جواب یہ ہے کہ [illegible] مراسیل [illegible] معتبر ہے اور اس حدیث جابر کا جواب یہ ہے کہ [illegible]

والد کا جنازہ [illegible] تھے ان کو معلوم نہیں کہ حضور نے شہداء پر نماز پڑھی یا نہیں

بہرحال آپ کا استدلال اس حدیث سے صحیح نہیں۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ظاہر اس طرح کی حدیث میں کی نفی علیہ وا لحد
ہوا جس پر ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا کہ وہاں صلوٰۃ سے مراد دعا ہے ہم کہتے ہیں کہ صلی علی جنازۃ نماز پر فرمایا ہے

الفصل الثانی عن المغیرۃ — اس حدیث پاک کے اندر بیان کیا گیا جنازہ کی کس جانب
میں چلے اور اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے اس طرف چلنا اولیٰ ہے۔ امام بخاری سفیان ثوری کا نظریہ
ہر طرف چلنے میں اختیار ہے امام محمد فرماتے ہیں کہ پیچھے چلنا اولیٰ ہے امام شافعی فرماتے ہیں آگے چلنا اولیٰ ہے
امام مالک کے دو قول ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ اگر ماشی ہے تو آگے چلنا اولیٰ ہے اور اگر راکب ہے
تو پیچھے چلنا اولیٰ ہے یہی امام مالک کی ایک روایت ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ گھوڑے پر ہو تو پیچھے
اور پیدل ہو تو پیچھے چلنا اولیٰ ہے امام بخاری اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور جنازہ کی مشایعت
سے اور وہ ہر طرف سے حاصل ہو سکتی ہے حنفیہ کا استدلال ابن مسعود کی حدیث ہے اس پر استدلال کیا جو کہ ان
کی روایت میں ابو ماجد راوی ضعیف ہے ہم کہتے ہیں کہ جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ بھی مرسل
اور مرسل آپ کے یہاں مقبول نہیں ہے کتاب الجنائز کی … میں حضور نے مسلمانوں کے … میں جو
حقوق بیان فرمائے ان میں ایک حق اتباع جنازہ ہے اور اتباع کا معنی ہے جنازہ کے پیچھے چلنا چہ
ایک روایت حضرت علی سے پیچھے چلنے کی … پوچھا گیا کہ آپ پیچھے چلتے ہیں حالانکہ ابوبکر و عمر جنازہ
کے آگے چلتے تھے آپ نے جواب دیا کہ وہ دونوں ایک بلند مقصد رکھتے تھے اور وہ لوگوں کے لئے آسانی چاہ
رہتے تھے تو آگے پیچھے ہونے کی صورت میں لوگ اور بھی زیادہ پیچھے ہو جاتے اس لئے یہی عمل ہوا اور اصل
الفضیلت پیچھے چلنے میں ہے۔ دوسرا جزء حدیث پاک کا ہے والطفل یصلی علیہ — اس مسئلہ کے اندر کہ
اضطراری سقط یا طفل یصلی علیہ نماز پڑھی جائیگی یا نہیں امام نووی فرماتے ہیں کہ بخاری اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ
نماز پڑھی جائیگی سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی جائیگی بلکہ فرماتے ہیں اگر وہ ... میں نماز
پڑھنا ... اس پر نماز پڑھی جائیگی ورنہ نہیں۔ سعید بن جبیر حضرت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
~~…~~ واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ان پر نماز نہیں پڑھی گئی ہم کہتے ہیں کہ اس بارے میں
روایات مختلف ہیں بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر نماز نہیں پڑھی اور بعض سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھی گئی
اور یہی صحیح بھی ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ جس روایت کے اندر نہ پڑھنا وارد ہوا وہ حدیث منکر ہے اور
نیز ان کے لئے فضیلت نبوۃ کافی ہے ایک جواب یہ ہے کہ حضور نماز کسوف کے اندر مشغول تھے لہٰذا جس حدیث
کے اندر نہ پڑھنا وارد ہوا ہے اس کا مطلب ہے کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی اور جس کے اندر وارد ہوا ہے کہ نماز
پڑھی اس کا مطلب ہے کہ صحابہ نے نماز پڑھی ہے ایک جواب یہ ہے کہ مثبت مقدم ہوتا ہے نافی پر
لہٰذا نماز کا پڑھنا راجح ہوگا نہ پڑھنے پر۔ سعید بن جبیر کا استدلال ایک یہ تھا کہ بچہ مغفور لہ ہوتا ہے
لہٰذا نماز جنازہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہم کہتے ہیں کہ اس قاعدہ کے تحت تو نبی پر بطریق اولیٰ نماز نہ
پڑھنی چاہیے کیونکہ وہ اپنی نبوت اور قرب خداوندی کے باوجود معصوم و مغفور لہ ہوتا ہے حالانکہ نبی
پر تمام کے نزدیک نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے تیسرا جزء اس حدیث کے اندر ہے والسقط یصلی علیہ
تمام ہی پر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نماز ہے بشرطیکہ استہلال یا آثار حیات اس کے اندر پائے گئے ہوں امام احمد داؤد ظاہری کے نزدیک اگر

1670 چار ماہ کا حمل ہے تو پڑھی جائیگی عن ابی ھریرۃ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ جنازہ کو کیسے اٹھایا ١٣٦/١٣
جائیگا امام شافعی۔ ابو ثور کے نزدیک بین العمودین اٹھایا جائیگا یعنی ایک آدمی اپنے مونڈھے پر دونوں طرف سے
اسکے پائے رکھے اور دو آدمی پیچھے کھڑے ہوکر اس جنازہ کی ایک ایک لکڑی کو پکڑ لیں ~~...~~ امام
حسن بصری امام احمد کے نزدیک تربیع افضل ہے امام مالک کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور یہ اختلاف افضلیت
79 کے اندر ہے عن نافع ابی غالب موت انس ابن مالک جب رجل کے جنازہ پر نماز پڑھی ان کا نام ١٣٧/٢
عبداللہ بن عمیر یا عبداللہ بن عمر ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک امام رجل کے سر کے قریب کھڑا ہو ~~یہی ایک روایت~~
~~مالک و حنفیہ سے بھی ہے اور دوسری روایت امام کی~~ اور عورت کے جنازہ میں کمر کے قریب کھڑا ہو یہی ایک روایت
امام صاحب اور امام مالک سے ہے دوسری مشہور روایت امام صاحب کی یہ ہے کہ مرد و عورت دونوں کے سینے کے قریب
کھڑا ہو اور امام مالک کی دوسری روایت یہ ہے کہ وسط رجل اور منکبین مرأۃ کے پاس کھڑا ہو حسن بصری
84 کے نزدیک اختیار ہے الفصل الاول عن جعفر بن محمد اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت حسن ١٥
کا مذہب یہ ہے کہ جنازہ کو دیکھکر کھڑا ہونا چاہئے اور اسکے پہلے محمد بن سیرین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ ان کے نزدیک کھڑا ہونا چاہئے کیونکہ وہاں انہوں نے کھڑے ہونے پر نکیر فرمائی ہے تو دونوں حدیثوں
کے اندر تعارض ہے اسکا جواب یہ ہے کہ بعد میں جب مسئلہ محقق ہو گیا تب انہوں نے رجوع کر لیا پہلے ان کا
87 مذہب جواز قیام کا ہوگا عن مالک بن ھبیرۃ اس حدیث کے اندر لفظ اوجب کا مفعول مذکور نہیں ٢٠
مولانا شیخ عبدالحق صاحب فرماتے ہیں کہ اسکا مفعول جنت ہے اور امام نووی فرماتے ہیں کہ اوجب المغفرۃ ہے ٢/٤

باب دفن المیت

94 الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ حضور کے قبر اطہر میں چادر ڈال ٦
گئی ہے چنانچہ علامہ بغوی۔ ابن حزم طاؤس کے نزدیک ڈال جائیگی امام نووی نے جمہور سے نقل کیا کہ چادر نہیں
ڈال جائیگی اور اس حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ آپ کے غلام نے وہ چادر از خود ڈالدی تھی تاکہ اسکو
کوئی دوسرا شخص استعمال نہ کرے۔ وکیع بن الجراح فرماتے ہیں کہ یہ حضور کیساتھ خاص تھا ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ
کہا جاتا ہے کہ نکالدی گئی حافظ فرماتے ہیں کہ نکالدیا تھا حافظ عراقی اپنے الفیہ میں فرماتے ہیں
95 وفرشت فی قبرہ قطیفۃ ۔ وقیل اخرجت وھذا اثبت ۔ عن سفیان اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ٧
حضور عالی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک مسنم ہے چنانچہ امام صاحب امام احمد فرماتے ہیں کہ قبر مسنم ہونی چاہئے
بعض شافعیہ کا یہی مختار ہے ملا علی قاری نے جمہور علماء سے یہی نقل کیا قاضی حسین شافعی فرماتے ہیں کہ
اسی پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبر مسطح افضل ہے دوسرا قول ان کا تسنیم ہے حضرت
امام مالک سے ابن تیمیہ نے تسطیح کا قول نقل کیا ہے۔ جمہور علماء کا مذہب تسنیم ہے اور اسی حدیث سے وہ
استدلال کرتے ہیں امام شافعی کا مسطح ہونے کی صورت میں استدلال ابو الھیاج اسدی کی حدیث سے ہے جسکے
اندر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول مذکور ہے ولا قبرا مشرفا الا سویتہ الخ ہم کہتے ہیں کہ قبر کے مسنم ہونے کی صورت
97 میں بھی قبر کے اندر کوئی بلندی نہیں ہوتی عن جابر جمہور کے نزدیک تجصیص (پختہ بنانا) اور بناء قعود۔ استناد ٩
یہ سب چیزیں مکروہ ہیں امام مالک کے نزدیک جلوس مکروہ نہیں بلکہ بیت الخلاء وغیرہ کی غرض سے قعود مکروہ ہے۔ حنفیہ کا مسلک قعود کے

1697 باب میں مختلف ہے اصحاب متون نے مطلقاً مکروہ لکھا ہے امام طحاوی نے امام مالک سے جیسا نقل کیا ہے امام عینی فرماتے ہیں ۱۴۸/۹
امام طحاوی کا قول راجح ہے علامہ شامی نے دونوں کے اندر تطبیق دی ہے کہ اگر قعود کرنا تبرزاً ہو اور بیٹھنا
1700 باقاعدہ کے لئے قعود مکروہ تحریمی ہے **الفصل الثانی عن عروۃ** :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۳
انتقال کے بعد اہل مکہ و مدینہ کے اندر اختلاف ہوا (اہل مکہ) بعض نے کہا کہ قبر مبارک کے اندر لحد ہوگا اور اہل مدینہ نے کہا
کہ شق ہوگا فیصلہ یہ ہوا کہ گورکن کو بلایا جائے جن میں ایک لحد بناتے تھے ایک شق بناتے تھے اول کا نام
ابو طلحہ انصاری اور دوسرے کا نام ابو عبیدہ ابن الجراح تھا چنانچہ ان دونوں کو بلانے گئے ایک ایک ادھر گئے
کہ جو پہلے آجائے وہی اپنا عمل کرے چنانچہ حضرت ابو طلحہ انصاری پہلے آگئے اور انہوں نے لحد بنائی۔ السبب یہ
علماء کا اتفاق ہے کہ لحد افضل ہے اور زمین کے گرنے کی صورت میں شق افضل ہے۔ حضرت شیخ مدظلہ فرماتے
01 ہیں کہ صحابہ کے یہاں لحد پر قدرت ہوتے ہوئے شق بنانا مکروہ ہے **عن ابن عباس** اس حدیث کا ۱۵
اندر اللحد لنا والشق لغیرنا کے معنی نے چند مطالب بیان فرمائے (۱) اللحد للمسلمین والشق لغیر المسلمین (۲) اللحد
لاہل المدینہ والشق لغیر اہل المدینہ (۳) اللحد للمعشر المسلمین والشق لغیرہم اول معنی سب سے راجح ہیں
03 **عن ہشام** :- اس حدیث کے اندر وارد ہوا **اعمقوا** یعنی قبر کو گہرا کیا کرو بناؤ اب اسکے ۱۶
اندر اختلاف ہے کہ کتنی گہرائی ہونی چاہئے حنفیہ کے نزدیک سینہ کے بقدر امام شافعی کے یہاں ایک انسان
کے قد اور ایک بسطہ کے بقدر عمر بن عبد العزیز فرماتے ہیں کہ ناف تک اور امام مالک کے یہاں متوسط افضل ہے
05 **عن ابن عباس** سُلّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیل کے معنی ہیں جنازہ کو قبر کی کے آخری طرف رکھکر میت ۲۱
کو سر کی جانب سے قبر میں داخل کرنا یہ امام شافعی امام احمد انس بن مالک کے نزدیک مستحب ہے امام مذہب حضرت
علی محمد بن حنفیہ۔ اسحاق بن راھویہ قبلہ کی طرف سے داخل کیا جائیگا۔ امام مالک سے ایک روایت امام
شافعی کے موافق ہے اور دوسری روایت کے اندر فرماتے ہیں کہ اختیار ہے امام شافعی کا مستدل یہ حدیث ہے اور
08 ہم کہتے ہیں کہ روایات کے اندر اختلاف ہے **عن جعفر بن محمد عن ابیہ** ثلث حثیات مستحب ہے اور ۲۵
رش علی القبر ابو حامد غزالی کے نزدیک جائز نہیں ہے ~~امام~~ بعض جمہور کے نزدیک جائز ہے و سنن بیہقی کے اندر
ہے کہ سب سے پہلے ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبر اطہر پر رش ہوا نیک فالی لینے کیلئے ایسا کیا جاتا ہے
09 تا کہ مٹی کے اندر تازگی رہے **عن جابر قال** :- اس حدیث کے اندر تجصیص اور عمارات پر لکھنے ۲۷
سے منع کیا گیا کیونکہ اسمیں اہانت ہے اور بیٹھنا جائز ہے البتہ نقش علامت لگانا جائز ہے کتبہ کے
11 اندر بعض کے نزدیک جواز ہے اور بعض نے اسکے لگانے کو بھی ناجائز قرار دیا ہے **عن المطلب** ۱۴۹/۳
بن وداعہ :- مہاجرین کے اندر سب سے پہلے حضرت عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا آپ غزوہ بدر
میں تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پتھر قبر کے سرہانے لگایا گیا اور عمر بن شیبہ کی حدیث
کے اندر ہے کہ رجلین کے پاس رکھا معلوم یہ ہے کہ ابوداؤد کی روایت راجح ہے اور ممکن ہے کہ ہو گا کہ ایک
پتھر سرہانے اور ایک رجلین کے قریب رکھا ہوگا چنانچہ عمرو بن شبہ کی روایت کے اندر دو پتھروں
کا ذکر ہے کہ دو پتھر آپ نے اٹھائے تھے ایک آگے اور ایک رجلین کے قریب رکھا۔ علامہ بدرالدین فرماتے ہیں
کہ قبر پر علامت لگانے کی دلیل یہ حدیث ہے اور ایک علامت قبر پر لگائی جائیگی صاحب الحاوی فرماتے ہیں دو علامت

1714 عن عائشۃ: اس حدیث سے مصنف کا مقصود تعظیم میت کو بیان کرنا ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر میت ۱۳۹/۱۱
کسی کا موتی نگل جائے تو اس کا پیٹ کو پھاڑ کر وہ نکالا جائیگا یہ اس حدیث کے تحت یہ فصل بھی
منعقد ہے علماء نے بیان کیا ہے وہ اس کے اندر داخل نہیں بلکہ وہ نکالا جائیگا اور اگر اپنا موتی نگل جائے
15 تو اس کے اندر دونوں قول ہیں **الفصل الثالث عن انس**: اس حدیث کے اندر جس صاحبزادی ۱۲
کا ذکر ہے وہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں آپ نے فرمایا **لم یقارف اللیلۃ** اس کے معنی چند طلبہ نے بیان ۱۴
فرمائے ہیں مطلب ۱: جس شخص نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ ان کی قبر میں اترے مطلب ۲: جس شخص نے جماع
اپنی بیوی سے نہ کیا ہو وہ اترے اول صورت کے اندر آپ نے بتلا دیا قبر میں میت کو اتارنے والا متقی
اور پرہیزگار ہونا چاہیے اور ثانی صورت کے اندر مطلب کی توضیح یہ ہوگی اس دن حضرت عثمان نے اپنی
باندی سے جماع کر لیا تھا حضور کو ناگوار ہوئی تو اس پر آپ نے تنبیہ فرمائی یہ مناسب نہیں اب یہ حضرت
عثمان نے جماع ایسی حالت میں کیوں کی جبکہ وہ بیمار تھیں بلکہ مرنے کی حالت تھی جواب یہ ہے کہ چونکہ ان
کا مرض طویل ہو گیا تو آپ کو ضرورت ہوگی اور یہ معلوم نہ ہوگا کہ آج انتقال فرما جائیں گی اسلئے جماع فرمایا
دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے حضرت ابو طلحہ تو نامحرم تھے ان کو قبر اطہر کے اندر کیسے اتارا اسکا جواب حضرت شیخ
16 مد ظلہ العالی نے دیا محرم کو اتارنا مستحب ہے اور ترک استحباب بلا عذر ممنوع نہیں ہے **عن عمرو بن العاص**
اس حدیث پاک کے اندر حضرت عمرو بن العاص نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا نار یا نائحہ کو میری قبر پر نہ لانا ۱۵
کیونکہ یہ دونوں چیزیں ناجائز ہیں آگے چلکر فرمایا اقیموا حول قبری اسکا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ
دفن کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر میرے لئے تثبیت کی دعا کرو تاکہ مجھے اطمینان اور انسیت پیدا ہو اس سے استدلال ۱۶
18 کیا جا سکتا ہے سماع موتی کا مردہ قبر کے اندر سنتا ہے **عن ابن ابی ملیکۃ** یہ واقعہ اس وقت کا ہے
جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کیلئے تشریف لے جا رہی تھیں جب مکہ پہنچی تو اپنے بھائی حضرت عبد الرحمان کے ۲۰
مزار پر تشریف لے گئیں اور یہ دونوں شعر پڑھے — وَكُنَّا كَنَدْمَانَيْ جَذِيمَةَ حِقْبَةً مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰى
قِيلَ لَنْ يَتَصَدَّعَا — فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا كَأَنِّيْ وَمَالِكًا — لِطُولِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا — در اصل یہ دونوں
شعر تمیم بن نویرہ کے ہیں جو انہوں نے اپنے بھائی مالک بن نویرہ کے مرثیہ میں کہے تھے اور مالک کو حضرت ابوبکر
صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت خالد بن الولید نے قتل کر دیا تھا اس شعر کے اندر شاعر نے اپنے اور اپنے بھائی
مالک بن نویرہ کی باہمی محبت اور پھر ان کی مفارقت پر تاثرات عجیبہ کا اظہار کیا ہے دونوں شعروں کا ترجمہ
اور مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں اپنی زندگی کے اندر ایسے متقارب اور مصاحب رہتے تھے جیسے جذیمۃ الابرش
بادشاہ کے دونوں ندیم (جو چالیس سال تک ساتھ رہے تھے) زمانہ کی ایک مدت تک یہاں تک کہا گیا یہ
دونوں کبھی جدا اور متفرق نہ ہوں گے (یعنی لوگ کہتے تھے ہم دونوں بھائیوں کا تعلق [illegible] کی) پس جبکہ ہم دونوں
جدا ہوگئے تو گویا میں اور میرا بھائی مالک ایک زمانے تک جمع رہنے کے بعد ایسے ہو گئے ایک رات بھی
ساتھ نہیں گذاری (جذیمۃ الابرش کے دونوں ہمنشینوں میں ایک کا نام مالک اور ایک کا نام عقیل بتلایا گیا ہے
اور لطول اجتماع کے اندر لام کو بعد کے معنی میں لیا گیا جیسے اقم الصلوۃ لدلوک الشمس کے اندر لام بعد کے معنی
میں ہے یہ تو اس شعر کا ترجمہ اور مطلب ہوا اب حدیث کے اندر جو مسئلہ مختلف فیہ اسکو سنئے: حضرت علامہ

1718 فرماتے ہیں کہ حضرت تلث رحمہا یعنی اگر میں تمہارے جنازہ کے اندر حاضر ہوتی تو تم کو یہاں سے منتقل نہ ہونے
دیتی بلکہ اسی جگہ دفن کرتی اس سے معلوم ہوا کہ نقل جنازہ جائز نہیں ہے چنانچہ یہی مذہب حنابلہ اور مالکیہ کا ہے
البتہ غرض صحیح کی وجہ سے انتقال جائز ہے۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں کہ قبل الدفن جنازہ کا منتقل کرنا
حرام ہے دوسری روایت یہ ہے کہ مکروہ ہے مگر یہ کہ مدینہ یا مکہ کے قریب ہو اور بعد الدفن مطلقاً ناجائز ہے
امام صاحب کے یہاں قبل الدفن تھوڑی دور انتقال جائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک قبل الدفن بھی
جائز نہیں لیکن اصح یہی ہے کہ ایک میل یا دو میل تک انتقال جائز ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ
نبی اور ولی کی قبر اور ایسے ہی مکہ یا مدینہ کی طرف منتقل کرنے کے اندر کچھ اشکال نہیں ہے اور بعد الدفن ہمارے نزدیک بھی جائز نہیں

باب البکاء علی المیت ۱۴۹

22 الفصل الاول عن النبی قال :- اس حدیث کے اندر ابو السیف قین وارد ہوا ان کا
نام حضرت براء بتلایا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم ابن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ کے خاوند ہیں۔
حضرت ابراہیم کی عمر کے اندر اختلاف ہے ۱۶ یا ۱۸ ماہ اور بعض لوگوں نے سات ماہ اور بعض روایت
کے اندر ۷۰ یا عید کے ستر دن کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آگے چند حدیث میں وارد ہے وانت یا رسول اللہ
آپ نے منع نہیں فرمایا تھا [illegible] اصل عبارت یہ ہے الناس یبکون وانت تبکی یا رسول اللہ
اور [illegible] تعجب کے طور پر فرمایا۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ رونا جائز ہے یا نہیں
بطور نوحہ کے رونا جائز ہے البتہ نوحہ جائز نہیں ہے پھر اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اگر
کسی کو کوئی غم ہو تو بجائے اس کو رونا چاہئے یا ہنسی خوشی رہنا افضل ہے محققین کے نزدیک اقتداء
رسول اور رونا ہی افضل ہے البتہ بعض صوفیا نے ہنسی خوشی رہنے کو افضل کہا ہے
23 لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ عن اسامة بن زيد: اس حدیث کے اندر جن صاحبزادی کا ذکر ہے ان کا
نام حضرت زینب ہے ان ابنا لہا قد قبض اور [illegible] میں لفظ قد تعدد یا اور جمع ہو اور دونوں ہو سکتا ہے
آگے چند حدیث میں چند صحابہ کے نام کے بعد وارد ہوا رجال اس کے اندر جو صحابہ ہیں وہ عبادہ
24 ابن صامت اور [illegible] اسامہ اور عبد الرحمن ابن عوف بھی شامل ہیں۔ عن عبد اللہ بن عمر:
اس حدیث میں وارد ہو لکن یعذب بہذا او یرحم۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے نوحہ کرنا جو کہ ممنوع
ہے تو اگر نوحہ کرے تو اللہ تعالی عذاب دیتے لیکن یہی زبان اگر اور [illegible] کا سبب بنتی جیسے
کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور قلاوت کلام مجید ہو رہی کی جائے۔ دوسرا جملہ حدیث میں وارد ہوا
ان المیت یعذب ببکاء اهلہ۔ اس مسئلہ کے اندر علماء کا اتفاق ہے کہ مطلق تلبث [illegible]
اور اقوال [illegible] کی وجہ سے عذاب نہیں ہوتا لیکن حضرت عمر اور ابن عمر کا مسلک [illegible]
کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ اور ابو ہریرہ اور امام شافعی [illegible] وغیرہ کہتے
ہیں عذاب نہیں ہوتا کیونکہ قرآن شریف میں آتا ہے ولا تزر وازرة وزر اخرى۔ لہذا میت کو
گھر والوں کے رونے کی وجہ سے عذاب نہیں ہوگا بعض لوگوں نے اس جملہ کا محل منافقین کو بتلایا
اور کہا کہ عذاب کا مورد منافقین ہیں اور ابن عمر نے اس جملہ کو عام سمجھا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ

1724 ایک ہو دل کر لیا گیا ان سے گوارا اور ہے کہ آیت خاص اس فرد واحد سے متعلق ہے جو فوت ہوا ۱۵۰/۱۲
بعض لوگوں نے اسی طرح اور ان سے مقابل امام شافعی وغیرہ دونوں مسلک میں مرجح کیا کہ جب وہ مرگیا
اس کی عادت ہو تو وہ عذاب کا سبب ہوگا ورنہ نہیں ۔ بعض لوگوں نے یہ جمع کیا کہ اگر اس نے وصیت کی ہو
کی تو عذاب ہوگا ورنہ نہیں اسکو اختیار کیا علامہ مزنی اور ابراہیم حربی نے اور ابو البرکات
عام علماء سے یہی مذہب نقل کیا ہے ۔ داؤد ظاہری وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ سبب عذاب اس وقت ہے جبکہ اس نے
نوحہ سے منع نہ کیا ہو ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ میت کو عذاب دیئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا میں اوصاف
جو سارے ساتھ کاروبار کرتی تھی اور رحم سے گو وہ ساتھی ان پر سے کار نادم ہوئی کا آواز بلند کرکے روتے
تھے تو قیامت میں فرشتے اس میت کو وہی افعال یاد دلا کر عذاب دیتے ہیں
سے تم یہ کو یاد دلایا بچوں کو یتیم کیا عورتوں کو بیوہ کیا اور اب گو دیا اس کو رحلوں یاد کریں
کہ جبل السموات یا مخرب البلدان یا موتم الولدان وغیرہ اسکی تشبیہ کر کہا جاتا ہے ۔ بعض لوگوں کو
یتیم کیا یا شہروں کو خراب کیا عورتوں کو بیوہ بنایا اور عذاب دیئے جانے کا مطلب کہ علامہ ابن حزم
ظاہری نے بیان کیا اور ابن جریر طبری وغیرہ کہتے ہیں کہ اس جگہ کا مطلب یہ ہے کہ گھر والوں کے رونے سے
اسکو رنج ہوتا ہے اور اسی رنج کو عذاب سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کو قاضی عیاض ۔ ابن المرابط ۔ ابن تیمیہ نے راجح قرار دیا
بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ کہ وقت البکاء اسکو عذاب دیا جاتا ہے اور بعض لوگوں نے مطلب یہ بیان کیا کہ
28 اسکی مقصود تو یہ ہے عن النبی قال :- اس حدیث سے انہوں عند القبر جس طور سے ذکر ہے ۲۱
ذکر ہے اسکے نام سے متعلق جانتا ہونا نہیں کہ اسے اف اسمها آگیا جیسے اور نقل کیا اسکے قائل
حضرت مفسر ابن عباس ہیں جیسا کہ معجم طبرانی اور انما الصبر عند الصدمة الاولی کا مطلب
29 یہ کہ صبر کامل تو آدمی کو اس وقت ہونا چاہئے جس وقت مصیبت پہونچی ہو عن ابی هریرة اس حدیث ۲۲
سے معلوم ہوا آدمی سے اگر تین لڑکے مرجائیں تو اسکو جہنم سے خلاصی دلا دینگے لیکن قسم سے
آگاہ کرنا یا الا تحلة القسم اسکے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے بعض لوگوں نے کہا کہ قرآن
پاک میں وارد ہوا کہ وان منکم الا واردها کان علی ربک حتما مقضیا ۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہنم
پر ہر شخص جائیگا تو حضور نے اسکی طرف اشارہ کیا کہ اللہ تعالی اپنی قسم کو پورا کرنے
واسطے جہنم میں ذرا سی دیر کیلئے بھیجیں گے اب اور وارد ہو کہ قرآن پاک کے
اندر قسم کا ذکر نہیں لہذا تحلة القسم کیسے فرمادیا اس کا جواب یہ کہ جواب
اس آیت کے پہلے ایک آیت ہے فوربک لنحشرنهم اس آیت سے استنباط ہے جواب کا
قسم سے مراد کلام ہے چنانچہ یہ کلام حتما مقضیا کے جواب وان منکم سے
جو ہوا اسی قسم کا مقصود ہے لہذا یہ قسم کا قائم مقام ہے ۔ اب یہ کہ ان واردها کا مطلب
کیا ہے یعنی ہر شخص کا جہنم پر گزرنا کیا مطلب ہے ابن عباس فرماتے ہیں کہ وارد سے مراد داخل ہے وہ جہنم
کے اندر داخل ہوگا لیکن وہ جہنم اس پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو جائیگی ۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ وارد سے مراد
ورود ہے اسکو الاقبال قرار دیا ہے بعض نے کہا کہ وارد سے مراد ہے

الفصل الثانی

1735 عن ابن عباس اس حدیث کا اندازہ فرمان فرمائی گئی ہے جسکے معنی آنے جانے والا ہیں اک ١٥١/٧
دوسرا کا مراد ہے جو مرجائے۔ ابن لیلیٰ ابوالبختری اسکا مطلب ہے جسکا بیٹا اگر کوئی کچھ نہ ہو یا کوئی شخص
37 تو اسکے لیے میرا اجر کافی ہے کیونکہ مجھ جیسا غم کسی کے مرنے پر کیسے ہوسکتا ہے عن عبد اللہ بن مسعود ١٢
اس حدیث کا اندازہ تعزیہ (ماتم پرسی) کی فضیلت بیان کی گئی ہے ماتم پرسی جائز کیا بلکہ مستحب ہے امام ١٢
شافعی امام احمد کے نزدیک مرنے سے پہلے اور مرنے کے بعد تین دن تک جائز ہے اور بعض شافعیہ نے مطلقاً
ماتم پرسی کو جائز کہا ہے کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا۔ امام صاحب۔ سفیان ثوری کے نزدیک دفن کے
39 پہلے پہلے ماتم پرسی جائز ہے عن عبد اللہ بن جعفر میت کے گھر کھانا دینا مستحب ہے ١٥
بلا اختلاف البتہ دوسرے آدمیوں کو انکے یہاں جاکر کھانا نوحہ میں داخل ہے الفصل الثالث عن ام سلمۃ
44 اس حدیث کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخرجہ اللہ مرتین اس مرتین کا تعلق یا تو قال ١٥٢/٨
سے ہے یعنی حضور نے یہ جملہ دو مرتبہ فرمایا۔ یا اسکا تعلق اخرجہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو دو مرتبہ نکالا
ایک مرتبہ اسوقت جبکہ وہ اسلام لائے تو اسکے ایمان نے لاینکا وسوسہ ڈالا تو انکے قلب کی اس شیطان کو نکالدیا
اور دوسری مرتبہ اسوقت جبکہ وہ انتقال کرنے لگے اسوقت بھی اسکا وسوسہ نہ چلا اور وہ محو نکالدیا گیا

باب زیارۃ القبور ١٥٣/٢

(الفصل الاول)

مردوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے جیسا امام نووی نے تصریح کی ہے اسی پر علامہ عبدری مالکی نے استحباب پر اجماع
نقل کیا ہے لیکن اس اجماع کا انکار محل نظر ہے کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے اختلاف نقل کیا ہے ایک جماعت کے
نزدیک منع عنہ ہے چنانچہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ ابن بطال مالکی نے امام شعبی سے نقل کیا ہے اگر حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرماتے تو میں اپنی لڑکی کی قبر کی زیارت کرتا اسی طرح ابن سیرین اور
نخعی وغیرہ سے منقول ہے اور وہ لوگ اسکو مکروہ سمجھتے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں بعض لوگوں نے اتفاق نقل
کیا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ سلف کے بعد جو علماء آئے ہیں انہوں نے اسپر اتفاق کیا ہے
62 عن بریدۃ اس حدیث پاک کے اندر آپ نے زیارت کا امر فرمایا چنانچہ جمہور علماء کے نزدیک یہ امر ٢
مرد وعورت سب کو شامل ہے اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا پہلے آپ نے منع فرمایا تھا اب اسی حدیث
سے نسخ ہوگیا چنانچہ اس حدیث کے اندر ناسخ ومنسوخ دونوں مذکور ہیں بعض کے نزدیک عورتیں داخل نہیں ہیں
ابواسحٰق شیرازی نے مہذب کے اندر لکھا ہے ایسے حنفیہ و مالکیہ کا قول ہے۔ صاحب حنفیہ نے تعمیم
کی ایک روایت ہے کہ مکروہ ہے۔ علامہ بدر عینی فرماتے ہیں سب کیلئے جائز ہے یہی حنفیہ کا مشہور قول
اور مالکیہ کا قول ہے امام احمد سے بھی یہی منقول ہے علامہ نووی نے صاحب مستظہری سے نقل کیا اگر نوحہ
کی غرض سے عورتیں جائیں تو حرام ہے ناجائز ہے اور اگر بغیر نوحہ کی غرض سے جائیں تو مکروہ ہے
آگے چلکر آپ نے فرمایا ونهيتكم عن لحوم الخ ایک جماعت نے مدینہ میں آکر اپنے فقر وفاقہ کا اظہار کیا ٣
تو اسوقت حضور نے فرمادیا تھا تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت مت رکھو اور اسکے بعد پھر آپ نے زیادہ
دن تک رکھنے کی اجازت دیدی اس میں بھی اختلاف ہے تین دن کی ابتدا کب سے ہے بعض نے یوم النحر اور بعض نے یوم الذبح
کو مبتدا بنایا اور بعض نے کہا مبتدا ہوالاول ان تین میں داخل نہیں اور بعض نے کہا داخل ہے کل مجموعہ تین دن ہے

1762 تیسری چیز اس حدیث پاک کے اندر بیان فرمائی کہ میں نے تم کو نبیذ کے برتنوں کے استعمال سے منع فرما دیا تھا چنانچہ ١٥٢/٣
شروع کتاب کے اندر ایک حدیث گذر چکی جسکے اندر دباء، مزفت وغیرہ سے ممانعت وارد ہوئی تھی وہ اسی کی
طرف اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ پہلے جو منع کیا تھا اور اب تمکو اسکے استعمال کی اجازت ہے لیکن اس
مسئلہ کے اندر اختلاف ہو رہا ہے کہ یہ نہی منسوخ ہے یا نہیں۔ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کے
ذریعہ ان چاروں برتنوں سے نہی منسوخ ہوگئی ہے اور ان کا استعمال جائز ہے امام مالک اور امام احمد کے نزدیک
ان چاروں کے اندر نہی موجود ہے اور وہ منسوخ نہیں ہے لہذا ان کے استعمال کی اجازت نہیں ان چار کے علاوہ جائز ہے
63 **عن ابی هریرة** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ والدین کی قبوروں کی زیارت کرنی چاہیئے اور دوسرا مسئلہ اس ٥
حدیث سے معلوم ہوا ابوین النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض علماء کی رائے ہے کہ
آپکے ابوین شریفین ناجی نہیں ہیں ملا علی قاری۔ حضرت گنگوہی کا رجحان اسی طرف ہے لیکن جمہور علماء
خلف و سلف کا قول یہ ہے کہ ناجی ہیں اس مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے علامہ سیوطی نے چھ رسالے تحریر فرمائے
ہیں۔ قاضی پانی پتی وغیرہ۔ علامہ شامی۔ حافظ ابن ناصر دمشقی۔ حافظ عسقلانی وغیرہ کا رجحان
بھی اسی طرف ہے کہ ابوین شریفین ناجی ہیں۔ جو لوگ عدم نجاۃ کے قائل ہیں وہ اس حدیث سے
استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مغفرۃ طلب کرنے کی اجازت نہیں دی مسلم شریف کے اندر ایک روایت ہے
جسکے اندر ہے کہ ایک آدمی نے حضور سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ جہنم میں پھر اس نے کہا کہ آپکے
باپ کہاں ہیں آپ نے فرمایا کہ ان ابی و اباک فی النار اس سے صراحۃً ثابت ہوگیا کہ آپ کے والدین جہنم کے اندر
فترة ہیں۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارا استدلال یہ ہے کہ ابوین شریفین فترۃ والوں میں سے ہیں اور ان
سے صرف توحید مطلوب ہے اور دوسرے اسکے علاوہ کسی شئی میں مواخذہ نہیں ہے حضرت عبد اللہ کا اٹھارہ سال کی عمر
میں انتقال ہوگیا تھا اور اس زمانے میں ان سے حمل ٹھیرا اسے بھی والدہ بھی کہیں باہر نہیں گئی ہیں
ہمیشہ ایک ہی جگہ مقیم رہی ہیں تو کسی طرح ماحول سے کوئی اثر ان لوگوں کو نہیں پہنچا استدلال ۲
خطیب بغدادی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آپکے ابوین شریفین کو زندہ کیا گیا اور آپ نے انکو
مسلمان کیا یا ایمان لائے اگرچہ یہ ضعیف ہے لیکن کچھ بعید نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا
طلب کرنا یہ ممانعت نہیں اور معرفت کی بنا پر ہے یا اسوجہ سے کہ لوگوں کا گمان نہ ہو اور استغفار
کی کوئی ضرورت نہیں اور ان ابی و اباک فی النار کا جواب ۱ یہ ہے کہ راوی نے غلط نقل کیا ہے
اس جملہ کو بڑھا دیا مقصود کہنے کا مطلب نہیں جواب ۲ چچا پر باپ کا اطلاق عرب میں کیا جاتا ہے
لہذا لفظ ابی سے مراد آپکے چچا ابو طالب ہیں وہ بالاتفاق جہنمی ہیں جواب ۳ آپنے یہ جملہ الدین
64 کے احیاء سے پہلے فرمایا ہوگا اور احیاء کے بعد وہ اسلام لے آئے **عن بریدة** اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ قبرستان میں جاکر السلام علیکم کہنا چاہیئے یعنی لفظ السلام مقدم اور علیکم مؤخر
ہو اور بعض روایت کے اندر جو علیک السلام وارد ہوا ہے اس سے کیفیت
بیان کرنی مقصود نہیں ہے کیونکہ وہ اہل جاہلیت کا قاعدہ تھا اسکے آپنے فرمایا وانا ان شاء اللہ بکم
اگرچہ ہر شخص کو موت کا لاحق ہونا ضروری ہے لیکن آپنے بہ تحسین کلام یا تبرکاً کہہ دیا

1768 فرمایا یا کان فاحش کے اعتبار سے فرمایا الفصل الثالث عن محمد بن النعمان اسے راوی قبر والا ۱۵۴/۱۷
اور یہ نقل کرتا ہیں اس روایت کو یحیی ابن علاء سے اور وہ بھی متروک ہیں اور وہ نقل کرتے ہیں
1771 دیکھو ابو ہریرہ سے عن عائشة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کی زندگی میں جو معاملہ اس سے ۲۶
ساتھ ہوتا تھا بعد مرنے کے بھی قبر سے بھی وہی معاملہ کرنا مستحب اگر کوئی عورت کا نامحرم شخص ہے
اور وہ زندگی میں پردہ کرتی ہے تو مرنے کے بعد اس نامحرم شخص کی قبر پر بھی پردہ میں کیا جائے
جیساکہ اس حدیث میں حضرت عائشہ کے فعل سے معلوم ہوا۔ فاطمی علیہا فی وقت سے میں کا اب کی قبر اطہر
کا ادب و احترام [illegible]

1772 ## کتاب الزکوٰۃ ۱۵۵/۱

قرآن و حدیث کے اندر صلوٰۃ و زکوٰۃ کا ذکر فرمایا ہے یعنی زکوٰۃ کا ذکر نماز کے بعد ہے اسلئے مصنف نے
قرآن پاک کا اقتدا کرتے ہوئے کتاب الصلوٰۃ اور اس کے بعد الزکوٰۃ کو فرمایا ہے یا دیگر نے مصنف فرمایا
زکوٰۃ لغت میں اسکے معنی النماء و التطہیر کے ہیں کیونکہ زکوٰۃ کی وجہ سے مال کے اندر برکت اور زیادتی
ہوتی ہے اور وہ حرام مال سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ نہ دی جائے تو زکوٰۃ والا مال
ترکیب میں حرام ہے اور جب زکوٰۃ نکالدی تو مال حرام سے الگ مال پاک ہو گیا نیز گناہ سے بھی وہ
پاک ہو جاتا ہے ایسی ہی اور ذلیل بخل سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ وکیل منتہ و حیث میں اختلاف ہے
ابن حبان کی رائے ہے قبل الہجرۃ ہے اور ابن الاثیر جزری اور جمہور کہتے ہیں بعد الہجرۃ
ہے البتہ سن متعین کو امام نووی نے جزم کیا ہے مسئلہ طور دیا ہے اور ابن الاثیر
جزری نے مسئلہ بتلایا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ سنہ ۲ھ کا ہے۔ میں وفد عبد القیس کی
حدیث میں زکوٰۃ کا ذکر ہے اور وہ واقعہ سنہ سے پہلے کا ہے لہذا معلوم ہوا کہ سنہ سے پہلے
سنہ وجوب ہوئی۔ علامہ علی قاری نے امام نووی اور ابن الاثیر جزری جمہور ان دونوں کے
قول میں یہ جمع فرمایا کہ فرضیت اجمالیہ ہجرت سے پہلے اور فرضیت تفصیلیہ ہجرت کے بعد ہوئی
1772 الفصل الاول عن ابن عباس اس حدیث کے اندر اشکال یہ ہے کہ اندر ۱
یہود و نصاریٰ کی طرح شہادتین بھی اپنے تھے لہذا اول کتاب کا ذکر کیا تو شہادتین کے متعلق بھی
آپ کو فرمایا جانا چاہئے تھا علامہ طیبی جواب دیتے ہیں کہ اول کتاب اشہد میں آپ نے شرف
ذکر پر اکتفاء فرمایا جو تفصیلا شہادتین کو بھی شامل ہے دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث
سے پتا لگ گیا کہ کفار اصول کے مخاطب ہیں نا ہیں۔ اسکے متعلق حسنہ تفصیل سے نافع میں
گذر گیا۔ فترد علی فقرائهم فقراء کی ضمیر کے اندر اختلاف ہے فقہاء حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ ۵
ضمیر مسلمین کی طرف راجع ہے شافعیہ کی رائے یہ ہے کہ اغنیاء کی طرف راجع ہے یعنی اغنیاء کے فقراء کو
دیا جائیگا تو یا دوسرے شہر والوں کو مطلب یہ ہے کہ اس شہر کے باشندوں کو دیا جائیگا
چنانچہ اس حدیث سے امام شافعی نے استدلال کیا کہ نقل زکوٰۃ جائز نہیں علاوہ ازیں اس مسئلہ
میں علماء کا اختلاف ہے لیث بن سعد امام احمد کے نزدیک نقل زکوٰۃ جائز ہے حافظ ابن

1772 ابھالو شکفد یا یعنی امام وقت سے زکوٰۃ کو رکھ لینے سے الغرض اگر دونوں جگہ سا لوگ زیادہ محتاج ہیں 155/5
یا پھر بیمار یا طالب علم یا رشتہ دار ہوں تو جائز ہے مالکیہ حنابلہ شافعیہ کے یہاں اصح قول کے
اندر جائز نہیں ہے لیکن اگر ادا کر دیا تو اکثر کے نزدیک ادا ہو جائیگی شافعیہ کے نزدیک دا لبقول امام
احمد کے دونوں قول ہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ ہر ایک زکوٰۃ کے اندر اختلاف ہے جو اہل شہر کے بہ نسبت فاضل
1773 ہو اور اگر فاضل ہے تو بالاتفاق مستحب ہے زکوٰۃ نقل جائز ہے۔ عن ابی ھریرۃ اس حدیث کے 6
اندر وارد ہوا کہ آپ نے کھجور کو رکھ لیا لیکن مسلم کے اندر کھا برداشت وارد ہوا یعنی جب کہ اس لقمہ کو منہ سے نکالا
اور اصح روایت یہی ہے یعنی جمہور کی قرأت اول ہے جملہ ثانی اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ کلا رضعلیہ
اولا ھا ارد علیہ اخرا ھا اور مسلم کے اندر بعض نسخوں میں وارد ہوا لیکن اکثر کے اندر اشکال ہے کہ 12
اول کا لفظ پہلے اور دوبارہ رد او کی نفی ہو گا اور دو اول ہو گا لہٰذا قاضی عیاض فرماتے ہیں
کہ اصل میں یوں ہونا چاہئے کہ کلا رضعلیہ اولاھا اخراھا ارد علیہ اولاھا۔ شیخ عبد الحق محدث
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ صحیح ہے یا تو اسکو ایسے کہ دوسری روایت اور جو ہو گا وہ
اسی طرح یعنی عکس اول ہو گا یا اسکو ایسے کہ اس سے مقصود کثرت مرور بیان کرنا ہے کیفیت
1777 نفس اللاحق بیان کرنا مقصود نہیں ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر 156/4
انبیاء پر صلوٰۃ جائز ہے چنانچہ ایک جماعت اسکی قائل ہے لیکن جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے
دوسرا مسئلہ علماء نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینے آتا ہو تو اسکو دعا دینا کیا حکم ہے ظاہریہ
1778 کے نزدیک واجب ہے جمہور شافعیہ بلکہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ استحباب کیواسطے ہے عن ابی ھریرۃ 7
اس حدیث کے اندر حضور نے حضرت عمر کو عامل بنایا وصول کیلئے ابن جمیل کے پاس گئے ان کا نام میں حافظ
نے تین قول نقل کئے ہیں (۱) معلوم نہیں (۲) عبد اللہ (۳) حمید۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ چونکہ یہ منافق تھا
اسلئے اس نے صدقہ سے انکار کیا اور پھر حضور نے اسپر نکیر فرمائی لیکن لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان
تھا اور حضور نے اسکے گذشتہ حال کی دعا کی تھی اور پھر اسکی کثرت پر شکر کیا بجائے
زکوٰۃ کو نہیں ادا کیا اور دوسرا شخص خالد بن ولید اور حضرت عمر گئے تو حضرت خالد بن الولید کا بھی 10
انکار کیا لیکن حضور نے ان کے متعلق فرمایا قد احتبس ادراعہ - اسکے دو مطلب ہیں الشیخ
صدقہ و لیفہ سا تہسا کہ صدقہ کا عمل کی ادا کر دیا ہے لہٰذا اب مستحق نہیں رہے (۲) الکافی
جو کچھ تھا وہ سب اللہ کے واسطے دیدیا اور اب وقف کرنا کسی طرح لہٰذا مستحق کیسے کیا فانزہ
نیز یہ شخص حضرت عباس ہیں ان کے متعلق جو کچھ حضور نے فرمایا اسکے بھی دو مطلب ہیں
(۱) حضرت عباس سے آپ نے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے لی تھی اسلئے آپ نے فرمایا واما العباس
فھی علی (۲) حضرت عباس نے حضور سے زکوٰۃ کی مہلت مانگی تھی اسکو آپ نے فرمایا کہ وہ تو 10
میرے ذمہ ہے اور یہ میرے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہیں لہٰذا اسکا تم کو مستحق نہ کرنا چاہئے
1779 عن ابی حمید الساعدی اس حدیث کے اندر ابن اللتبیہ کا نام عبد اللہ بتلایا جاتا ہے عمدہ 11
عسکری فرماتے ہیں کہ انکو حضور نے قبیلہ بنی ذبیان کا صدقہ لینے کا عامل بنایا تھا۔

1779 اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے جو مسلم کے صدقہ کا عامل بنا تھا خود فرماتے ہیں کہ دونوں کو عامل بنایا 156 / 11
ہوگا اس حدیث سے علامہ خطابی نے یہ مسئلہ مستنبط فرمایا کہ کل امر یتذرع به الی محظور فهو محظور یعنی جو امر کسی حرام
شئ کی طرف وسیلہ ہو وہ خود حرام ہوتا ہے چنانچہ قاعدہ ہے کہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوتے ہیں اب یہ کہ یہ قاعدہ 18
اس حدیث سے کیسے مستنبط ہوا یہ ایسے ہوا کہ ہدیہ لینا سبب ہے عامل کی مساہلت کرنے کا صدقہ میں اور مساہلت
حرام ہے اور اسکا سبب ہدیہ ہے لہذا وہ بھی حرام ہوگا۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی خطابی نے کہ ہر دخیل فی العقد
کو دیکھنا چاہیے کہ اسکا حکم عند الانفراد وہی ہے جو عند الاقتران ہے یا نہیں اگر ہے تو وہ عقد بھی جائز ہے ورنہ یہ کہ
اور یہ بات بھی حدیث سے معلوم ہوئی کہ یہاں ہدیہ عمل کیساتھ ہے عمل ہوگا تو ہدیہ بھی ملیگا اور اگر عمل ہی
ختم ہو جائیگا تو ہدیہ بھی ختم ہو جائیگا لہذا عند الانفراد السعی ہدیہ کا حکم اور ہے اور عند الاقتران العمل ہدیہ کا حکم اور
ہے لہذا یہ جائز نہیں

اس مسئلے کے اندر اختلاف ہے کہ حیلہ جائز ہے یا نہیں حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک جائز ہے اور حنابلہ و مالکیہ کے
نزدیک جائز نہیں ہے علامہ خطابی نے اس جملے سے اسی عدم جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے **الفصل الثانی**

1781 عن ابن عباس الخ والذین یکنزون الذهب والفضة الخ یہ آیت اپنے عموم کی وجہ سے صحابہ کرام پر گراں گذری تھی کیونکہ اسکے 22
عموم سے ان لوگوں کو خوف ہوا کیونکہ صحابہ کے اندر حضرت ابوذر کا مذہب بھی یہی تھا کہ کسی قسم کا ایک پیسہ اور مال بھی
رکھنا جائز نہیں حتی کہ رات کے آنے سے پہلے ہی اسکو خرچ کرنا چاہیے لیکن وہ بقیہ صحابہ ان کے خلاف تھے
تو حضور نے اس حدیث کے اندر ان کی اس پریشانی اور خوف کو ختم فرمایا اسطریقے پر کہ جو خزانہ میں ہے اسکا
مال زکوۃ جب نکل گیا تو اب وہ اس خزانہ کے اندر اور اس آیت کے عموم سے بالکل نکل گیا چنانچہ اگر اسکے
1782 عموم میں تمام مال داخل ہوتا تو اللہ تعالی میراث کو کیوں فرض فرماتے عن جابر بن عتیک الخ
رکیب مبغوضون اس سے عمال مراد ہیں چونکہ ان کی ٹولیاں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں اسلئے جمع تصغیر استعمال 26
فرمایا اور مبغوضون اسلئے فرمایا کہ مال سے طبعی محبت ہر شخص کو ہوتی ہے لہذا مال کے چھیننے والے سے ہر شخص 27
بغض رکھتا ہے وان ظلموا فعلیهم یعنی اگر بالفرض والتقدیر یا تمہارے زعم کے مطابق اگر وہ ظلم کریں تو 157 / 1
بھی تم لوگ دیدو اور اس ظلم سے حقیقی ظلم مراد نہیں ہے ایسی صورت میں تو قطعاً جائز نہ ہوگا ایک مسئلہ یہ کہ اگر
عامل زکوۃ کے اندر کچھ زیادہ مال لے لے تو وہ فاسق ہو جاتا ہے اور فسق سے حنفیہ کے نزدیک معزول نہیں ہوگا
1784 البتہ مستحق عزل ہوگا اور شافعیہ کے یہاں مطلق فسق سے معزول ہو جائیگا عن بشیر بن الخصاصیة
اس حدیث کے اندر آپ نے مالداروں کو ان کے مال کے کتم سے منع فرمایا ہے چند وجوہ سے (۱) چونکہ مال سے محبت 4
زیادہ ہوتی ہے تو وہ محبت کی وجہ سے اپنے زعم میں زیادہ سے مال کے لینے کو بھی اچھا سمجھتے تھے۔
(۲) مال کا کتم خیانت ہے اور یہ جائز نہیں (۳) صحابہ منع فرماتے ہیں کہ اجازت کتم کے بعد ان لوگوں
1786 کو ہمیشہ کیلئے عادت ہو جاتی ہے اسلئے ہم نے منع فرمایا عن عمرو بن شعیب الخ اس حدیث کا 7
یہ جملہ وارد ہوا لا جلب ولا جنب یہ جملہ باب الزکوۃ کی طرح باب السباق کے اندر بھی وارد ہوا ہے 8
باب الزکاۃ کا مطلب یہ ہے کہ جلب کہتے ہیں کہ ساعی زکوۃ لینے کیلئے جائے اور ایسی جگہ اترے جہاں

1786 ان لوگوں کا مال زکوۃ دور ہو اور اسی جگہ سے کہے کہ اپنا مال میرے پاس یہاں لاؤ تو آپ نے اس کو منع فرمایا۔ 157/8
اور جنب کہتے ہیں کہ مال والے لوگ اپنا مال مکان مشہود و معروف سے دوسری جگہ منتقل کر دیں تاکہ عامل کو
ان کے پاس پہنچنے میں مشقت ہو آپ نے اس کو بھی منع فرمایا۔ اور ان دونوں کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ دونوں
کے اندر مشقت ہے اور باب الرھان کے اندر جو ان دونوں کی ممانعت ہے وہاں ان کی تفسیر دوسری ہے۔
جلب کا مطلب ہے کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑے اور پیچھے سے دوسرا آدمی چیخ مارے تاکہ گھوڑا
خوب دوڑے آپ نے اس کو بھی منع فرمایا کیونکہ ایسی صورت کے اندر مسابقت کا علم نہیں ہوگا اور کوئی
فائدہ مرتب نہ ہوگا کیونکہ فطری دوڑ کا پتہ نہیں چلیگا اور جنب کا مطلب ہے ایک آدمی اپنے ساتھ دو
گھوڑے لے لے اور جب ایک تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائے اس کو بھی ممانعت اسی وجہ سے ہے کہ اس کے
اندر بھی سبقت کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ دونوں تفسیر امام مالک اور ابو عبید نے بیان کیں اور پہلی جو دو تفسیر ذکر
کی گئی ہیں ان کو محمد بن اسحاق امام المغازی نے بیان فرمایا۔ ابن الاثیر نے جنب کا مطلب بیان
کیا ہے کہ مالدار لوگ اپنے جانور دوسری جگہ لیکر چلے جائیں اور وہ عامل ان کے پیچھے پیچھے جائے اس کو آپ نے منع فرمایا
ایسے ہی جلب کے اندر تیسری تفسیر کتاب البیع کے اندر آئیگی تو جو آپ جلب و جنب کی تین تین تفسیریں ہوگئی
1787 عن ابن عمرؓ [158/9] — مال کا حاصل کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو اسکے پاس پہلے سے مال ہوگا یا نہیں اگر 9
پہلے سے مال نہیں ہے تو بغیر حولان کے زکوۃ واجب نہیں ہے اور اگر پہلے سے مال ہے تو پھر دو حال سے
خالی نہیں یا تو مال مستفاد مال موجود کی جنس سے ہے یا نہیں اگر مال موجود کی جنس سے نہیں تو اسکو مال
موجود کے ساتھ لاحق نہیں کیا جائیگا اور اگر دونوں کی جنس ایک ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں یا تو ربح و ولادت
سے ہوگا یا نہیں اگر ہے تو اس کے ساتھ لاحق اور اس کے تابع بنا دیا جائیگا اور اگر اولاد و ربح سے نہیں ہے
تو امام صاحب اور بہت سے تابعین کرام کے نزدیک ملحق ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ملحق نہیں ہوگا بلکہ اسکے لئے
جداگانہ حولان حول ضروری ہے اور یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ
اس سے وہ مال مراد ہے جو ابتداءً حاصل ہوا ہو یا مال مستفاد من غیر جنس الموجود مراد ہے۔ اور ہمارے
نزدیک جو مال ہم جنس ہو اسکو لاحق اور تابع اسلئے بنایا جاتا ہے کہ ابواب زکوۃ کے اندر اصل مجانست ہے
1788 عن علیؓ [160/11] — اس مسئلہ کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے کہ زکوۃ کو حول سے پہلے ادا کیا جا سکتا ہے یا نہیں 10
امام مالک کے نزدیک جائز نہیں دوسرا قول مالکیہ کا مختار و مشہور یہ ہے کہ جائز ہے اب یہ کہ کتنی مدت پہلے تک جائز ہے
(۱) حولان حول کے ایک دو دن پہلے (۲) دس دن اور اس کے قریب (۳) ایک ماہ قبل تک جائز ہے۔
حنابلہ کے یہاں دو سال اندر اس کی رقم کی زکوۃ پہلے ادا کی جا سکتی ہے۔ شافعیہ حنفیہ کے نزدیک نصاب کے مالک
ہونے سے پہلے دے سکتا ہے ہمارے یہاں تو مطلقاً ہے اور شافعیہ کے یہاں صرف ایک سال پہلے کی قید ہے اور دو سال
پہلے دی جا سکتی ہے یا نہیں اس کے اندر دو وجہ ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسری یہ کہ جائز نہیں ہے تعجیل
بہرحال نفس تعجیل کا مسئلہ تو اس حدیث سے معلوم ہوگیا اور تعجیل لعامین کا مسئلہ ابوھریرہ کی ما قبل کی
حدیث جسکے اندر ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو ابن جمیل، خالد، حضرت عباسؓ کے پاس بھیجا تھا وہاں تفصیل
1789 سے گذر گیا عن عمرو بن شعیب [162/12] — اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ یتیم کے مال کے اندر زکوۃ ہے یا نہیں 12

1789 ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر اسکے پاس کھانے لائق مال ہے تو زکوۃ واجب ہے۔ امام محمدؒ، ابو وائل، سعید بن جبیر 157/12
عبد اللہ بن مبارک، حسن بصری، سفیان ثوری کے نزدیک زکوۃ واجب نہیں ہے۔ ائمہ ثلثہ اس حدیث سے استدلال
کرتے ہیں۔ ہمارا استدلال حضرت ابن مسعود کی ایک روایت سے ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہاں
صدقہ سے مراد نفقہ ہے چنانچہ ما کان الصدقہ خود قرینہ ہے کیونکہ صدقہ تمام مال کو نہیں کھاتا بلکہ نفقہ تمام مال کو ختم کرتا ہے

1790 **الفصل الثالث عن ابی ہریرۃ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا وکفر من کفر علامہ ابو سلیمان خطابی معالم 14
کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ حضور کے انتقال کے بعد جو لوگ مرتد ہوئے ان میں ایک فرقہ تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
کی رسالت کا انکار کر بیٹھا اور مسیلمہ وغیرہ پر ایمان لایا۔ دوسرا فرقہ وہ ہے جو اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ گیا
اور تیسرا فرقہ وہ ہے جس نے زکوۃ کا انکار کیا یہ دراصل کافر نہیں تھے بلکہ بغاۃ تھے ان پر کفر کا اطلاق تغلیباً کر دیا
گیا چنانچہ علامہ خطابی نے شیعہ لوگوں کا یہ اعتراض نقل کیا کہ حضرت ابوبکر نے مسلمانوں پر کفر کا اطلاق کیا اور ان کو اور
ان کی اولاد کو قتل کیا اور قید کیا اسکا جواب دیتے ہیں کہ یہ حضرت ابوبکر پر بہتان اور کذب ہے مقصود بالقتال
پہلی قسم تھی اور ان دونوں قسم کے لوگوں سے قتال تبعاً فرمایا۔ اب یہ اعتراض کہ فرضیت کا انہوں نے انکار کیا تو ان کو بغاۃ
کیوں کہا گیا بلکہ ان لوگوں کو کافر کہنا چاہیئے اسکا جواب دیتے ہیں کہ اس زمانہ میں اگرچہ ایسے لوگوں کو کافر
کہا جاتا لیکن ان لوگوں کو کافر اسلئے نہیں کہا کہ زمانہ اسلام کی ابتداء تھی اور اسلام کی شہرت اور اسکے تمام احکام
کی اشاعت نہیں ہوئی تھی لیکن اب اسلام خوب پھیل چکا اور کان وغیرہ سے ہر شخص واقف ہے لہذا اب ایسا
شخص کافر ہوگا یہی بحث علامہ نووی، حافظ عسقلانی، علامہ عینی و قسطلانی وغیرہ نے کی ہے۔ حضرت شیخ مد ظلہ العالی
فرماتے ہیں کہ جو لوگ زکوۃ کے منکر ہیں وہ تو بالکل کافر ہیں البتہ ایک گروہ تھا جو اداء زکوۃ الی الامام کا منکر
تھا ان کے متعلق شیخین کے اندر اختلاف ہوا تھا آگے وارد ہوا لو منعونی عناقاً۔ عناق چھوٹے سے بچے کو 18
کہتے ہیں اس صورت میں کوئی اشکال نہیں لیکن بعض روایات کے اندر عقالاً وارد ہوا ہے جسکے معنی رسی کے ہیں
یعنی اگر رسی کی قیمت کے بقدر اگر مال زکوۃ ہے تو ہم اسکو بھی لیں گے بعض نے کہا ہے اس سے مراد ہے جس سے اونٹ کو

1793 باندھا جاتا ہے وہ قیمتی رسی ہوتی ہے **عن عائشۃ:** اس حدیث کے اندر وارد ہوا ما خالطت الزکوۃ مالاً 23
قط الا اھلکتہ اسکے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص نے اپنے مال کی زکوۃ نہیں نکالی اور وہ مال زکوۃ اسکے مال کے 24
اندر ملی رہی تو چونکہ اسکا رکھنا اسکو حرام ہے تو یہ حرام مال اسکے بقیہ حلال کو بھی ہلاک کر دیگا (۲) ایک شخص مالدار
ہے اور پھر وہ دوسرے سے زکوۃ لیکر اپنے مال میں ملالے تو وہ مال زکوۃ اسکو لینا حرام تھا لیکن اس نے لیا لہذا وہ
اسکے بقیہ مال کو بھی ہلاک کر دیگا وقد احتج الخ فرماتے ہیں مصنف علیہ الرحمہ کہ اس حدیث سے ائمہ ثلثہ 26
نے استدلال کیا کہ زکوۃ کا تعلق ذات مال اور عین مال سے ہے اسی وجہ سے زکوۃ کا مال دوسرے مال کو نہ دینے کی صورت
میں ہلاک کر دیتا ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک زکوۃ کا تعلق ذمہ سے ہے اور اسپر پھر یہ مسئلہ مرتب ہوا
کہ امام صاحب کے نزدیک زکوۃ کے اندر قیمت کا دینا جائز ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک اسی مال کا دینا واجب ہے اس مال
کی قیمت سے زکوۃ ادا نہ ہوگی۔ امام صاحب والے مذہب ہی کو حضرت عمر، ابن عمر، ابن عباس، طاؤس وغیرہ نے اختیار کیا
ابن قدامہ نے دلیل بیان کی کہ معاذ بن جبل نے اہل یمن کو خطاب کیا تھا البیس و خمیص وغیرہ سے آؤ تو انہوں نے
زکوۃ کے اندر اسکو وصول کیا اور ایسے ہی بہت سی روایات مستدل ہیں۔

۱۶۳ ۱۵۹/۱

باب ما يجب فيه الزكوة (الفصل الاول)

1794 عن ابي سعيد :- اس حدیث سے ائمہ ثلاثہ نے استدلال کیا کہ پانچ وسق سے کم کے اندر عشر نہیں ہے اس مسئلہ ۱۵۸/۱
کے اندر اختلاف ہے کہ کن کن اشیاء کے اندر عشر ہے امام شافعی اور امام مالک فرماتے ہیں کہ مکیل مدخر مقتات
کے اندر زکوۃ ہے اور جسکے اندر ان تین وصفوں میں سے کوئی نہ ہو تو اسکے اندر عشر نہیں ہے امام احمد کے یہاں مقتات
ہونا ضروری نہیں ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مکیل کے اندر عشر ہے خواہ مدخر و مقتات ہو یا نہ ہو۔ پھر ان اشیاء کے نصاب
کے اندر بھی اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جن کے اندر عشر ہے اسکا نصاب پانچ وسق ہے۔ داؤد ظاہری
کے نزدیک مکیلات کے اندر ایک کیل اور بقیہ کے اندر قلیل و کثیر سب کے اندر عشر ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ کوئی نصاب
ضروری نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں ابن عمر کی حدیث سے جسکے اندر ہے کہ جس زمین کو چشموں اور آسمان نے سیراب
کیا ہو اسکے اندر عشر ہے اور جسکو پانی سینچ کر دیا گیا ہو اسکے اندر نصف عشر ہے اور اس حدیث کے اندر
کسی نصاب - مدخر وغیرہ - یا کسی معین مقدار کی تعیین نہیں کی گئی بلکہ قلیل و کثیر سب کو شامل ہے ایسے ہی
ارشاد فرماتے ہیں کہ ومما اخرجنا لکم الآیۃ یہ بھی عام ہے اور ہر قسم کو شامل ہے۔ اب ائمہ ثلاثہ نے جو اس
حدیث سے نصاب معین پر استدلال کیا اسکا جواب ہے کہ یہ حدیث من باب الزکوۃ ہے من باب العشر نہیں ہے
اور پانچ وسق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانچ وسق دو سو درہم کا ہوتا ہے کیونکہ ہر وسق چالیس درہم کا
ہوتا ہے تو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو سو درہم کے اندر زکوۃ ہے۔ دوسرا مسئلہ ان کا ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک نصاب اور مدخر ہونا بھی ضروری تھا اسکا استدلال انہوں نے اس حدیث سے کیا لیس فی الخضروات
صدقۃ ہم اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ خطاب عمال کو ہے کہ تم کو ان کا صدقہ وصول کرنا ضروری نہیں ہے
1795 اموال والوں کو چاہیئے کہ وہ خود صدقہ دیں عن ابی ہریرۃ :- اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ عبد اور ٣
فرس کے اندر صدقہ نہیں ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ظاہریہ کے نزدیک عبد و فرس کے اندر مطلقاً صدقہ نہیں
خواہ وہ عبد تجارۃ کیلئے ہو یا خدمت کیلئے ہو۔ جمہور کے نزدیک اگر تجارۃ کیلئے ہیں تو بالاتفاق صدقہ ہے
اور اگر خدمت اور غزوہ کیلئے ہے تو بالاتفاق صدقہ نہیں ہے اور اگر نہ خدمت کیلئے ہے اور نہ تجارۃ کیلئے
ہے تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک صدقہ نہیں اور امام صاحب۔ حماد بن سلیمان نخعی۔ زید بن ثابت کے نزدیک صدقہ
واجب ہے کیونکہ شروح موطا وغیرہ کے اندر موجود ہے کہ حضرت عمر نے ایسے گھوڑوں کے اندر صدقہ لیا ہے اور جن
روایات کے اندر فرس میں صدقہ نہ دینے کا ذکر ہے اس سے مراد فرس غازی اور عبد خدمت ہے۔ اور جن فرس
کے اندر صدقہ ہے اسکے اندر امام صاحب سے تین روایات ہیں (۱) اگر ذکور و اناث دونوں شامل ہوں تو صدقہ ہے
کیونکہ اس سے توالد اور تناسل کا سلسلہ قائم رہتا ہے (۲) محض اناث کے اندر بھی صدقہ ہے کیونکہ غیر کے فحول سے
توالد کا سلسلہ قائم ہو سکتا ہے (۳) محض ذکور کے اندر بھی صدقہ ہے اور ان تمام کی قیمت لگا کر اسکی
1796 حساب سے صدقہ واجب ہے یا ہر فرس کے بدلے میں ایک درہم واجب ہوگا عن انس :- اس حدیث کے اندر ٥
وارد ہوا کہ من سئل فوقہا فلا یعط صدقہ لینے والا اگر زیادہ صدقہ لینا چاہے تو مت دو۔ اس پر اعتراض ہوتا ٨
کہ ایک حدیث کے اندر تو آتا ہے کہ مصدق کو راضی کرو تو اس حدیث کے اندر اور ارضاء مصدق والی روایت
کے اندر تعارض ہے اسکا جواب ۱ ارضاء مصدق ضروری ہے اسوقت جبکہ وہ اپنے ظلم میں نہ پہنچے کہ اس
حال کم دیا ہے جواب ۲ ارضاء مصدق والی روایت ظلم عبید پر محمول ہے اور اس حدیث کے اندر آپ نے ایک مسئلے

1796 کے طور پر بیان فرمایا۔ آگے آپ نے بیان فرمایا کہ پچیس کے اندر بنت مخاض ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے۔ بعض نے حضرت علی اور ۱۵۸ / ۲۸
شریک بن عبداللہ سے نقل کیا کہ پچیس کے اندر تو پانچ بکریاں اور چھبیس کے اندر بنت مخاض ہوگا حقہ اور طروقۃ الجمل ۱۰
حقہ کو حقہ اسلئے کہتے ہیں کہ وہ مستحق ہو جاتی ہے اسبات کا کہ اس پر سواری ہو یا جائے اور طروقۃ الجمل اسکو اسلئے کہتے
ہیں کہ وہ اس کے جمل جماع کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔ آگے اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ اذا زادت علی عشرین ومأۃ
ففی کل اربعین بنت لبون الخ۔ اسکے اندر علماء کا اختلاف چل رہا ہے کہ ایک سو بیس سے زیادہ ہونے کی صورت
میں کیا حکم ہے۔ ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک ایک روایۃ کے اندر یہ ہے کہ اگر ایک عدد بھی ایک سو بیس پر زائد ہوگی
تو تین بنت لبون واجب ہوں گے اور ایک سو تیس تک اتنا ہی رہیگا اور ایک سو تیس پر تین حقہ واجب ہوں گے دوسری
روایت ان کی یہ ہے کہ ایک سو تیس تک کچھ نہیں اسکے بعد تین حقے ہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ایک
بھی زائد ہو جائے ایک سو بیس پر تو اسکے بقدر زکوٰۃ واجب ہوگی اور جب پچیس اسپر زائد ہو گئے تو دو حقے
اور ایک بنت مخاض ہوگا اور پھر ایک سو پچاس تک تین حقے ہوں گے اور پھر استیناف ہوگا یہی مذہب
حضرت علی۔ ابن عمر۔ ابن مسعود۔ نخعی وغیرہ سے اور ہے اور مستدل دونوں فریقوں کا یہی حدیث ہے ہمارے نزدیک زیادتی
سے مطلق زیادتی مراد ہے اور ائمہ ثلٰثہ کی روایۃ ثانیہ کی دلیل یہ ہے کہ زادت کے اندر زیادتی سے خمسین
اور اربعین کی زیادتی مراد ہے۔ آگے حدیث کے اندر آپ نے فرمایا کہ اگر کسی پر جذعہ واجب ہے لیکن اسکے مال میں
جذعہ نہیں بلکہ حقہ ہے تو وہ حقہ ہی دیدے اور اسکے ساتھ بیس درہم بھی زائد دیدے اسی عشرین درہم
کے متعلق امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ تعیین شارع ہے اسی کا دینا ضروری ہے۔ امام صاحب کے نزدیک شارع
کی تعیین نہیں بلکہ اگر اسکے بدلہ اسکی قیمت کے بقدر کچھ اور دیدے تو کافی ہے۔ ایک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ
اگر کسی شخص پر بنت مخاض واجب ہے اور وہ اسکے مال کے اندر موجود ہے لیکن اسکے بجائے ابن لبون ہو تو ابن لبون کا دینا جائز
ہے یا نہیں۔ ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ حضور نے فرمایا فان لم تکن الخ۔ امام صاحب کے نزدیک جائز
ہے اب یہ کہ بنت مخاض اور ابن لبون کے اندر تو ایک سال کی کمی زیادتی کا فرق ہوتا ہے لہذا ایک دوسرے کے بدلے
میں کیسے جائز ہے اسکا جواب ہے کہ چونکہ بنت مخاض مؤنث ہے اور اسکا نفع زیادہ ہے اسلئے وہاں ایک سال
کی کمی کا اعتبار نہیں بخلاف ابن لبون کے کہ وہ مذکر ہونے کی وجہ اتنا نافع نہیں اسلئے وہاں عمر کی زیادتی
کر دی گئی ہے۔ آگے چلکر حدیث پاک میں فی شاۃ تک سائمہ کی قید ہے یہ ائمہ ثلٰثہ کے نزدیک احترازی ہے
اور امام مالک کے نزدیک یہ قید اتفاقی ہے۔ قاضی ابو الولید باجی فرماتے ہیں کہ یہ قید واقعی ہے ورنہ مفقود
الطلاق ہے کیونکہ حضور نے ابل کے اندر بھی سائمہ کی قید لگائی ہے جیسے ایک جگہ اس حدیث کے اندر ہے
ولا تخرج فی الصدقۃ ہرمۃ ولا تیس ولا ذات عوار الا ما شاء المصدق الخ امام ابو عبید فرماتے ہیں مصدق سے مراد ۲۶
مالک ہے اور یہ بفتح الدال وبتشدید الصاد ہے۔ جمہور فرماتے ہیں کہ یہ مصدق بکسر الدال ہے اور اسکی مراد
والا ساعی مراد ہے۔ شیخ الحدیث صاحب مد ظلہ العالی فرماتے ہیں کہ مصدق یا تو متصدق کے معنی میں ہے یا بتشدید الصاد
والدال ہے ان دونوں صورتوں میں صدقہ دینے والا مراد ہے اور اگر مصدق سے ساعی مراد لیں تو بہت اشکال
درست نہیں ہے کیونکہ ساعی بغیر اجازت کے لے نہیں سکتا اسکی مشیت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے اور اگر اس سے
مراد مالک مال ہو تو ہرمہ اور ذات عوار پر اشکال ہوگا کہ ان دونوں کو دینا جائز نہیں ہے لہذا اسکی مشیۃ سے

1796 کیا ہو سکتا ہے عدا اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ اس کے پاس ثابت چاندی ذات عوار اور جو رقم ہیں ان تب شدہ تک کو
ان میں سے ایک دیے گئے عدد سے نقال بہ نکلیگا۔ اگر الجملہ بعد ق سے ساعی مراد لیں تو استثناء بھی صحیح ہوگا ٢٦
اور اگر اس سے مالک مراد لیں تو تیسیر لہ انشد تو استثناء صحیح ہے لیکن بقیہ کے اندر استثناء غلط ہوگا اور اگر ہم
مجہول سے استثناء کریں تو اس سے مراد مالک نہیں ہو سکتا مگر یہ کہ اللہ کو بکری کے مسئلہ میں لگایا جائے ولا یجمع
بین متفرق۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہوا ہے کہ یہ خطاب کس کو ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ خطاب ٢٧
مالک کو ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ سعاۃ کو ہے حافظ عسقلانی علامہ کاسانی اور محققین کے
نزدیک دونوں کو خطاب ہے اگر مالک کو خطاب ہے تو اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ مثلاً تین آدمی ہیں
ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں انہوں نے ساعی کو دیکھکر اپنے تینوں حصوں کو ملا دیا تاکہ
صرف ایک ہی بکری واجب ہو کیونکہ اگر الگ الگ رہتا تو ہر ایک کے نصاب ~~واجب ہوتی~~ حصہ میں الگ
الگ زکوٰۃ واجب ہوتی تو حضور نے اس سے منع فرمایا کہ جمع کرے مالک اپنے متفرق کو۔ اور دوسرا
جملہ ہے ولا یفرق بین مجتمع اس کا مطلب اس صورت میں یہ ہوگا کہ ایک شخص کے پاس اسی بکریاں ہیں ٢٧
تو اس نے ساعی کو دیکھکر اپنے چند بھائیوں کے اندر انکو تقسیم کر دیا تاکہ قلیل ہونیکی وجہ سے زکوٰۃ واجب
نہو اس سے بھی آپ نے منع فرمایا کہ تفریق کرے مالک اپنے مجتمع میں خشیۃ الصدقۃ اول مطلب کی ١٥٩ / ١
بنا پر اس جملہ کا مطلب یہ ہوگا خشیۃ زیادۃ الصدقۃ اور ثانی صورت میں مطلب ہوگا خشیۃ وجوب الصدقۃ
اور اگر خطاب سعاۃ کو ہے تو لا یجمع بین متفرق کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک ایک شخص کے پاس بیس بیس (٢٠) بکریاں
ہیں تو اس صورت میں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن ساعی نے ان تمام کو ملا دیا تاکہ صدقہ واجب ہو جائے
حضور نے اس سے منع فرمایا تو اس صورت میں خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ہوگا خشیۃ عدم وجوب الصدقۃ۔ اور
لا یفرق بین مجتمع کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک شخص کے پاس ایک سو بیس (١٢٠) بکریاں ہیں ساعی نے اگر اس پر ایک
تو ساعی نے دیکھا کہ یہ چند نصاب ہے تو اسکو ٹکڑے کر دیا اور اسنے ان کو الگ الگ چالیس چالیس پر تقسیم
کرکے چند نصاب کی زکوٰۃ الگ الگ واجب کردی اس سے بھی حضور نے منع فرمایا کہ ساعی مجتمع کے درمیان
تفریق کرے۔ اور اس صورت میں خشیۃ الصدقۃ کا مطلب ہوگا خشیۃ تقلیل الصدقۃ۔ وما کان من
خلیطین فانهما الخ خلطہ کی دو قسمیں ہیں (١) خلطہ اشتراک (٢) خلطہ جوار۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ ١
شریکین کا مال متمیز نہو اور ثانی کے اندر متمیز ہوتا ہے۔ احناف میں اختلاف ہے خلطہ کا اثر وجوب
زکوٰۃ اور عدم وجوب میں ہوتا ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک اسکا کوئی اثر نہیں جس شریک کا مال
نصاب کے بقدر ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور جسکا مال نصاب کے بقدر نہیں اس پر زکوٰۃ بھی نہیں امام مالک
بھی یہی فرماتے ہیں لیکن احناف میں اختلاف ہے کہ اگر دو شخصوں کے پاس بقدر نصاب مال
ہے مثلاً ہر ایک کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں تو امام صاحب کے نزدیک مجموعہ زکوٰۃ کی جائیگی یعنی
دونوں کو ملا کر اسی میں سے دو ایک بکری کی جائیگی اور جب اپنا اپنا منفرد ازکوٰۃ کی جائیگی یعنی ہر ایک
سے ایک ایک بکری لیجائیگی امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک خلطہ کا اثر نصاب میں بھی ہے اور ادا
زکوٰۃ میں بھی ہے لہذا ہر خلیطین سے مراد خلطہ شرکت لیں ہے۔ فتراجعان بینهما بالسویة اسکا مطلب

یہ مطلب اگر ایک شخص کے پاس چالیس بکریاں ہیں اور دوسرے کے پاس اسی بکریاں ہیں تو ساعی ان دونوں سے ١٥٩/١
دو بکریاں لیگا ایک چالیس والے سے اور ایک اسی والے سے یعنی ایک شخص کے پاس دو ثلث ہیں اور
ایک کے پاس ایک ثلث ہے لہذا زکوٰۃ دینے کے بعد آپس میں مال زکوٰۃ کو اسی تناسب پر تقسیم کریں گے
1797 عن عبد اللہ بن عمر :- اس حدیث کے اندر لفظ عثریا کے متعلق علامہ تورپشتی اور علامہ جزری
فرماتے ہیں کہ اس زمین کو کہتے ہیں جس کو آسمان سیراب کرے۔ بعض شراح کا خیال فرماتے ہیں کہ جس زمین کے ٢
اندر نمی ہو اور درخت اس نمی سے سیرابی حاصل کرے حافظ اور جمہور شراح مشکوۃ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے
کلام کلام کے اندر تکرار ہو کیونکہ آسمان و چشموں کا ذکر ماقبل میں آچکا ہے عن ابی هریرة :- اول جملہ اس
1798 حدیث کے اندر ہے العجماء جرحها جبار اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی جانور بغیر سائق راکب قائد وغیرہ کے ٤
چل رہا ہے اور کسی آدمی کو زخم لگا دے تو اس پر کوئی تاوان نہیں دوسرا جملہ والبئر جبار اسکا مطلب یہ ہے کہ ٤
اپنی زمین کے اندر کوئی شخص کنواں کھودے اور کوئی دوسرا آدمی اسکے اندر گر جائے تو اس پر کوئی تاوان نہیں مطلب ٥
یہ ہے کہ ایک آدمی کسی کے کنواں کھودوا رہا ہے اور کھودنے والا اسی میں دب کر مر جائے تو کنواں والے پر کوئی تاوان
نہیں۔ والمعدن جبار اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو زمین سے نکلوایا اور وہ زمین
کے اندر دب کر مر گیا تو اسکا تاوان ہدر ہے وفی الرکاز الخمس حدیث کے اندر باب سے اسی جملہ کو مناسبت
ہے جس خزانہ کو زمین کے اندر دفن کیا جائے اسکو کنز کہتے ہیں اور جو خود پیدا ہو وہ معدن ہے اور
لفظ رکاز عام ہے دونوں کو شامل ہے اور امام صاحب کے نزدیک یہاں رکاز سے عام معنی مراد ہیں ائمہ ثلثہ
کے نزدیک یہاں دفینہ اہل جاہلیت مراد ہے کیونکہ حضور نے رکاز کا عطف معدن پر کیا عطف مغایرت
کو چاہتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رکاز سے عام معنی مراد نہیں ہیں اگر دونوں ایک ہوتے تو فرماتے وفیہ
الخمس۔ ... کی طرف سے جواب اس مسئلہ کا یہ ہے کہ یہاں پر اظہار فی موضع الاضمار ہے اور فائدہ
اسکا یہ ہے کہ بخاری کے اندر معدن کا ذکر نہیں بلکہ وہاں پر یہ ہے والبئر جبار وفی الرکاز الخمس
تو اظہار کی صورت میں دونوں روایتوں میں تطبیق نہیں ہوگی پھر مقصد یہ بیان ہو چونکہ دونوں الگ الگ
1799 ہیں اس وجہ سے حضور نے معدن اور رکاز کو الگ الگ بیان کیا الفصل الثانی عن علی :- ٥
اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے فاذا زادت فعلی حساب ذلک۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر دو سو پر کچھ ١٠
زائد ہو جائے تو ائمہ ثلثہ صاحبین ابن المنذر فرماتے ہیں کہ ایک درہم کے اندر بھی اسکا چالیسواں حصہ
واجب ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ چالیس درہم تک کچھ نہیں اسکے بعد ایک درہم واجب ہوگا چنانچہ ایک حدیث
کے اندر آتا ہے ولا تاخذ منها دون الاربعین اور وہ اس حدیث کا بیان واقع ہوگی۔ ولیس فی العوامل شیء ١٣
ائمہ ثلثہ اور جمہور کا یہی مذہب ہے امام مالک لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ عوامل میں زکوۃ ہے
ائمہ ثلثہ کے نزدیک تبیع وہ ہے کہ تبیع اسے کہتے ہیں کہ جو دوسرے سال میں داخل ہو اور مسنہ وہ ہے
جو تیسرے سال میں داخل ہو۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تبیع وہ ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو اور
مسنہ وہ ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ قیمت کا دینا جائز ہے یا نہیں
امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں بلکہ عین دینا چاہیئے۔

۱۵۹/۱۵
1801 عن انسؓ اس حدیث کے اندر وارد ہوا کہ ~~مانع~~ صدقہ میں تجاوز کرنے والا مانع صدقہ کے روکنے والے کی ۱۵۹/۱۵
ہے اگر معتدی سے مراد ساعی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جب وہ مقدار معین سے زیادہ اسکی صدقہ لیگا تو آئندہ وہ مالک
اس سے اپنا مال چھپا لیگا تو گویا منع کرنا ثابت ہوگیا اور اگر اس سے مراد ہم مالک مال کو لیں تو مطلب ہوگا
کہ وہ صدقہ کے اندر اعتداء یعنی کہ مقدار مناسب نہیں دیتا تو گویا حق واجب کو روک رہا ہے تیسرا مطلب ۱۶
اسکا یہ ہے کہ صدقہ دیکر احسان جتلانے والا عدم ثواب کے اندر مثل مانع کے ہے چوتھا مطلب یہ ہے کہ معتدی سے مراد
وہ شخص ہے جو غیر محل کے اندر صدقہ رکھے تو جیسے مانع کا اجر مستحق تک نہیں پہنچتا ہے ایسے ہی اسکا اجر بھی
۱۵۹/۱۹
1804 مستحق تک نہیں پہنچا کہ اس کو زکوۃ سے محروم رکھا ہے عن عتاب بن اسیدؓ اس حدیث کے اندر خرص کا ذکر ہے
خرص کا معنی ہے اندازہ لگانے کے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سعاۃ کو اندازہ لگانے کیلئے بھیجا ۱۹
کرتے تھے تاکہ وہ لوگ مال کو دیکھکر زکوۃ کا فیصلہ فرماویں۔ اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ خرص
کیا جائیگا یا نہیں قاضی شریح۔ داود ظاہری کے نزدیک صرف نخل کے اندر خرص ہوگا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
نخل اور عنب کے اندر خرص ہوگا امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ نخیل تک تو صحیح تھا تو زیتون کے اندر
بھی خرص ہوگا امام صاحب کے نزدیک اب خرص نہیں ہوگا۔ شریح اور داود ظاہری حضرت عائشہؓ کی
اس حدیث سے اور ائمہ ثلاثہ اسکے علاوہ عتاب بن اسید کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس قسم کی احادیث یا تو ثابت نہیں اور اگر ہم ثبوت مان لیں تو وہ محمول ہیں اور اگر بعض
حضرات مقصود ہو تو منسوخ ہیں کیونکہ خرص اندر پھلوں کو دیکھکر اندازہ لگایا جاتا ہے اور اسکے اندر
غلطی کا احتمال ہے اور وہ ~~بیع~~ ربوا ہوگا اور ربوا منع ہے اب اعتراض ہوا کہ عتاب بن
اسید کی حدیث منسوخ کیسے ہوگی وہ تو فتح مکہ کے بعد اخیر میں اسلام لائے لہذا ان کی حدیث موخر ہے
اسکا جواب یہ ہے کہ فتح مکہ ۸ھ میں ہوا اور حضور نے تحریم حجۃ الوداع ۱۰ھ کے اندر فرمائی۔ نیز یہ
قرابۃ کے اندر داخل ہے اور حدیث المزابنہ اپنے عموم کی وجہ سے سکوت مل ہے۔ ایک جواب یہ ہے کہ
امام طحاوی نے حضرت جابرؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جسکے اندر ہے کہ نہی عن الخرص اس سے معلوم ہوا کہ پہلے
خرص کا حکم تھا بعد میں آپؐ نے منسوخ فرمادیا اور یہ حدیث منسوخ ہے ایک جواب یہ ہے کہ یہ خرص کا حکم عمل
کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ اسوقت چونکہ عمال یہود ہوتے تھے اور وہ خیانت کرتے تھے تو ان کی خیانت کے ختم
کرنے کیلئے آپؐ نے خرص کا حکم دیا خرص کے حکم میں امام شافعی سے تین روایات ہیں (۱) واجب ہے
۲۵۹/۲۴
1807 (۲) مستحب ہے (۳) جائز ہے یہی امام مالکؒ کا ایک قول ہے عن ابن عمرؓ اس حدیث سے معلوم ہوا
کہ عسل (شہد) کے اندر زکوۃ ہے یہی حضرات امام صاحب امام احمد کا مذہب ہے حضرت امام مالک امام شافعی فرماتے ۲۵
ہیں کہ شہد کے اندر صدقہ نہیں کیونکہ روایات کے اندر ثبوت نہیں ملتا اور اپنی طرف سے ہم متعین نہیں کرسکتے
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس نوع کی احادیث ضعیف ہیں درجہ ثبوت کو نہیں پہنچی لیکن ابن ہمام فرماتے
۲۵۹/۲۸
1808 ہیں کہ باوجود ضعف کے ایک دوسرے سے قوت پکڑتے ہیں عن زینب امرأۃ عبد اللہؓ اس حدیث سے معلوم
ہوا کہ زیورات کے اندر صدقہ ہے یہی مذہب ہے امام صاحب ابن عمرؓ۔ ابن مسعودؓ۔ ابن حزم کا ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ۲۶
زکوۃ نہیں ہے کیونکہ اس باب کے اندر تمام روایات ضعیف ہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن

1808 دارقطنی کے اندر ص۲۰۵ پر ایک حدیث حضرت عائشہ کی ہے جسکے اندر زکوۃ کا ذکر ہے اور اس حدیث کے متعلق ١٥٩/٢٦
ابن دقیق العید فرماتے ہیں اسنادہ علی شرط الصحیحین ۔ حضرت اسماء فرماتی تھیں جب ادا ہو وے انکی زکاۃ
کا مطلب ہے کہ کسی کو چند دن کیلئے عاریۃ دیدیو ۔ امام بیہقی نے حضرت انس بن مالک سے زیور کے اندر
1812 زکاۃ کا مطلب بیان کیا ہے عمر کو ہے کہ اندر ایک رقم زکاۃ ادا ہو ۔ عن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمن ١٦٠ اس حدیث
کے اندر اقطع اقطاع سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کسی شخص کیلئے کوئی چیز معین کر دینا کبھی مع تملیک کے اور ٩
کبھی بلا تملیک کے ۔ معادن القبلیۃ ان کے حکم میں ائمہ کا اختلاف ہے امام صاحب اوزاعی سفیان ثوری کے
نزدیک ان معادن کے اندر خمس واجب ہوگا بدلیل وفی الرکاز الخمس یہی ایک قول امام شافعی کا اور ایک قول ١٣
امام مالک کا ہے امام احمد اسحاق بن راہویہ کے نزدیک ان کے اندر زکوۃ واجب ہے یہی امام شافعی
اور حضرت امام مالک کا ایک قول ہے اور ان کا استدلال اسی حدیث سے ہے ہم اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں
کہ اس حدیث کو اہل حدیث ثابت نہیں کرتے ۔ امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اگر مشقت سے ان معادن
1813 سے حاصل ہو تو زکاۃ ورنہ خمس ہے ۔ **الفصل الثالث عن علی رضی اللہ عنہ** ١٦٠ فرمایا کہ اندر صدقہ نہ ہونے کی ١٥
1814 وجہ یہ ہے کہ وہ مقدار واجب کو نہیں پہنچتا اور وہ کسی کا مملوک بھی نہیں ہوتا ۔ **عن طاؤس** ١٦٠ اس حدیث ١٨
سے معلوم ہوا کہ وقص کے اندر صدقہ نہیں وقص کہتے ہیں اس مال کو جو بین الفریضتین ہوتا ہے اسکے اندر
امام مالک امام احمد امام شافعی اور صاحبین کے نزدیک کچھ واجب نہیں ہے ۔ امام صاحب سے اسکی اندر تین اقوال
ہیں ایک یہ کہ واجب نہیں ہے ۲ بحساب ذلک واجب ہوگا ۳ دس سے پہلے کچھ نہیں اور اگر دس ہیں تو زکوۃ ہے

باب صدقۃ الفطر ١٦٠ ٢٠

اس کی مشروعیت عید سے پہلے سنہ ۲ ہجری کے اندر ہوئی اور اول یہ ہے کہ جب رمضان کی فرضیت ہوئی یعنی شعبان ۲ھ
میں اسی وقت اسکی بھی فرضیت ہوئی ۔ اسکے حکم میں علماء اختلاف ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک فرض ہے اور
امام صاحب کے نزدیک واجب ہے ۔ ظاہریہ ۔ اشہب مالکی ۔ ابن اللبان کے نزدیک سنت ہے ۔ فرضیت والے
استدلال کرتے ہیں ایک روایت سے جسکے اندر ہے فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدقۃ الفطر ۔ ہم جواب کے اندر
کہتے ہیں یہ دلائل ظنیہ ہیں ان سے فرضیت ثابت نہیں ہوگی نیز جو بات حضور کسی چیز کے متعلق فرض کے
طریقہ پر فرماتے وہ ان لوگوں کیلئے فرض تھی کیونکہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی اسکے متعلق فرمایا گیا
لیکن ہم تک یہ تمام اخبار آحاد کے ذریعہ پہنچی ہیں لہذا فرضیت کا ثبوت نہیں ہوگا بلکہ وجوب کا ہوگا لیکن ان
لوگوں کے نزدیک بھی صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف لفظی ہے ۔

الفطر سے مراد حنفیہ کے نزدیک عید کی صبح صادق اور شافعیہ کے یہاں آخری رمضان کی شام مراد ہے
اور باقی ائمہ کے دونوں قول ہیں شافعیہ فرماتے ہیں کہ افطار چونکہ شام کا وقت ہوتا ہے لہذا وہی وقت
اسکی مراد ہے اور ہم کہتے ہیں کہ اس کا مقصود افطار خوشی کا ہے اور خوشی کا افطار صبح کے وقت ہوتا ہے
1815 **الفصل الاول عن ابن عمر** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عبد پر بھی صدقہ فطر از خود واجب ہے ٢٠
داؤد ظاہری بھی اسی کے قائل ہیں لیکن ایک شرط لگاتے ہیں وہ یہ کہ مولی اس عبد کو کسب اور کمانے کیلئے چھوڑ دے
جمہور کے نزدیک آقا کے اوپر اسکا صدقہ واجب ہے داؤد ظاہری اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں جمہور کی دلیل

1815 یہ حکم ہے بس علی المرأۃ صدقۃ فی عبدہ و لا فی فرسہ الا صدقۃ الفطر ۔ دوسرا مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت ۱۴۰/۲۰
پر بھی از خود صدقہ دینا واجب ہے چنانچہ حضرت امام صاحب سفیان ثوری ۔ ابن المنذر کے نزدیک اسی پر واجب ہوگا
بشرطیکہ عورت مالدار ہو ۔ ائمہ ثلثہ فرماتے ہیں کہ اس کے خاوند پر واجب ہے خواہ مالدار ہو یا نہ ہو حضرت
امام صاحب کا استدلال یہ حدیث ہے ایک مسئلہ ۔ جبکہ اگر کوئی غلام کافر ہے اور مسلمان کا غلام ہے تو حضرت
امام صاحب کے نزدیک اسکا صدقہ اسپر واجب ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک کافر عبد کی زکوۃ مولی پر واجب نہیں ہے
کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر کے اندر من المسلمین کی قید لگادی ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث سے
استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکے ساتھ امام مالک متفرد ہیں لیکن ضحاک بن عثمان ایک متابع ان کا مسلم کے
1816 اندر موجود ہے لہذا متفرد کہنا صحیح نہیں ہے قبل خروج الناس یہ بھی حنفیہ کا استدلال ہے عن ابی سعید ۲۲
اس حدیث کے اندر طعام سے مراد ائمہ ثلثہ اور حضرت ابو سعید کے نزدیک گیہوں ہے اور اس حدیث سے استدلال
کرتے ہوئے ایک صاع اسکے اندر وہ لوگ واجب کرتے ہیں ۔ حضرت امام صاحب حضرات خلفاء اربعہ ابن مسعود
ابن عباس ۔ مجاہد نخعی شعبی کے نزدیک گیہوں کے اندر نصف صاع واجب ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر
طعام سے گیہوں اسوجہ سے مراد نہیں ہے کہ حضور کے زمانے میں گیہوں کا شیوع نہیں ہوا تھا چنانچہ محققین نے تسلیم کر لیا ہے
کہ یہاں طعام سے مراد جو یا مطلق طعام ہے ۔ حضرت ابو سعید نے عام حدیث پر عمل کرتے ہوئے ایک صاع کا
حکم دیدیا ۔ یا ثبر عثا ایک صاع کو فرماتے تھے او صاعا من اقط اقط پنیر کو کہتے ہیں اسکو صدقہ کے ۲۳
اندر دینے اور نہ دینے کے اندر علماء کا اختلاف ہے مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر اقط غالب قوت بلد ہے تو کافی ہے
شافعیہ کے دونوں قول ہیں جواز اور عدم جواز کے ۔ حنابلہ فرماتے ہیں کہ اگر اعرابی (دیہاتی) ہے تو غالب
قوت بلد کا اعتبار ہوگا اور اگر شہری ہے موجود اسکے پاس اس پنیر کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے تو دونوں
قول ہیں حنفیہ کہتے ہیں کہ نصف صاع گیہوں کی قیمت کا جتنا پنیر آئے اتنا دینا ہوگا صرف نصف صاع پنیر
کافی نہیں ہوگا او صاعا من زبیب ائمہ ثلثہ کا مذہب یہی ہے اور امام صاحب کی بھی ایک روایت یہی ہے دوسری روایت
یہ ہے کہ نصف صاع زبیب کا واجب ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر لفظ او جو طعام شعیر تمر
اقط ، زبیب کے اندر آیا ہے یہ حنابلہ حنفیہ کے یہاں اختیار کیلئے ہے امام بخاری کا میلان بھی اسی طرف ہے
مالکیہ کے یہاں ان تمام چیزوں میں سے جو غالب قوت بلد ہے اسی کو دینا چاہیے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ
جو غالب قوت المخرج ہے اسکا اعتبار ہے یعنی زکوۃ دینے والا عام طور سے جو کچھ کھاتا ہے وہی صاع کے اندر دے

باب من لا تحل له الصدقة (الفصل الاول) ۱۶۱/۲

1821 عن النبی ۔ آپ پر صدقہ حرام تھا علامہ خطابی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے علامہ قرافی نے اجماع نقل کیا ہے ۳
1823 امام احمد بن حنبل سے صدقات تطوع کے اندر جواز کا قول نقل کیا گیا ہے عن عبد المطلب الخ ۔ اس حدیث ۲
کے اندر لفظ آل محمد کے مصداق میں علماء کا اختلاف ہے امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں کہ اس سے بنو ھاشم
مراد ہیں امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس سے بنو ھاشم کیساتھ ساتھ بنو مطلب بھی مراد ہیں ۔ اصبغ مالکی فرماتے ہیں
کہ اس سے بنو قصی مراد ہیں امام احمد بن حنبل سے بنو ھاشم کیساتھ ساتھ بنو عبد المطلب بھی مراد ہیں لیکن
دوسری روایت کے اندر صرف بنو ھاشم مراد ہیں بعض کے نزدیک صرف قریش مراد ہیں ۔ اس مسئلہ کے اندر

1823 علماء کا اختلاف ہے ان کے لئے صدقہ بالکل حرام ہے یا کچھ تفصیل ہے اکثر حنفیہ و شافعیہ و حنابلہ کے یہاں ١٤١/٦
1825 صدقہ تطوع جائز ہے۔ بعض حنفیہ کے یہاں صدقہ تطوع اور صدقہ فرضیہ دونوں حرام ہیں عن عائشۃ:۔
اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ تبدل ملک تبدل عین ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کے اندر کسی کا ٩
اختلاف نہیں دوسری بات یہ معلوم ہوئی آپ کی ازواج کا حکم اور ہے اور آپکے موالی کا حکم دیگر ہے
1827 عن ابی ہریرۃ:۔ حدیث الی کراع کراع ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے کافی دور ہے یعنی اگر کوئی شخص
بڑی دعوت کرے تو میں اس کی خاطرداری اور دل شکنی سے بچنے کیلئے اسکی دعوت کو قبول کروں گا اگرچہ مجھ ١٣
کو وہاں جانے کے اندر کتنی ہی مشقت کیوں نہ ہو۔ بعض لوگوں نے کہا کراع سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے یعنی
اگر مجھے کوئی ذرا سی چیز بھی بطور ہدیہ کے دے تو میں اسکو قبول کروں گا یہ نہیں کہ تھوڑا سمجھ کر اس کو
1828 واپس کردوں یہ آپ نے غایت تواضع کی طرف اشارہ فرمایا ہے عنہ قال:۔ اس حدیث کے اندر
مسکین کی تعریف بیان کی گئی۔ مسکین اور فقیر کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے حنفیہ کہتے ہیں المسکین ١٤
من لا شئ له اور فقیر کہتے ہیں من له ادنی شئ یہی مالکیہ کی ایک روایت ہے دوسری روایت
ان کی یہ ہے کہ دونوں برابر ہیں امام شافعی ہمارا عکس کہتے ہیں المسکین من له ادنی شئ والفقیر
من لا شئ له۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے لیکن دلائل اور احادیث متعارض ہیں الفصل الثانی عن ابی
1829 رافع:۔ ان موالی القوم من انفسهم اس سے معلوم ہوا موالی کا حکم قوم کے حکم کے مثل ہے لہذا بنو ہاشم
کی طرح ان کے موالی کو بھی صدقہ دینا جائز نہیں ہے اکثر شافعیہ۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کا یہی مذہب ہے ١٦
1832 امام مالک اور امام شافعی کا ایک قول ہے کہ غلام اور قوم دونوں حکم کے اندر الگ الگ ہیں عن عبید اللہ
بن عدی بن الخیار:۔ اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا غنی اور قوی مکتسب کیلئے صدقہ لینا جائز نہیں ٢١
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے صدقہ لینے کی حرمت کا نصاب کتنا ہے۔ ہادی باللہ کے متبعین
اور حضرات حنفیہ کے نزدیک جسکے پاس بقدر نصاب مال ہو وہ زکوۃ نہیں لے سکتا۔ سفیان ثوری۔ امام
عبداللہ بن المبارک۔ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جس شخص کے پاس پچاس درہم ہیں وہ غنی ہے اور اسکے لئے صدقہ
لینا حرام ہے۔ حضرت امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کوئی نصاب اور مقدار معین نہیں حتی اگر پچاس درہم
سے زیادہ ہو تب بھی وہ صدقہ لے سکتا ہے ابو عبید۔ حسن بصری کے نزدیک چالیس درہم والے کو زکوۃ
لینا جائز نہیں ہے۔ اب یہ سوال کس شخص کیلئے جائز ہے اور کس کیلئے حرام ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اگر
ایک دن کے بقدر کھانا پینا موجود ہے تو سوال حرام ہے۔ ہمارا استدلال اس حدیث سے ہے جسکے اندر
ہے [illegible] ۔ امام احمد کی دلیل ص ۱۶۳ پر ہے عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے
جسکے اندر ہے قیل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما الغنی قال خمسون درهما۔ اور ابو عبید حسن بصری کا
1833 مستدل ص ۱۶۳ پر ہے عن عطاء بن یسار:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا عامل کیلئے صدقہ لینا
جائز ہے خواہ وہ ہاشمی ہو چنانچہ حنفیہ کے نزدیک اسکے لئے لینا جائز ہے اور یہ حدیث مستدل ہے ٢٢
جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اگر غنی ہے تو بھی لینا جائز ہے
ہمارے نزدیک غنی ہونیکی صورت میں بقدر اپنے عمل کے لینا جائز ہے

1835 عن زیاد بن الحارث الصدائی: فجزاھا ثمانیۃ اجزاء۔ یہ اشارہ ہے قرآن پاک کی آیت شریفہ 161/26
انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا الخ کی طرف۔ اس حدیث کے اندر دو چیزوں میں علماء کا اختلاف
ہے اول یہ کہ اب بھی یہ اصناف ثمانیہ مستحق زکوٰۃ کے ہیں یا نہیں۔ امام احمد، زہری، حسن بصری کی طرح کے
نزدیک اب بھی صدقہ تمام کیلئے مستحق ہے علامہ شعبی اور جمہور علماء کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ منسوخ
۲ ہوگیا اب یہ کہ اصناف ثمانیہ میں کس کو ہر ایک پر صدقہ دینا واجب ہے یا ایک دو کو دینے سے بھی ادا ہوجائیگا
احناف کے نزدیک ایک کو دینا بھی کافی ہے البتہ امام مالک کے یہاں زیادہ محتاج کو دیکھا جائیگا۔ اور حضرت
امام شافعی اور عکرمہ کے نزدیک ہر ایک کو دینا واجب ہے۔ ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ اگر صدقہ زیادہ ہے تو
1836 ہر ایک کو دینا واجب ہے ورنہ کسی ایک کو دیدے **الفصل الثالث عن زید بن اسلم**:۔ حضرت عمر بن 162/2
الخطاب کے اس فعل مبارک کے متعلق حضرت علامہ طیبی فرماتے ہیں یہ باب التقاء سے ہے۔ حضرت شیخ ابن حجر مکی
فرماتے ہیں کہ علامہ طیبی اپنا استاد کا قول بھول گئے یعنی امام شافعی کے نزدیک تو حرام مال کھالینے سے قے کا
کرنا واجب ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ مال جسکو حضرت عمر نے تناول فرمایا
وہ حرام تھا تاکہ آپ طیبی کو ان کے استاد محترم کا قول یاد دلائیں۔ بلکہ علامہ طیبی کا فرمانا درست ہے

باب من لا تحل لہ المسئلۃ الخ (الفصل الاول)

1837 **عن قبیصۃ**:۔ تحملت حمالۃ قوم کے اندر اگر کوئی شخص دوسرے کو قتل کردے تو اس پر جو قصاص یا دیت واجب 5
ہوتی ہے اسکا کوئی دوسرا شخص کفیل بن گیا کہ میں تیری دیت ادا کروں گا لیکن پھر اسکے پاس بھی دیت کیلئے مال نہ رہے
تو ایسے شخص کیلئے سوال جائز ہے اپنی اس کفالۃ سے بری ہونے کیلئے اور اس کفالہ ہی کا نام حمالۃ ہے
حسن بصری فرماتے ہیں کہ اسکو سوال کرنا اسوقت جائز ہے جبکہ اس دیت کے وجوب کا سبب کوئی حرام شی ہو علامہ
شوکانی فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ سے مطلقاً جواز نقل کیا گیا ہے شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں
حسن بصری کا فرمانا صحیح ہے کہ وہ حرام شی پر ہو گئے فرمایا گیا حدیث کے اندر ورجل اصابتہ فاقۃ حتی یقوم ثلٰثۃ
علامہ سید جمال الدین حنفی فرماتے ہیں کہ احناف اور بعض شافعیہ اور ابن خزیمہ کا یہی مسلک ہے کہ تین آدمی گواہ
ہونے ضروری ہیں جمہور کے نزدیک یہ استحباب کیلئے ہے اور یہ کلام اسصورت میں ہے جبکہ اس شخص کے پاس
پہلے مال کا ہونا لوگوں کو معلوم ہو اور اگر سب کو معلوم ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے تو پھر تین گواہ کی
1842 ضرورت نہیں ہے **عن حکیم بن حزام** اس حدیث پاک کے اندر ید علیا سے مراد ید متعففہ (غیر سائلہ) اور ید سفلی 16
سے مراد ید سائلہ ہے بعض لوگوں نے کہا کہ ید علیا سے مراد ید منفقہ اور ید سفلی سے مراد ید سائلہ ہے اسکے علاوہ
1845 اور بھی بہت سی تفسیریں ہیں **عن عمر بن الخطاب** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مال بغیر طمع واشراف کے 24
ملے تو اسکو لے لینا چاہیے امام احمد بن حنبل سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ اس شخص کو لینا واجب ہے۔ ابن جریر
طبری فرماتے ہیں کہ اگر دینے والا رسول ﷺ ہے تو مستحب ہے اور اگر غیر رسول ہے تو اسکے اندر تین روایتیں ہیں
(۱) لینا چاہیے (۲) اگر دینے والا بادشاہ ہے تو نہ لے (۳) دوسری صورت کا تعلق یعنی بادشاہ کے علاوہ کے ساتھ
1847 **الفصل الثانی عن عبداللہ بن مسعود** اس حدیث کے اندر تین الفاظ خموش۔ خدوش۔ کدوح 27
کے متعلق علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ متقارب ہیں بعض نے کہا کہ خمش لکڑی سے چھیلنا اور خدش ناخن سے اور
کدح دانت سے چھیلنے کو کہتے ہیں۔

الفصل الثالث

1860 وعنہ قال ۔ اس حدیث کے اندر ملکان سے مراد کیا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ مجھے علم نہیں ہے اب ایک سوال
پیدا ہوتا ہے کہ جب فرشتوں کی کوئی آواز نہیں سنتا تو پھر ان کے دعا دینے کیا فائدہ ہے اسکا جواب علامہ سندی
نے دیا کہ حضور کا پیغام دینا فرشتوں کے پیغام کے حکم میں ہے جواب ۲ مقصود بالذات طرف دعا ہے خواہ کوئی
سنے یا نہ سنے آگے دعا کے اندر وارد ہوا کہ اعط منفقا خلفا شیخ عبد الحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس
خلف سے مراد مال اور غیر مال دونوں ہو سکتا ہے ایسے ہی تلف کے اندر مال اور غیر مال دونوں محتمل ہیں
واللھم اعط ممسکا تلفا علامہ سندی فرماتے ہیں کہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور نے بخیل کو بد دعا دی ہے
شیخ اکبر صاحب فتوحات مکیہ فرماتے ہیں کہ یہ بد دعا نہیں بلکہ حضور نے اسکو دعا دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو خرچ (تلف)
کرنے کی توفیق بخشے عن حارثۃ بن وھب اس حدیث کے اندر فرمایا گیا انہ یاتی علیکم زمان الخ اسکے اندر اختلاف
ہے کہ یہ زمانہ گذر گیا یا آئندہ (آئیگا (۱) بعض کے نزدیک یہ زمانہ قرب قیامت کے قریب (آئیگا (۲) بعض
علماء فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ کے زمانہ میں گذر گیا (۳) بعض کی رائے ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں گذرا

الفصل الثانی

1872 الفصل الثانی عن ابی سعید اس حدیث سے معلوم ہوا مومن کے اندر یہ دونوں خصلتیں نہیں ہوتی
اور جب اشکال ہوا کہ یہ دونوں تو اکثر کے اندر پائی جاتی ہیں یہ حدیث خلاف واقع ہے اسکا جواب ۱ یہ ہے کہ
مومن سے مراد حدیث پاک کے اندر مومن کامل ہے جواب ۲ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ خصلتین سے مراد یہ ہے
1873 کہ یہ دونوں خصلتیں اپنی انتہا کو پہنچ جائے عن ابی بکر الصدیق اس حدیث کے اندر منان سے مراد یا تو
1878 احسان جتلانے والا مراد ہے یا قاطع رحم مراد ہے الفصل الثالث وعنہ انہ سمع الخ اس حدیث کے
اندر جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اسکے اندر فرشتے نے ان لوگوں سے کہا کہ رجل مسکین الخ جس پر اشکال ہوا کہ فرشتہ
نے یہ کہنا بالکل جھوٹ ہے لہذا انہوں نے یہ کیوں کہا اسکا جواب ۱ علامہ سندی نے دیا کہ رجل مسکین کا مطلب
یہ ہے کہ میں ایک رجل ہوں کہ میرے ظاہر سے مسکنت ٹپکتی ہے تو خود دیکھ لے جواب ۲ اللہ تعالیٰ نے جب ان
1882 اس کہنے کی اجازت دیدی تو اب وہ جھوٹ جھوٹ ہی نہیں رہی ہے عن ابی ذر اس حدیث پر اشکال ۱۶۶/۲
ہوا کہ حضرت ابوذر نے حضرت کعب احبار کو لوگوں کے سامنے بے عزتی کیوں کی ؟ جواب یہ ہے کہ حضرت ابوذر
پر تصوف کا غلبہ تھا اور ان کا مذہب تمام صحابہ سے جداگانہ تھا وہ یہ کہ پورا کرتے تھے جس کے پاس
شام کو مال دیکھتے اسکو مارتے تھے فرماتے تھے کہ رات کے وقت کسی کے پاس ایک درہم بھی نہ رکھنا چاہئے
دن کے دن خرچ کر دینا چاہئے حضرت عثمان نے ان کو حکم دیدیا تھا کہ ابزہ چلے جاؤ اور وہیں رہو
1885 عن ابی ھریرۃ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ اس حدیث جو ادخار کے عدم جواز کا ثبوت ہوا یہ ابتداء ۱۶۷/۲
اسلام کے اندر تھا بعد میں ادخار کی اجازت ہو گئی ہے

باب فضل الصدقۃ

(الفصل الاول)

1888 عن ابی ھریرۃ بعدل تمرۃ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس سے مساواۃ صورۃ اور قیمۃ دونوں مراد ہو سکتا ہے ۸
اور طیب کی قید اسلئے لگائی کہ اللہ تعالیٰ طیب ہیں اور طیب ہی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یمین کیساتھ
قبول کرنے کا مطلب ہے کہ اچھی طرح اسکو قبول فرماتے ہیں گویا حسن تکمیل کی طرف اشارہ ہے حتی تکون مثل
الجبل تکون کی ضمیر صدقہ۔ تمرہ اور ان سے ثواب جو کچھ میں آرہا ہے منقول طور پر اس کی طرف بھی ضمیر راجع ہو سکتی

یہاں پر غلطی سے ... ھذا تحریر ... واللہ اعلم ... فصل ثالث کے تحت ... حدیث عن علی ... الفصل الثالث ... واللہ اعلم ... الخیراتی

1890 وعنہ :- من انفق زوجین - زوجین سے اشارہ ہے عبادت کی طرف اور دونوں ایک جنس کے ہوں ۔ (ص ۱۶۷/۱۲) ۱۶۷/۱۲
ملا علی قاری فرماتے ہیں ایک بعد دیگرے خرچ کرنے کی طرف اشارہ ہے من ابواب الجنۃ ابواب سے اگر
ابواب اصلیہ مراد ہیں اور وہ آٹھ ہیں علامہ سیوطی نے در منثور اور الحاوی کے اندر اس مسئلہ کو تفصیل
کے ساتھ ذکر فرمایا ہے ان آٹھ کے اندر چار دروازوں کا ذکر تو حدیث پاک میں ہے باب الصلوۃ - باب الجہاد
باب الصدقۃ - باب الریان اور چار ان کے علاوہ جو ہیں وہ یہ ہے باب التوکل - ایک کاظمین الغیظ
والعافین کا دروازہ - باب الحج - اور چوتھا باب الذکر یا باب العلم ہے - اور ممکن ہے ان ابواب سے
ابواب اصلیہ یعنی صدر گیٹ مراد نہیں بلکہ اندرونی خانے ابواب مراد ہیں ۔ فمن کان من اہل الصلوۃ الخ اب یہ ۱۳
نماز کے خرچ کرنے کا کیا مطلب اسکا جواب ہے کہ اسکے اسباب مثلاً وضو - جا نماز وغیرہ کے اندر خرچ کرنا مراد ہے
اور باب الریان ریان اسوجہ سے کہتے ہیں اس کی معنی سیرابی کے ہیں اور وہاں جاکر سیرابی حاصل ہوگی ۱۵
1891 وعنہ قال (ص ۱۶۷/۱۶) :- اس حدیث کے اندر وارد ہوا ما اجتمعن فی امرئ الا دخل الجنۃ اسپر اشکال ہوا اس ۱۶
حدیث کے اندر جن عبادات کا تذکرہ ہے اطعام مسکین - عیادت مریض اتباع جنازہ یہ تو علی الانفراد ہر شخص
کے اندر پایا جاتا ہے پھر اختصاص طور سے بیان فرمانا کیسے صحیح ہوا اسکا جواب ہے کہ یہ جو سب کام جو شخص
ایک دن کے اندر کرے اسکے لئے یہ فضیلت ہے جواب۲ ملا علی قاری فرماتے ہیں ادخل الجنۃ سے مراد ہے کہ آٹھ
1894 دروازوں سے اسکو بلایا جائیگا وعنہ قال (ص ۱۶۷/۱۹) :- لا تحقرن جارۃ لجارتھا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر کوئی پڑوسی ۲۱
دوسرے کے پاس تھوڑا سا ہدیہ بھیجے تو اسکو حقیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ قبول کرنا چاہئے اس صورت کے اندر
خطاب مہداۃ الیہا کو ہوگا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس تھوڑا سا بھی مال ہو تو اسکو بھی صدقہ کر دینا
1898 چاہئے اس کو حقیر سمجھ کر صدقہ سے نہ رکے عن ابی ذر (ص ۱۶۸) :- وفی بضع احدکم صدقۃ ملا علی قاری اور ۱۶۸/۴
مولانا شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں النفس شہوۃ کا پورا کرنا صدقہ کے ثواب کے حکم میں نہیں ہے
بلکہ صدقہ کا ثواب اسوجہ سے اسکو ملیگا اس نے محل حلال کے اندر عمل کیا - علامہ نووی فرماتے ہیں اور وطی بھی
خود صدقہ ہے کیونکہ اسکی وہ وطی اسکے محل حلال کے مصادف ہوگی آگے آپ نے فرمایا ارایتم لو وضعھا فی حرام ۶
اکان علیہ وزر اسکے متعلق علامہ نووی فرماتے ہیں اس کے اندر قیاس کی یہ دلیل ہے اور اسکا انکار ہوا ہے
1902 ظاہریہ کا کہنا نہیں کیا عن ابی ہریرۃ (ص ۱۶۸/۱۱) :- اس حدیث کے اندر امرأۃ مومسۃ سے مراد امرأۃ زانیہ ہے اور ۱۱
یہ عورت بنی اسرائیل میں تھی - اسی قسم کا واقعہ بخاری کے اندر مرد کے متعلق آیا ہے حافظ نے اس عورت
اور مرد کے واقعہ میں جمع یہ کیا ہے کہ دونوں کو واقعہ پیش آیا ہوگا - اب یہاں اس عورت نے اپنے خف کو
ناپاک کیوں کیا اسکا جواب۱ :- یہ ہے کہ اپنا جوتہ اس کتے کے آگے نہیں ڈالا بلکہ اس خف کا
پانی کسی گڑھے وغیرہ میں ڈالدیا ہوگا جواب۲ :- اس کے دین میں کتے کا جھوٹا حلال ہوگا ۔
1903 عن ابن عمر وابی ہریرۃ (ص ۱۶۸/۱۳) :- اس حدیث سے معلوم ہوا بلی کو باندھنا گناہ ہے چنانچہ ابن عبد الملک فرماتے ہیں ۱۳
مطلقاً باندھنا تو صغیرہ ہے اور چونکہ اس نے اسپر اصرار کیا اسلئے کبیرہ ہوگیا اور عذاب دیا گیا
1909 ملا علی قاری فرماتے ہیں عذاب کیلئے گناہ کا کبیرہ ہونا ضروری نہیں ہے (ص ۱۶۸/۲۲) الفصل الثانی عن انس ۲۴
تطفئ غضب رب کو نار کے ساتھ تشبیہ دی ہے اسلئے اطفاء کا صیغہ استعمال کیا - اور میتۃ السوء کے اندر سوء بفتح السین ۲۵

1909 ہے کیونکہ مضاف الیہ اور جب ہے۔ مضاف واضح ہوتا ہے تو بغیر الیہ مستعمل ہوتا ہے اسکی مراد سکرات الموت ہیں ١٦٨/٢٥

1912 عن سعد بن عبادة ص١٦٩/٣ ام سعد کا نام عمرہ ہے اور پانی کو افضل اسلئے کہا گیا کہ اس جگہ پانی کم ہوتا ہے۔ ٣

1914 عن فاطمة ص١٦٩/٧ بنت قیس۔ اس حدیث کے اندر بیان کیا گیا کہ مال کے اندر زکوۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں اور استشہاد کے ٧
اندر یہ آیت تلاوت فرمائی لیس البر ان تولوا وجوھکم الخ کیونکہ اس آیت کے اندر ایتاء زکوۃ سے پہلے یتامی
ذوی القربی ابن سبیل مساکین۔ رقاب وغیرہ کے حقوق کو بھی بیان کیا گیا۔ اس حدیث کے اندر تو وارد
ہوا ان فی المال لحقا سوی الزکاۃ لیکن ابن ماجہ کے اندر وارد ہوا لیس فی المال حق سوی الزکوۃ اب
دونوں کے اندر تعارض ہوگیا بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ابن ماجہ مضطرب ہے۔ ابو بکر بیہقی فرماتے ہیں
کہ اس کی اسناد میں نے کہیں نہیں پائی۔ بعض لوگوں نے دونوں کے اندر یہ جمع کیا کہ اس حدیث کا محمل

1915 صدقہ نافلہ ہے اور ابن ماجہ کی روایت کا محمل صدقہ فریضہ ہے عن بجیلة ص١٦٩/٩۔ اس حدیث کے اندر ٩
لا تحل سے مراد لا ینبغی ہے اور الاثنین کے اندر سے اسوجہ سے مناسب نہیں ہے کہ خود بات عام ہیں کہ

1922 بعض لوگوں نے کہا کہ ان کے اندر کوئی مؤنت اور مشقت لوگوں کو نہیں ہوتی عن ابی ذر ص١٧٠۔ اس حدیث کے اندر ١٧٠/١
وارد ہوا فتخلف رجل باعیانهم اسکے دو مطلب ہیں (١) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ لوگوں کو پیچھے چھوڑ کر خود آگے
بڑھا اور اسکو صدقہ دیدیا (٢) اسکی مراد سبقت معنوی ہے۔ طیبی کے اندر وارد ہوا تخلف رجل من اعیانهم
یعنی ان لوگوں کے پیچھے ہٹکر اسکو چپکے سے صدقہ دیا ہے۔ الشیخ الزانی شیخ سے مراد اگر بوڑھا ہے تو چونکہ بڑھاپے ٥
کے اندر شہوت کا غلبہ نہیں ہوتا مگر اسکے باوجود اگر وہ زنا کرے تو مبغوض ہوگا اور اگر شیخ سے بوڑھا مراد نہیں ہے
بلکہ شاب محصن مراد ہے تو چونکہ اسکی بیوی موجود ہے اسلئے وہ مبغوض ہوگا۔ فقیر مختال متکبر فقیر سبب غضب

1923 ہے کیونکہ فقر مقتضی تھا تواضع وعاجزی کو لیکن خبث باطن کی وجہ سے اسنے تکبر کیا ہے عن انس ص١٧٠/٦: ٦
اس حدیث کے اندر معنی یہ ہے کہ پہاڑ سے زیادہ اشد اسلئے کہا گیا کہ لوہا پہاڑ کو کاٹ دیتا ہے اور چونکہ آگ
لوہے کو گھلا دیتی ہے اور آگ کو پانی بجھا دیتا ہے اور پانی کو ہوا خشک کر دیتی ہے اسلئے ہوا ایک
درجے سے اشد ہے اور ان سب سے زیادہ صدقہ اشد اسلئے ہے کہ صدقہ اپنے رب کے غضب کو ختم کر دیتا ہے

1926 اور کوئی دوسری شئی اسکو ختم نہیں کر سکتی عن ابن مسعود ص١٧٠/١٤۔ اس حدیث کے متعلق ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ ١٤
یہ ضعیف ہے ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ کذب ہے لیکن متاخرین نے ان لوگوں پر تعاقب کیا اور کہا کہ یہ حسن ہے چنانچہ
اکابر کا اسپر عمل ہے کہ وہ یوم عاشورا کے اندر وسعت اور فراخدلی سے خرچ کرتے ہیں۔

باب افضل الصدقة

مشکوۃ ص١٧٠/٢٠ (الفصل الاول) ٢٠

1929 عن ابی هریرة ص١٧٠/٢٠ اس حدیث کے اندر ظہر غنی کے اندر لفظ ظہر تحسین کلام کیلئے ہے اسکا مطلب ہوا کہ مالداری ٢٠
کی حالت میں صدقہ افضل ہے اور اس باب کے فصل ثانی کے اندر ابو ھریرہ کی حدیث کے اندر بیان کیا گیا ہے
کہ جہد المقل فقیر کا صدقہ افضل ہے دونوں میں تعارض ہے جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا محمل وہ شخص
ہے جو توکل کے مقام پر فائز نہ ہو۔ اور فصل ثانی کی حدیث ایسے فقیر پر محمول ہے جو توکل کے اعلیٰ مقام پر

1933 فائز ہو۔ عن ام سلمة ص١٧٠/٢٧: حضرت ابو سلمہ کی پانچ اولاد تھی ١ سلمہ ٢ عمر ٣ زینب ٤ عبد اللہ ٥ درہ ٢٧

1934 عن زینب ص١٧١/٢: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاوند پر صدقہ کرنا جائز ہے امام شافعی امام مالک اور سفیان ثوری کا ١٧١/٢

1934 نزدیک جائز ہے اور یہی ایک روایت امام احمد کی ہے یہی ابو ثور اور ابو عبید فرماتے ہیں۔ امام مالک اور امام احمد کی 171/2
دوسری روایت اور امام صاحب اور حسن بصری کے نزدیک جائز نہیں ہے یہی حضرت عمر سے مروی ہے اور استدلال دونوں
فریق کا یہی ہے امام شافعی وغیرہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سوال کیا تھا کہ اتجزی الصدقۃ عنھما اور اجزاء فریضہ سے ہوتا ہے 7
معلوم ہوا صدقہ فریضہ دینا جائز ہے۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں الصدقۃ و لو من حلیکن اس قسم کی عبارت کا
استعمال استحباب کے اندر ہوتا ہے تو حضور کے فرمان اور عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے صدقہ نافلہ مراد ہے
اور احناف نے بھی اسی کو راجح قرار دیا ہے اور اتجزی الصدقۃ عنھما کا مطلب یہ ہے کہ نار سے بچنے کیلئے کافی ہے ابن تیمیہ
منتقی کے اندر فرماتے ہیں کہ اکثر علماء کے نزدیک اس صدقہ سے نافلہ مراد ہے۔ ابن المنذر نے اجماع نقل کیا ہے
~~...~~ اس مسئلہ کے اندر کہ خاوند اپنی بیوی کو دے سکتا ہے یا نہیں۔ یہ نقل کیا ہے کہ صدقہ نہیں دے سکتا حضرت زینب
امرأۃ عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ دوسری عورت جو باب پر کھڑی تھیں ان کا نام بھی حضرت زینب تھا انصار کے قبیلے سے تھیں
اجماع ہی مجبور تھا ابن المنذر نے نقل کیا ہے کہ اپنے بچوں پر صدقہ نہیں کیا جا سکتا ولا تخبرہ من نحن ایک اشکال
ہوا جب ان عورتوں نے حضرت بلال سے وعدہ لیا تھا کہ ہمارا نام نہ بتلانا تو پھر حضرت بلال نے بتلا کر وعدہ
خلافی کیوں کی؟ جواب یہ ہے کہ ان عورتوں نے تو وعدہ لیا تھا لیکن حضرت بلال نے تو ان سے وعدہ نہیں کیا تھا
ہاں یا نہیں ان کے جواب میں کچھ نہیں فرمایا جواب ۲ ان کا وعدہ اگرچہ تھا لیکن حضور کا امر واجب تھا اور زیادہ
مستحق تعامل کے اعتبار سے جواب ۳ ان عورتوں نے منع جو کیا تھا وہ شرم و حیاء کی وجہ سے کیا تھا۔

1941 **الفصل الثانی عن ابن عباس** (ص ۱۷۱/۲۱): اس حدیث کے اندر فرمایا گیا کہ رجل یسأل باللہ ولا یعطی یسأل کو 21
معروف اور مجہول دونوں صیغوں کیساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ مجہول کی صورت میں مطلب ہوگا کہ شر الناس وہ
شخص ہے جو سوال کیا جائے اللہ تعالیٰ کے وسیلے کیساتھ اور پھر نہ دے یعنی سوال باللہ چونکہ انسان شدید
حالت کے اندر کرتا ہے تو اس شخص نے اس کی حالت پر رحم نہ کھایا اور نیز اللہ تعالیٰ کے نام کا لحاظ بھی نہیں کیا
اور اگر معروف کا صیغہ ہو تو مطلب ہے کہ شر الناس وہ فقیر ہے جو لوگوں سے اللہ کی قسم دے دیکر وسیلہ مانگ
1945 کر لوگوں سے سوال کرتا ہو۔ **الفصل الثالث عن ابن عباس** (ص ۱۷۲/۲۱): اس حدیث کے اندر یہ بیان کیا 172/2
کہ جب آیت کریمہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا الخ نازل ہوئی تب انہوں نے اپنے محبوب باغ بیرحاء کو صدقہ کیا
لیکن دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس باغ کے اندر ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے اچانک ایک
پرندہ پر نماز کے اندر نظر پڑی جس کی وجہ سے نماز کے اندر توجہ ہٹ کر اسکی طرف چلی گئی تو اس نماز
کے اندر خلل واقع ہوا تو اس بنا پر اسکو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا لیکن ان دونوں میں کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ دونوں سبب ہو سکتے ہیں کہ آیت بھی انہی ایام کے اندر ہو اور یہ واقعہ بھی جب ہی پیش آیا ہو 10

مشکوٰۃ ص ۱۷۲/۱۰ باب صدقۃ المرأۃ من مال الزوج (الفصل الاول)

بعض مشکوٰۃ کے نسخوں کے اندر صرف لفظ باب لکھا گیا ہے اسکے بعد عنوان نہیں ہے اور اس صورت میں چونکہ
ماقبل کے باب کے اسکے الفاظ میں جداگانہ ہیں اس لئے باب تو الگ باندھا لیکن اصل مضمون ایک ہے اسلئے
1947 مستقل عنوان نہیں باندھا اور ہر ایک جگہ اندر یہی حکمت ہے **عن عائشہ** (ص ۱۷۲/۱۰): اس حدیث کے اندر 10
عورت کے خرچ کرنے کا شوہر کے مال میں ذکر ہے لیکن اجازت اور عدم اجازت کا ذکر نہیں ہے اور اسکی وجہ

نوٹ: یہاں فصل ثانی کی بجائے فصل ثالث ہے اور حدیث بھی غلط لکھا ہے ابن عباس کی جگہ حضرت انس کی حدیث ہے مشکوٰۃ ص ۱۷۲ عبد الغفار

1947 والی حدیث کے اندر بیوی اپنے خرچ کا ذکر ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز ہے لیکن علماء نے بیان کیا کہ بغیر ١٤٢/١٠
اجازت کے خرچ کرنا جائز نہیں ہے اور اس قسم کی احادیث کا جواب ۱ جن سے جواز معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ مال عرف
کی عادت پر موقوف ہیں جیسا کہ وہ لوگ اپنا تمام مال گھر لاکر رکھ دیتے تھے جواب ۲ ہے۔ ان سے قلیل مال مراد ہے
اور مال قلیل کو خرچ کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے جواب ۳ ہے۔ شوہر کی رضا پر محمول ہے جواب ۴ ہے۔ ممکن ہے
ان کے شوہروں نے صراحتاً اجازت دے دی ہو۔ البتہ غلام کو کسی حالت کے اندر خرچ کرنا بلا اجازت جائز نہیں ہے
1950 عن عائشۃؓ (ص ١٤٣/١٥) :- اس حدیث کے اندر رجل سے مراد حضرت سعد بن عبادہ ہیں اور ان کی والدہ کا نام عمرہ ١٥
ہے اور تصدقت سے مراد کنواں کھدوانا ہے جیسا کہ ابو داؤد کے اندر اسی مضمون کی حدیث خود حضرت سعد بن
عبادہ کی حدیث کے اندر گذرا واللہ اعلم۔

باب من لا یعود فی الصدقۃ ص ١٤٣/٢٥ (الفصل الاول) ٢٥

1954 عن عمر بن الخطابؓ (ص ١٤٣/٢٧): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ کو خریدنا جائز نہیں ہے چنانچہ یہی مذہب ہے امام اعظم حسن بصری
کا ہے جمہور کے نزدیک جائز ہے مع الکراہت اور بعض کے نزدیک کراہت تحریمی اور بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے
1955 عن بریدۃؓ (ص ١٤٣/٢) :- عبادات مالیہ محضہ اور عبادات مرکبہ من البدن والمال کے اندر نیابت جائز ہے اور عبادات ١٤٣/٢
بدنیہ محضہ کے اندر جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب ہے کہ الصوم سے مراد یہ ہے کہ کفارہ صوم ادا کر۔ امام احمد ظاہر حدیث

کتاب الصوم ص ١٤٣/٢ ٢

عبادات بعض مالیہ محضہ ہیں جیسے زکوٰۃ۔ بعض بدنیہ محضہ ہیں جیسے نماز۔ روزہ اور بعض مرکب ہیں جیسے حج
تو اب قاعدہ کے مطابق مصنف کو چاہیے تھا کتاب الصلوٰۃ کیا تو کتاب الصوم کو ذکر کرتے تاکہ تمام عبادات
بدنیہ محضہ ایک طرف ہو جاتیں اس کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہونا چاہیے تھا تاکہ تمام عبادات مالیہ محضہ ایک طرف رہے
لیکن قرآن و حدیث کے اندر صلوٰۃ کے بعد زکوٰۃ کا ذکر ہے تو مصنف نے انہوں کا اقتدا کرتے ہوئے صوم سے زکوٰۃ
کو ذکر کیا اور اس کے بعد اب صوم کو ذکر فرماتے ہیں۔ صوم کا ثبوت قرآن پاک۔ احادیث نبویہ اور
اجماع امت سب سے ہے قرآن پاک کہتا ہے کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم اس آیت کے اندر
کما کتب کے اندر تشبیہ بعض علماء کے نزدیک نفس فرضیت کے اندر ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک رمضان کے
روزہ رکھنے کو تشبیہ ہے چنانچہ سب سے پہلے روزے یہود پر فرض ہوا لیکن انہوں نے فساد اور دینی شرارت کی
بنا پر حرف تشبیہ کا ان کے اندر سے کو اختیار کیا اور اس کے بعد نصاریٰ پر فرض ہوا ایک مرتبہ رمضان
گرمی کے زمانے میں واقع ہوا تو ان لوگوں نے سردی کے اندر روزہ رکھ لیا ایک مرتبہ ان کا کوئی بادشاہ
بیمار ہوا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اسکو صحت ہوگئی تو ہم اپنے تیس روزوں پر دس روزوں کی اور زیادتی
کریں گے چنانچہ اسکو صحت ہوئی اور اس کے بعد ایک مرتبہ وہ اور بیمار ہوا انہوں نے سات روزوں کی زیادتی کی اور
نذر مانی بموجب دوسرا بادشاہ قریا تو اس کے حکم سے تین کی اور زیادتی کی اور اب وہ خدا کے حکم کے خلاف بجائے
تیس کے پچاس روزے رکھتے ہیں لعنۃ اللہ علیہم اجمعین۔ صوم سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام پر فرض ہوا جب
انہوں نے شجرہ کھایا اور اسکا اثر ان کے بدن پر تیس یوم تک رہا۔ تمام بدن سیاہ رہا اسکے بعد
جب اسکا اثر ختم ہوا تو شکریہ کے اندر تیس یوم کا روزہ رکھے حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح میں [illegible]

کہیں جگہ نہیں پائی - اسکی مشروعیت سنہ ۲ھ کے اندر ہوئی ماہ شعبان میں - اب اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے 143/4
کہ رمضان کے علاوہ کوئی اور روزہ بھی فرض تھا یا نہیں رمضان سے پہلے - اکثر شافعیہ کے نزدیک اس کے
پہلے کوئی روزہ فرض نہیں تھا۔ اکثر حنفیہ اور بعض شافعیہ کے نزدیک ایک عیب یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ فرض تھا
حدیث سے بھی صوم کی مشروعیت متعدد جگہ سے ثابت ہوئی ہے بنی الاسلام علی خمس کے اندر بھی ایک مبنی
صوم ہے ایسے ہی اسکی فرضیت جمہور علماء کا اجماع ہے لہذا اسکا منکر کافر ہے صوم کے معنی لغت کے اندر
الامساک مطلقاً کے ہیں نابغہ ذبیانی کہتا ہے خیلٌ صیامٌ وخیلٌ غیرُ صائمةٍ تو صیام سے مراد ممسکہ
تحت العجاج والاخری تعلک اللجما
ہیں اور اصطلاح کے اندر کہتے ہیں الامساک عن المفطرات فی ایام مخصوصة مع النیة

الفصل الاول

1956 عن ابی هریرة علامہ نووی فرماتے ہیں کہ جنت کے دروازوں کے کھلنے کا مطلب یا تو یہ ہے کہ حقیقۃً دروازے 5
کھل جاتے ہیں - یا یہ کنایہ ہے کثرت رحمت کے نزول کی طرف اور جہنم کے دروازوں کے بند ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ غضب الہی اس زمانے کے اندر رک جاتا ہے وسلسلت الشیاطین - اس پر اشکال وارد ہوا 6
کہ رمضان کے اندر لوگ گناہ وغیرہ تو کرتے ہیں لہذا شیاطین کے بند ہونے سے کیا فائدہ ہوا اسکا
جواب ۱ - یہ ہے کہ الشیاطین کے اندر الف لام عہد کیلئے ہے یعنی مردۃ الشیاطین جو سرکش اور سردار 6
شیطان ہیں ان کو قید کیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے شیاطین اپنے کاروبار کے اندر مشغول رہتے ہیں
جواب ۲ - چونکہ پورے سال شیاطین کے وساوس کیساتھ نفس متلبس رہا تو اگر تمام بھی قید ہو جائیں
تو نفس اتنا خوگر اور عادی ہو گیا کہ خود اسکے تقاضے سے یہ گناہ ہوتے رہتے ہیں ان کے لئے اور
1959 ایک ماہ کیلئے شیطان کی ضرورت نہیں ہے وعنه قال اس حدیث پاک کے اندر اللہ تعالیٰ کا قول 10
نقل کیا گیا فانہ لی یعنی روزہ میرے ہی لئے ہے اس پر اشکال ہوا کہ تمام اعمال اور عبادات اللہ تعالیٰ ہی کیلئے
ہوتی ہیں لہذا خاص طور سے صوم کے متعلق یہ فرمانا فانہ لی اسکا کیا مطلب ہے چنانچہ اسکے مطلب میں علماء
کے مختلف اقوال ہیں ۱ صوم چونکہ ایسی عبادت ہے کہ اسکے اندر ریا نہیں ہو سکتی اور اسکے علاوہ جو عبادات
ہیں ان کے اندر ریا متحقق ہو سکتا ہے تو اسلئے خاص طور سے اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فانہ لی چنانچہ
علامہ مازری - ابو عبید - حکیم ترمذی وغیرہ نے اسی معنی کو راجح قرار دیا کہ فانہ لی کا مطلب یہ ہے کہ اسکے اندر
ریا نہیں ہوتی - حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ ریا نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عمل کے اندر کوئی ریا نہیں
ہو سکتی اگرچہ صائم اپنے قول کے اندر ریا کر سکتا ہے مثلاً یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں لیکن خاص اس عمل
کے اندر کوئی ریا نہیں ہو سکتی ۲ ابن عیینہ اسکی تفسیر یہ بیان فرماتے ہیں کہ اسکا ثواب اتنا عظیم ہے کہ میں
ہی اسکو ادا کر سکتا ہوں فرشتوں سے ادا نہیں ہو سکتا چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر عمل
کے متعلق ثواب کو عشرۃ حسنۃ سے لیکر سبعمائۃ تک بتلا دیا اور جب روزہ کا نمبر آیا تو فرمایا کہ قال اللہ تعالیٰ الا
خود آپ ﷺ نے اسکے ثواب کی تعیین نہیں کی ۳ الصوم لی کے اندر اضافت تکریم وتشریف کیلئے ہے جیسے بیت اللہ
۴ صوم میری صفات تنزیہیہ میں سے ہے ۵ چونکہ صوم صفات ملائکہ کے مشابہ ہے اس خصوصیت کی بناء پر اسکا
تعلق اللہ رب العزت سے ہے ۶ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ جملہ متشابہات میں سے ہے
حافظ عسقلانی نے بیان فرمایا اس حدیث کے پچپن (۵۵) سے زیادہ علماء نے مطالب بیان کیے ہیں۔

1959 للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ فطر سے مراد فطر عید کا دن جو ہوتا ہے وہ بھی مراد ہو سکتا ہے اور روزانہ فطر بھی ۱۴۳/۱۲
مراد ہو سکتا ہے اور یہی احتمال اصح ہے اب یہ فرحۃ اور خوشی کا سبب کیا ہے ملا علی قاری اور نواب قطب الدین
فرماتے ہیں اداء اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے بخیر وخوبی نکلنا ہے یا صفات ملکیہ اسکے اندر آجاتی ہیں ۔
۳۔ اور اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کھانے وغیرہ کی اشیاء سے خوشی ہوتی ہے ولخلوف فم الصائم الخ صائم کی منہ
کی بو حنفیہ کے نزدیک خلو معدہ کی وجہ سے اور شافعیہ کے نزدیک دانتوں کی وجہ سے ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کو مشک ۱۲.
کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے اسمیں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ یہ خوشبو دنیا کے اندر ہوتی ہے یا آخرت کے
اندر ہوگی دونوں ہی قول ہیں اشکال وارد ہوا خوشبو اور بدبو کا احساس خواص حیوان میں سے ہے لہذا
ادراک حواس کی نسبت خداوند قدوس کی طرف کیسے صحیح ہے جواب ۱: ۔ قدر وقیمت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ
کے نزدیک بیشک سے زیادہ اسکے منہ کی خوشبو بہتر ہی ہوگی ہے جواب ۲: ۔ ثواب کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے
نزدیک وہ خوشبو بہتر ہی ہوگی یعنی آدمی اگر خوشبو وغیرہ لگاتا ہے تو وہ اس نیت سے لگاتا ہے اسکو لوگ سونگھیں گے
تو ان کو راحت ہوگی اور مجھے ثواب ملیگا تو اس ثواب سے کہیں بڑھا ہوا ثواب اس روزہ دار کی خوشبو
کے اندر ہے یہ جواب علامہ نووی نے بیان کیا جواب ۳: ۔ دونوں کے اندر تقابل مقصود نہیں بلکہ مطلق ثواب کو بیان
کرنا مقصود ہے الصیام جنۃ علامہ مجاوی نواب قطب الدین نے بیان کیا ۱ شہوات اور آثام سے ڈھال ہے
(۲) جہنم اور دیگر محلوں کے درمیان ڈھال ہے (۳) جو چیزوں سے ڈھال ہے جب کوئی اسکے ساتھ قتال کرے
تو یہ کہدے کہ انی امرؤ صائم یعنی زبان سے کہدے کہ بھائی میں اللہ کی ذمہ داری کے اندر ہوں مجھ سے قتال سے
کوئی فائدہ نہیں یا قلب کے اندر کہے یعنی اسپر غمگین ہو اور خاموش رہے

الفصل الثالث

1963 عن عبد اللہ بن عمرو الصیام والقرآن یشفعان للعبد علامہ نووی فرماتے ہیں کہ زبان حال اور زبان قال ہر ایک سے
شفاعت کرنے کا احتمال ہے پھر اسکے اندر اختلاف ہے کہ قرآن سے کیا مراد ہے (۱) قرآن سے قرأۃ قرآن مراد ہے ۲۰
(۲) علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ صلوۃ باللیل مراد ہے اور جو لوگ عموم مجاز کے قائل ہیں وہ دونوں معنی الدیث میں
1965 عن سلمان الفارسی قد اظلکم بعض روایت کے اندر بالطاء المھملہ واقع ہوا اور معنی دونوں کا ایک ہے ۲۲
قرب بیان کرنا مقصود ہے وہو شہر الصبر یعنی اس مہینہ کے اندر انسان اپنی شہوات کو روکتا ہے دوسرا
1964 احتمال یہ بھی ہے کہ آدمی کو کھانے کی طلب اور لڑائی جھگڑے سے اس مہینہ کے اندر صبر کرنا چاہیے ویزاد فیہ الرزق ۲۷
اس کا یا تو مراد مطلق برکت ہے یا حقیقۃً زیادتی ہوتی ہے اولہ رحمۃ واوسطہ مغفرۃ واخرہ عتق من النار ۱۴۲/۲
سب سے پہلے بندہ جب اس مہینہ کے اندر عبادت کریگا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اسپر متوجہ ہوگی اور رحمت کے بعد
انسان کی مغفرۃ کا نمبر ہے اور جب مغفرۃ متحقق ہوگی تو عتق من النیران یقیناً متحقق ہوگا ۔
1966 عن ابن عباس اطلق کل اسیر اسیر پر اعتراض ہوا کہ بہت سے قیدی حقوق العباد کی وجہ سے گرفتار ۵
ہوتے ہیں لہذا حضور ان کو کیسے چھوڑ دیتے تھے جواب ۱: ۔ اسیر سے مراد وہ ہیں جو حقوق اللہ کے
اندر قید ہوئے ہوں جواب ۲: ۔ اگر حقوق العباد والے قیدی مراد ہیں تو حضور ان حقوق والوں کو ادا
کر دیتے ہونگے جواب ۳: ۔ غالباً اسکے قیدی وہ لوگ ہوتے تھے جو جہاد سے قید ہو کر آتے تھے اور ان کے
بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فاما منا بعد واما فداء اور یہ آیت حضور کے انتقال کے بعد منسوخ ہوئی ہے

1966 والطلبی کل سال کی دعا بھی استہلال پھر کہ رمضان کی کیا خصوصیت آپ ہمیشہ حوقوں کو کچھ نہ کچھ دیتے تھے اسکا جواب ۱۲۸/۶
یہ ہے کہ عادت سے کہیں زیادہ دیتے تھے۔

باب رویۃ الہلال (الفصل الاول) 11

1969 عن ابن عمرؓ: لا تصوموا حتی تروا الہلال روایت سے روزہ شروع ہوتا ہے اسکے شاہد کے اندر اختلاف ہے امام مالکؒ کے 11
نزدیک ہلال رمضان کیلئے دو شاہد کا ہونا ضروری ہے باقی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک شاہد کافی ہے
ہلال عید کے اندر بعض کے نزدیک ایک شاہد کافی ہے جمہور کے نزدیک دو کا ہونا ضروری ہے امام صاحب
فرماتے ہیں اگر مطلع صاف نہیں ہے تو دو شاہد کافی ہیں لیکن اگر مطلع صاف ہے تو پھر الوف متعدد
متعدد لوگوں کی گواہی ضروری ہے۔ فان غم علیکم فاقدروا له جمہور اسکا مطلب بیان کرتے ہیں اگر بادل ہو 12
جاؤ تم لوگ حساب وغیرہ لگاؤ۔ حنابلہ بیان کرتے ہیں فاقدروا قدر بمعنی الضیق سے مشتق ہے اور مطلب
یہ ہے کہ تنگی کرلیں شعبان کے مہینہ کو انتیس ۲۹ یوم کا قرار دو کہ تیس شعبان کا روزہ رکھو تیسرا مطلب
امام الحرمین سے منقول ہے منازل قمر اور منازل نجوم کے ذریعہ حساب لگاؤ۔ یوم الشک کے اندر بھی
اختلاف ہے حنابلہ فرماتے ہیں مطلع اگر صاف ہے اور چاند نظر نہیں آیا تو یہ یوم الشک ہے اور اگر
مطلع صاف نہیں تھا تو اس دن کے اندر روزہ رکھنا ضروری ہے جمہور کے نزدیک تیس ۳۰ شعبان یوم الشک ہے
اور شک کے اندر روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ الا یہ کہ آپ نے فرمایا الشہر تسع وعشرون لیلۃ۔ اسپر اشکال ہوا
حضورؐ نے اسکو متعین طور پر کیسے فرمایا جبکہ مہینہ کبھی تیسوں کا مکمل ہوتا ہے؟ جواب ۱: لفظ قد یکون
محذوف ہے جواب ۲: آپ نے کسی خاص مہینہ کیلئے یہ فرمایا ہوگا جواب ۳: اکثر ایسا ہوتا ہے انتیس ۲۹ کا
مہینہ ہو جاتا ہے جواب ۴: ابن العربی فرماتے ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ مہینہ کبھی انتیس ۲۹ دن کا ہوتا ہے
اور کبھی تیس ۳۰ دن کا لہذا تم احتیاطاً تو پورے تیس دن کا روزہ رکھو ورنہ یہ تکلیف ہوگی انتیس ۲۹
1971 ہی روزے رکھو۔ لا کہ تم لوگ محض حساب لگا لیا کرو۔ عن ابن عمرؓ: انا امۃ امیۃ۔ امیۃ یہ منسوب ہے 13
امۃ العرب کی طرف چونکہ وہ لوگ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے تو آپؐ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا۔ ہم لوگ
پڑھنا لکھنا نہیں جانتے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ منسوب ہے ام کی طرف۔ وہ اکثر جس طرح پیدا ہوتے ویسے ہی رہتے ہیں بعض کے
1972 نزدیک یہ ام القری کی طرف منسوب ہے۔ وہاں کے لوگ بے لکھے پڑھے ہوتے تھے واللہ اعلم۔ عن ابی بکرۃ 16
اس حدیث کے اندر فرمایا گیا شہرا عید لا ینقصان یعنی عید کے دونوں مہینے رمضان اور ذوالحجہ کم نہیں ہوتے لیکن 17
اسپر اشکال وارد ہوا ہے کہ کبھی دونوں کم ہوتے ہیں بلکہ یہ حدیث خلاف واقع اور خلاف محسوس ہے پہلا
جواب ۱: یہ ہے کہ ثواب کے اعتبار سے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے اجر و ثواب تیس ۳۰ دن کا ہے خواہ انتیس
دن کا ہی ہوگا جواب ۲: یہ ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہوتا کہ دونوں مہینے ایک ہی سال کے اندر
ایک ساتھ کم ہو جاتے ہیں امام احمدؒ نے اسکو بیان کیا بخاری کے بعض نسخوں میں امام بخاری کا بھی اسی طرف رجحان
بیان کیا گیا ابوبکر بزار کا بھی یہی قول ہے جواب ۳: اکثر یہ دونوں مہینے کم نہیں ہوتے جواب ۴: اسکا
وہ سال مراد ہے جس سال آپؐ نے یہ فرمایا تھا امام الحرمین کا قول ہے جواب ۵: امام بیہقی اور امام طحاوی
فرماتے ہیں۔ باعتبار احکام کے دونوں مہینے کم نہیں ہوتے اسکے علاوہ اور بہت سے جوابات دیئے گئے ہیں

1973 عن ابی ھریرۃؓ :- لا یتقدمن احدکم الخ تقدیم صوم کی آپؐ نے ممانعت کر دی (۱) اس وجہ سے کہ صوم نفل و فرض کے اندر اشتباہ 174/17
نہ ہو (۲) تاکہ آدمی کے اندر رمضان کے روزے رکھنے کی طاقت رہے چنانچہ آپؐ کے متعلق بعض روایات کے اندر آتا
ہے کہ آپ نصف ماہ پہلے روزہ رکھنا ترک کر دیتے تھے۔ اب ایک اشکال وارد ہوگا کہ بعض روایات کے اندر
یہ وارد ہوا کہ آپ پورے ماہ شعبان کا روزہ رکھتے تھے بعض کے اندر ہے کہ اکثر کا اور بعض کے اندر ہے کہ علاوہ ازیں اور ہے
بہر حال جب آپ روزہ رکھتے تھے تو دوسروں کو آپؐ نے کیوں منع فرمایا جواب :- یہ ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی
جواب :- اب ان روایات مختلفہ کے متعلق ابن المبارک فرماتے ہیں اچھی روایات سے کل کا روزہ معلوم ہوتا ہے وہ
اکثر پر محمول ہے علامہ طیبی اس جواب کو اچھا نہیں سمجھ کر وہ فرماتے ہیں کہ کبھی پورے مہینے کا اور کبھی اکثر کا رکھتے
تھے علامہ عینی نے اس جواب کو راجح قرار دیا اور حافظ نے ابن المبارک کے جواب کو پسند فرمایا بعض نے یہ جواب
دیا کہ یہ احادیث جن کے اندر کل کا ذکر ہے منسوخ ہیں پہلے آپ کل مہینے کا روزہ رکھتے تھے اور بعد میں اکثر
کا رکھنے لگے اور اس ماہ کے اندر روزہ رکھنے کی حکمت یہ تھی کہ عبادت کا تسلسل رمضان کی عبادت کیساتھ
ہو جائے جو کہ موجب زیادتی ثواب ہے۔ آپ کی ازواج مطہرات آپ کے کام کے اندر مشغول رہتی تھیں اپنے حیض
کے ایام کے روزوں کو پورا نہیں کر سکتی تھیں تو وہ اس ماہ کے اندر قضا کرتی تھیں تو حضورؐ بھی رکھتے تھے

1981 **الفصل الثالث عن ابی البختری** اس حدیث پاک کے اندر دو ٹکڑے ہیں اول حصہ سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ 175/2
حضرت ابن عباسؓ کے بطن نخلہ کے اندر خود ملے اور ثانی حصہ سے معلوم ہوا کہ خود تو ذات عرق کے اندر تھے وہاں سے ایک
آدمی کو سوال کیلئے بطن نخلہ بھیجا۔ شیخ ابن حجر مکی دونوں کے اندر تطبیق اسطرح دی کہ حضرت ابن عباسؓ بطن نخلہ
کے اندر تھے اور یہ لوگ ذات عرق کے اندر تھے وہاں سے چاند دیکھا اور ایک آدمی کو بھیجا اور پھر خود بھی بعد میں
بطن نخلہ آ گئے کہ خود جا کر تحقیق کریں فقال بعض القوم ھو ابن ثلاث الخ علماء نے بیان کیا کہ چاند کے متعلق
یہ نہ کہنا چاہیے کہ یہ ایک رات کا یا دو رات کا معلوم ہوتا ہے بس جس دن دیکھا گیا اسی دن کا کہنا چاہیے
حدیث پاک کے اندر آتا ہے طبرانی کی ایک روایت ہے کہ ان من اشراط الساعۃ انتفاخ الاھلۃ الخ **باب** الفصل الاول 7

1983 **عن انسؓ** :- تسحروا الخ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ امر ندب کیلئے ہے بالاجماع۔ اہل کتاب کے یہاں بھی سحری 8
کھائی جاتی تھی لیکن ان لوگوں کا مذہب یہ ہے کہ سونے کے بعد کھانا جائز نہیں شروع اسلام کے اندر ہمارے یہاں
بھی یہی تھا کہ اگر آدھی رات کو سو جائے تو اس کے بعد سحری کھانا جائز نہیں لیکن اب یہ منسوخ ہو گیا اور حضورؐ نے
فرمایا کہ سحر کے اندر کھانا کھایا کرو تاکہ ہمارے درمیان اور اہل کتاب کے درمیان فرق باقی رہے جیسا کہ اسکے بعد کی حدیث
1984 کے اندر حضرت عمرو بن العاصؓ والی روایت میں الفاظ موجود ہیں **عن سھل** اس حدیث سے تعجیل افطار کی تاکید معلوم 10
ہوئی چنانچہ ائمہ اربعہ کے نزدیک تعجیل افضل اور تاخیر مکروہ ہے۔ البتہ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق روایات
کے اندر آتا ہے کہ وہ لوگ نماز مغرب کے بعد افطار فرمایا کرتے تھے اسکے اندر روایات مختلف ہیں ابن ابی شیبہ
کی روایت کے اندر قبل الصلوۃ کا ذکر ہے اور بعض کے اندر بعد الصلوۃ کا ذکر ہے لہذا جواب یہ ہوا کہ افطار
نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز سے پہلے کھانے وغیرہ کے ذریعے افطار نہیں کرتے تھے بلکہ چونکہ وہ لوگ مسجد کے اندر ہوتے
1985 تھے ایک پانی کے گھونٹ سے افطار کر لیا کرتے اور نماز کے بعد اگر کھانا کھاتے تھے **عن عمرؓ** :- فقد افطر الصائم 10
اسکے چند مطلب بیان کئے گئے ہیں کہ مفطر ہو گیا خواہ وہ اب افطار کرے یا نہ کرے کیونکہ غروب کے بعد وہ وقت

1986 افطار کے اندر داخل ہوگی۔ علامہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ اکثر معنی میں غلط لفظ ہے عن ابی هريرة ؓ رسول اللہ ﷺ ۱۲۵/۱۲
کے اندر صوم وصال سے نہی معلوم ہوئی حضرت ابن زبیر وغیرہ۔ ایسے ہی حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ وہ
پانچ پانچ دن تک صوم وصال رکھتے تھے صوم وصال کہتے ہیں کہ آدمی روزہ رکھنے کے بعد افطار نہ کرے حتیٰ کہ
اگلا دن آ جائے۔ اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے امام احمد اسحاق بن راہویہ ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ
سحر سے سحر تک وصال جائز ہے یہی بعض شافعیہ اور بعض مالکیہ کا مذہب ہے۔ ائمہ ثلاثہ اور جمہور کے نزدیک مکروہ ہے
اور اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں امام احمد وغیرہ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث سے جو بخاری کے اندر ہے
فایکم اراد ان یواصل فلیواصل حتی السحر سے استدلال کرتے ہیں جمہور اس حدیث کا جو اندر صحابہ سے وصال ثابت ہے یہ
جواب دیتے ہیں کہ حضور ﷺ [illegible] نہیں فرمائی۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ حضور
صوم وصال سے جو منع فرمایا ہے یہ ازراہ رحمت و شفقت کی وجہ سے تھا لہذا اگر کسی کے اندر قوت و طاقت ہو
اس کے لئے اجازت ہے۔ چونکہ اس صوم وصال کے اندر تاخیر افطار ہے اور اس کی صورت یہ ہوا کرتی
تھی کہ [illegible] اسے منع فرما دیا۔ انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی اس پر اشکال ہے کہ جب حضور ۱۳
کھاتے پیتے تھے تو پھر آپ کا صوم وصال کہاں رہا جواب ۱ یہ کھانا جنت کا ہوتا تھا اور جنت کے احکام دوسرے ہیں
جو دنیا کے کھانے کے ہیں جواب ۲ حضور کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کا صوم وصال کھانے پینے سے نہیں ٹوٹتا
جواب ۳ اس سے حقیقۃ کھانا مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ [illegible] جواب ۴ اس سے
وہ کھانا مراد ہے جو خواب کے اندر ہوا کرتا ہے جواب ۵ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے قوت نصیب کرتا ہے

1987 **الفصل الثانی عن حفصة** ؓ من لم یجمع الصیام اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ نیت کب تک ۱۴
فرض ہے امام مالک لیث بن سعد امام مزنی جابر بن زید فرماتے ہیں کہ صوم کے اندر فرض ہو یا نفل رات سے
نیت ضروری ہے امام شافعی و احمد کے نزدیک فرض روزہ کیلئے رات سے اور نفل کیلئے زوال کی
نیت بھی معتبر ہے امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ روزہ دو حال سے خالی نہیں یا تو فرض ہوگا یا نہیں اگر ہے
تو دو حال سے خالی نہیں یا تو معین ہوگا یا نہیں اگر معین ہے کا فرض روزہ ہے تو دن میں نیت کافی
ہے اور اگر غیر معین ہے تو رات سے نیت ضروری ہے اور نفل کے اندر دن میں بھی نیت کافی ہے
مالکیہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ جو شخص فجر سے پہلے روزہ کا عزم نہ کرے اس کا
روزہ نہیں امام شافعی کا استدلال حضرت عائشہ کی روایت سے ہے کہ ایک دن آپ ﷺ نے [illegible]
کیا کھانے کو کوئی چیز ہے اگر وہ انکار کرتیں تو آپ ﷺ فرماتے انی اذا الصائم حنفیہ فرماتے ہیں احادیث
دونوں قسم کی وارد ہیں لہذا تطبیق کا مسلک اعون ہے پس جن روایات میں رات سے نیت کا ذکر
ہے وہ نفلی روزہ پر محمول ہوگی اور جن میں ذکر ہے جیسے حضرت حفصہ کی حدیث تو وہ صوم فرض پر
محمول ہے حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے یوم عاشوراء کے دن فرمایا کہ جس نے کھانا نہیں کھایا وہ
روزہ رکھ لے اور جس نے کھا لیا وہ بھی شام تک [illegible] روزہ فرض ہے [illegible]
[illegible] بھی دن میں نیت کافی ہے اور عاشوراء کی فرضیت منسوخ ہو گئی [illegible] لازم نہیں آتا کہ
دوسرے احکام بھی منسوخ ہو گئے [illegible] غیر معین کے اندر رات کی نیت ضروری ہے [illegible]

وسعت میں روزہ دار اور روزہ داروں کا اشتغال ہے یعنی نیت کو بدلنا اور بات سے منع ہونا ہے ۱۲ 175/12
1988 عن ابی ہریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اذان کے وقت بھی کھانا کھا سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اذان 175/16
سے اذان صبح مراد نہیں بلکہ اس کا سبب اذان ہے اور حقیقی احکام یہاں کے لئے نہیں اسی وجہ سے صحیح البخاری
میں فرمایا ہے کہ اذان مراد ہے جواب ۲ اس سے مراد غروب کی اذان ہے یعنی روزہ دار کو چاہئے کہ
اذان ہونے کے بعد اچھی طرح کھانے سے فارغ ہو کر نماز کو پڑھے جائے تاکہ نماز میں خشوع خضوع حاصل ہو
جواب ۳ ندا سے مراد حضرت بلال کی ندا ہے یعنی حضرت بلال سحری کے وقت چونکہ اذان دیتے تھے اس کے
متعلق آپ نے فرمایا کہ ان کی اذان کے وقت فجر نہیں ہوتا لہذا اپنی حاجت پوری کر لینی چاہئے ۱۲

باب تنزیہ الصوم (الفصل الاول) 176/4

2000 عن عائشۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صائم کو بوسہ لینا ... نہیں لیکن اس مسئلہ میں 8
اختلاف ہے حضرت ابن مسعود سعید بن المسیب ابن قتیبہ کا مذہب قبلہ بحالت صوم مفسد صوم ہے
امام مالک کا مذہب مکروہ ہے مطلقاً خواہ شیخ ہو یا شاب ... خواہ نفل ہو خواہ فرض
امام مالک کی دوسری روایت امام شافعی اور سفیان ثوری کا مذہب ... شاب کو بوسہ لینا جائز نہیں
شیخ کو بوسہ لینا جائز ہے بعض علماء کا مذہب ... کا اندر مکروہ اور غیر فرض کا اندر جائز ہے یہ بھی
مالکیہ کی ایک روایت ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اگر شہوت کا خوف ... ہے اور اگر خوف ...
ترک اولی ہے امام مالک کی بھی یہی روایت ہے بعض لوگوں کا مذہب ... ہو ... صورت میں
2001 شاب اور شیخ دونوں کو بوسہ لینا جائز ہے ۱۲ عنھا۔ اس مسئلہ کے اندر سلف میں اختلاف 9
2004 رہا کہ جنب کا روزہ درست ہے یا نہیں اب تمام کا اتفاق ہے کہ روزہ باقی رہتا ہے عنہ قال 12
اس حدیث کے اندر ... اصل سے مراد مسئلہ ... میں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر 13
جماع کرے روزہ کے اندر تو کفارہ واجب ہے یہی ائمہ کا مذہب ہے شعبی قتادہ نخعی کہتے ہیں کہ
کفارہ واجب نہیں نیز اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے کہ اگر جماع کو اکل پر کیا یعنی ... تو کفارہ
واجب ہے یا نہیں حنابلہ شافعیہ کے یہاں واجب نہیں مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں واجب ہے شافعیہ
کہتے ہیں کہ اس حدیث میں وہ جماع ہی کا ذکر ہے دوسری بات حدیث سے معلوم ہوئی کہ ...
پہلے کفارہ میں رقبہ دینا واجب ہے اس رقبہ کے اندر امام شافعی کا مذہب مومن ہونا لازم
حنفیہ کا مذہب مومن ہونا اولی ہے ... نیز ... صورت میں ... کفارہ
ہو گا ... اندر تتابع ... ابن ابی لیلی کا مذہب ...
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفارہ میں ترتیب ہے یہی امام محمد امام شافعی امام احمد کا مذہب
ہے امام مالک کا مذہب تخییر ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ... لا یجد العبد اللہ 14
سے کفارہ ... اس ... عمر دیا ... آگے چند حدیث سے معلوم ہوا
کہ حضور نے اس کفارہ کو ... اہل و عیال پر ... اجازت دیدی تھی
کہ خرچ کرے اب اس مسئلہ میں اختلاف ... شخص جو ان ... پر ... تھا

2004 یہی حکم ہے یا وہ اس رجل کی خصوصیت ہے شیخ فرماتے ہیں کہ ہر اللہ جیسا کہ شخص الثانی کے استغفار ۱۲۹/۱۶
کرنا ہیں یہی استکفار ہے جمہور کے نزدیک ہر صورت میں کفارہ واجب ہے اور یہ حدیث واقع
اپنی اجل لیا تو خاص ہے حافظ نے لکھا ہے یہی امام محمد اور سفیان ثوری کا مذہب کا استغفار ہے
بعض شافعیہ بعض مالکیہ اور بعض حنابلہ کا اور امام زہری کا یہی قول ہے دوسرا جواب اس حدیث کا
یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا اندر حضور نے ان پر خرچ کرنے کی اجازت دی ہے
سقوط کفارہ سے حدیث ساکت ہے چوتھا جواب یہ ہے کہ اس شخص کی یہ خصوصیت تھی کہ اگر ادا نہ کرے وہ
2005 اپنے گھر والوں کو دیگر کھلا سکتا ہے اس سے کفارہ ادا ہو جائیگا الفصل الثانی عن عائشة ۱۹
ہمیں لسنا لنا یہ زیادتی ثابت نہیں ہے اور محمد ابن دینار کا حی اس کے ساتھ منفرد ہیں حافظ کہتے ہیں کہ
اگر ثابت ہو جائے تو اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ مص فرما کر تھوک دیتے تھے عن معدان بن طلحة
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً قئ مفسد صوم ہے حالانکہ اس کے بعد والی حدیث کا اندر واضح ہے
2009 اخرجه فی عمدا افسد صوم ہے بعد اس حدیث کا اندر قاء استقاء کے معنی میں ہے عن عامر
بن ربيعة اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صائم کیلئے مسواک جائز ہے حنفیہ کے نزدیک مطلقاً مسواک ۲۵
جائز ہے امام شافعی کے نزدیک زوال سے پہلے مستحب اور بعد الزوال مکروہ ہے ابو ہریرہ فرماتے ہیں
کہ زوال سے پہلے تک جائز اور بعد العصر مکروہ ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ صوم فرض کا اندر مکروہ ہے
اور صوم نفل کا اندر جائز ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ رطب مکروہ ہے اور یابس جائز ہے امام
احمد کی دوسری روایت اسحق ابن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ بعد الزوال یابس اور رطب دونوں مکروہ
ہیں اور رطب قبل الزوال بھی مکروہ ہے امام شافعی لخلوف فم الصائم الخ سے استدلال کرتے ہیں ہمارا
احناف کا جواب یہ ہے کہ اس خلوف کا تعلق خلو معدہ سے ہے دانت سے نہیں چنانچہ ایک حدیث کا اندر آتا
ہے کہ من خير خلال الصائم السواك۔ اس وجہ سے امام بخاری کی ہمارا مذہب تائید ہیں عن شداد
2012 بن اوس اتى رجلا بالبقيع مسند احمد سے معلوم ہوا کہ یہ معقل ابن سنان ہیں علامہ عینی نے ۱۲۷/۲
بیان کیا کہ معقل ابن یسار ہیں افطر الحاجم والمحجوم اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حجامت مفسد صوم ۳
ہے یا نہیں امام احمد، اسحاق بن راہویہ، اوزاعی، عطاء ابن رباح کے نزدیک روزہ فاسد ہو جائیگا
جمہور ائمہ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا امام احمد، اسحاق وغیرہ کے نزدیک اس پر قضا واجب ہوگی عطاء کہتے
ہیں کہ افطار کیا تو اسکا کفارہ بھی واجب ہے اور یہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے
ہیں کہ روزہ فاسد نہیں ہوگا وہ لوگ آنے والی دوسری روایات سے استدلال کرتے ہیں اور اس حدیث کا
جواب ۱ دیتے ہیں کہ افطر کے معنی ہیں قرب من الافطار یعنی محجوم حجامت کے بعد اتنا کمزور اور ضعیف ہو
جاتا ہے کہ قریب ہے کہ وہ اپنا روزہ افطار کرلے اور حاجم کیلئے ہو سکتا ہے کہ خون کا قطرہ چوستے ہوئے
خون حلق کے اندر چلا جائے جواب ۲ افطر دخل فی وقت الافطار جیسے اصبح دخل فی وقت
الصبح جواب ۳ خاص ان دونوں شخصوں کے متعلق آپ نے افطر فرمایا تھا کیونکہ وہ دونوں غیبت کے
اندر مشغول تھے جواب ۴ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے اس کے بعد باب کی

کی چوتھی حدیث ابن عباس کی گذری حضورؐ نے شوق کا ۱۸ حجۃ الوداع کے اندر احرام کی حالت میں حجامت کرائی اگرچہ ۱۷۷/۳
فرماتے ہیں کہ احتجم وهو صائم ۔

باب صوم المسافر (الفصل الاول) ۱۶

2019 عن عائشۃؓ :- اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ مسافر اپنی سفر کی حالت کے اندر روزہ رکھے یا نہیں ظاہریہ ۱۶
رکھنے کی صورت میں فرض سے خالی نہیں ہوگا یا نہیں ۔ حضرت عمرؓ ابن عمرؓ ابن عباسؓ ۔ ابو ہریرہ ۔ نخعی شعبی ظاہریہ
سے منقول ہے کہ سفر کی حالت میں اگر رکھ لیا تو کافی نہیں ہوگا اور بعد میں قضاء واجب ہوگی
علامہؒ ابن جریر طبری اور حافظ نے ایک جماعت سے نقل کیا ہے کہ اگر صوم باعث مشقت ہو اور سفر اپنی
صورت کا خوف ہو تو ناجائز اور ناکافی ہوگا ۔ جمہور کے نزدیک روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں
البتہ امام احمدؒ کے نزدیک افطار افضل ہے اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک صوم افضل ہے ۔ ابن عباسؓ ۔ مجاہد
سے دونوں ہی اختیار ہے ۔ حضرت قتادہؒ ۔ عمر بن عبد العزیزؒ اور مجاہد سے ایسا ہے کہ ایسرھما افضلھما

2021 عن جابرؓ :- لیس من البر الصوم فی السفر الخ اس حدیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا جن کے نزدیک ۱۹
سفر میں روزہ ناجائز اور ناکافی ہے ۔ ابن خزیمہ ۔ ابن جریر طبری نے اس حدیث کا جواب دیا کہ ایسے
شخص پر محمول ہے جیسے اس کی حالت کی خرابی کی وجہ سے سایہ کیا گیا کیونکہ اسکے اندر روزہ کی مشقت ہے
اس لیے آپؐ نے فرما دیا امام شافعیؒ نے جواب دیا کہ حدیث کا محمل وہ شخص ہے جو رخصت کو قبول نہ کرے
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ لیس من البر سے مراد لیس من البر الکامل ہے اس شخص کا نام جس پر لوگوں نے سایہ کر
2022 رکھا تھا ابو اسرائیل ہے عن انسؓ :- ذھب المفطرون اس حدیث سے بھی عدم جواز صوم فی السفر ۲۲
پر استدلال کیا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے جہاد کے موقع پر فرمایا تھا چونکہ اس موقع پر مفطر
لوگ ہی جہاد کے اندر مشغول ہو گئے تھے اس لیے فرمایا ذھب المفطرون اور جو لوگ روزہ دار ۲۴
تھے وہ ضعف کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتے تھے تو گویا اس دن کی خصوصیت کی وجہ سے فرمایا

2023 عن ابن عباسؓ :- مکہ کی طرف آپ رمضان کو غزوہ فتح کیلئے تشریف لے گئے فرفعہ الی یدہ ۲۴
جانے کے اندر تمام نسخوں میں الی یدہ ہے مگر ماوردی نے اسکے اندر توجیہ کی ہے کہ مبالغۃً فی الرفع مقصود ہے
ہاتھوں تک اٹھایا تاکہ تمام لوگ دیکھ لیں حافظ فرماتے ہیں کہ مسند سے ابو داؤد اس
روایت کو نقل کیا ہے کہ اس کے اندر ہے الی فیہ اس سے معلوم ہوا کہ یدہ غلط واقع ہوا اصل ۲۶
میں فیہ تھا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر رمضان قیام کی حالت میں آئے اور پھر سفر کی ضرورت پیش
آئے تو پھر افطار کر سکتا ہے اس میں حضرت علی حضرت عائشہ عبیدہ سلمانی سے منقول ہے کہ ایسے شخص
کو افطار جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک فرماتا ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ۔ اور اس شخص پر بھی شہود
شہر ہوا ہے ۔ جمہور کے نزدیک افطار جائز ہے اور یہی حدیث مستدل ہے اور آیت شریفہ کا جواب
2025 یہ ہے کہ … فلیصمہ حدیث الفصل الثانی عن انس بن مالکؓ ان اللّٰہ ۱۷۸/۱
وضع عن الحبلیٰ والمرضع الخ اس مسئلہ کے اندر ائمہ کا اتفاق ہے کہ اگر بچہ یا عورت کو خوف ہو تو افطار ۲
جائز ہے لیکن افطار کے بعد اس پر کیا چیز واجب ہے اسکے اندر اختلاف ہے حضرت ابن عباس ابن عمرؓ کے

2025 کے نزدیک فدیہ واجب ہے حضرت امام محمدؒ، حسن بصریؒ، نخعیؒ، زہریؒ فرماتے ہیں کہ قضاء واجب ہے۔ امام شافعیؒ کا ۱۲۸/۲
صحیح قول اور امام احمدؒ کے نزدیک فدیہ کے ساتھ قضاء بھی واجب ہے لیث بن سعدؒ کے نزدیک مرضعہ پر
فدیہ واجب ہے کیونکہ مرضعہ دوسرے سے دودھ پلا سکتی ہے اور حاملہ پر فدیہ واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن عمرؓ ابن عباسؓ
نے اپنے مسلک پر اس حدیث سے استدلال کیا ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث باب قضاء کے اندر [illegible] ہے

2027 **الفصل الثالث عن جابرؓ:۔** اس حدیث سے بھی عدم جواز والوں نے استدلال کیا کہ آپ نے ۴
سفر کے اندر روزہ رکھنے والوں کو عصاۃ کہا۔ ہماری طرف سے جواب یہ ہے کہ خود حضور نے رخصت پر
عمل کیا اور رخصت صوم کے اندر ہے لہذا ہم لوگ رخصت پر عمل کریں لیکن چونکہ انہوں نے حضور کے فعل کی
2028 مخالفت کی اس وجہ سے آپ نے فرمایا اولئک العصاۃ۔ **عن عبد الرحمان بن عوفؓ** اس حدیث سے ۷
معلوم ہوا جیسے حضر کے اندر افطار کرنے والا گناہگار ہوتا ہے ایسے ہی سفر کے اندر روزہ رکھنے والا
گناہگار ہوتا ہے یہ جمہور کے خلاف ہے لہذا جواب ۱ یہ ہے کہ اس حدیث کی تمام اسانید ضعیف ہیں جواب ۲ یہ کہ
اس شخص پر محمول ہے جو صوم کی قدرت نہ رکھے جواب ۳ یہ ہے کہ ایسے شخص پر محمول ہے جو رخصت کا انکار کرے

باب القضاء (الفصل الاول) ۹

2030 **عن عائشہؓ:۔** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ امور خانہ داری اور ضروریات ۱۰
اصلیہ کی وجہ سے مجھے موقع نہیں ملا کرتا تھا کہ میں اپنے ان روزوں کی قضاء کروں جو حیض اور دوسرے
اعذار کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے لہذا ان کی قضاء میں شعبان کے اندر کرتی تھی اور حضور بھی اس
2033 ماہ کے اندر بکثرت روزہ رکھتے تھے اس لیے میں بھی پورا کر لیتی تھی **عن عائشہؓ:۔** من مات وعلیہ الخ ۱۲
فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور اس پر روزے واجب ہوں تو اسکے ولی کو چاہیے کہ وہ ادا کرے
مرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ روزے پر قادر تھا مثلاً بیماری کے بعد چند دن صحت کی حالت
میں گذارے یا قضاء پر قادر نہیں تھا اگر قضاء ممکن نہیں تھی تو قتادہ، طاؤس کے نزدیک بقول ابن قدامہ
فدیہ دینا ضروری ہے اور بقول ملا علی قاریؒ کے فدیہ اور قضاء دونوں کچھ واجب نہیں اور اگر صوم کی قضاء ممکن
تھی تو اس کے اندر علماء کے مختلف مذاہب ہیں امام شافعیؒ امام احمدؒ کا ایک قول اور ابن حزمؒ کے نزدیک
ولی اس کے روزے کی قضاء کرے۔ اسحاق بن راہویہ امام احمدؒ کے نزدیک اگر اس پر نذر کا روزہ واجب ہے
تو ولی اس کی قضاء کرے اس کے علاوہ کسی صوم کی قضاء ولی پر نہیں ہے۔ امام محمدؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کے
نزدیک اس پر کسی صوم کی قضاء نہیں بلکہ صرف فدیہ واجب ہے۔ ابن حزمؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا۔
امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اندر روزے سے نذر کا روزہ مراد ہے چنانچہ ایک روایت کے اندر نذر کی
تصریح ہے۔ احناف کا استدلال مقبول ابن عباسؓ کی [illegible] حدیث حضرت نافعؒ کی ہے [illegible] استدلال کرتے ہیں۔
کہ فدیہ دینے کے اندر ان کے مابین اختلاف ہے امام شافعیؒ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر دن کے روزے
کے بدلے ایک مسکین کو ایک مد گیہوں کا دیدے سفیان ثوریؒ کے نزدیک نصف صاع اور امام محمدؒ
کے نزدیک گیہوں کے اندر نصف صاع اور بقیہ کے اندر ایک صاع فدیہ میں دے جیسا کہ اس کی تفصیل
ماقبل میں صدقۃ الفطر کے اندر گذر چکی ہے [illegible] اور اس حدیث کا جواب یہ کہ صام عنہ ولیہ
سے مراد اداء فدیۃ الصیام عنہ ہے

باب صیام التطوع (الفصل الاول)

2036 عن عائشۃؓ: اس حدیث سے مقصود عدم مواظبت علی الصیام کو بیان کرنا ہے چنانچہ آپ ﷺ روزہ رکھتے ۱۲۸ / ۱۴ / ۱۸
کے اندر شعبان کا مہینہ ہی اختلاف شعبہ ہے ابن المبارکؒ فرماتے ہیں اکثر سے جو یہ ثابت ہے کہ یصوم شعبان
کلہ اس کا اکثر مراد ہے جیسے صلی اللیل کلہ کہا جاتا ہے حالانکہ کھانا پینا - بات چیت - بیت الخلاء
وغیرہ کا وقت یقیناً اس سے خارج ہے اس پر علامہ طیبیؒ اعتراض کیا کہ شعبان کے بعد لفظ کلہ تاکید کیلئے
ہے جیسے حقیقی معنی ثابت رکھتے ہیں لہذا حقیقت سے مجاز کی طرف نہیں لے جایا جائیگا البتہ یہ کہا جائیگا
کہ آپ کی عادت شریفہ کبھی اکثر ماہ روزہ رکھنے کی تھی اور کبھی پورا ماہ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ پہلے
اکثر ماہ روزہ رکھتے تھے اور بعد میں کل ماہ کا روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا بعض لوگوں نے یہ توجیہ کی کہ چونکہ
آپ ﷺ کبھی اول شہر کا کبھی اوسط شہر کا اور کبھی آخر شہر کا اندر روزہ رکھتے تھے تو مجموعہ کا اعتبار سے
کل شعبان کہہ دیا ہے پھر آپ اس ماہ میں کثرت سے کیوں روزہ رکھتے تھے (۱) لانہ شہر ترفع الاعمال
یعنی اس ماہ میں اعمال اٹھائے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے پسند فرمایا کہ جب اعمال روزہ کی حالت میں اٹھائے
جائیں (۲) ترمذی شریف کا اندر ہے کان یصوم تعظیما لرمضان (۳) حضور کی عادت ہمیشہ یہ تھی کہ
آپ ہر مہینہ کا اندر تین روزہ رکھتے تھے لیکن بعض مرتبہ عوارض کی وجہ سے مسلسل روزہ وغیرہ کی وجہ
سے بعض ماہ کے روزہ چھوٹ جاتے تھے تو ان سب کی قضاء شعبان کے اندر فرماتے (۴) ازواج مطہرات
ہمیشہ آپ ﷺ کے کام میں اور خانہ داری میں مشغول رہتی تھیں جس کی وجہ سے ایام حیض کا روزہ بھی
قضاء نہیں کر سکتی تھیں صرف شعبان کا اندر قضاء کرتی تھیں اس وجہ سے حضور بھی روزہ رکھ لیا
2038 کرتے تھے عن عمران بن حصینؓ من سرر شعبان سرر کا اطلاق اول شہر اوسط شہر اور آخر شہر ۲۳
تینوں پر آتا ہے کما فی القاموس - علماء نے بیان کیا کہ یہاں پر سرر سے مراد اول اور اوسط
میں آخر مراد ہیں کیونکہ آپ ﷺ آخر کے ایک یا دو روزوں سے منع فرمایا ہے
بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے آخر شہر مراد ہے اور یہ صحابی اس شخص کو وسط کا جسمیں
قضاء یا نذر کا روزہ واجب تھا اور اس نے وسط آخر شہر میں کوئی اشتغال نہیں پایا یہ کہا جاتا
کہ حدیث کا محمل وہ شخص ہے جو ہمیشہ آخر ماہ کا اندر روزہ رکھتا تھا آپ ﷺ نے منع فرمایا اس نے عموم کی
وجہ سے بالکل چھوڑ دیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اما صمت من سرر شعبان ای من آخر شعبان یعنی
2039 جب تمہاری عادت تھی آخر ماہ میں روزہ کی تو رکھ لیا کرو عن ابی ہریرۃؓ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۲۴
محرم کا مہینہ میں روزہ رکھنا سب سے افضل ہے اور ترمذی کا اندر ہے کہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا
روزہ افضل ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کا روزہ افضل ہے اب دونوں حدیثوں میں تعارض ہو گیا
دفع تعارض کی اول صورت یہ ہے کہ ترمذی والی روایت ضعیف ہے اور یہ روایت صحیح ہے کیونکہ
مسلم کی روایت ہے دوسری صورت یہ ہے کہ شعبان کا روزہ افضل ہے اگرچہ ترمذی کی حدیث ضعیف ہے
لیکن آپ ﷺ کے عمل کی وجہ سے مؤکد ہو گیا - تیسری صورت یہ ہے کہ آپ کو محرم کی افضلیت کا علم بعد میں ہوا
اور شعبان میں کثرت روزہ اس وجہ سے رکھے کہ محرم کے اندر آپ ﷺ کو کثرت اسفار پیش آتے تھے - چوتھی
صورت دفع تعارض کی افضل الصیام میں لفظ من مقدر ہے ای من افضل الصیام

2040 عن ابن عباس یوم عاشوراء اس باب کے اندر لفظ عاشوراء کا اختلاف ہے کہ یہ اسم الغاء ہے ۱۲۸/۲۶
یا ناپیدت کا لفظ ہے دونوں قول ہیں اور یہ صفت ہے یعنی محذوف کی ای الیوم لیلۃ عاشوراء ۔ اسکے
صوم کے متعلق علماء میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک اسکا روزہ واجب نہیں بعض لوگوں کے نزدیک واجب
ا ۔ لیکن حکم باقی ہے جمہور کے نزدیک پہلے حکم تھا اب فرضیت منسوخ ہوگئی حنفیہ کے نزدیک پہلے فرض تھا
اور اب منسوخ ہوگیا ہے اور ابو الولید ابن رشد اور دوسرے علماء نے راجح قرار دیا امام شافعی مالکی
یہی قول ہے اور بعض لوگوں کی رائے ہے کہ پہلے بھی فرض نہیں تھا بلکہ سنت مؤکدہ تھا اللہ کریم میں عرض
صاحب کی حدیث ہے جس کے اندر ہے هذا یوم عاشوراء ولم یکتب اللہ علیکم صیامہ ۔ ہم پہلے ہیں اس کا
کا جواب یہ ہے کہ لم یکتب اللہ علیکم صیامہ علی الدوام یعنی دوام ہے فرضیت کی نفی ہے مطلقا نفی نہیں
اسکے اندر بھی اختلاف ہے اسکے مصداق کو نسا دن ہے جمہور کے نزدیک دسویں ہے بعض کے نزدیک نویں
تاریخ ہے ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ابو اللیث سمرقندی کی کتاب ہے علامہ طبری الحنفی نے نقل کیا
2041 مقصد اس سے کیا ہے نویں تاریخ مراد ہے وعنہ قال ۔ اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا لئن بقیت الی قابل ۲۷
اسکے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) یعنی دسویں کے بجائے میں نویں کا روزہ رکھوں گا اس لئے مخالفت کے لئے
ابن عباس سے یہی مذہب نقل کیا گیا ہے (۲) بعض نے کہا اسکا مطلب ہے اگر میں اگلے سال تک زندہ
رہا تو نویں کے ساتھ دسویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا ۔ اسکے اندر بھی اختلاف ہے صرف ایک ہی
روزہ رکھے یا دونوں رکھے امام شافعی ۔ مالک ۔ احمد کے نزدیک افراد نہ کرنا چاہئے بلکہ نویں تاریخ کا بھی
روزہ رکھے محقق ابن ھمام نے حنفیہ سے کراہت افراد نقل کی ہے بلکہ نویں یا گیارہویں کا روزہ اسکے
ساتھ ملائے ۔ ہمارے یہاں اول یہ ہے کہ نویں ۔ اور دسویں تاریخ کا روزہ رکھے ۔ ~~صوم عاشوراء~~
2044 عن ابی قتادة فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور کو غصہ اس وجہ سے آیا کہ اس نے ادب اختیار نہیں ۳
کیا اور پوچھا کہ آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں ۔ یہ پوچھنا چاہئے تھا کہ میں کیسے روزہ رکھوں ۔
آپ نے فرمایا صوم دہر کے متعلق لا صام ولا افطر اسکے متعلق بعض علماء کی رائے ہے کہ بددعا ہے اور ۷
بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہے یعنی لا صام جب وہ پورے سال کا روزہ رکھے گا تو اسکو ان ایام منہیہ آئیں گے
اور ان کے اندر روزہ رکھنا گناہ ہے تو اب بقیہ کے روزوں سے ملا تھا وہ ختم ہوجاتا ہے
لہذا مثل لا صام کے ہوگیا (۲) لا صام اس وجہ سے فرمایا کہ اس نے سنۃ کی مخالفت کی ہے (۳) روزہ
کی جو اصل غرض کف النفس عن الاشیاء ہے وہ اسکا صوم دہر سے حاصل نہیں ہوگی ۔ اب صوم دہر کا حکم
میں علماء کے مختلف قول ہیں (۱) ابن حزم کے نزدیک حرام ہے (۲) اسحاق بن راھویہ اور ظاھریہ کے نزدیک
مکروہ ہے یہی ایک روایت امام احمد کی ہے (۳) جائز ہے اور الامام الحنفیہ ابن المنذر نے اسی کو اختیار
کیا اور یہی حضرت عائشہ سے روی ہے ۔ در مختار کے اندر اسکی کراہت کی تصریح کی ہے ۔ جمہور کے نزدیک
صوم دہر مستحب ہے ۔ آگے آپ نے فرمایا ثلث من کل شہر الخ اسکے مصداق کے متعلق ابن مسعود حسن بصری ۹
حضرت عمر ۔ ابو ذر اور اصحاب بشر کہتے ہیں کہ اس سے ایام بیض مراد ہیں ۔ حسن بصری کے نزدیک
2050 اول شہر اور ابراہیم نخعی کے نزدیک آخر شہر مراد ہے عن نبیشة الھذلی ایام تشریق ۱۲

2050 کے روزے کے متعلق شافعیہ کا ایک قول حنابلہ کی ایک روایت اور حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ امام احمد 179/17
اور امام شافعی کی دوسری روایت یہ ہے کہ تشیع روافض پر جو روزہ عدم صوال کی صورتیں لازم ہوتا ہے
2051 وہ ان ایام کے اندر رکھا جا سکتا ہے یہی امام مالک کا مذہب ہے عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا 18
کہ صرف یوم جمعہ کو روزہ نہ رکھنا چاہیے اسکے اندر بھی مختلف اقوال ہیں (۱) حرام ہے یوم جمعہ کے دن روزہ
رکھنے قائل کا علم نہیں (۲) حرام ہے الا ان یصوم قبلہا او بعدہا ابن حزم کا مذہب ہے (۳) امام شافعی۔ مالک
احمد فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے الا ان یصوم قبلہا او بعدہا (۴) امام صاحب صاحبین اور مشہور ابن عباس کے نزدیک اولیٰ
کہ جائز ہے (۵) امام غزالی فرماتے ہیں کہ مندوب ہے اور حضورؐ نے اس دن کے اندر صوم سے منع فرمایا اولی تو
اس وجہ سے کہ یہ عید کا دن ہے ثانی اس وجہ سے کہ یہ عبادت کا دن ہے اور روزہ کی نقاہت مانع رہے گی ثالث
اس وجہ سے کہ اس یوم کی زیادہ تعظیم ہونے لگے گی رابع اس وجہ سے کہ وجوب کا خوف تھا ان وجوہ سے منع فرما دیا
2063 الفصل الثانی عن عبد اللہ بن بسر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم السبت کا روزہ منھی عنہ ہے صاحب 180/11
بدائع فرماتے ہیں کہ نہی کا محل ہے کہ تنہا روزہ رکھے چونکہ اسکے اندر تشبہ بالیہود ہے امام ابوداؤد فرماتے
ہیں کہ یہ حدیث ہمارے نزدیک منسوخ ہے حافظ فرماتے ہیں کہ مشکل ہے کہ وجہ نسخ کی یہ ہو کہ آپ موافقت اہل کتاب
کو پسند کرتے تھے اور بعد میں آپ نے منع فرما دیا۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ نہی تنزیہی اور بعض کے نزدیک
2067 یہ نہی تحریمی ہے الفصل الثالث عن ابن عباسؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے یہود کی موافقت 16
کی ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حضورؐ یہود کی موافقت نہیں کی بلکہ حضرت موسیٰ کی متابعت میں روزہ رکھا ہے 181/3

باب الفصل الاول

2076 عن عائشۃ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ کو توڑ دینا جائز ہے چنانچہ حنفیہ اور حنابلہ کے 3
نزدیک افطار کی اجازت ہے حنابلہ کہتے ہیں کہ اگر روزہ دار کسی عذر سے افطار کرے تو قضا ادا ہوگی
لیکن اگر افطار کرے تو کچھ اس پر واجب نہیں ہے اور اگر بلا عذر کے افطار کرے تو قضاء واجب ہے۔ امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس پر قضاء واجب ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ قضاء سے یہ حدیث ساکت ہے اور
جس روایت کے اندر آتا ہے کہ الصائم المتطوع امیر نفسہ اسکا مطلب ہے کہ ابتداءً اسکو اختیار ہے کہ وہ
روزہ رکھے یا نہ رکھے اور اگر یہ مان لیں کہ وہ صائم بنا لیا گیا ہے تو پھر جواب کہ وہ حدیث بھی قضاء
2078 سے ساکت ہے عن ابی ھریرۃ فلیقل انی صائم یہ اسلئے تعلیم دی تاکہ داعی کو اسکے نہ کھانے پر رنج نہ
ہو اور فلیصل وھھا کا مطلب ہے کہ اس داعی کیلئے دعا کرے (۲) نماز پڑھے معنی ثانی راجح فرماتے ہیں دونوں کا 7

باب لیلۃ القدر

22
چونکہ یہ رات اکثر کے قول کی بناء پر رمضان میں ہوتی ہے یا اکثر رمضان میں ہوتی ہے اسلئے بعد الصیام
مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کو منعقد کیا ہے اب اسکی وجہ تسمیہ کے اندر بھی مختلف قول ہیں لیلۃ القدر
کیوں کہتے ہیں (۱) قدر کے معنی تعظیم کے ہیں اور یہ رات بھی عظمت والی ہے اسلئے کہ قرآن عظیم اس
رات کے اندر نازل ہوا۔ ملائکہ مکرمین اس رات کے اندر نازل ہوتے ہیں اللہ کی رحمت ہر وقت کا
خاص نزول ہوتا ہے (۲) قدر بمعنی الضیق ہے کیونکہ اس رات کی تعیین کو تنگ کر دیا گیا ہے

(سوم) یہ ماخوذ ہے قدر بمعنی التقدیر سے کیونکہ اس کے اندر تقدیر وغیرہ لکھی جاتی ہے۔ اس کے اندر بھی اختلاف
ہے کہ لیلۃ القدر موجود ہے یا نہیں۔ روافض کے نزدیک مرفوع ہو چکی۔ جمہور کے نزدیک اب بھی باقی ہے پھر
بعض کے نزدیک زمن نبی کے ساتھ مختص تھی اور بعض کہتے ہیں کہ اُن کے زمانے تک مخصوص نہیں ہے پھر
اس کے اندر اختلاف ہے کہ حضورؐ ہی تک مخصوص ہے یا پہلے انبیاء کرام کو بھی یہ رات عطا کی گئی تھی
حافظ ابن عبد البر۔ صاحب عدہ۔ علامہ نواوی حضرات کی رائے ہے کہ حضورؐ کے خصائص میں سے ہے۔ حافظ
عسقلانی وغیرہ کے نزدیک آپؐ کے خصوصیات میں سے نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کیلئے عام ہے جیسا کہ
ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ اختصاص کے قائل ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت
امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اپنی امت کے اعمال کو حضورؐ نے جب کم سمجھا اور ان کی عمریں قلیل دیکھیں تو
حضورؐ نے دعا کی جس پر یہ رات عنایت کی گئی ہے ایک وجہ یہی لیلۃ القدر ملنے کی ہوئی دوسری وجہ
امت محمدیہ کو یہ رات ملنے کی یہ ہے کہ بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ حضورؐ نے اپنے صحابہ سے ایک شخص ۱
ایک نبی کا جن کا نام شمسون ہے ذکر کیا کہ انہوں نے ایک ہزار سال تک جہاد کیا اس پر صحابہ کرام کو رشک
ہوا کہ کاش اگر ہماری عمر اتنی طویل ہوتی تو ہم بھی اتنے اعمال کرتے ثواب حاصل کرتے حضورؐ نے
دعا کی جس پر یہ رات عنایت ہوئی۔ بعض روایات کے اندر ہے کہ جب آپؐ نے اپنے منبر پر بنو امیہ کو
دیکھا تو اس پر آپ کو غم ہوا اس کے بدلے میں یہ رات آپ کو ملی تو ان تمام روایات سے یہی معلوم ہوتا
ہے کہ پہلے انبیاء کو نہیں دی گئی بلکہ حضورؐ ہی کی امت کو عنایت ہوئی ہے۔ اس کے محل وقوع کے اندر
بھی علماء کا اختلاف ہے حنفیہ اور مالکیہ کا مشہور قول یہ ہے کہ سارے سال کے اندر دائر رہتی ہے
یہی ابن مسعود۔ ابن عمر۔ عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ فرماتے
ہیں کہ سارے سال کے اندر دائر رہتی ہے میں نے شعبان کے اندر مشاہدہ کیا ہے دوسرا قول
ہے کہ رمضان تک مخصوص ہے رمضان ہی کے اندر ہوتی ہے یہی قول امام صاحبین کا ہے اور ابن حاجب
نے امام مالک سے نقل کیا ہے۔ بعض حنابلہ شافعیہ کا یہی قول ہے ابوبکر بیہقی۔ ابن المنذر۔ محاملی
علامہ سبکی حضرت ابن عمر۔ صحابہ وغیرہ کا یہی مسلک ہے اب ان لوگوں کے اندر اختلاف ہے کہ معین رات
کے اندر ہے یا غیر معین میں ہے امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ معین رات کے اندر ہے بعض کے
نزدیک جس میں امام صاحب بھی ہیں غیر معین کے اندر ہے لہذا ان دونوں فریق کا اختلاف کا ثمرہ
یہ نکلے گا کہ اگر رمضان کی ایک رات گذر جائے اور پھر ایک شخص اپنی بیوی کو کہتا ہے کہ انت طالق فی
لیلۃ القدر تو امام صاحب وغیرہ کے نزدیک اگلے سال پورا رمضان گذرنے کی بعد واقع ہوگی اور امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک اسی رمضان کی اگلی رات کو واقع ہو جائیگی۔ تیسرا قول محل وقوع کے اندر یہ ہے کہ عشرہ
اخیرہ کے اندر ہوتی ہے یہ قول امام احمد امام شافعی سے مروی ہے پھر ان کے اندر اختلاف ہے کہ معین
رات کے اندر ہے یا غیر معین کے اندر جمہور شافعیہ کی رائے ہے کہ غیر معین رات کے اندر ہے اور بعض
شافعیہ کے نزدیک معین رات کے اندر ہے اور مشہور قول ہے کہ اکیسویں اور تئیسویں رات کو ہوتی ہے
امام احمدؒ کا مشہور قول ستائیسویں رات ہے یہی امام صاحب اور جمہور علماء کا بھی قول ہے علاوہ اکثر

فقہاء ہوسکتا ہے ایک اسی رات کے اندر طلاق واقع ہوجاتی ہے اس شخص کی جس نے کہا ہے انت طالق فی لیلۃ القدر ١٧١/٢٢
حجۃ اللہ علی العالمین ہونے والی رات ہے ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حجۃ اللہ لیلۃ القدر
دو ہیں ایک وہ جو تمام سال کے اندر دائر رہتی ہے جسکے اندر قدر وقضاء اور خداوند قدوس کے احکامات کا اجراء
اور نفاذ ہوتا ہے اور دوسری وہ جو رمضان کی ایک کو مختص ہے جسکے اندر روحانیات - انوارات
ملائکہ وغیرہ کی آمد ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں رات ایک شب جمع ہوجاتی ہیں - قاضی عیاض
مالکی فرماتے ہیں کہ آخری عشرہ کے اندر اکیس کی رات سے لیکر تیس تک تمام اقوال کے اندر محیط ہیں اس
رات کے اندر چالیس کے زیادہ اقوال علماء کے بیان کیے گئے ہیں - اس رات کے مبہم رکھنے کی وجہ جبکہ
رمضان کی لیالی کے اندر خوب لوگ عبادت کریں - اس کے اندر بھی دونوں قول ہیں کہ جس شخص کو اسکا
علم ہو کہ یہ رات شب قدر ہے اسکو عبادت کے اندر وہی فضیلت ملے گی یا نہیں **الفصل الاول**

عن ابن عمر :- اس حدیث کے اندر سبع اواخر میں علماء کا اختلاف ہے (١) بعض لوگوں نے کہا اس کا ٢٤
مصداق چوبیسویں رات سے لیکر آخر ماہ تک ہے یہ جب جبکہ مہینہ تیس یوم کا ہو (٢) اگر مہینہ انتیس یوم کا
ہے تو تئیسویں سے لیکر آخر ماہ تک ہوگا (٣) ماہ کا آخری ہفتہ مراد ہے جسکا آغاز بائیس سے ہوگا اور اختتام
اٹھائیس تاریخ پر ہوگا (٤) سبع اواخر سے ستائیسویں رات مراد ہے کیونکہ مہینہ کے اندر تین مرتبہ ساتھ
آتا ہے ایک ساتھ ایک عشرہ ایک ستائیس اور یہ آخری ساتھ ہے **عن ابن عباس** :- اس حدیث
کے اندر تین لفظ وارد ہوئے تاسعۃ - سابعۃ - خامسۃ ان کے مصداق میں اقوال مختلف ہیں (١) اول سے
(٢١) اکیسویں رات اور سابعہ سے ستائیسویں رات اور خامسہ سے پچیسیں کی رات مراد ہے اور تبقی
کا مطلب ہے کہ ترجی لبقاء وعا (٢) تاسعہ سے مراد بائیس کی رات اور سابعہ سے مراد چوبیس کی رات
اور خامسہ سے مراد چھبیس کی رات ہے یہ جب ہے جبکہ مہینہ انتیس کا ہو اور اگر مہینہ تیس دن کا
ہے تو تاسعہ سے مراد اکیس کی رات اور سابعہ سے مراد تئیس کی رات اور خامسہ سے مراد پچیس کی رات ہے

2090 **عنها قالت** :- فرماتی ہیں حضرت عائشہ کہ حضور جب عشرہ آخر کے اندر داخل ہوتے تو شد مئزرہ فرماتے ١٢
اسکے مصداق ومطلب کے اندر اختلاف ہے بعض نے کہا کہ کنایہ ہے اجتہاد فی العبادۃ سے اور بعض نے کہا کہ
2095 عدم جماع سے کنایہ ہے کہ آپ پاجامہ باندھ لیتے تھے **الفصل الثالث عن عبادۃ بن الصامت** :- ٢١
رجلان کا مصداق عبداللہ بن ابی حدرد اور کعب بن مالک ہیں فرفعت اسکی روافض نے استدلال کیا کہ
لیلۃ القدر اب باقی نہیں رہی مرفوع ہوچکی حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ان جاہلوں سے کون پوچھے کہ
اس تعیین کا رفع کب معلوم ہوا اگر تعیین لیل مرفوع ہوجاتی تو اشارہ علامہ حضور یہ کیوں فرماتے کہ
فالتمسوها فی التاسعۃ والسابعۃ الخ بلکہ رفعت کا مطلب ہے کہ اسکی تعیین اٹھالی گئی از تسجیم ہوگئی ہے ٢٣

باب الاعتکاف
(الفصل الاول)

چونکہ یہ بھی عشرہ اواخر کے اندر مسنون ہے اسلئے اسکو بھی کتاب الصوم کے اندر مصنف نے ذکر فرمایا - عکوف ١٨٣/٢
کے معنی لغت کے اندر لزوم کے ہیں اصطلاح کے اندر اعتکاف کہتے ہیں کہ بنیۃ مخصوصۃ کسی مسجد کے اندر
مکث کرنا ہو اسکی تین قسمیں ہیں واجب - مسنون - مستحب واجب تو اعتکاف منذور ہے اور مسنون

(۹۱) ۱۸۳/۲

2097 لئے ادا کیا اعتکاف سے چنانچہ اب یہ مسنون ہونے پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے امام مالکؒ کا سوا تمام اعتکاف
مستحب ہے عن عائشہؓ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو اعتکاف جائز ہے یہی ائمہ اربعہ کا 2
مذہب ہے البتہ ائمہ ثلثہ کے نزدیک مسجد کے اندر اعتکاف کرینگی اور امام صاحبؒ سفیان ثوری ابن علیہ
کے نزدیک مسجد بیت میں کریں اگر مسجد کے اندر کریں تو ان حضرات کے نزدیک جائز ہے مع الکراہۃ
ائمہ ثلثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ حضورؐ نے خود نماز کو حجرہ کے اندر افضل قرار دیا ہے
2100 لہذا اعتکاف بطریقہ اولیٰ گھر میں ہونا چاہیے عن عائشہؓ اس حدیث سے مسّ مراۃ ثابت ہوتا 8
ہے اور اعتکاف حدیث کے اندر اس سے نفی معلوم ہوتی ہے لہذا دونوں کے اندر جمع کی صورت یہ ہے کہ
یہاں مس بلا شہوت مراد ہے اور اعتکاف میں مس بشہوت مراد ہے پھر اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر
مس بشہوت سبب انزال ہو جائے تو ناقض اعتکاف ہے یا نہیں[1]

[1] عن احمد والشافعی وابی حنیفۃ ان الانزال بشہوۃ افسد اعتکافہ وان لم ینزل فلا وقال مالک یفسد اعتکافہ فی کل صورۃ سواء انزل او لم ینزل کذا قالہ الشیخ ... عبد اللہ ...

2101 عن ابن عمرؓ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر شرک کی حالت میں کوئی شخص کسی عبادت کی نذر مانے 9
تو مسلم ہو جانے کے بعد اس عبادت کو کرنا واجب ہے یا نہیں اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے واجب ہے اور یہی
مذہب ہے امام شافعیؒ ابو ثورؒ ہے ابن بطالؒ نے نقل کیا ہے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک پورا کرنا
مستحب ہے امام احمدؒ کا دوسرا قول وجوب کا ہے داؤد ظاہری کے نزدیک بھی واجب ہے

الفصل الثانی

2102 عن انسؓ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ معتکف کو اعتکاف کیلئے مسجد میں کس تاریخ کو داخل 11
ہونا چاہیے امام احمدؒ سفیان ثوریؒ اور اوزاعی لیث بن سعدؒ کے نزدیک اکیسویں کی صبح کو فجر کی نماز پڑھ کر
معتکف کے اندر داخل ہوگا ائمہ ثلثہ جمہور علماء کے نزدیک بیسویں کی شام کو غروب سے پہلے داخل ہوگا
یہی ایک روایت امام احمدؒ کی ہے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس میں معتکف سے مراد خلوت خانہ ہے
قاضی ابو یعلیٰ نے جواب دیا کہ یہاں بیسویں کی صبح مراد ہے یعنی ایک دن پہلے داخل ہو جاتے
2106 تھے علامہ سندیؒ نے اس جواب کو قوی قرار دیا عنہا قالت اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معتکف 15
کو عیادت کرنا اور شہود جنازہ جائز نہیں ائمہ ثلثہ کا یہی مذہب ہے یہی ایک روایت امام احمدؒ کی
ہے دوسری روایت امام احمدؒ کی یہ ہے کہ جائز ہے تیسری روایت یہ ہے کہ اگر شرط لگا لی اعتکاف کے
وقت تو نکلنا جائز ہے ورنہ نہیں اور یہ سب ہو رہی ہے جبکہ قصداً نکلے اگر اتفاقاً گذرتے ہوئے
کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے ولا یباشرھا ائمہ ثلثہ کے نزدیک تفسیر ہے قولہ ... 16
باعثہ امام شافعیؒ کے نزدیک وقف ... تفسیر ہے ولا یخرج لحاجۃ الخ ائمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے
معنی ابن قدامہؒ نے صاحبین سے نقل کیا ہے کہ اگر اکثر دن باہر رہے تو اعتکاف فاسد ہوگا ورنہ نہیں
ولا اعتکاف الا بصوم امام مالکؒ کے یہاں ہر اعتکاف کیلئے صوم شرط ہے امام صاحبؒ کے یہاں 17
اعتکاف واجب کیلئے شرط روزہ ضروری ہے امام شافعیؒ کی دو روایتیں ہیں امام احمدؒ کی دو روایتیں
عدم وجوب ہے اعتکاف نفل کی مدت میں امام مالکؒ کے یہاں جائز ہونا بالاجماع ہے ... ہیں تین قول
ہیں (۱) ایک دن (۲) ایک دن رات (۳) اس سے کم اعتکاف جائز نہیں (۳) ثلثہ ایام۔

2015 (ام) عشرہ ایام وسط کا ہیں جائز نہیں ۔ ولا اعتکاف الا فی مسجد جامع حضرت ابن عمر ابن لبابہ مالک ١٨٣/١٧
فرماتے ہیں کہ مسجد شرعی بالیقین جمہور کے نزدیک اعتکاف کے واسطے مسجد شرط ہے جو جس میں افضلوقت
اگر کوئی مسجد میں اعتکاف صحیح ہے حضرت سعید بن المسیب کے نزدیک مسجد نبوی کی قید ہے اور
عطا ابن ابی رباح کے نزدیک مسجد حرام یا مسجد نبوی کی قید ہے حضرت حذیفہ مسجد اقصیٰ کو بھی ان
دونوں کیساتھ شریک کرتے ہیں زہری کے نزدیک مسجد جامع قید ہے امام احمد فرماتے
ہیں کہ ہر اس مسجد میں اعتکاف کرسکتا ہے جس کے اندر جماعت ہو امام مالک امام شافعی فرماتے ہیں
کہ مسجد ایسی ہونی چاہیے جس کے اندر جماعت ہوتی ہو مگر شرط یہ ہے کہ درمیان کے اندر جمعہ نہ آتا ہو اور اگر
درمیان کے اندر جمعہ آتا ہو تو امام شافعی کے نزدیک مسجد جامع شرط ہے امام مالک کا یہاں شرط ہے

کتاب فضائل القرآن

(الفصل الاول) ١٨٣/٢٠

2112 عن عائشة ... الماہر بالقرآن مع السفرة الکرام الخ ماہر سے مراد جید حافظ یا جید قاری مراد ہے ١٨٤/١
سفرہ سافر کی جمع ہے سفر سے ماخوذ ہے جس کے معنی کتابت کے ہیں یا سفارت سے ماخوذ ہے تو قاصد
کے معنی میں ہوگا سفرہ سے مراد ملائکہ ہیں کیونکہ یہ بھی اللہ کے قاصد ہیں اور اعمال کو لکھتے ہیں یا اس سے
مراد انبیاء کرام مراد ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے قاصد ہوتے ہیں اور بعض لوگوں نے کہا کہ سفرہ
سے ماخوذ ہے بمعنی الصلح کیونکہ انبیاء بھی اصلاح کیلئے آتے ہیں اور [illegible] وہ قرآن [illegible] ٢
دونوں کا اجر ہے عن ابن عمر لاحسد الخ اشکال ہوگا کہ حسد تو مطلقاً ناجائز ہے اسکا کیا مطلب
جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے اندر کلام علی سبیل الفرض ہے یا حسد سے غبطہ مراد ہے [illegible]
2118 فرمایا عن ابی سعید بن المعلی استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم علماء کا رجحان ہے کہ اگر ١٨
نماز کے اندر حضور کسی کو بلائیں تو جواب دینا واجب ہے اب یہ کہ نماز فاسد ہوگی یا نہیں تو شافعیہ کے
نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی حنفیہ کا بیان دونوں قول ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جائیگی
ھی السبع المثانی یہ حضور نے سورہ فاتحہ کے متعلق فرمایا کیونکہ یہ نماز کے اندر مکرر پڑھی جاتی ہے یا ٢١
2120 مرتبہ نزول کے اندر مکرر ہے یا سجدہ کے [illegible] عن ابی ٢٢
امامة حضور نے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کے متعلق فرمایا کہ دونوں قیامت کے دن اکٹھی آئیں گی [illegible]
علامہ نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ اس سے ثواب عمل مراد ہے حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ خود اعمال کو
2121 آتا ہے کوئی اشکال نہیں کیونکہ تجسد [illegible] عن النواس بن سمعان [illegible] ٢٦
2122 ہے یا اسم اللہ کا [illegible] عن ابی بن کعب اس حدیث کے اندر حضور نے سوال کیا تو جواب میں
ابی بن کعب نے پہلی مرتبہ اللہ ورسولہ اعلم کہا اور دوسری مرتبہ میں سوال کا جواب دیا [illegible] ١٨٥/١
[illegible] یہ بیان کی ہے کہ انہوں نے صحابہ کے دستور کے مطابق ادباً اللہ اعلم کہا اور بعد میں جواب
دوبارہ سوال پر جواب دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کو پہلے علم نہیں تھا بعد میں جب حضور
2123 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمایا تب ان کو علم ہوا اور جواب دیا عن ابی ہریرہ ٤
فاخذتہ الخ اس سے معلوم ہوا حضرت ابوہریرہ نے اس شیطان کو پکڑ لیا تھا اور مشکوٰۃ [illegible] ٨

2123 صفحہ ۹۱ پر لکھا ہے حضور نے فرمایا کہ شیطان کو میں نے پکڑنے کا ارادہ کیا لیکن مجھے اپنے بھائی حضرت 185/18
سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آگئی اسلئے میں نے ترک کر دیا - اور اگر میں پکڑ لیتا تو مدینہ کے بچے
اس سے کھیلتے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے حضرت سلیمان کی وجہ سے نہیں پکڑا اور
یہاں ابو ہریرہ نے اسے پکڑ لیا تو جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور نے جس شیطان کو پکڑنے کا ارادہ
کیا وہ سب کا سردار ہو اور ابو ہریرہ والا عام شیاطین میں سے ہو جواب ممکن ہے کہ وہ شیطان
حضور کے سامنے اپنی صورت اصلیہ کے اندر آیا ہو جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا کرتے
تھے اور ابو ہریرہ کے سامنے انسان کی شکل میں آیا ہو - [illegible] مسئلہ ابو ہریرہ نے 10
اس پر رحم کیا اور رحم کرنا یہ تصدیق کی تو گویا ابو ہریرہ نے اسکی تصدیق کی اور وہ حضور کی رسالت
کا منکر ہے اور اسکی تصدیق کرنا گویا حضور کی رسالت کا منکر ہوگا تو جواب یہ ہے کہ علامہ [illegible]
فرماتے ہیں کہ جب اسنے کفریت ظاہر کی تو اسکی کفریت کی وجہ سے اس شیطان کی تصدیق کی جواب
جب ابو ہریرہ نے اس سے دریافت کیا اور وہ بتلا کر چلا گیا اور اس کا عذر کیا تو ابو ہریرہ نے اس کی عذر
کے اندر تصدیق کی جواب ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ابو ہریرہ نے یہ سمجھا کہ شاید اسنے
2127 توبہ کر لی ہو وعنہ قال [185/21] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قل ہو اللہ ثلث قرآن کے برابر ہے اسکی وجہ یہ 21
ہے کہ قرآن کے اندر تین چیزیں بیان ہیں احکام - توحید - اخبار - اور قل ہو اللہ میں توحید خالص
2130 بیان کی گئی ہے بعض لوگوں نے کہا کہ یہ تثلیث ثواب کے اعتبار سے ہے عن انس [185/26] - ان رجلا قال الخ 26
اس رجل کے نام کے متعلق تین قول ہیں (۱) کلثوم ابن ہدم (۲) قرظ ابن زید (۳) قتادہ ابن
2132 النعمان عن عائشۃ [186/2] ثم نفث فیہما علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ پہلے پڑھتے تھے 186/2
تبیل کیونکہ ملا علی قاری اور طیبی کا قاعدہ ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ الخ کے قبیل سے ہے :
2134 الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو [186/8] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن یعنی حافظ قرآن جنت کے 8
درجات حسب قرأت طے کریگا بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کی جتنی آیات ہیں ان کے مطابق اسکے
درجات ملینگے اور بعض کہتے ہیں کہ جتنی آیات پر اسنے دنیا کے اندر عمل کیا ہے اسکی بقدر درجات
ملینگے ترتل فی الدنیا الخ ترتیل افضل ہے یا جلدی پڑھنا ابن عباس اور ابن مسعود کے نزدیک ترتیل
افضل ہے - شافعیہ کے نزدیک تعجیل افضل ہے ابن قیم فرماتے ہیں کہ قیمت کے اعتبار سے ترتیل کا
درجہ بڑھا ہوا ہے اور مقدار کے اعتبار سے تیز پڑھنا افضل ہے گویا [illegible]
دونوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس ایک نہایت بیش بہا اور قیمتی موتی ہو اور جو جلدی جلدی
تیزی کے ساتھ پڑھتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جسکے پاس ایک ڈھیر چیزوں وغیرہ کا ہو [186/27]
2140 مقدار کے اعتبار سے بہت زیادہ لیکن قیمت کے اندر اس شخص کی ایک موتی سے بہت کم درجہ ہے عن عقبۃ 26
بن عامر بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضور کا زمانہ خیر کا زمانہ ہے اور آپ کا معجزہ تھا قرآن پاک
آگ کے اندر ڈالنے کے باوجود نہیں جلتا تھا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اھاب سے مراد قلب
مومن اور نار سے مراد نار جہنم ہے جس مومن کے قلب میں قرآن پاک ہے وہ بھی جہنم کے اندر نہیں جلیگا

2147 عن انس: اس حدیث کے اندر قلب سے مراد خلاصہ اور زبدۃ شی کے ہیں چونکہ سورہ یٰس شریف کے ۱۸۷/۱۵
اندر معاد کے متعلق بہت کچھ مذکور ہے اور یہی اصل اور زبدہ ہے اسکا ثواب دس قرآن کے ثواب کی
2148 طرح ہے عن ابی ہریرۃ: ان اللہ قرأ طٰہٰ الخ اس قرأۃ سے مراد یا تو الہام ہے یا اظہر فی اللوح المحفوظ ۱۷
2151 کے معنی میں ہے اور اہل بقرا انہا کے معنی میں ہے عن العرباض بن ساریۃ: یقرأ المسبحات اس سے ۲۳
مراد وہ سورتیں ہیں جن کے شروع میں سبحان کا لفظ آیا ہے ان فیھن آیۃ اسکے مصداق میں بھی
علماء کا اختلاف ہے علامہ طیبی فرماتے ہیں اخفی ہے معلوم نہیں بعض لوگوں نے کہا ہو انزلنا ھذا
القرآن علی جبل الخ مراد ہے اور بعض حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں ھو الاول والآخر والظاھر الخ مراد ہے
2154 عن ابن عباس اس قبر کے اندر جو شخص قرأۃ کر رہا تھا اس قرأۃ کے متعلق حافظ ابن رجب حنبلی
فرماتے ہیں کہ اسپر کوئی ثواب مرتب نہیں ہوگا کیونکہ ثواب وغیرہ کا تعلق دنیا ہی کے اندر ہے آگے آپ ۲۶
نے فرمایا ہی المانعۃ علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ وہ معاصی سے منع کرنے والا ہے دوسرا قول یہ کہ عذاب
قبر سے منع کرنے والا اور بعض کہتے ہیں کہ میدان حشر کے اندر جو پیش آنے والی مصیبت و تکلیف ہوگی
مانع ہے لیکن اسکی اصلی قرأۃ اصلیہ جو دنیا کے اندر ہے وہ مراد ہے قبر والی قرأۃ مراد نہیں کیونکہ وہ
2165 دائم نہیں ہے الفصل الثالث عن ابی ہریرۃ اعربوا اس سے مراد تفاہیم کو بیان کرنا ہے اور فرائض ۱۸۸/۲۳
سے علم فرائض اور مطلق احکام دینیہ و دنیویہ بھی مراد ہو سکتے ہیں ایسے ہی حدود سے ان کے اگلے
2166 معنی اور احکام اور فرائض والی حدود بھی مراد ہو سکتی ہیں عن عائشۃ: اس حدیث کے اندر قرأۃ ۲۴
قرآن کو افضل قرار دیا گیا ہے جو نماز کے اندر ہو کیونکہ اسکے اندر دو عبادتیں ہیں ایک قرأۃ دوسری نماز۔ دوسری
چیز یہ معلوم ہوئی کہ قرأۃ قرآن افضل ہے تسبیح سے کیونکہ قرأۃ کے اندر خود تسبیح وغیرہ آگئی ہے۔ علماء
نے بیان فرمایا کہ اگر نفس عبادت کے اعتبار سے دیکھیں تو سب سے افضل صلوۃ اور زکوۃ ہے اور مآل و انجام
2167 کے اعتبار سے سب سے افضل صوم ہے عن عثمان بن عبد اللہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرأۃ قرآن دیکھ کر ۲۶
افضل ہے قرأۃ قرآن حفظ سے۔ علماء نے یہ تفصیل بیان کی کہ اگر دیکھ کر پڑھنے میں مزہ آتا ہے تو اس کیلئے
دیکھ کر پڑھنا افضل ہے اور اگر مزہ نہ آئے تو حفظ افضل ہے لیکن عام طور سے دیکھ کر زیادہ اطمینان
اور فرحت سے پڑھا جاتا ہے اسلئے حدیث کے اندر حالت اکثری کا لحاظ کرکے اسکی فضیلت بیان فرمائی
2169 عن ایفع بن عبد الکلاعی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قل ہو اللہ احد افضل السور ہے اور اس سے ۱۸۹/۳
پہلی حدیث کے اندر گذرا کہ سورہ فاتحہ افضل ہے دونوں کے اندر تطبیق ایسے ہے کہ قل ہو اللہ توحید کو
جامع ہے اس اعتبار سے وہ افضل السور ہے اور سورہ فاتحہ مقاصد قرآن کو جامع ہے تو ہر ایک جگہ
2180 الگ الگ جہت سے افضلیت پائی جاتی ہے عن علی: عروس قرآن سورہ رحمان کو قرار دیا گیا کیونکہ ۲۴
لوازمات عروس کا ذکر اس سورہ کے اندر ہے اور وہ لوازمات قسم قسم کے میوہ جات اور ہر نوع کی نعمتیں ہیں
اور نیز عروس کی طرح اس سے متناسب ہوا کرتی ہے تو چونکہ اسکے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات
2183 اور انعامات بے پایاں کو جتلایا ہے اس اعتبار سے یہ عروس القرآن ہے عن عبد اللہ بن عمرو ۱۹۰/۱
اقرأ رجل الخ اس سے مراد فرزدق کے چچا حضرت صعصعہ ہیں کیونکہ اذا زلزلت الخ کے اندر معاد اور فمن یعمل مثقال الخ

2183 کے اندر عبادات کا ذکر آگیا ہے اسلئے یہ سورۃ جامعہ بن گئی ہے اُخم الرُوَیجل یہ راجل کی تصغیر ہے اور رجل ١٩٠/٥
کی بھی تصغیر ہوسکتی ہے لیکن ملا علی قاری نے اسکو رد کر دیا ہے رجل کی تصغیر تو رجیل آتی ہے لیکن قاموس کے اندر رُوَیجل
2184 بھی رجل کی تصغیر قرار دیا گیا ہے عن ابن عمرؓ اس حدیث کے اندر صحابہ نے جو کہا ہے ومن لم یطق ان ٥
یہ فرد فرد کو دیکھتے ہوئے کہا ورنہ ہر ایک خود اور آیت کا پڑھنا مشکل ہے

باب الفصل الاول ١٣

2188 عن ابی مسعود لبئس حافظ نے لبئس پر کیا تو بیان کی ہے - امام نووی سے نقل کیا گیا ہے ١٤
~~...~~ کہ نسیان کی نسبت اپنی طرف کرنا کراہت تنزیہی ہے اور بھول جانا کبیرہ ہے اور بعض
کے نزدیک یہ بھولنا گناہ صغیرہ ہے بئس ما لاحدہم اسکا مخصوص بالذم اپنی طرف نسیان کی نسبت کرنا
بعض نے کہا ہے نسیت سے جو لا پرواہی سمجھ میں آرہی ہے وہ مخصوص بالذم ہے علماء نے بیان کیا ہے اگر
امور دنیا کی وجہ سے قرآن کا نسیان ہوا تو نسیت بالکل نہ کہنا چاہئے اور اگر امور دین کی وجہ سے نسیان
2190 واقع ہوا تو نسیت کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے عن جندب بن عبد اللہؓ اقرؤا القرآن ما ائتلفت علیہ قلوبکم
ملا علی قاری نے اسکا یہ مطلب بیان کیا ہے جب تک طبیعت کے اندر انشراح ہو اور مزہ آتا رہے اسوقت ١٨
تک پڑھتے رہو اور جب دلجمعی نہ ہو تو چھوڑ دو - حافظ فرماتے ہیں اس سے مراد اختلاف فی المعانی ہے
2192 اور جب معانی اور مطالب کے اندر اختلاف ہونے لگے تو اسکو چھوڑ کر الگ ہوجاؤ عن ابی ہریرۃؓ -
ما اذن اللہ لشیء الخ یہاں اذن سے رضا مراد ہے ان یتغنی بالقرآن امام شافعی فرماتے ہیں تغنی سے مراد اچھی آواز ٢٠
یا تحزن مراد ہے امام ابو عبید اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں اس سے استغناء بالقرآن مراد ہے - سفیان
بن عیینہ اس کا مطلب بیان کرتے ہیں استغناء بالقرآن کا مطلب ہے احادیث سے مستغنی ہو جائے اور ابو عبید
کہتے ہیں تمام اشیاء سے استغناء ہو جائے - بعض لوگوں نے کہا تغنی سے مراد مسلسل ہے عن عبد اللہ
2195 بن مسعود انی احب ان اسمعہ من غیری الخ ابن بطال مالکی فرماتے ہیں یہ آپ نے اسلئے فرمایا تا کہ
دور کرنا قرآن پاک کا سنت ہو جائے - نیز اس کے اندر تدبر و تفکر کا موقع زیادہ ملتا ہے اس کی وجہ والی ٢٣
روایت کے اندر وارد ہوا ہے حضور قرآن پاک پڑھیں اور ابی بن کعب سنیں اس حدیث کے اندر اور اس
میں فرق یہ ہے وہاں مقصود ادائے حروف اور طریقہ قرأۃ کو بیان کرنا ہے اور وہ حضور سے زیادہ
اچھی طرح ہوگا - فاذا عیناہ تذرفان حافظ فرماتے ہیں ممکن ہے آپ نے یہ سمجھا ہو میں اپنی امت پر
شہید اور گواہ ہونگا اور میری امت کے حالات زیادہ خراب ہیں تو شفقت اور رحم کی بنا پر آپ روئے ٢٥
2197 اور ممکن ہے خوشی کی وجہ سے آپ روئے ہوں عن ابن عمرؓ اس حدیث پاک کے اندر قرآن شریف ١٩١/١
کو لڑائی کے اندر لیجانے سے منع فرمایا ہے ایک حدیث کے اندر ہے مخافۃ ان ینالہ العدو الخ موطا کے
اندر واقع ہوا قال مالک الخ اس سے بعض شراح کو وہم ہوگیا یہ ٹکڑا موقوف ہے لیکن اصح یہ ہے کہ
مرفوع ہے اب قرآن شریف کے لیجانے کا حکم کیا ہے مالکیہ کے نزدیک مطلقاً ممنوع ہے حنفیہ شافعیہ کے
یہاں اگر لشکر چھوٹا ہے تو لیجانا ممنوع ہے اور اگر لشکر جرار ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے امام طحاوی فرماتے
ہیں یہ اسوقت کا حکم ہے جبکہ مسلمانوں کے اندر کوئی کمزوری تھی ہمارے فقہاء کی رائے میں اب بھی یہ

2197 حکم باقی ہے اب یہ اس حدیث کے اندر قرآن سے کیا مراد ہے بعض کے نزدیک تو علم بالکل مراد ہے اور بعض 191/1
2200 لوگ کہتے ہیں اس کے حفظ مراد ہیں عن سعد بن عبادة: یقرأ القرآن ثم ینساه الخ بعض کہتے ہیں 9
اس کا مطلب ہے پڑھ کر بھول جائے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا ہو کہ پھر یاد ہی
نہ آئے بعض نے کہا اس سے مراد ترک قراءة ہے بعض کی رائے ہے کہ اس سے ترک عمل مراد ہے اور دونوں کا
مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے اجذم اس کے مختلف مصداق علماء نے بیان کئے ہیں (۱) مقطوع الید (۲) مقطوع 10
السبب من الخیر (۳) خالی الید من الخیر حافظ فرماتے ہیں یہ چیزوں کی شقاوت ہیں اور ممکن ہے کہ
اس سے اس کے حقیقی معنی مراد ہوں (۴) مقطوع الاسنان الدہ (۵) مقطوع الحجۃ مراد ہو۔
2201 عن عبد اللہ بن عمرو: لم یفقہ من قرأ القرآن الخ بعض علماء کے نزدیک تین دن سے کم کے اندر ختم قرآن 10
حرام ہے امام احمد کی ایک روایت کراہت کی ہے اور دوسری کا یہ ہے کہ ختم کرنے میں کوئی حد مقرر نہیں ہے چنانچہ حضرت
عثمان سے ثابت ہے کہ ایک رات کے اندر قرآن ختم فرمایا جمہور کی بھی یہی رائے ہے کہ انسان کی نشاط
پر موقوف ہے جتنا چاہے پڑھے ابن الکاتب سے منقول ہے کہ ایک رات کے اندر چار قرآن پڑھے
عن عقبة بن عامر: علماء نے بیان کیا کہ اگر زور سے پڑھنے کے اندر ریاء اور دوسرے لوگوں کی ایذاء
کا اگر خوف ہو تو پھر آہستہ پڑھنا افضل ہے اور اگر ان چیزوں کا خوف نہ ہو اور زور سے پڑھنے کے اندر
2207 دلجمعی ہو تو جہراً پڑھنا اولیٰ ہے **الفصل الثالث** عن حذیفة: قراءة کیلئے تحسین الصوت 21
افضل ہے لیکن الحان کے اندر علماء کا اختلاف ہے امام مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ حرام ہے ایک جماعت کے نزدیک
مکروہ ہے حافظ ابن قیم نے امام مالک اور امام احمد سے کراہت نقل کی۔ امام شافعی سے کراہت و جواز دونوں
منقول ہیں امام محمد سے امام طحاوی نے نقل کیا کہ الحان جائز ہے۔ امام شافعی کے دونوں قول کا محمل علماء
نے بیان فرمایا کہ اگر وہ تمطیط۔ تمدید کیسے تو حروف کو نکالتا ہے تو مکروہ ہے جیسے محمد کو پڑھے
مُوحَامَاد اور اگر حروف کے اندر قلت و کثرت نہ ہو بلکہ حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرے تو جائز
2210 ہے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ بلا تکلف الحان جائز ہے اور مع التکلف کے ممنوع ہے عن عبیدة الملیکی 192/1
لا تتوسدوا القرآن الخ قرآن کو تکیہ (وسادہ) نہ بناؤ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس کے حقیقی معنی مراد ہیں
اور تمثیلی بھی ہو سکتی ہے یعنی قرآن سے تغافل مت کرو بلکہ واتلوہ حق تلاوتہ من آناء اللیل الخ

باب الفصل الاول 3

2213 عن ابی بن کعب: فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاہلیۃ الخ یعنی میرے نفس کے 11
اندر ایسی تکذیب واقع ہوئی کہ جو جاہلیت کے اندر بھی نہیں تھی اس سے بھی زیادہ واقع ہوئی
2219 **الفصل الثالث** عن علقمة: وتکذب بالکتاب الخ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اہل حمص نے 193/4
ماقبلہ اور بعد کے ذریعے جب نفی کر دی تو گویا اس نے قرآن کی تکذیب کی جس کی وجہ سے وہ کافر ہوگیا
پھر اس کو قتل کرنا چاہیے تھا لیکن اس کو قتل نہیں کیا صرف حد لگائی اس کی کیا وجہ ہے جواب یہ
ہے کہ ممکن ہے کہ یکذب من باب التوزیع ہو یعنی قرآن کی تکذیب نہیں بلکہ جس
قرأت کیساتھ پڑھ رہا تھا اس قرأت کی تکذیب کی ہے نیز شراب پی ہو تو کذب بالکتاب ہے یا

الفصل الثانی

(ص۸۱۹)

2219 اور وجد منہ ریح الخمر الخ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ریح خمر پائی جائے تو حد واجب ہوتی ہے یا نہیں امام ابو حنیفہ ۱۹۳/۴
اور امام شافعی کے نزدیک محض ریح پائی جائے تو واجب نہیں ہوتی اور امام مالک اور امام احمد کے نزدیک واجب
ہوتی ہے اب حنفیہ اور شافعیہ پر اعتراض وارد ہوگا کہ جب ان کے نزدیک حد واجب نہیں تو اس حدیث
کا مذکورہ الخمر کا کیا جواب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اس شخص نے خمر کا اقرار کر لیا ۷
2220 ہو۔ عن زید بن ثابت: اس حدیث کا مقصد قرآن شریف کے یکجا جمع کر دینے کا ذکر ہے کہ صحابہ ۷
نے کیسے اسکو جمع فرمایا اور کتنی کیا شکل ہوئی ہے۔ اس پر چند اعتراض ہیں (۱) جب کہ قرآن کو صحابہ
نے حضور کے بعد جمع کیا تو کیا قطعیت نہیں رہی کہ اضافہ کا احتمال ہے جواب یہ ہے کہ حضور کے ارشاد سے صحابہ کو
منسلک کر دیا گیا تھا کہ ان میں (۲) سوال پیدا ہوا کہ صحابہ اگرچہ عادل ہیں لیکن قرآن کا تواتر
ہونا شرط ہے جواب یہ ہے کہ اسکا ثبوت خبر احاد سے نہیں بلکہ تمام صحابہ ہر آیت کو حفظ کرتے تھے مع الشی
کر دو ہم لکھا ہوا قرآن ہر صحابی کے پاس موجود نہ تھا اسکو اس لئے صحابی سے تلاش کر کے لینا پڑا
اور ہر آیت لکھی ہوئی شکل والی کو جمع کیا اب یہ معلوم ہو گیا کہ صدور رجال سے جمع نہیں ہوا بلکہ صرف
کاغذ وغیرہ اور ہڈی کے ٹکڑوں پر سے اسکو جمع کیا گیا (۳) جب حضور نے اسکو جمع نہیں فرمایا تو بعد کے صحابہ نے
ایسا کیوں کیا جسکو حضور نے نہیں کیا جواب یہ ہے کہ حارث ابن اسد محاسبی فرماتے ہیں کہ یہ جمع جدید
نہیں بلکہ حضور کے زمانہ میں بھی جمع ہوا چنانچہ کل قرآن پاک کا پہلی مرتبہ جمع ہوا جیسا کہ حاکم ابن عبد البر
نے بیان فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور کے زمانہ میں ہوا جسکی صورت یہ ہوئی کہ زمین میں صحابہ کے سینوں میں
یا کاغذ وغیرہ پر یادداشت کی شکل میں تھا ان سبکو حضور نے ٹکڑوں ٹکڑوں پر جمع کر لیا تھا اسکے بعد حضرت
ابو بکر کے زمانہ میں جمع ہوا جو کہ قرآن سبع احرف پر نازل ہوا تھا تو حضرت ابو بکر نے ان تمام ٹکڑوں
کو جن پر قرآن جمع کیا گیا تھا حفاظت کی غرض سے ان ٹکڑوں کو جمع کر لیا تھا اسکے بعد حضرت عثمان کے زمانہ میں
لوگوں کے اندر اختلاف ہوا کوئی کہتا تھا کہ میرا لغت صحیح ہے کوئی کہتا کہ میرا لغت صحیح ہے تو [illegible] حضرت عثمان
ابن التین نے لسان قریش پر جمع فرمایا علامہ ابن التین فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اور عثمان کے جمع میں فرق
یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے بخوف ضیاع بلا لحاظ کسی لغت خاص جمع فرمایا تھا اور حضرت عثمان نے خاص لغت قریش
پر جمع کیا اور باقی لغت کو چھوڑ دیا گیا۔ یہاں سے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ قرآن کو جلد میں رکھا گیا ہے ایک جماعت
کے نزدیک جو بوسیدہ ہو جائے چھوڑ دینا چاہئے دوسری جماعت یعنی حنفیہ کہتے ہیں حروف کو دھو دینا چاہئے علماء نے
بیان کیا کہ ان حروف کا پانی ہر مرض کی شفا ہے۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور نے حضرت عثمان کی
طرح قرآن کو کیوں نہیں جمع فرمایا علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں چونکہ وحی کا زمانہ تھا بعض
احکام باقی رہتے تھے اور احتمال رہتا تھا کہ بعض منسوخ ہو جائیں چنانچہ منسوخ بھی ہو جاتے تھے اس احتمال
کی بنا پر جمع نہیں کیا۔ و ذلک حتی تکشف الوحی الخ حضور کا شبیں وحی ہوتی ہے ہیں مشتمل حضرت فضلاء ابی ۱۱
حضرت ابی بن کعب حضرت زید بن ثابت الخوان الانصار علیہم اجمعین۔ آگے چلکر زید ابن ثابت نے جمع قرآن کو
ثقیل جبل سے اثقل سمجھا کیونکہ اسکے اندر دین کی حفاظت کی بات اہم ہے۔ مع ابی خزیمۃ الانصاری بخاری ۱۵
کے اندر مع خزیمۃ الانصاری واقع ہوا حافظ نے اول کو اور ابن الاسبر نے ثانی کو راجح قرار دیا

2220 لیکن صحیح ما قالہ الحافظ ہے حافظ کہتے ہیں کہ سورۃ توبہ کی اور سورۃ احزاب کا آخر بھی ابی کے پاس نہیں پایا جاتا ۱۹۳/۱۵
تھا تو سورۃ توبہ کا آخر ابو خزیمہ کے پاس اور آخر احزاب خزیمہ کے پاس پایا گیا جیسا کہ اس حدیث اور اگلی حدیث
والی دونوں میں تاکید کا قول حدیث کے الفاظ واقعہ موجود ہے اب اشکال یہ ہوتا کہ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ
آخر احزاب اور آخر توبہ صرف ان ہی کے پاس تھا تو اب یہ دونوں آیتیں متواتر نہیں رہیں جواب یہ ہے کہ
ہر ایک کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا لکھا ہوا ورنہ یہ دونوں آیتیں متواتر صحابہ کے پاس موجود تھیں
قرآن شریف کے چار حصے ہیں ... اس سے اول کا نام طوال ہے جو شروع سے ... سورۃ انفال تک ہے
دوسرا حصہ مئین کہلاتا ہے جو سورۃ یونس سے سورۃ شعراء تک ہے اور تیسرا حصہ مثانی کہلاتا ہے جو سورۃ
شعراء سے سورۃ حجرات تک ہے اور چوتھا حصہ ... مفصل کہلاتا ہے اس کے اندر اختلاف ہے کہ
ترتیب سور اور ترتیب آیات توقیفی ہیں یا اجتہادی دونوں قول ہیں لیکن اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ ترتیب
آیات توقیفی ہیں اور ترتیب سور اجتہادی ہیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا ۱۲ واللہ اعلم

۲ ۸۵/۶ ۶

كتاب الدعوات ۱۹۴/۸

دعوات جمع ہے دعوت کی جس کے معنی طلب عبادت بلانا اور تحسین معنی آتے ہیں ... عبادت میں اختلاف ہے بعض
دعا کرنا افضل ہے یا رضا بالقضاء افضل ہے جمہور کے نزدیک دعا اور صوفیا کے نزدیک رضا بالقضاء
افضل ہے بعض کے نزدیک اپنے لئے رضا بالقضاء اور دوسروں کیلئے دعا کرنا افضل ہے جو لوگ کہتے
ہیں کہ رضا بالقضاء افضل ہے اور دعا سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا جواب جمہور کی طرف سے یہ ہے کہ جیسے اپنے
مطلوب اور مقصود کیلئے دوا ہوتی اور ... توکل نہیں اور یہ تعلقات میں کوشش اور سعی کرے اور غیر
... مقصود کا ہونا مقدر ہیں دعاء بھی اس سے متعلق ہو کر اگر دعا کرے گا مقصد مل جائے
2223 گا ورنہ نہیں اس اعتبار سے ہم دعا کرنے کو افضل کہتے ہیں

الفصل الاول عن ابی ہریرۃ ۸/۹

لکل نبی دعوۃ مستجابۃ الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نبی کی طرف ایک ہی دعا مقبول ہوتی ہے باقی نہیں
حالانکہ یہ ظاہر کے خلاف ہے بہت سی دعا قبول ... ہے جواب ۱ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ ایک دعاء
مقطوع الاجابۃ ہوتی ہے اور بقیہ دعائیں بین القبول والرد ہیں جواب ۲ اس دعوت مستجابہ سے مراد
افضل دعاء ہے جواب ۳ ایک دعوت ہر نبی کی امت عام ہوتی ہے جس میں تمام امت شامل ہوتی ہے
جو ان کی نجات کی دعا کرے یا پوری امت کی ہلاکت کی اس دعا سے مراد ہے جواب ۴ دعاء
مخصوص مراد ہے جو دنیا اور آخرت دونوں کیلئے ہوتی ہے جواب ۵ حجۃ اللہ علی العالمین مولانا شاہ
ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس دعا سے مراد وہ الوہیت ہے جس کا مقصد ... خوش ہے جس کا
2225 خاصہ ... وہ پوری امت کو اپنی بعثت میں لے لیتی ہے

وعنہ قال ... اذا دعا احدکم فلا یقل الخ ۱۳

ابن عبد البر نے فرمایا کہ اللہم اغفر لی ان شئت کہنا جائز نہیں حافظ فرماتے ہیں کہ ان کا کلام سے معلوم ہوتا
ہے کہ ... نہی تحریمی ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے لیکن امام نووی نے تنزیہی پر محمول کیا ہے
اور یہی اولیٰ ہے فلیعزم مسئلتہ الخ اعزام مسئلہ سے مراد ہے کہ اللہ سے حسن ظن رکھے یا یہ مراد ہے کہ
2230 یقین قلب بنا کر دعا کرے

الفصل الثانی عن النعمان بن بشیر ۲۴

الدعاء ہو العبادۃ الخ

2230 جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو دعا سے کچھ نہیں ہوتا۔ اس حدیث سے وہ استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو آیت شریفہ و قال ربکم ادعونی ۱۹۴/۲۴
استجب لکم الخ میں دعوت سے مراد عبادت ہے دعا مراد نہیں لہذا اصل مقصود انسان کا عبادت کرنا اور اعتنا
بالقضاء ہے مجبور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ دعا کی تفسیر جس طرح عبادت کیساتھ کی گئی ہے ایسی ہی بعض
لوگوں نے سوال اور ترک ذنوب کیساتھ بھی کی ہے مجبور یہ ہے کہ اس آیت میں دعا سے سوال کرنا مراد
ہے اور عبادت کے اندر چونکہ اعظم عبادت دعا ہے اسلئے حدیث کے اندر دعا کو عبادت کیساتھ تعبیر کیا ہے
جیسے الحج عرفہ چونکہ وقوف عرفہ حج کا رکن اعظم ہے اسلئے یوں فرماتے ہیں کہ عبادت کی غرض تذلل لله تعالی اور خشوع
2233 ہے اور دعا کے اندر یہی ہوتا ہے عن سلمان الفارسی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا کی بنا پر ۱۹۵/۱
تقدیر ٹل جاتی ہے لیکن باب الایمان بالقدر کے اندر حدیث روایت کی گئی ہے جس میں ہے کہ آدمی
ہمیشہ عمل خیر کرتا ہے لیکن اس پر تقدیر غالب آجاتا ہے جسکی وجہ سے آخر میں اعمال سیئہ کرکے جہنم میں
داخل کردیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ ان جیسی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر نہیں ٹلتی دونوں حدیثوں
میں دفع تعارض اسطرح ہے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں تقدیر مبرم جسکے اندر تبدیلی نہیں ہوتی اور تقدیر
معلق جسکا ہونا یا نہ ہونا کسی وصف وغیرہ پر معلق ہوتا ہے لہذا اس حدیث کے اندر تقدیر معلق اور پہلے باب کی
احادیث میں تقدیر سے تقدیر مبرم مراد ہے دوسری بات حدیث سے معلوم ہوگئی کہ نیک کام کرنے سے زیادتی عمر
ہوتی ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ عمر میں حقیقۃ اضافہ ہوجاتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالی تھوڑی سی عمر میں
2248 بہت سے کام لے لیتے ہیں عن عمرؓ: کلمۃ مایسرنی اس کلمہ سے مراد جس نے مسرور اور خوشی میں ڈالدیا ۲۱
بعض کے نزدیک اس سے مراد اشر کنا ہے اور ممکن ہے کوئی اور کلمہ ہو جسکو حضرت عمرؓ نے ذکر نہیں فرمایا اور
2230 بعض ضعیف کے نزدیک اس کلمہ سے مراد کلمہ یا اخی ہے جیسا کہ ایک روایت کے اندر تصریح ہے وعنہ: ۲۶
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تین آدمی کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہے جن میں سے ایک دعوۃ الوالد ہے اس پر اعتراض
ہے کہ والد کیساتھ والدہ کی دعا کا ذکر نہیں ہے؟ جواب: چونکہ ماں کی دعا بالضرور قبول ہوتی ہے اسوجہ سے
اسکے ذکر کی ضرورت نہیں جواب: ماں چونکہ ہمیشہ بیٹوں پر مہربان ہوتی ہے اسوجہ سے اسکی دعا قبول ہی نہیں ہوتی
لیکن اول مطلب صحیح ہے جواب: بعض ضعیف نسخوں میں علیٰ ولدہ مذکور ہے جیسے تامر ذو تمر اور لابن
ذو لبن ایسے ہی والد سے مراد ذو ولد ہے جو ماں باپ دونوں کو شامل ہے ۱۹۶/۱۷

باب ذکر اللہ عزوجل الخ

(الفصل الاول)

2267 عن ابی ھریرۃ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے راستہ میں جب جبل جمدان میں پہونچے تو ۱۷
آپ نے فرمایا سبق المفردون اب رہ گئے اندر اشکالات کہ یہاں پر اس جملہ کا کیا تعلق ہے اور
حضور نے اس موقع اور اس جگہ پر یہ کیوں فرمایا؟ جواب: زید ابن عمرو یا ورقہ ابن نوفل کا شعر ہے
سبحان ذی العرش سبحان یدوم لہ ۔ وقبلنا سبح الجودی والجمد ۔ اس شعر کے اندر جبل جمدان
کا تذکرہ ہے کہ وہ بھی اللہ کی تسبیح کرتا ہے تو آپ کو یہ شعر یاد آیا اسوجہ سے آپ نے یہ فرمایا جواب:
حضرت موسی علیہ السلام جب وادی ازرق پر پہونچے تھے تو تلبیہ پڑھا تھا اور یہ وادی اس پہاڑ کے
2266 قریب ہے تو حضرت موسی کا تلبیہ آپ کو یاد آیا اسوجہ سے آپ نے فرمایا عن ابی ھریرۃ: سبحان اللہ ۱۹۷/۱

2266 من عادى لى وليا الخ لفظ ولی کی صفت سے حافظ فرماتے ہیں کہ ولی سے مراد عارف باللہ دائم مخلص 197/2
فی العبادہ مراد ہے وما تقرب الی عبدی الخ یعنی بندہ جب اللہ تعالیٰ کے فرائض کو ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ
زیادہ خوش ہوتا ہے کیونکہ ماتحت جب اپنے آقا کے مقرر کردہ امر کی اطاعت کرتا ہے تو اس کے
آقا کو زیادہ خوشی ہوتی ہے بنسبت اس کام کے جس کا اسکو کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو کہ اس
سے خوشی نہیں ہوتی ایسی ہی بندہ کے نوافل کرنے بنسبت فرائض کے زیادہ موجب خوشی نہیں
کیونکہ نوافل کا انکو اختیار رہتا ہے قلت سمع الذی یسمع بہ الخ اس کے علماء نے دو مطلب 5
بیان کئے ہیں (۱) یعنی اس کے کان، آنکھ، ہاتھ، وغیرہ بسبب جبری افعال کے تابع ہیں (۲) السبر کیفیت کا
غلبہ رہتا ہے کہ بغیر افعال الہی کے کوئی کام ہی نہیں کرتا وما ترددت عن نفسی الخ تردد سے مراد ۵
تحیر ہے اور تحیر جب ہوتا ہے جب اس شئی کے انجام کا علم نہ ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے پھر ایسا
تردد اور تحیر کا کیا مطلب ہے جواب یہ ہے کہ بیان حقیقی تردد کیا ہے تردد صوری کو تشبیہ دی گئی ہے وہ
2268 تردد اور تحیر مراد نہیں عن حنظلۃ :- ولکن یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ ثلث مرات - وہی ثلث مرات ۲۲
کا تعلق یا تو اس پورے جملہ سے ہے یعنی اس پورے جملہ کو تین مرتبہ آپ نے فرمایا یا لفظ ساعۃ کو تین
مرتبہ فرمایا علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ ساعۃ وساعۃ کا مطلب یہ ہے کہ ساعۃ فی الحضور وساعۃ
فی الغیبۃ یعنی ایک وقت ایسا ہونا چاہئے جس میں اللہ اپنے رب کے ساتھ مشغول رہو اور اس کے حقوق
ادا کرو اور ایک وقت ایسا ہونا ہے کہ اپنی بیوی بال بچوں اور [illegible] میں مشغول رہو

کتاب اسماء اللہ تعالیٰ 199/11

(الفصل الاول)

2287 عن ابی ہریرۃ :- ان للہ تعالیٰ تسعۃ وتسعین اسما مائۃ الا واحدۃ الخ اعتراض وارد ہوا کہ جب ۱۲
پہلے تسعۃ وتسعین کا ذکر کر دیا تو آگے چل کر مائۃ الا واحدۃ کہنے کی کیا ضرورت ؟ جواب ۱ تاکید اور حقیقت
بیان کرنے کے لیے ذکر کیا جواب ۲ چونکہ سبعۃ وسبعین کیساتھ اشتباہ ہو سکتا تھا اس وجہ سے کہا :
من احصاھا :- اس کے مطلب کے اندر اختلاف ہے (۱) جو شخص یاد کرے امام بخاری نے یہی تفسیر کی ۱۳
امام نووی نے محققین بلکہ اکثرین کی طرف اسکو منسوب کیا (۲) اس کا مطلب ہے من عرفہا وامن بہا
(۳) یعنی جو طاقت رکھے اور حفظ میں ہر کام مقصد ہے (۴) ابو عبداللہ زبیدی فرماتے ہیں کہ اسکا
مطلب یہ ہے کہ جو قرآن پاک کو پورا ختم کرے کیونکہ قرآن کے اندر یہ تمام اسماء موجود ہیں لیکن
اس مطلب کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تسعۃ وتسعین کے اندر اسماء
کا حصر ہے یا اس سے بھی زیادہ ہیں - ابن حزم کہتے ہیں حصر کیلئے ہے - جمہور کے نزدیک حصر کیلئے نہیں بلکہ
اس سے بھی زیادہ ہیں چنانچہ امام بیہقی - خطابی - قرطبی - ابوالطیب شافعی - ابن کثیر - ابن قیم - حافظ ابن حجر
کی یہی رائے ہے امام نووی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے ابن العربی مالکی نے دیگر اماموں سے نقل کئے ہیں بعض نے
چار ہزار تک نام شمار کرائے ہیں اور ان لوگوں کا استدلال مسند ۲۱۶ پر ایک حدیث سے ہے اب یہاں دوسرا
حدیث کے اندر جو اسماء کی تفسیر ہے یہ حضور کی طرف سے ہے یا کسی راوی کی طرف سے اکثرین کی رائے ہے کہ
یہ تفسیر کسی راوی کی جانب سے ہے کیونکہ احادیث کے اندر اسماء میں اختلاف ہے کسی میں کچھ نام اور کسی میں

2289 مدد سے نام موجود ہیں عن بریدۃ :۔ اس حدیث پاک میں اسم اعظم کا ذکر ہے اس کے اندر اختلاف ہے اسم ١٩٩/٢٣
اعظم موجود ہے یا نہیں ابن جریر طبری، ابن حبان، ابوبکر باقلانی، ابوالحسن اشعری کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے تمام
نام ہی اعظم اور اعلیٰ ہیں اور جس حدیث کے اندر کسی خاص نام کیلئے تو اعظم کا لفظ ہے اس سے مطلق عظمت مراد ہے
ابن حبان کہتے ہیں اس سے مراد اس نام کو وسیلہ بنا کر جو دعا کرتا ہے اس پر اس کو ثواب ملتا ہے اسی کو اعظم سے تعبیر کیا ہے
بعض لوگ کہتے ہیں وہ موجود ہے لیکن مخفی ہے اللہ تعالیٰ کو علم ہے اور بعض کی رائے ہے کہ موجود ہونے کے ساتھ
ساتھ معلوم بھی ہے چنانچہ حافظ نے چودہ نام شمار کرائے اور علامہ سیوطی نے بیس نام نقل کیے ہیں اور
اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چنانچہ ایک نام اسی حدیث کے اندر بیان کیا گیا ہے اور کچھ اندر احادیث کے اندر ہیں
2290 عن انس :۔ ورجل یصلی الخ اس دعا کرنے والے سے مراد ابو العیاش زید بن ثابت زرقی ہیں رضی اللہ عنہ ٢٧

باب ثواب التسبیح والتحمید والتہلیل والتکبیر (الفصل الاول) ٢٠٠/١٢

2298 وعنہ قال :۔ حبیبتان الی الرحمن الخ یہ خلاصہ ہے ثقیلتان علی اللسان کی اب یہ محبوب کیوں ہیں یہ ١٨
دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جواب یہ ہے کہ ان دونوں کلموں کے اندر دو چیزیں ہیں ایک تنزیہ یعنی جو چیزیں خلاف
شان باری ہیں ان سے پاکی بیان کرنا اور دوسری چیز تحمید ہے یعنی جن صفات کا وہ مستحق ہے اس کو
2303 ثابت کرنا عن ابی موسی الاشعری :۔ اس حدیث سے جہر بالتکبیر کی نفی ہو رہی ہے لیکن جمہور فرماتے ہیں ٢٠١/٤
2305 کہ اگر زور سے پڑھنے کی صورت میں وساوس ختم ہوں تو جہر اولیٰ ہے الفصل الثانی عن الزبیر :۔ ١٠
سبحوا الخ یہ امر ہے جو انتشار کیلئے آتا ہے تو اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی انتشار اس امر سے ہوتی
2308 حالانکہ پہلے سے وہ منزہ ہے اس کا جواب ہے کہ سبحوا سے مراد اعتقدوا ہے عن عبد اللہ بن عمرو :۔ ١٣
اس حدیث پاک کے اندر آپ نے شکر کی نفی سے حمد کی نفی کر دی حالانکہ شکر عام ہے مورد کے اعتبار سے اور خاص
ہے متعلق کے اعتبار سے اور حمد عام ہے متعلق کے اعتبار سے اور خاص ہے مورد کے اعتبار سے اور یہاں ایک کی
نفی سے دوسرے کی نفی نہیں ہوتی لہٰذا یہاں شکر سے شکر کامل مراد ہے جو صرف زبان سے ہوتا ہے لہٰذا اب شکر
2315 بھی مورد کے اعتبار سے خاص ہو گیا اور اب ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی ہو گی عن ابن مسعود :۔ ٢٠٢/٩
اس حدیث کے اندر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام کا مقولہ نقل کیا گیا ہے جنت کے متعلق او انھا قیعان
یعنی جنت ایک چٹیل میدان ہے انسان دنیا کے اندر اچھے اعمال کر کے اس کو آباد کرتا ہے اور قرآن پاک
کی سینکڑوں آیات کے اندر ذکر ہے جنت تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا الخ اس جیسے مضمون والی اور
دیگر احادیث بھی اور آیات قرآنیہ بھی ہیں ان سب میں دفع تعارض کیسے ہو گا؟ جواب ۱ :۔ یہ ہے کہ
ابتدائے تکوین کے اندر حضرت حق جل مجدہ نے یہ مقرر کر دیا تھا کہ فلاں شخص اتنی مرتبہ سبحان اللہ اور اتنی مرتبہ
الحمد للہ وغیرہ اپنی پوری عمر میں کہیگا اسکے بقدر اللہ نے اس جنت کے اندر درخت اور پودے لگا دیئے
تو یہاں اس تقدیر کا اظہار مقصود ہے جواب ۲ :۔ عام طور سے باغبان جب باغیچہ لگاتا ہے تو بہت
سے پودے پہلے ہی لاکر ایک جگہ جمع کر دیتا ہے اور کو مناسب طور پر مناسب مناسب مقام میں آہستہ
آہستہ لگاتا رہتا ہے تو دوسری آیات احادیث کے اندر ان پودوں کا ذکر ہے اور جب آدمی اچھے عمل کرتا ہے تو ان
کو مناسب مقام پر اللہ تعالیٰ لگاتے رہتے ہیں یہی اس حدیث کے اندر مراد ہے جواب ۳ :۔ ہر شخص کیلئے دو جنت ہیں ایک باغات والی اور ایک قیعان والی ہے

باب الاستغفار والتوبة

استغفار باب استفعال کا مصدر ہے غفر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ڈھانکنا ہے تو چونکہ معافی کا پردہ اپنے اوپر
ڈالتا ہے اسلئے استغفار کہتے ہیں اور توبہ کے معنی رجوع کے ہیں تو بندہ اس اعتقاد کیساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع کرتا ہے کہ میں اس گناہ کو نہیں کروں گا علامہ نووی فرماتے ہیں کہ توبہ کے اندر تین چیزیں ہوتی
ہیں معصیت سے رکنا اور اس پر ندامت آئندہ کیلئے عزم کرنا کہ اس گناہ کو نہیں کرینگے آگے فرماتے
ہیں اگر کسی نے دوبارہ گناہ کر لیا پہلی توبہ نہیں ٹوٹتی ہے یہ تمام باتیں حقوق اللہ کے اندر
2333 ہیں حقوق العباد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ الفصل الاول عن ابی ھریرۃ ۲۳۲۳: اس حدیث کے اندر ۲۰۳/۲
حضور نے فرمایا میں سبعین مرۃ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اس میں اختلاف ہے کہ آپ کا ذکر کردہ
اکثر من سبعین مرۃ تحدید کیلئے ہے یا مطلق کثرت کو بیان کرنے کیلئے دونوں قول ہیں اور کثرہ بیان کرنے کی صورت
میں اکثر تخصیص کی تفسیر مغفرت افزونی کی حدیث ہوگی جس کے اندر سبعین کا ذکر ہے اور ایسے اندرہ ابن عمر کی
2324 حدیث آرہی ہے عن الاغر المزنی انہ لیغان علی قلبی تحقیق کہ پردہ ڈالدیا جاتا ہے میرے قلب ۳
اسکے معنی ہیں اور حدیث کے مطلب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابوالنصر سراج نے اپنی کتاب کے اندر
اس حدیث کے ثبوت سے انکار کر دیا۔ لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے
البتہ ان لوگوں کے درمیان اسکے مطلب میں مختلف مذاہب اور اقوال ہیں ایک جماعت کہتی ہے کہ
یہ متشابہات میں سے ہے چنانچہ شعبہ نے اصمعی سے پوچھا اس حدیث کے اندر غین سے کیا مراد ہے
انہوں نے کہا اگر کسی دوسرے کے قلب کا غین ہوتا تو میں اسکا مطلب بیان کر دیتا حضور کے قلب مبارک
کے غین کی میں کیا تفسیر کرسکتا ہوں۔ حضرت جنید بغدادی نے بھی اسکی تفسیر سے انکار کر دیا اور
فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال قلبیہ اور علوم لدنیہ کی طرف کسی کی نظر پہنچ سکتی ہے
ھے دوسری جماعت اس کے معنی بیان کرتی ہے البتہ مختلف اقوال ہیں:۔ (۱) بعض کہتے ہیں کہ یہ
ایک حالت محمودہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اظہار عبودیت کرتے تھے (۲) بعض نے کہا کہ اس سے اظہار
تذلل و انکساری مراد ہے (۳) علامہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حدیث سے بہت تردد
واقع ہوا تو میں نے حضور کی زیارت کی آپ نے فرمایا یہ غین الاغیار نہیں بلکہ غین الانوار ہے (۴) بعض
لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک ایسی حالت ہے کہ اسکا غیر اولیٰ ہے یعنی چونکہ حضور بشر تھے اور کوئی بشر
لغزش سے خالی نہیں تو اس لغزش وغیرہ سے معافی مانگا کرتے تھے (۵) بعض نے کہا کہ آپ جب
اپنی امت کے نقائص کو دیکھتے تو اپنی امت کیلئے مغفرت طلب کرتے تھے اپنے لئے نہیں وہی یہاں مراد ہے
(۶) بعض مرتبہ کام کی مشغولی کی وجہ سے ذکر الٰہی سے رک جاتے تھے تو اس کوتاہی سے مغفرت طلب فرماتے
(۷) اپنے قلب اطہر سے چچا کے ایمان کے طالب تھے مگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کا استغفار کرتے تھے (۸) امام
فخر الدین فرماتے ہیں کہ حضور چونکہ روزانہ ترقی کرتے تھے تو پہلے درجہ کے نقائص کو دیکھ کر مغفرت طلب کرتے
تھے یہ علماء کے مختلف اقوال ہیں اس حدیث کے بارے میں۔ اب ایک اشکال اس حدیث اور اسکی جیسی تمام
احادیث پر وارد ہوتا ہے جن کے اندر حضور کے استغفار کا ذکر ہے کہ جب حضور گناہ سے پاک منزہ مبرا تھے تو پھر
مغفرت کیوں طلب فرماتے تھے جواب یہ ہے کہ آپ کا مغفرت طلب کرنا اس بات کو مقتضی نہیں کہ آپ گناہ بھی کریں

2324 جواب۲: یہ بطور شکر کے آپ استغفار کرتے تھے جواب۳: یہ امت کیلئے استغفار کرتے تھے جواب۴: یہ امام ۲۰۳/۳
غزالی فرماتے ہیں علم میں ہر روز کی ترقی کی وجہ سے پہلے درجہ کے اندر نقائص معلوم ہوتے تھے اسپر استغفار فرماتے تھے

2341 **الفصل الثانی عن انس** ۱۹ كل بني آدم خطاء الخ: یہ اپنے عموم کی وجہ سے انبیاء کو بھی شامل ہے حالانکہ ۲۰۴/۱۹
وہ معصوم ہیں اب یہاں پہ عصمت انبیاء کا مسئلہ علماء اس کے اندر اختلاف ہے بعض علماء کے نزدیک قبل
النبوۃ ہر قسم کے گناہ کر سکتے ہیں لیکن محدثین کے نزدیک کبائر سے وہ پاک ہیں قبل النبوۃ اور بعد النبوۃ
البتہ قبل النبوۃ صغائر ہو سکتے ہیں۔ محققین کے نزدیک قبل النبوۃ اور بعدھا ہر قسم کے گناہ سے پاک
ہیں خواہ کبیرہ ہو یا صغیرہ البتہ سہو ہو سکتا ہے یہی اصح الاقوال ہیں جب یہ تفصیل معلوم ہو گئی تو
اب اس حدیث کا جواب محققین کے قول کی بناء پر جواب۱: یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام اس سے مخصوص ہیں
اور دلائل عصمت دلیل خصوص ہے اور عصمت کے دلائل بہت سے ہیں جنمیں سے سب سے بہترین دلیل یہ ہے کہ ہم
کو ان کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے تو اگر ان سے خطاء کا احتمال ہوتا تو ہم اقتداء کیسے کرتے جواب۲: یہ اس
حدیث کے اندر خطاء کا محل خلاف اولیٰ کرنے والا ہے مجازاً اسپر خطاء کا اطلاق کر دیا جواب۳: یہ نیز
2343 اس حدیث کا خطاب صرف امت کو ہے **عن ابن عمر** ۲۳: اس حدیث سے معلوم ہوا بندہ کی توبہ غرغرہ ۲۳
(روح حلق تک پہنچنا) نزع کے وقت مقبول نہیں لیکن علماء نے بیان کیا اس کا مراد ہے اصلی توبہ یعنی ایمان
وغیرہ مقبول نہیں کیونکہ وہ ایمان بالغیب نہیں جو کہ اصل ایمان ہے بلکہ اسوقت تو تمام غائب حاضر ہو جاتا ہے
2346 اور مومن کی توبہ اسوقت بھی مقبول ہے (ص ۲۰۵/۲) **عن معاویۃ** لا تنقطع الهجرة حتى تنقطع التوبة الخ اس سے ۲۰۵/۲
معلوم ہوا ہجرۃ کا انقطاع اسوقت تک نہیں ہوگا جبتک کہ توبہ کا انقطاع نہ ہو اور توبہ کا دروازہ قیامت
تک کھلا رہیگا لہذا ہجرۃ بھی قیامت تک جاری رہیگی حالانکہ حضور نے فرمایا لا ہجرۃ بعد الفتح علماء نے
جواب دیا یہاں ہجرۃ سے ترک ذنوب مراد ہے لیکن علامہ طیبی اس کا انکار کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں انقطاع
ہجرۃ تو یقینی تو ہے لہذا اب جواب یہ ہوگا لا ہجرۃ بعد الفتح کے اندر ہجرۃ سے ہجرۃ الی المدینۃ مراد ہے
جو پہلے فرض تھی اور اب فرض نہیں رہی البتہ اب بھی ایسے شخص کیلئے باقی ہے جو دار الکفر کے اندر رہتا ہو
جہاں پر کفر وغیرہ اور دیگر عبادات ادا نہیں کر سکتا اسکے لئے ہجرۃ فرض ہے

باب الفصل الاول ۲۰۶/۲۶

(ص ۲۰۷)

2369 **عن ابي هريرة** قال رجل لم يعمل الخ: یہ رجل بنی اسرائیل سے تھا ظاہراً الفاظ کے اندر جملہ کفر ہوتا ہے اب اس حدیث ۲۰۷/۷
پر اشکال ہوگا اسکی مغفرت کیسے ہوئی جب ان کی اپنی وصیت کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ اسکو اللہ
تعالیٰ کی قدرۃ پر ایمان نہیں تھا اور اسی لئے کہا فو اللہ لئن قدر اللہ علیہ الخ جواب۱: یہ ہے کہ یہاں قدر اللہ ۹
کے اندر قدر بمعنی التضییق ہے یعنی اگر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے تنگی کی تو عذاب دینگے جواب۲: قدر بمعنی التقدیر
ہے اگر اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا تو عذاب دینگے لہذا ان صورتوں کے اندر انکار قدرۃ نہیں پایا گیا
جواب۳: یہ اگرچہ وہ منکر قدرۃ تھا لیکن منکر صفت کے متعلق ابن قتیبہ کی رائے ہے کہ اسپر گرفت نہیں
لیکن یہ جواب ضعیف ہے جواب۴: یہ ان کے مذہب میں کافر کی مغفرت ہو جاتی تھی یہ ابعد الاجوبۃ ہے
جواب۵: یہ شخص انتہائی گھبراہٹ کے اندر تھا جسکی وجہ سے یہ الفاظ اسکے نکل پڑے

2371 ۲۰۷/۱۳ عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نجات اور دخول جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے حالانکہ قرآن
پاک کے اندر ہے کہ وتلک الجنۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون یعنی تم لوگ جنت کے وارث ہوگے اپنے اعمال کی
وجہ سے تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعمال حسنہ کے ذریعہ جنت ملےگی جواب ۱ یہ ہے کہ بما کنتم تعملون کے اندر
با سببیہ ہے یعنی اعمال سبب کا درجہ رکھتے ہیں اور رحمت خداوندی علت کے درجہ میں ہے سبب کے بعد مسبب
کا وجود ضروری نہیں اور علت کے بعد معلول ضرور پایا جائیگا جواب ۲ یہ جنت تو اللہ کی رحمت سے اور اس کے
2378 ۲۰۸/۶ درجات کی ترقی اعمال پر موقوف ہے **الفصل الثالث** عن عبید اللہ بن عمر ان اللہ لا یعذب من عبادہ
الا المارد اس سے معلوم ہوا کہ تعذیب صرف کفر پر مرتب ہوگی حالانکہ دوسرے معاصی سے بھی اللہ تعالیٰ عذاب
دیگا جواب ۱ یہ ہے کہ یہاں عذاب سے عذاب دائم مراد ہے جواب ۲ شرائع اسلام کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے
~~[illegible]~~

۱۴ باب ما یقول عند الصباح والمساء والمنام (الفصل الاول)

2388 ۲۰۹/۱۳ عن ابی ھریرۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کی حضور سے ملاقات ہوئی اور حضرت علی کی ماقبل والی حدیث
سے معلوم ہوا کہ حضور سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی بلکہ حضرت عائشہ سے واقعہ بیان کرگئی تھیں انہوں نے حضور سے عرض کیا
دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ یہ حدیث راوی کی جانب سے مختصر ہے واقعہ یہ تھا کہ وہ
پہلے حضور کے پاس تشریف لائیں اور ملاقات نہ ہوسکی وہ سے حضرت عائشہ سے واقعہ بیان کر گئیں اور اس کے
بعد دوبارہ تشریف لائیں حضور نے یہ تسبیح ان کو بتلائی جس کی وجہ سے اس کا نام تسبیح فاطمی پڑ گیا اور یہ
2400 ۲۱۰/۲۷ ضعف جسم کیلئے مفید ہے **الفصل الثانی** عن حذیفۃ اس حدیث کے اندر ہے حضور سوتے وقت اپنا
دست مبارک خد کے نیچے رکھتے تھے اور اسی طرح بھی ایک حدیث سے معلوم ہوا کہ تحت راسہ دست مبارک
رکھتے تھے جواب علماء نے دیا کہ دراصل آپ صلعم ایسے رکھتے تھے کہ ھتیلی (کف) خد کے نیچے اور
2408 ۲۱۱/۲۲ انگلیاں سر کے نیچے ہوتی تھیں عن ابی ھریرۃ یہ فالق الحب والنوی یہ اشارہ ہے ارزاق جسمانیہ
کی طرف اور منزل التورۃ والانجیل الخ یہ اشارہ ارزاق روحانیہ کی طرف اب رہا کہ دعا کے اندر صرف
تین کتابوں کا ذکر ہے زبور بھی تو کتب مشہورہ میں سے ہے اس کا ذکر کیوں نہیں - شیخ عبدالحق محدث
دہلوی فرماتے ہیں کہ ان کتب کو بیان کرنا مقصود ہے جن کے اندر احکام الہیہ کا ذکر ہے اور زبور کے
2415 ۲۱۲/۱۹ اندر پند و نصیحت کا ذکر ہے **الفصل الثالث** عن عبدالرحمن وعلی دین نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی ملۃ
ابراہیم فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث کو مشکل سمجھا کہ حضور نے اپنی دعا کے اندر یہ جملہ کیسے استعمال
کیا لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ افراد انسانی کی حیثیت سے حضور نے یہ فرمایا اور اس اعتبار سے آپ پر واجب ہے
کہ آپ اپنی نبوت پر اور رسالت پر ایمان لائیں جیسا کہ عام لوگ ہوتے ہیں۔

۲۱ باب الدعوات (الفصل الاول)

2416 ۲۲ عن ابن عباس لم یضرہ شیطان ابدا اس کی مراد یہ کہ دنیا کے اندر شیطان اس کو ضرر نہ پہنچائے
(۲) بعض لوگوں نے کہا کہ بدن کو کوئی ضرر نہ پہنچائے (۳) دین کے اندر کوئی اس کو ضرر نہ دے لیکن صحیح
یہ ہے کہ اس شیطان کی نفی اس وجہ سے کردی کہ یہ عصمت کو مقتضی ہے حالانکہ معصوم صرف انبیاء کرام ہیں

2416 لیکن اسکا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی معصیت زلت ہوتی ہے اور یہ مطلب از قبیل جواز ہے یا کبھی پائی جاتی ہے ۲۱۲/۲۲
اور ممکن ہے اسکے خلاف بھی ہو جائے۔ بعض لوگوں نے کہا مراد اس سے وساوس کی نفی ہے وہ جو کہ وغیرہ
چھوڑتا ہے اس کی نفی کرنا لیکن یہ مطلب بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ظاہر حدیث کے خلاف ہے جسکے اندر ہے کہ سوائے
حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے اور کوئی نہیں بچ سکتا۔ بعض نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ اسکی ماں کے
2418 ساتھ وطی کرنے کے اندر وہ شریک نہیں ہوتا اس دعا کی برکت سے عن سلیمان بن صرد ۲۱۳/۲۶ ص انی لست بمجنون
یہ جملہ حضور کے قول کے لئے اس شخص نے کیسے کہا جواب یہ ہے کہ یہ غیر مسلم تھا اور اداب سے واقف نہیں تھا اس لئے کہہ دیا ۲۶
جواب ۲ وہ دیہاتی تھا عقل سے غیر متعلق تھا جواب ۳ یہ منافق تھا شرارت کی وجہ سے کہہ دیا جواب ۴ غصہ کا غلبہ تھا
2421 عن عبد الله بن سرجس ۲۱۳/۱۰ ص والحور بعد الکور الخ اس کے تین مطلب ہیں (۱) طاعت سے معصیت کی طرف لوٹ جانا۔ ۱۰
(۲) ایمان سے کفر کی طرف لوٹ جانا (۳) زیادتی سے نقصان کی طرف لوٹنا

باب الاستعاذة (الفصل الاول) ۲۱۶/۱۷

2459 عن عائشة ۲۱۶/۲۰ ص ومن شر فتنة الغنى غنی کا فتنہ یہ ہے کہ معاصی کے اندر مال کو خرچ کرے۔ مال کی وجہ سے تکبر کرے ۲۰
2460 اسراف کرے۔ غیر محل میں خرچ کرے عن زید بن ارقم ۲۱۶/۲۵ ص انت خیر من زکاها الخ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ ۲۵
تعالیٰ کے علاوہ بھی کوئی تزکیہ کرنے والا ہے کیونکہ خیر اسم تفضیل ہے جو مفضل اور مفضل علیہ کے اندر نفس فضیلت
کا مقتضی ہے لہٰذا نفس تزکیہ غیر اللہ کے اندر بھی پایا جاتا ہے حالانکہ یہ واقع کے خلاف ہے جواب ۱ یہ ہے کہ
تزکیہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تخلیق و تکوین کے اعتبار سے ہے اور غیر اللہ کی طرف ارادہ کے اعتبار سے
جواب ۲ یہ مخاطب ہی کی نفس فضیلت بیان کرنے کیلئے کبھی یہ کلام مستعمل ہوتا ہے **الفصل الثانی**
2464 عن ابی هريرة ۲۱۷/۵ ص من علم لا ینفع یہاں پر علم عام ہے اب ہی نفع دنیا اور دین دونوں کے اعتبار سے ہے لہٰذا اگر ۲۱۷/۵
کوئی شخص انگریزی اس نیت سے پڑھتا ہے میں دین کی اشاعت کروں گا حالانکہ انگریزی یہ ہیں تو شاید
کتنی ترقی ہو مگر عام طور سے اسکا ضرر ضرور ہوتا ہے لہٰذا اجتناب اولیٰ ہے اسی وجہ سے اکابر اس سے بچتے
2473 فرماتے ہیں من دعاء لا یسمع یعنی وہ دعا جو مقبول نہ ہو۔ یا وہ دعا جس سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو عن ابی الیسر ۲۱۷/۱۶ ص ۱۶
اس حدیث پاک کے اندر ہدم، غرق، حرق سے پناہ مانگی گئی ہے حالانکہ اس کے پہلے حدیث کے اندر ان لوگوں
کو شہید قرار دیا گیا تو گویا شہادت سے پناہ مانگی گئی اور ایسا ممتنع ہے لہٰذا یہ کہا جائیگا کہ ان
امور کا سبب شہادت ہونا ثواب کے اعتبار سے فرمایا اور چونکہ اچانک موت کی وجہ سے عام طور پر وہ لوگوں کے
حقوق کی ادائیگی سے قاصر رہ جاتا ہے تو اس اعتبار سے پناہ چاہی تاکہ لوگوں کے حقوق باقی نہ رہیں
2481 **الفصل الثالث** عن ابی سعید ۲۱۸/۸ ص اس حدیث کے پہلے حصہ کے اندر کفر اور فقر دین اور دوسرے حصے کے اندر ۲۱۸/۸
کفر و فقر سے پناہ مانگی گئی اور دونوں کو برابر فرمایا اسلئے کہ دونوں کذب بیانی۔ خیانت وغیرہ کے اندر
اوصاف میں برابر ہے ایسے ہی فقیر آدمی سرقہ وغیرہ اور مکر جب وغیرہ کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے
اور یہی اوصاف کافر کے اندر بھی پائے جاتے ہیں اسلئے دونوں کو برابر کہا گیا۔ ۱۱

باب جامع الدعاء (الفصل الاول)

2484 عن عبد الله بن مسعود ۲۱۸/۱۲ ص اس حدیث کے اندر حضور نے غنی کا سوال کیا ہے حالانکہ دوسری حدیث کے اندر آپ کے یہ ۱۲

2484 دعا دی ہے اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین اور اس قسم کی اور دعائیں منقول ہیں تو معلوم ہوتا ہے ۲۱۷/۱۷
کہ فقر کی آپ نے خواہش کی تو دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہو گیا جواب۱ ہے کہ یہاں غنی سے مراد غنی قلب
مراد ہے اور دوسری حدیث کے اندر مسکنت سے ظاہری فقر مراد ہے جواب۲ :- پہلے جواب کا عکس ہے
2485 کہ غنی سے ظاہری غنی مراد ہے اور فقر و مسکنت سے مسکنت معنوی یعنی تواضع وغیرہ مراد ہے عن علی ۱۹
اللھم اھدنی وسددنی الخ :- مقصد اس حدیث پاک کا یہ ہے کہ حضور نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم یہ دعا مانگو کہ اے اللہ
مجھکو ہدایت دے اور سیدھا کر دے اور آگے چل کر فرمایا کہ ہدایت سے مراد اپنے ذہن کے اندر ہدایت الطریق
کا تصور کیا کرو اور داسداد کی کہتے وقت اپنے دل میں یہ تصور کیا کرو کہ اتنا سیدھا جیسے کہ اندر ہو جائے جتنا
تیر کے اندر ہوتا ہے حضرت سہارنپوری اپنے شیخ حضرت گنگوہی سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ اس حدیث
کے اندر دلیل ہے کہ مرید اپنے شیخ کا تصور جائز ہے لیکن عقائد کے فساد اور زمانہ کی خرابی کی وجہ سے
2488 اس کو منع کر دیا گیا **الفصل الثانی عن ابن عباس** :- واسلل سخیمۃ صدری الخ سخیمۃ کے معنی کینہ کے ۲۳
ہیں اس حدیث سے سمجھ میں آیا کہ حضور نے مطلقاً کینہ کے نکالنے کی دعا فرمائی حالانکہ کفار سے کینہ مطلوب ہے
جواب ہے کہ شان نبوۃ قرینہ ہے کہ یہاں مطلقاً کینہ مراد نہیں بلکہ مسلمانوں سے کینہ مراد ہے **الفصل**
2495 **الثالث عن عثمان بن حنیف** :- اتوجہ الیک بنبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم الخ احیاء کے ذریعہ اور ان کے ۲۱۹/۲۰
وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے بالاتفاق - اسمیں اختلاف ہے کہ حضور سے توسل جائز ہے یا نہیں
غیر مقلدین انکار کرتے ہیں لیکن جائز ہے چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض
کیا کہ ~~حضور سے ہمارا ایک کام ہے~~ حضرت عثمان غنی سے مجھے ایک ضرورت ہے آپ سفارش کر دیجئے تو انہوں
نے یہ دعا ان کو سکھا دی اور حضور کا انتقال ہو چکا تھا جس سے معلوم ہوا کہ توسل بالاموات بھی جائز ہے
امام طبرانی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے - توسل بالاموات کی تین صورتیں ہیں -
(۱) ان کی قبور سے سوال کیا جائے اور خود ان اموات سے سوال کیا جائے قبور پرستی اور قبر پرست
حرام خوروں کے نزدیک جائز ہے اور جمہور کے نزدیک اس قسم کا توسل جائز نہیں ہے (۲) ان اموات
کے توسل سے اللہ تعالی سے دعا کی جائے اس کے اندر کوئی اشکال نہیں بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ اس کا
حدیث سے ثابت ہوا - ابن ابی شیبہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں قحط پڑا تو حضرت عمر نے
حضور کے وسیلہ سے دعا کرائی (۳) صورت یہ ہے کہ میت سے کہے کہ تم میرے لئے اللہ تعالی سے دعا کر دو یہ
توسل انبیاء کیلئے جائز ہے اور غیر انبیاء سے ان لوگوں کے نزدیک جائز ہے جو سماع موتی کے قائل ہیں
اور جو قائل نہیں ان کے نزدیک یہ مہمل شئی ہے بلکہ عبث ہے دعا کے حدیث کے اندر ہے کہ اللھم فشفعہ فی
امام بیہقی نے دعوات کبیر کے اندر نقل کیا ہے کہ جب وہ نماز سے اور دعا سے فارغ ہو کر اٹھا تو صحت یاب ہو چکا
2496 تھا اور مرض بالکل زائل ہو چکا تھا عن ابی الدرداء :- اس حدیث کے اندر آپ نے فرمایا حضرت
داؤد علیہ السلام کے متعلق کہ کان اعبد البشر اس سے حضور پر بھی فضیلت معلوم ہوئی حالانکہ ایسا نہیں ہے ۲۶
جواب ہے کہ اعبد البشر سے مراد فی عصرہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے وہ اعبد البشر ہیں -

کتاب المناسک

مناسک منسک کی جمع ہے عبادت گاہ کو کہتے ہیں نسک سے ماخوذ ہے بمعنی العبادۃ اور یہاں عبادت ۲۲۰/۲۷
خاص یعنی حج مراد ہے مصنف نے پہلے ایمان، صلوۃ، زکوۃ، صوم کے بعد اب حج کو ذکر کیا کیونکہ
وہ عبادات بدنیہ محضہ ہیں یا مالیات محضہ ہیں اور حج عبادت مرکبہ ہے اور مفرد کو تقدم طبعی حاصل ہے
لہذا وضعا اس کو بھی ذکر کیا گیا اور حج کو مؤخر کیا دوسری وجہ یہ ہے کہ نماز ہر دن کے اندر پانچ مرتبہ، زکوۃ حولان حول
کے وقت اور صوم ہر سال میں ایک مرتبہ فرض ہے اور حج پوری عمر میں صرف ایک دفعہ ہے تو چونکہ سب سے
اقل ہے وقوع کے اعتبار سے اسلئے آخر میں ذکر فرمایا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ عبادات من باب العشق
ہیں اور عشق کا آخری نتیجہ اور منتہی یہ ہے کہ عاشق اپنے معشوق کے در پر جا پڑے اس کے مکانات کا چکر
لگائے اور حاضری کی ندا سن سنا کر اسکا ہو جاتا ہے اور یہی حال حج کی عبادت کا اندر ہے
اس کی مشروعیت کے اندر اختلاف ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ قبل الہجرۃ اس کی فرضیت ہوئی ہے ان کا یہ قول
صحیح نہیں ہے بلکہ اصح اور صحیح یہ ہے کہ بعد الہجرۃ فرض ہوئی اس کے بعد سن مشروعیت میں چند قول ہیں سنہ ۵ھ
سنہ ۶ھ یہی جمہور کا قول ہے سنہ ۷ھ، سنہ ۸ھ، سنہ ۹ھ اور ایک قول ہے کہ سنہ ۹ھ یا سنہ ۱۰ھ اور بعض کے نزدیک سنہ ۱ھ
میں ہوا لیکن یہ قول ضعیف ہے اب اعتراض ہوا کہ جب جمہور کے نزدیک سنہ ۶ھ کے اندر فرض ہوا تو حضور نے
سنہ ۱۰ھ میں اتنی تاخیر سے حج کیوں فرمایا؟ جواب۱ یہ بیان کرنے کیلئے کہ حج علی الفور واجب نہیں ہے جواب۲ آپ
تشریف لیگئے تھے لیکن چونکہ آپ کو حدیبیہ کے اندر روک دیا گیا اور فتح مکہ ہوا نہیں تھا جسکی وجہ سے آپ
نہ جا سکے جب اشکال ہوا کہ فتح مکہ تو ۸ھ میں ہوگیا تھا پھر دو سال کی تاخیر کیوں فرمائی؟
جواب۱ یہ ہے کہ چونکہ اس سال نسیئی واقع ہوئی تھی اسلئے ۹ھ کے اندر نہیں جایا گیا۔ نسیئی کہتے
ہیں کہ قریش کے یہاں اشہر حرم کے اندر لڑائی حرام تھی اور ان میں وہ لڑائی نہیں کرتے تھے لیکن اگر
اتفاق سے لڑائی پہلے سے جاری ہوتی تو وہ مہینے بدل دیتے مثلاً کہتے ہیں کہ ابھی محرم کا مہینہ نہیں
آیا بلکہ صفر کا مہینہ پہلے آئیگا پھر محرم ہوگا ایسے ہی دوسرے ماہ کے اندر وہ تغیر کرتے تھے تو اس
سال انہوں نے ایسے ہی کیا تھا اور حج کا ماہ بجائے ذی الحج کے انہوں نے ذی قعدہ کو ذی الحج کہکر اس
مہینہ کے اندر حج کیا تھا تو اگر آپ اس سال حج کرتے تو غیر اوان کے اندر ہوتا اور اگر ذی الحج کے اندر
کرتے تو کفار کہتے کہ آپ نے غیر اوان کے اندر حج کیا اسلئے آپ نہیں گئے۔ علامہ ابن قیم اس جواب
پر راضی نہیں بلکہ وہ جواب۲ یہ دیتے ہیں کہ چونکہ فتح مکہ کے بعد بہت سے احکامات اور اعلان
کا آپ کو اجراء کرنا تھا اسلئے آپ رکے رہے تمام کام مکمل ہونے کے بعد حج کر سکیں۔

2505 **الفصل الاول عن ابی ھریرۃ** ؓ۔ اس حدیث پاک کے اندر آپ نے فرمایا ذروني ما تركتكم اور یہ آپ نے ۲۷
کیوں فرمایا اس کے اندر علماء کی آراء مختلف ہیں (۱) علامہ نووی فرماتے ہیں کہ چونکہ کثرت سوال دوسرے
لوگوں کیلئے مشقت اور تحریم اشیاء کا سبب بنجاتا ہے اسلئے آپ نے سوال سے روک دیا (۲) کبھی
سائل کی طبیعت کے خلاف ہوتا ہے سوال کا جواب۔ اسلئے فرمایا (۳) بکثرت سوال کے اندر
2506 ایذاء نبی تھی اسلئے منع فرما دیا **وعنہ قال** ؓ۔ اس حدیث کے اندر اول مرتبہ اسلام کا اور ۲۲۱/۳
ثانی مرتبہ جہاد کا۔ اسلئے کہ اعلی اور خود ایمان کے ذریعہ اپنے کو پاک کرکے جہاد کے ذریعہ اعلاء کلمۃ اللہ

2506 اور دوسرے لوگوں کا تزکیہ نفوس کرتا ہے تیسرا درجہ حج مبرور کا ہے اسکی تعیین میں علماء کے چند قول ہیں ٢٢١/٣
(١) ایسا حج جس کے بعد معصیت نہو (٢) ما لا فسوق فیہ ولا جدال ولا رفث (٣) ما لا ریاء فیہ
(٤) الحج المتقبل (٥) ابن مسعود سے مروی ہیکہ حضور سے حج مبرور کی تفسیر معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا
2508 افشاء السلام واطعام الطعام وعنہ قال ٢٢١/٦: العمرة الی العمرة کفارة الخ اس حدیث سے معلوم ہوا ٦
کہ کفارہ ذنوب کیلئے آدمی کو خوب عمرہ کرنا چاہیے چنانچہ یہ جمہور کے نزدیک مستحب ہے حسن بصری
2509 امام مالک فرماتے ہیں کہ ایک سال کے اندر دو عمرے کرنا مکروہ ہے عن ابن عباسؓ ٢٢١/٧: تعدل حجۃ
یعنی ثواب کے اندر دونوں برابر ہیں یہ مطلب ہیکہ رمضان کے اندر عمرہ کرنیسے حج ساقط ہو جاتا ہے ٧
اور ارشاد ہوا جب ایک حج کے برابر ثواب ملتا ہے تو حضور نے عمرہ رمضان کے اندر کیوں نہیں فرمایا
بلکہ آپکے تمام عمرے غیر رمضان بلکہ اشہر حرم کے اندر ہوئے جواب یہ ہیکہ امت کیلئے آپ نے بیان فرما
دیا کہ آپکے اشہر حرم کے اندر ہی افضل ہے کیونکہ وہاں آپ نے ابطال عقیدہ کیلئے اشہر حرم کے اندر عمرہ
2510 فرمایا کیونکہ قریش زمانہ جاہلیت کے اندر اشہر حرام میں عمرہ کو موجب ثواب نہیں سمجھتے تھے وعنہ ٢٢١/٨:
الھذا حج الخ کیا اس بچہ کیلئے بھی حج ہے یہ حدیث اس مسئلہ میں مختلف تھا چنانچہ مسلم کے اندر ہے ٨
کہ فرفعت امرأة صبیًا لہا الخ اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ بچہ ~~کیلئے حج~~ کا حج واحرام
صحیح ہے یا نہیں جمہور فرماتے ہیں کہ احرام نفل اور نفلی حج صحیح ہے بعض نے حنفیہ کی طرف منسوب کر دیا کہ بچہ کا
نفلی حج صحیح نہیں ہے لیکن یہ غلط ہے البتہ ایک دوسرے مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ بچہ پر جنایات کی وجہ سے فدیہ اور
دم وغیرہ واجب ہوتا ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک واجب نہیں ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بعض بعض صورتوں
کے اندر فدیہ ہیں اور بعض صورتوں کے اندر فدیہ ہے تیسرا مسئلہ یہ ہیکہ بچہ کا حج نفل ہے اسکے حجۃ الاسلام
کیلئے کافی ہے یا نہیں ابن حزم نے داود ظاہری سے نقل کیا ہیکہ کافی ہے اور جمہور سے نقل کیا کہ کافی
نہیں ہے ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ ابن حزم کا مطلقًا کہنا صحیح نہیں بلکہ داود ظاہری کے نزدیک غلام کا
حج بلا اجازت مولی کے کافی ہے اور بچہ کا حج عدم خطاب کی وجہ سے کافی نہیں اور جمہور کے نزدیک دونوں
کیلئے کافی نہیں ہے وعنہ قال ٢٢١/١٠: ان امرأة من خثعم الخ اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہیکہ اگر ١٠
2511 ایک شخص مالک نصاب ہو اور اسپر حج کے بقدر مال ہے لیکن وہ معذور ہے راحلہ وغیرہ پر قادر نہیں تو
اسپر حج فرض ہے یا نہیں امام شافعی امام احمد اور حسن نے امام محمد سے نقل کیا ہے اور صاحبین کی
ظاہر روایت یہ ہیکہ اسپر حج فرض ہے امام محمد کی دوسری روایت ہے کہ اسپر حج فرض نہیں ہے یہی
امام مالک کا مذہب ہے امام شافعی وغیرہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ
اسپر فرض نہیں وہ اس حدیث کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس رجل کے خصائص میں سے ہے جواب ٢ یہ ہیکہ
قبیلہ خثعمیہ کے خصائص میں سے ہے جواب ٣ قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں کہ حدیث سے یہ کیسے
معلوم ہوا کہ اس بوڑھے پر حج فرض تھا لیکن حافظ نے ان کا تعاقب کیا اور فرمایا کہ ایک
روایت کے اندر ہے کہ الجزی عنہ اور یہ کلام واقع فرض کے اندر مستعمل ہوتا ہے
2512 وعنہ قال ٢٢١/١١: اس مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ اگر میت نے وصیت کی ہے تو حج کرانا ضروری ہے ١١

2512 اور اگر وصیت نہیں کی تو اسکے اندر اختلاف ہے امام شافعی حسن بصری امام احمد طاؤس کے نزدیک ولی ٢٢١/١١
کیلئے ضروری ہے کہ اسکی جانب سے حج کرائے۔ امام صاحب امام مالک فرماتے ہیں کہ حج کرانا ضروری نہیں ہے
اور اس حدیث سے وجوب پر استدلال نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اسکا مطلب ہے کہ اس کے لائق ہے
کہ وہ کرادے ضروری نہیں ہے دوسرا مسئلہ یہ کہ عورت مرد کی طرف سے نیابت کرسکتی ہے یا نہیں جمہور کے
نزدیک کرسکتی ہے حسن بن صالح کے نزدیک نہیں کرسکتی اسکے علاوہ جو صورتیں ہیں کہ مرد عورت کی
2513 طرف سے یا مرد مرد کی طرف سے یا عورت عورت کی طرف سے یہ سب صورتیں جائز ہیں وعنہ ٢٢١ص/١٣ ١٣
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محرم کا سر ڈھانپنا ضروری ہے چنانچہ حسن بصری ابراہیم نخعی، اسحاق بن راہویہ، ابن المنذر
امام صاحب، امام احمد کی ایک روایت یہی منقول ہے کہ ضروری ہے۔ ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ یہی صحیح ہے
امام شافعی اور امام مالک کے یہاں ضروری نہیں ہے۔ ابن سیرین، امام اوزاعی کے نزدیک جائز ہے
2515 یہ حدیث ہمارا استدلال ہے عن ابی ہریرۃ ٢٢١ص/١٦ ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک دن ایک رات کا سفر ١٦
بلا محرم کے جائز نہیں ہے اس حدیث کے اندر دو چیزیں ہیں (۱) ایک دن ایک رات کا سفر کرنا (۲) بغیر
محرم کے سفر کرنا دوسری چیز کے اندر ہمارا مذہب یہ ہے کہ جائز نہیں اور پہلی چیز کے اندر ہمارا مذہب
یہ ہے کہ تین دن تین رات کا سفر جائز نہیں اور اس سے کم کا سفر جائز ہے دراصل روایات کے اندر
اختلاف ہے ابن ہمام نے مذہب ذوالثلاثہ کے بعد کہا ہے کہ امام صاحب کی ایک روایت عدم جواز کی
بھی ہے لیکن چونکہ مذہب جواز کا ہے لہذا اگر کوئی عورت اجازت مانگے تو شوہر کو منع نہیں کرنا چاہیے
2516 عن ابن عباس ٢٢١ص/١٩ مکہ مکرمہ چونکہ موضع حرم ہے تو حضرت نے اسکے میقات مقرر کئے ہے یلملم یمن کا اور ١٧
دوسرا لغۃ الظلم ہے اور قرن میں سکون الراء وفتحہا دونوں جائز ہے وممن اتی علیہن الخ یعنی جو شخص
ان مقامات کا رہنے والا نہیں بلکہ دوسری جگہ کا رہنے والا ہے تو وہ جب ان میقاتوں میں سے
کسی پر گذرے تو وہی اسکی میقات ہے مثلاً اہل شام کی میقات جحفہ ہے اور مدینہ والوں
کی میقات ذوالحلیفہ ہے تو اگر اب کوئی شامی مدینہ کے اندر آئے تو اب وہ کونسی میقات کیساتھ
احرام باندھے اسکے اندر اختلاف ہے کیونکہ راستہ کے اندر اسکی اپنی میقات جحفہ بھی آئیگا اور
مدینہ والوں کی میقات بھی آئیگی امام شافعی امام احمد اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ جحفہ
سے نہ باندھے بلکہ ذوالحلیفہ سے باندھے امام مالک امام صاحب کے نزدیک اولیٰ ذوالحلیفہ
سے باندھنا ہے جحفہ سے بھی جائز ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ایک اہل میقات
دوسری میقات سے بھی احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک مع الکراہۃ جائز ہے
2518 اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے عن انس ٢٢١ص/٢٢ اعتمر اربع عمر الخ عمرہ معنی زیارت کے ہیں حضرت نے ٢٢
چار عمرے کئے دوسری حدیث حضرت ابن عمر کی اسکے برخلاف ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو
عمرے فرمائے ~~دونوں کے اندر جمع~~ اور ایک روایت کے اندر تین عمروں کا ذکر ہے جمع یہ ہے کہ جس نے دو کا ذکر کیا
اس نے حج والے عمرہ کو اسلئے ذکر نہیں کیا کہ وہ حج کے تابع تھا اور حدیبیہ والا عمرہ کو اسلئے کہ وہ مکمل

2518 نہیں ہوا تھا اور بعض لوگوں نے تین کا ذکر کیا انہوں نے جعرانہ والا عمرہ کو ترک کر دیا کیونکہ وہ رات کے اندر ۲۲۱/۲۲
2521 ہوا تھا یا وہ حدیبیہ والا عمرہ کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ مکمل نہیں ہوا تھا الفصل الثانی عن علیؓ (ص ۲۲۲): اس ۲۲۲/۲
اس حدیث پاک کے اندر اس شخص کو جو زاد و راحلہ کا مالک ہو اور حج کئے بغیر مر جائے اسکو یہودی
اور نصرانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس سے مراد وہ حج کا اعتقاد رکھتا ہو گا یا نہیں اگر نہیں تو وہ
کافر ہے اور ان جیسا ہے اور اگر اعتقاد حج رکھتا ہے تو عملی طور پر ان کے مشابہ ہے سبیلاً
اسکی تفسیر کے اندر علماء کے مختلف قول ہیں (۱) علامہ زرکشی شرح الکبیر کے اندر فرماتے ہیں
سبیل سے مراد امکان الوصول ہے لہذا اگر کسی اندھے کو کوئی قائد مل جائے اور پیدل چلنا
ممکن ہو تو اس اندھے پر حج فرض ہے جمہور احناف کے نزدیک اسکی تفسیر زاد و راحلہ کیساتھ
ہے چنانچہ ایک روایت کے اندر ہے حضور ﷺ سے اسکی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے الزاد والراحلۃ۔
2522 عن ابن عباسؓ (ص ۲۲۳) ضرورۃ اسکی تفسیر (۱) یہ ہے کہ نکاح کو چھوڑنا (۲) جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا ہو ۵
2523 وعنہ (ص ۲۲۳): اس حدیث سے معلوم ہوا حج کے اندر تعجیل کرنی چاہئے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ۶
حج علی الفور واجب ہے یا نہیں امام مالک و امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ علی الفور واجب ہے یہی اصح الروایتین ہے
امام صاحب کی دوسرا قول امام محمد کا یہ ہے کہ تراخی کیساتھ واجب ہے اسی کو امام شافعی اور امام محمد نے
اختیار کیا امام محمد کا استدلال اس حدیث سے ہے کہ حج ہجرت ہیں ۱۰ ہجری کو کیا ہے اور حج ان سے
2528 عن ابی رزینؓ (ص ۲۲۳): اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے عمرہ کا کیا حکم ہے امام شعبی سفیان ثوری امام ۱۳
اسحاق بن راہویہ امام شافعی امام احمد کی الاصح الروایتین یہ ہے کہ عمرہ فرض ہے صاحب بدائع حنفی
حنفیہ میں فرماتے ہیں کہ واجب ہے دلائل الفاظ سنتہ معناہ ثبت بالسنۃ فلا منافات بنا وجوب کی تائید
کی ہے مصنف کا مختار یہی ہے کہ سنت ہے علامہ عثمانی نے اسکو اپنی تفسیر کے اندر اختیار کیا
امام مالک کا یہی مسلک ہے بعض حنفیہ کے نزدیک فرض کفایہ ہے ابو ثور، داؤد ظاہری کے نزدیک
تطوع ہے مالکیہ سے بھی ایک روایت تطوع کی نقل کی گئی ہے لیکن یہ غلط ہے ابن رشد کے نزدیک سنت
ہے بلکہ بعض مالکیہ جیسے ابن حبیب ابن الجہم وغیرہ کے نزدیک تو واجب ہے لیکن ان کے جمہور کے
نزدیک سنت ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ عمرہ فرض ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جواب یہ
ایک روایت کی بناء پر تو جواب کی ضرورت نہیں اور ثانی روایت کی بناء پر جواب استدلال ہم دوسری
2529 ایک روایت ہے جس کے اندر ہے حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ عمرہ فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں عن ابن عباسؓ (ص ۲۲۳) ۱۵
رجلاً یقول لبیک عن شبرمۃ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس رجل کا نام نبیشہ ہے اس مسئلہ کے اندر
اختلاف ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا حج نہیں کیا تو وہ دوسرے کا حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں امام شافعی
امام احمد امام اوزاعی کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حج نہیں کر سکتا امام مالک امام صاحب اور
امام احمد کی ایک روایت سفیان ثوری کے نزدیک صحیح ہے ابو بکر بن عبد العزیز کہتے ہیں کہ احرام
احرام باطل ہے جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ ابن عباس کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں

2529 کرتے ہیں یہ عمرہ کی تفسیر ہے کہ ایک شخص دو شخصوں کی طرف سے حج کرے اور اپنا حج ابھی کیا نہ ہو اور دوسرا ۲۲۲/۱۵
پہنچ بدلا اور لوگوں کا اس حدیث سے اول حدیث کا جواب ہے یا وہ محمول ہے عمرہ پر کہ دو شخصوں کی طرف سے بھی
کرتے ہیں اور اس حدیث کا جواب ہے کہ یہ دونوں روایات مطلق ہیں البتہ حنفیہ کے نزدیک یہ حج
2531 مکروہ ہے بعض کے نزدیک کراہت تنزیہی ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔ عن عائشۃ ص ۲۲۲/۱۸ :- ۱۸
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے اہل عراق کے لئے میقات کو مقرر کیا اور اسی طرح حضرت جابر کی حدیث
سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حضور نے توقیت میقات کی ہے لیکن بخاری شریف کے اندر ہے کہ حضرت عمر کے زمانے
میں جب بصرہ اور کوفہ فتح ہوا اور وہاں کے لوگوں نے حج کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر سے دریافت کیا تو
انہوں نے ذات عرق کو ان کی میقات مقرر کر دیا۔ اب ان دونوں روایات کے اندر اختلاف کی وجہ
سے علماء کے اندر دو فرقے ہو گئے ایک ترجیح دینے والے ان میں علماء بھی ہیں دو فرقے ہیں یہ
جمہور کے نزدیک یہ توقیت حضور کی طرف سے ہے اسی کو امام رافعی نے نووی نے امام شافعی نے کتاب الام
کے اندر ایسے ہی جمہور مالکیہ حنابلہ [illegible] علامہ نووی نے شرح مہذب کے اندر تحریر فرمایا کہ حضور نے
یہ توقیت کی ہے حافظ ذہبی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا کہ صحیح غریب ہے لہذا حضور ہی کی طرف
سے اور عمر کی توقیت کا مطلب یہ ہے کہ مشہور حضرت عمر کے زمانے میں ہوئی۔ بعض نے کہا یہ حضرت
عمر کی توقیت ہے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور سے ان کو علم نہ ہوا ہو اب یہ کہ اس حدیث سے یعنی
کی حدیث سے معلوم ہوا کہ ان کے لئے عقیق ہے دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہے بعض نے کہا کہ دونوں
ایک جگہ ہیں پہلے یہیں عقیق ہو یعنی ذات عرق واقع ہوا۔ بعض لوگوں نے کہا کہ وہ موضع جو عقیق کے
2532 اندر تھا بعد میں ذات عرق کی طرف منتقل ہو گئے۔ عن ام سلمۃ ص ۲۲۲/۱۹ :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مواقیت ۱۹
سے پہلے احرام باندھ سکتا ہے اس کے اندر اختلاف ہے داؤد ظاہری ابن حزم کے نزدیک جائز نہیں ہے
جمہور کے نزدیک جائز ہے۔ مالکیہ حنابلہ کے یہاں اولیٰ یہ ہے کہ مواقیت سے باندھے اور حنفیہ شافعیہ
کے یہاں مواقیت سے پہلے افضل ہے یہ حدیث ہمارا استدلال ہے۔

باب الاحرام والتلبیۃ ص ۲۲۳ (الفصل الاول) ۲۲۳/۶

احرام کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے کہ فرض ہے یا بالاتفاق واجب ہے البتہ اکثر شافعیہ کے نزدیک رکن ہے اور حنفیہ
حنفیہ کے نزدیک شرط ہے۔ دوسری چیز تلبیہ ہے یہ تفعیل کے وزن پر باب تفعیل کا مصدر
اس کے حکم میں اختلاف ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک سنت ہے۔ ابن ابی ہریرہ اور علامہ
ماوردی نے شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ واجب ہے اور دم واجب ہوگا اگر ترک کر دیا اسی کو ابن قدامہ نے
مالکیہ سے بھی یہ قول نقل کیا ہے۔ امام مالک سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے ابن ابی ہریرہ کہتے ہیں امام
شافعی سے اس بارے کے اندر نص پایا گیا ہے تیسرا قول حکم کے بارے میں ہے کہ واجب ہے لیکن
ایک چیز اور ہے وہ یہ کہ توجہ الی القبلہ [illegible] بھی اس کے قائم مقام ہو سکتی ہے ابن شاہ
نے اپنا کلام اس کے تو شرح [illegible] حنفیہ کے نزدیک [illegible] ابن عبدالبر [illegible] نقل کیا ہے کہ تلبیہ رکن ہے

2540 عن عائشۃ: اس مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ احرام سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے البتہ اس خوشبو کے اندر ٢٢٣/٦
اختلاف ہے جس کا جرم احرام کے بعد باقی رہے امام مالک کے نزدیک ایسی خوشبو لگانا مکروہ ہے بلکہ دم واجب ہے امام احمد
2541 سے کراہت نقل کی گئی ہے جمہور کے نزدیک جائز ہے اور یہ حدیث دلیل ہے عن ابن عمر یہل ملبدا القول ٨
تلبید مشتق ابن الملک فرماتے ہیں کہ گوند وغیرہ کے ذریعہ بالوں کو جمانا تاکہ منتشر نہ ہوں یہ شافعیہ کے نزدیک جائز ہے
حنفیہ کے نزدیک تلبید سے دم واجب ہوگا اور یہاں تلبید چونکہ تمام سر کو محیط نہیں تھی بلکہ بعض حصہ پر تھی اس لئے
نہیں ہے لبیک ۔ یہ تلبیہ داعی کی اجابت ہے لیکن اس کے اندر اختلاف ہے کہ داعی کون ہے بعض کے نزدیک
رب تعالیٰ بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض نے کہا کہ داعی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اسی
کو صاحب ہدایہ اور زیلعی نے اختیار کیا ان الحمد والنعمۃ والملک لک الخ ان کو امام محمد نے بکسر الہمزہ پڑھا
اور امام شافعی نے بھی بالکسر اور بعض نے بالفتح پڑھا ہے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ استقبال کلام کے لئے ہوتا ہے
علامہ نووی نے بھی بالکسر کو راجح قرار دیا حافظ فرماتے ہیں کہ امام نووی کے قول سے معلوم ہوتا ہے
زمخشری نے جو امام شافعی بالفتح کا قول نقل کیا ہے وہ محل کلام ہے۔ لیکن یہ قول جو ہے ترجیح کی گنجائش ہے
کہ علامہ نووی نے اپنی رائے بیان فرمائی ہو لا یزید علی ھؤلاء الکلمات اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
ان کلمات پر زیادتی جائز ہے یا نہیں امام صاحب امام محمد فرماتے ہیں کہ زیادتی جائز ہے امام شافعی کے نزدیک
اولیٰ ہے عدم زیادتی ہے اور زیادتی کرتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے
2542 وعنہ قال: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور نے ذو الحلیفہ کی مسجد کے پاس احرام باندھا روایات کے ١٠
اندر اختلاف کی وجہ سے اس مسئلہ کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ جب سواری
تیار ہو جائے تو اس وقت احرام باندھے امام شافعی بھی یہی فرماتے ہیں البتہ وہ فرماتے ہیں کہ سواری
چلنے کے وقت باندھے امام صاحب فرماتے ہیں کہ ذو الحلیفہ کی مسجد کے اندر احرام باندھے امام احمد بھی
فرماتے ہیں کہ مقام بیداء سے احرام باندھے امام احمد فرماتے ہیں کہ جس جگہ چاہے وہیں باندھے
دوسری روایت امام احمد کی امام صاحب کے موافق ہے چونکہ روایات مختلف ہیں اور دیکھنے والوں نے
جس جگہ کچھ سنا و دیکھا نقل کر دیا جب مسجد سے آپ نے احرام باندھا تو چند لوگوں نے وہیں دیکھا اسی جگہ
سے نقل کر دیا اور جب مسجد سے باہر نکل کر اونٹ پر بیٹھے اور چلے تو آپ نے تلبیہ پڑھا تو لوگوں نے سمجھا کہ اسی
جگہ سے احرام باندھا جب مقام بیداء پر پہنچے تو اس وقت بھی آپ نے تلبیہ پڑھا تو وہاں والوں نے
سمجھا کہ اسی مقام سے احرام باندھا ہے چنانچہ اسی معنی کی ایک روایت ابوداؤد میں موجود ہے محقق ابن
2545 ہمام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہم سے منقول ہے اور اگر منقول نہ ہوتا تو بھی یہی جمع ہوتا عن عائشۃ: ١٣
حج کی تین قسمیں ہیں افراد۔ تمتع۔ قران اور ان کے اندر اتفاق ہے کہ تمام جائز ہیں۔ امام صاحب کے نزدیک
افضل قران ثم التمتع ثم الافراد امام شافعی کے نزدیک اس کا عکس ہے سب سے پہلے افراد ثم التمتع ثم القران
حنابلہ کے نزدیک تمتع۔ افراد پھر قران افضل ہے مالکیہ کے نزدیک افراد ثم القران ثم التمتع افضل ہے
اور یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ صحابہ کا اختلاف ہے کہ حضور نے کونسا حج کیا ہر ایک اپنی اپنی بات

چنانچہ علماء نے مختلف قول بیان کیے ہیں۔ (۱) امام شافعی فرماتے ہیں کہ آپ نے افراد کیا (۲) ابو یعلیٰ حنبلی فرماتے ہیں
کہ آپ نے اولاً عمرہ کا احرام باندھا تھا پھر حج کا احرام باندھا (۳) ابن قدامہ کی رائے تھی کہ آپ نے اولاً عمرہ
کا احرام باندھا تھا اور حلال ہونے سے پہلے حج کا احرام باندھا کیونکہ آپ سائق الہدی تھے (۴) حنفیوں کی
رائے تھی کہ آپ نے حج کا احرام باندھا تھا اور اسپر عمرے کے احرام کو داخل فرمایا (۵) علامہ ابن قیم نے اس
کو یا حج قرار دیا کہ آپ نے ایک ہی حج و عمرے کا احرام باندھا اور طواف دونوں کیلئے ایک ہی کیا
اور سعی بھی ایک ہی فرمائی۔ دوسرا مسئلہ اختلاف یہ تھا کہ آپ نے تلبیہ کس کا کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں
کہ حج کا تلبیہ آپ نے کیا تھا بعض کے نزدیک عمرے کا اور اس کی فراغت کے بعد حج کا تلبیہ کیا بعض کے نزدیک
پہلے حج کا اور اس کے بعد عمرے کا تلبیہ کیا اس کو قاضی عیاض اور حافظ و دیگر علماء نے راجح قرار دیا ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ آپ نے مجملاً احرام باندھا تھا اور بعد میں تعیین کی۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ دونوں کا تلبیہ کیا
بہرحال اصل مذہب اور تین اقوال میں حنفیہ کہتے ہیں کہ آپ قارن تھے۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ آپ مفرد
تھے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ آپ متمتع تھے اور مالکیہ امام شافعی کے ساتھ ہیں۔ اب ہر فریق کی وجہ ترجیح
روایات سنیے۔ شافعیہ فرماتے ہیں کہ حضور نے افراد کیا جیسا کہ حضرت ابن عمر، ابن عباس،
حضرت عائشہ، حضرت جابر کی روایات سے معلوم ہوا۔ اور حضرت ابن عمر آپ کے بہت قریب تھے
کہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کے نیچے تھا اور اس کی رال مجھ پر بہہ رہی تھی
حضرت ابن عباس حضور کے چچا زاد بھائی بہت قریبی رشتہ دار تھے۔ حضرت عائشہ آپ کی محبوبہ زوجہ
اور نہایت ہی زیادہ سمجھدار پاس رہنے والی تھیں اسی طرح حضرت جابر کی حدیث کا سیاق
حج کا سیاق ہے لہذا ان کی روایات کو ترجیح ہے کیونکہ ان کا افضل صحیح ہے اب دوسرا فریق احناف
کہتے ہیں کہ ان حضرات نے خود روایت کیا کہ حضور نے تمتع کیا اسی طرح حضرت عائشہ سے بھی اسی قسم کی روایت
مروی ہے لہذا جب دونوں روایات آپس میں متعارض ہیں تو اب ہم نے دیکھا کہ بعض روایات ایسی
ہیں جن کے اندر صرف تمتع کا ذکر ہے اور اس کے راویوں سے کوئی متعارض روایت (وارد) نہیں جیسے حضرت
عمران بن حصین سے صرف تمتع کی حدیث (وارد) ہے تو ان کے پاس زیادتی ہے اس کی روایات مثبت
ہیں۔ جمہور حنفیہ کہتے ہیں بلکہ دراصل ان کے یہاں ابن ہمام حنفیہ کی طرف سے بیان دیتے ہیں کہ
جن روایات کے اندر تمتع کا ذکر ہے اس کے یا تو تمتع بمعنی الاصطلاحی مراد ہے یا الجمع بین النسکین
مراد ہے ہم نے آثار کی طرف رجوع کیا تو بخاری کی روایت سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ حضرت علی و حضرت عثمان
کی گفتگو ہوئی اور اس میں یہ کہا گیا کہ تم اس کام سے منع کرتے ہو جسکو حضور نے کیا تھا وہ یہ تھا کہ حضور نے
حج و عمرے دونوں کا احرام باندھا تھا۔ حضرت عمران بن حصین سے مسلم کے اندر قران کا
ہے حضرت علی سے پوچھا گیا کہ آپ نے کس کا احرام باندھا ہے تو فرمایا کہ جیسا حضور نے باندھا تھا اور
آپ نے قران کا احرام باندھا تھا اسی طرح مسلم نے کافی بحث کے بعد بہت ہی وجوہ سے یہ ثابت کر دیا کہ آپ نے
قران فرمایا تھا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ لا اشک فی انہ کان قارنا۔ قاضی عیاض مالکی حافظ ابن قیم علامہ نووی

2547 نے اقرار کیا ہے کہ آپ قارن تھے **الفصل الثانی عن زید بن ثابت تجرد لاھلالہ واغتسل** یہ دلیل ہے مالکیہ اور ٢٢٣/١٧
شافعیہ کی کہ احرام سے پہلے غسل مستحب ہے حسن بصری عطاء اور ابن حزم کے نزدیک واجب ہے عن خلاد بن السائب
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلبیہ کے وقت رفع صوت کرنا چاہیے چنانچہ داود ظاہری اور علماء کے نزدیک
واجب ہے بلکہ فرض ہے اور جمہور کے نزدیک مستحب ہے رفع صوت۔ اور یہ سب مردوں کے لیے ہے

ص۲۲۲ باب قصة حجة الوداع ٢٢٢/٣

یہ حج ۱۰ھ کے اندر ہوا اور حجۃ الوداع اسکو ﷺ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وداع کا معنی رخصت کا ہے
حضور ﷺ نے اس حج کے اندر مسلمانوں کو رخصت فرمایا تھا۔ حج کا معنی لغت کے اندر تین ہیں۔
(۱) قصد (۲) قصد الی معظم الشئ (۳) قصد مرة بعد اخری۔ اس حج کا نام حجۃ الوداع کی طرح
حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی ہے کیونکہ اسکے بعد اسلام کا خوب انتشار ہوا تھا۔ اور یہ
2555 اسلام کا علی وجہ کمال حج تھا اور آپ نے اسکے اندر خوب تبلیغ کردی تھی ص۲۲۲ **الفصل الاول عن جابر** ۔ ٣
فقدم المدینة بشر کثیر الخ ان کی تعداد میں متعدد قول ہیں (۱) چالیس ہزار (۲) علامہ سہیلی
فرماتے ہیں کہ نوے ہزار تھے (۳) ابو ذرعہ رازی کہتے ہیں کہ ایک لاکھ چودہ ہزار (۴) ایک لاکھ
چوبیس ہزار (۵) ایک لاکھ تیس ہزار ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ لا یعلی عددھم الا اللہ القصواء ٧
اسحاق بن راہویہ، داود ظاہری کے نزدیک پیدل چلنا افضل ہے جمہور کے نزدیک سواری افضل ہے
حافظ فرماتے ہیں کہ اسکا حکم اس الخ پر موقوف ہے قال جابر لسنا نعرف العمرة اس سے ٨
معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے صرف حج ہی افراد کیا قران نہیں کیا لیکن اسکا یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے
کہ چونکہ کفار اور رسوم جاہلیت کے اندر یہ بات تھی اور وہ لوگ اشہر حرم کے اندر عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے
تھے اور یہ کہتے تھے کہ صرف ان دنوں کے اندر حج ہو سکتا ہے تو اس کے متعلق حضرت جابر نے فرمایا کہ ہم لوگ
اپنے زعم کے مطابق یہ سمجھتے تھے کہ صرف حج کریں گے عمرہ وغیرہ کرنے کا علم ہم لوگوں کو نہیں تھا جب
حضور ﷺ نے باندھا تب ہم کو معلوم ہوا۔ فقرا فی الرکعتین قل ہو اللہ احد وقل یا ایہا الکافرون الخ اسکا ١١
مطلب یہ نہیں کہ پہلی رکعت کے اندر قل ہو اللہ اور ثانی کے اندر سورہ کافرون پڑھی بلکہ یہاں واو
مطلق جمع کیلئے ہے ابداء بما بدا اللہ الخ سعی کے اندر حنفیہ کے تین قول ہیں (۱) واجب ہے (۲) شرط ١٢
ہے (۳) سنت ہے ملا علی قاری نے واجب ہی کو راجح قرار دیا۔ علامہ عینی نے حنفیہ کا مذہب اشتراط
نقل کیا ہے اسی کو راجح قرار دیا ہے حتی اذا کان آخر طوافہ علی المروة الخ ائمہ اربعہ کے نزدیک سعی کے ١٥
کل شوط سات ہیں ابتداء صفا سے اور انتہاء مروہ پر ہوگی۔ عبد الرحمن ابن بنت الشافعی کے
نزدیک چودہ شوط ہیں لان الابتداء کی طرح انتہاء سعی کی بھی صفا پر ہوگی علامہ نووی نے
اس مذہب کی تردید کی ہے آگے چل کر اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سائق الہدی حلال نہیں ہوگا یہی
احناف کا مذہب ہے شافعیہ۔ مالکیہ کے نزدیک حلال ہو جائیگا یہ حدیث ہماری دلیل ہے حضور نے
فرمایا لو انی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الهدی وجعلتها عمرة الخ اس عبارت الخ کا ١٦

2555 مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا تھا کہ وہ احرام سے حلال ہو جائیں اور اسکو عمرہ بنا دیں اس کے ۲۲۴/۱۶
بعد پھر حج کا احرام باندھیں لیکن صحابہ کو تردد ہوا (۱) اسوجہ سے کہ حج کا زمانہ قریب ہی آگیا
تھا (۲) حضورؐ نے بھی احرام نہیں کھولا تھا (۳) انہوں نے سوچا کہ اگر ہم احرام کھولیں گے تو پھر اپنی بیویوں
سے جماع کریں گے اور ہمارے مذاکیر منی گرا رہے ہوں گے ان تمام وجوہ کی وجہ سے ان کو تردد ہوا حضور
نے فرمایا کہ تعجب ہے میں چونکہ سائق الہدی ہوں اس لیے میں نہیں کھول سکتا ہوں قائم ہوں تم لوگ احرام کھول دیں گے
کہ احرام کھولو اور اگر میں سائق الہدی نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول کر اسکو عمرہ بنا دیتا [illegible] ۱۸
اس سے معلوم ہوا کہ تمتع افضل ہے ظاہر ہے اور احناف کے نزدیک قران کا افضل ہونا فسخ الحج الی العمرۃ
یہ لوگوں کے نزدیک [illegible] تمتع کا افضل ہونا کا اعتراض ہے اور یہ افضلیت جس میں اختلاف ہے
کہ افضلیت پر دوبارہ فسخ الحج الی العمرۃ جائز ہے یا نہیں امام احمد اور ظاہریہ کے نزدیک جائز ہے اور
جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے قال دخلت العمرۃ فی الحج الی یوم القیامۃ کا مختلف مطلب بیان کیا ہے ۱۹
(۱) جمہور کے نزدیک اس کا معنی ہے کہ عمرہ کو حج کے ایام میں ادا کرنا جائز ہے زمانہ جاہلیت کے [illegible]
لوگ تھے کہ عمرہ ادا کرنا حج کے مہینوں میں جائز نہیں [illegible] (۲) اس کا معنی یہ ہے کہ [illegible]
میں [illegible] افعال عمرہ [illegible] داخل ہو گئے ہیں [illegible]
[illegible] ہے (۳) یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ حج قران جائز
ہے (۴) امام بیہقی فرماتے ہیں کہ [illegible] اشارہ ہے کہ عمرہ واجب نہیں (۵) یہ بات
بیان کرنی مقصود ہے کہ [illegible] ہے (۶) یہ بیان کرنا مقصود ہے
کہ [illegible] فوت [illegible] ۲۲۵/۴
[illegible] ہے (۱) [illegible] ہے (۲) ایک باب [illegible] مراد ہے
(۳) [illegible] مراد ہے (۴) [illegible] مراد [illegible] ہے فتح
[illegible] ۱۲
ابوداؤد اور مسند احمد کی روایت ہے کہ حضرت علی نے آپ کے [illegible] اور آپ نے [illegible]
ذبح کئے ہیں [illegible] روایت [illegible]
کیونکہ ابوداود کی روایت کی اسناد [illegible] ضعیف ہے [illegible] کہ حضور
[illegible] حضرت علی [illegible] ذبح کئے اور [illegible] کے بعد حضرت علی نے
2556 ذبح فرمائے عن عائشۃ [illegible] اگر [illegible] تمتع کیا اور عمرہ کا ۱۷
احرام باندھا اور طواف سے پہلے حیض آگیا تو اب کیا کرے جمہور کے نزدیک عمرہ کو چھوڑ دے [illegible]
حنفیہ کا مسلک ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عمرہ کا احرام [illegible] حج کا احرام باندھے حنفیہ کا [illegible]
اس حدیث سے ہے [illegible] ائمہ ثلاثہ نے اس حدیث سے [illegible] ایک طواف [illegible]
کرے حنفیہ کے نزدیک قارن دو طواف اور دو سعی کرے گا اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حج [illegible]

2556 ے مسئلہ معروف کیا آپ نے ایک طواف وسعی کی اور حلال ہو گئے ایک طواف کافی ہے دو ایک کیے الگ الگ 225/17
ہونا ضروری نہیں ہے جواب حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ حضور قطعاً متعدد طواف فرمایا کرتے تھے تو
دیکھنے والوں نے جس کو دیکھا اس کا متعلق کہہ دیا ہے۔ ہمارا استدلال حضرت ابن مسعود کی حدیث سے ہے
2557 عن عبد اللہ بن عمر رضی ... صوم کے متعلق آپ نے فرمایا اذا رجع الی اہلہ احناف کے نزدیک اس کا 26
مراد فراغ من الحج ہے شوافع فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ گھر پہنچ جائے

باب دخول مکۃ والطواف (الفصل الاول) 20

طواف کی تین قسمیں ہیں طواف زیارۃ، طواف قدوم، طواف وداع، اول کے بارے میں اجماع ہے کہ
وہ رکن ہے اور طواف قدوم حنفیہ، حنابلہ، سفیان ثوری کے نزدیک سنت ہے۔ مالکیہ شوافع کے ہاں
واجب ہے اور ترک سے دم واجب ہوگا اور طواف وداع حنفیہ، حنابلہ، سفیان ثوری امام شافعی
کے ہاں واجب ہے اور ترک کی صورت میں دم واجب ہوگا اور امام مالک فرماتے ہیں کہ سنت ہے
2563 عن عروۃ بن الزبیر ... انہ توضأ ثم طاف الخ احناف کے نزدیک طہارۃ طواف کے لئے شرط ہے امام 24
صاحب کے نزدیک واجب ہے۔ حکم، منصور، حماد بن ابی سلیمان نے امام صاحب کی موافقت کی ہے امام نووی
فرماتے ہیں کہ امام صاحب قول وجوب کے اندر متفرد ہیں لیکن حافظ نے نووی کا تعاقب کیا اور کہا کہ
جب مذکورہ لوگ موافق ہیں تو تفرد کا قول غلط ہے مگر چونکہ حافظ اور نووی دونوں شافعی ہیں
2564 لہذا حافظ ان کی طرف سے تاویل کرتے ہیں کہ تفرد کا مطلب یہ ہے کہ تفرد عن الائمۃ عن ابن عمر 26
اس حدیث پاک سے [illegible] تحیۃ الطواف مراد ہے دو رکعت میں اختلاف ہے 27
حنابلہ کے ہاں سنت ہے شوافع کے تین قول ہیں (۱) واجب (۲) سنت ہے (۳) طواف واجب کے
بعد واجب ہے اور دوسرے طوافوں کے بعد سنت ہے یہی مالکیہ کی ایک روایت ہے دوسرا قول مالکیہ کا یہ ہے کہ
طواف واجب کے بعد واجب ہیں اور اس کے ماسوا کے اندر تردد ہے۔ حنفیہ کے نزدیک واجب ہے
اب دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فرض نماز بھی اس تحیۃ الطواف کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں حنفیہ کے نزدیک
2565 ہو سکتی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک نہیں ہوگی۔ حنابلہ، شافعیہ کے ہاں تحیۃ الطواف کافی ہو جاوے گی عن [illegible] قال 227/1
رمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ رمل کہتے ہیں کہ طواف کے اندر پہلے تین شوط کے اندر اکڑ کر چلے اس کے اندر
اختلاف ہے کہ اس کا کیا حکم ہے جمہور کے نزدیک سنت ہے اگرچہ اس کی علت مرتفع ہو گئی ابن عباس کا رجوع ہے
کہ رمل کے اندر اس کو اختیار ہے۔ ابن ماجشون، حسن بصری، ثوری کے نزدیک واجب ہے امام مالک سے بھی
2566 وجوب کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن پھر جمہور کے قول کی طرف رجوع کر لیا عن جابر رضی ... فاستلم الخ 2
قاضی ابو الولید باجی نے لکھا کہ استلام الحجر فقہاء کے نزدیک سنت ہے ثم مشی علی یمینہ الخ لطیفہ:
علماء نے بیان کیا کہ ملا علی قاری طواف فرما رہے تھے استلام کے بعد یمین کی طرف چلنے کے بجائے
یسار کی طرف چل پڑے ایک بچہ وہاں بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اور [illegible] ہے ملا علی قاری کی
کتاب المناسک ہی کم از کم پڑھ لیتا تاکہ یہ غلطی واقع نہ ہوتی کہنے لگے کہ ملا علی قاری تو میں ہی ہوں

2568 عن ابن عمر: ۔ الا الرکنین الیمانیین الخ بیت اللہ کے چار رکن ہیں۔ رکن یمانی۔ رکن عراقی۔ رکن شامی ۲۲۷/۴
ایک حجر اسود اس سلسلہ میں اختلاف ہے کہ کس رکن کے اندر استلام ہوگا حضرت معاویہ اور حضرت عبداللہ
ابن الزبیر سے مروی ہے کہ وہ چاروں کا استلام فرماتے تھے اور کہتے تھے لیس شیء من البیت
مہجوراً۔ جمہور صحابہ اور تابعین کے نزدیک رکنین یمانیین کا یعنی رکن یمانی اور رکن عراقی کے اندر جو
رکن یعنی حجر اسود ہے ان دونوں کا استلام ہے اور وجہ ان دونوں کی تخصیص کی یہ ہے کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی بناء اب ان دونوں رکن کی بناء باقی ہے باقی دوسرے دو رکن کی بناء باقی
نہیں رہی لہذا فضیلت دو ہی کے اندر ہے لیکن چونکہ حجر اسود کے اندر ایک فضیلت بناء ابراہیمی
2569 پر ہونا اور دوسری فضیلت حجر الجنۃ ہونا ہے تو اس کی تقبیل بھی ہوگی اور استلام بھی ہوگا اور رکن ۵
یمانی کا صرف استلام ہوگا اور ان دو کے استلام ہی کے اندر اتباع سنت ہے عن ابن عباس: ص ۲۲۶/۵
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے حجۃ الوداع کے اندر بعیر پر طواف کیا۔ سواری پر طواف اب بھی
جائز ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے کیونکہ مسجد کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے اسکے بول و براز کی وجہ
اور حضور کی سواری اس سے بالکل پاک تھی۔ علامہ عبدالوہاب بخاری نے اتباع سنت کے اندر سواری
پر طواف کیا تھا لیکن مسجد تمام کی تمام ناپاک ہوگئی تھی اب جو حضور نے طواف علی بعیر کیوں فرمایا
اسکے مختلف جواب ہیں (۱) حضور کی طبیعت ناساز تھی (۲) سواری پر اسلئے کیا تاکہ دور سے
لوگ زیارت کریں (۳) لوگ چونکہ مسائل پوچھ رہے تھے اسلئے اوپر بیٹھے تاکہ آواز پہنچے
وغیرہ:۔ ص ۲۲۶/۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور جب حجر اسود پر پہنچتے تو کسی شی سے اشارہ کیا کرتے
اور تکبیر فرماتے تھے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص ہجوم کی وجہ سے استلام اور
تقبیل حجر پر قادر نہ ہو تو کیا کرے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ کسی شی مثلاً لکڑی وغیرہ سے حجر کی طرف
اشارہ کرے اور پھر لکڑی کو چوم لے۔ احناف فرماتے ہیں کہ اس شی کی تقبیل نہ کرے
امام مالک فرماتے ہیں کہ تکبیر کہے امام احمد فرماتے ہیں کہ تکبیر اور اشارہ دونوں کرے امام شافعی
امام صاحب کے نزدیک تقبیل۔ تکبیر۔ اشارہ وغیرہ سب کرے اور اگر تقبیل وغیرہ پر
قادر نہ ہو تو امام مالک فرماتے ہیں کہ ہاتھ حجر پر رکھ دے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تقبیل
2572 کرے عن عائشۃ:۔ ص ۲۲۶/۸ اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ لا نذکر الا الحج الخ کہ ہم لوگ ۸
حضور کے ساتھ صرف حج کا ارادہ رکھتے تھے اور اس سے پہلے معلوم ہوا کہ بعض لوگ اس حج کے اندر
متمتع اور بعض قارن اور بعض مفرد تھے دونوں کے اندر تعارض ہے جواب یہ ہے کہ لا نذکر الا الحج
کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے صرف حج ہی کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ یہ سمجھے کہ حضور صرف حج کریں گے
مگر حضور نے جب حج و عمرہ کا احرام باندھا تب ہم کو معلوم ہوا یا جواب یہ ہے کہ ہم نے حج کا باقاعدہ
اشارۃً ارادہ کیا یہ مطلب لا نذکر الخ اور الا الحج تفسیر سے مراد تمتع و قران و افراد تینوں ہے
دوسرا الستقر ... ان لوگوں کیلئے اس حدیث سے ہوا کہ طواف کیلئے طہارۃ شرط ہے بخلاف احناف کے جواب

2573 چونکہ مسجد کے اندر طواف ہوتا ہے اسلئے بغیر طہارۃ کے منع فرمایا ہے عن ابی ھریرۃ ص ۲۲۷ س ۱۱ کے اندر حضرت ۲۲۷/۱۰
حضرت ابوبکر کو الصدیق براءۃ لیکر بھیجا تھا ولا یطوفن بالبیت عریان الخ اس مسئلہ کے اندر جو کہ ستر طواف
کے شرائط میں سے ہے یا نہیں امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک شرائط میں سے ہے امام صاحب کے نزدیک شرائط
2575 میں نہیں بلکہ واجب ہے یہی ایک روایت امام احمد کا ہے الفصل الثانی عن ابی ھریرۃ ص ۲۲۷ س ۱۳ حتی ینظر الی البیت ۱۳
فرفع یدیہ الخ اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ رویۃ بیت کے وقت رفع یدین ہوگا یا نہیں حضرت
عبد اللہ بن مبارک — امام مالک امام شافعی امام احمد سفیان ثوری کے نزدیک رویۃ کے وقت رفع یدین ہے
اور امام مالک کے نزدیک رفع یدین نہیں ہے روایات دونوں قسم کی ہیں جابر کی طرف سے نفی والی روایت
کا جواب یہ ہے کہ اس دوام کی نفی مقصود ہے یا اس وقت رفع ممنوع ہے جبکہ دعا نہ مانگے جواب ۲ یہ ہے کہ
2576 وہ روایت منفی ہے اور مثبت مقدم ہوتا ہے منفی پر عن ابن عباس ص ۲۲۷ س ۱۵ الطواف مثل الصلوٰۃ الخ اس سے ۱۵
بعض لوگوں نے استدلال کیا جو کہتے ہیں کہ طہارۃ شرط ہے ہم کہتے ہیں کہ اس کے اندر تمام اجزاء
کے اعتبار سے نہیں ہے ورنہ توجہ الی البیت، مشی، حرکت، رکوع، سجدہ وغیرہ سب دونوں کے اندر فرق ہیں
2577 ہے بلکہ ایک تشبیہ مطلق ثواب کے اعتبار سے ہے وعنہ قال: نزل الحجر الاسود الخ یا تو وہ ص ۲۲۷ س ۱۷ ۱۷
حقیقۃ جنت کا پتھر ہے یا برکت والا ہونے کے اعتبار سے احجار جنت کے ساتھ تشبیہ دی ہے وہاں
اعمال میں آ گئے آپ نے فرمایا فسودتہ خطایا بنی آدم الخ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب گنہگاروں کی ۱۸
گناہوں نے اسکو سیاہ کر دیا تو نیکو کار لوگوں نے کیوں اسکو سفید نہیں کیا ہوگا جواب اللہ کی نیکو کار
سفید کر دیتی اس لئے کہ نیکو کار اکثر ہیں اور ان کے اندر تمام انبیاء کرام حضرت ابوبکر وغیرہ اور
جملہ صحابہ کرام ہیں جواب جیسا کہ نتیجہ ارذل کے تابع ہوتا ہے اور یہ کہ سود تبدیل کے اندر بھی دو قول
اقوال ہیں کہ حقیقۃ تسوید مراد ہے یا مطلق خطایا کی تقبیح اور ہر چیز اثر کا بیان کرنا مقصود ہے
2581 عن عبد اللہ بن السائب ص ۲۲۷ س ۲۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طواف کے اندر قرأۃ قرآن جائز ہے جیسا کہ جمہور کے نزدیک ۲۵
مستحب ہے ابن الہمام کے یہاں مستحب ہونا چاہئے امام مالک سے بھی یہی فرمایا ہے حسن بصری اور
عطاء اور ابن ابی رباح کے نزدیک مکروہ ہے امام احمد سے ایک روایت کراہت کی اعتقادی ترکیب
2582 کی ہے عن صفیۃ بنت شیبۃ ص ۲۲۷ س ۲۷ ان اکتب علیکم السعی الخ مسعیٰ امام احمد امام شافعی حضرت امام مالک ۲۷
حضرت عروہ بن الزبیر کے نزدیک رکن حج ہے امام صاحب حسن بصری سفیان ثوری کے نزدیک واجب
یہی امام احمد کی ایک روایت ہے تیسری روایت امام احمد کی یہ سنت ہے امام احمد سے حضرت
ابن عمر ابن عباس وجوب کا قول نقل کیا ہے ایسے ہی عتیبہ کے اندر امام مالک سے وجوب نقل کیا گیا
2584 عن یعلی بن امیۃ ص ۲۲۸ س ۴ اس حدیث سے اضطباع کا ثبوت ہوا حضرت امام صاحب امام شافعی امام احمد کے نزدیک ۲۲۸/۴
مسنون ہے امام مالک کے نزدیک مشروع نہیں ہے حنفیہ کہتے ہیں کہ ارادہ اظہار قوت کفار کے لئے تھا۔
ہم کہتے ہیں کہ رمل بھی تو اس علت کی وجہ سے ہے وہ اب بھی باقی ہے معلوم ہوا کہ علت کے ساتھ
2588 حکم کا دوران ضروری نہیں ہے عن ام سلمۃ ص ۲۲۸ س ۹ قالت: طوفی من وراء الناس وانت راکبۃ الخ الفصل الثالث ۹

[illegible]

2588 اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ آیا طواف بلا عذر کے جائز ہے یا نہیں۔ جمہور کے نزدیک عذر کی ۲۲۸/۹
وجہ سے بالاتفاق جائز ہے اور بلا عذر کی صورت میں مختلف اقوال ہیں (۱) امام احمد کی ایک
روایت میں ناکافی ہے (۲) دوسری روایت امام احمد کی میں جائز ہے مع الدم یہی امام مالک کا قول ہے
(۳) کافی ہے دم واجب ہوگا اور جب تک مکہ کے اندر مقیم ہے اعادہ واجب ہے (۴) کافی ہے دم واجب
2589 نہیں ہے یہ امام احمد کی ایک روایت امام شافعی کا مذہب ہے بہر حال یہ مسئلہ یہاں ہے عن عابس بن ربیعۃ ۲۲۹/۱۱
اس حدیث میں اشکال ہے کہ ایک روایت کے اندر ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے پیچھے کھڑے تھے جب حضرت ۱۱
عمر نے فرمایا تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ اے عمر یہ تو نافع ہے وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے ان کو استلام کرنے والوں کو
عینیت کے اندر داخل کر دیگا اس پر حضرت عمر خاموش ہوگئے لہذا اب اس حدیث کا جواب ۱
یہ ہے کہ شاید حضرت عمر نے اس کا اعتبار فرمایا جواب ۲ یہ حدیث ثابت نہیں ہے

باب الوقوف بعرفة ص ۲۲۸ (الفصل الاول) ۱۲

عرفہ: یہ ایک مقام کا نام ہے وجہ تسمیہ کے اندر مختلف قول ہیں (۱) یہ مقام حضرت ابراہیم پر
پیش کیا گیا فعرفہ (۲) حضرت آدم و حوا نے ایک دوسرے کو اسی میدان کے اندر پہچانا (۳) عرفہ
عرف سے ماخوذ ہے چونکہ بندہ وہاں اپنی بندگی اور معاصی کا اعتراف کرتا ہے (۴) بندے
اس میدان کے اندر اللہ کے احسانات کا اعتراف کرتے ہیں (۵) لوگ ایک دوسرے کو اس دن
پہچانتے ہیں اس پر تمام حنفیہ کا اتفاق ہے کہ یہ رکن ہے البتہ امام فخر الدین رازی نے حسن بصری سے نقل
کیا کہ ان کے نزدیک واجب ہے لہذا اگر وقوف عرفہ چھوٹ جائے تو تمام حرم ان لوگوں کی کافی ہے
2593 عن جابر ص ۲۲۸/۲۱ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ تمام کا تمام موقف ہے لیکن سنن ابن ماجہ کے اندر ہے کہ بطن
عرنہ موقف نہیں ہے اور وہاں کے وقوف سے حج نہیں ہوگا اگر وہاں کسی نے وقوف کیا تو اس کے ۲۰
متعلق ابن عبد البر نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ دم واجب ہوگا اور حج صحیح ہو جائیگا لیکن جمہور
مالکیہ نے فرمایا کہ صحیح مذہب ان کا وہی ہے جو جمہور کا ہے کہ حج نہیں ہوگا ایسے ہی مزدلفہ کے اندر
وادی محسر موقف سے خارج ہے اس لئے وہاں وقوف صحیح نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ کے کلام سے
میں آتا ہے کہ اگر وہاں کیا تو حج صحیح ہو جائیگا ابن ہمام فرماتے ہیں کہ یہ غیر صحیح ہے
2597 الفصل الثانی عن خالد بن هوذة ۲۲۹/۲ یخطب الناس یوم عرفة الخ خطبہ کے اندر اختلاف ہے جمہور کے نزدیک ۲۲۹/۲
خطبہ یوم عرفہ کے اندر دیا جائیگا یہی روایت مالکیہ میں ابن حبیب اور حنفیہ کی ہے۔ اور مالکیہ
2603 میں عراقیین کی رائے ہے کہ خطبہ نہیں دیا جائیگا الفصل الثالث عن عباس ص ۲۲۹/۱۵ دعا لامته ۱۵
عشية عرفة الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس امت کا معاف ہوگا یا نہیں (۱) بعض نے کہا کہ
اس کا مطلب یہ ہے کہ حقوق معاف ہوں (۲) دوسرا قول یہ کہ اس کے اندر الگ ہیں
وقوف کرینگے دوسرا لہذا اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حج کرنے سے مظالم تک بھی معاف ہو جاتے
ہیں لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے بعض کے نزدیک معاف نہیں ہوتے۔ شمس الدین

2603 کی وجہ سے چھوٹے بڑے گناہ اور مظالم معاف ہو جاتے ہیں۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اسکی کچھ حدیث نے ۲۲۹/۱۵
اندر ایک جگہ یہ گزرا اگرچہ کہ جیسے حاجی ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج ولادت ہوا۔ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے
بھی تائید ہوتی ہے کہ سب معاف ہو جاتے ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ مظالم وغیرہ معاف نہیں ہوتے
وہ اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے ابن الجوزی وغیرہ نے بھی ضعیف کا قول کیا ہے
لیکن ان لوگوں پر علامہ سیوطی اور حافظ نے رد کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور
یہ کہ مظالم تو حقوق العباد میں ہیں وہ کیسے معاف ہونگے اسکا جواب یہ ہے کہ [illegible] نے
بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ وہ ارضاء کر کے خصم کو خوش کر دیں لیکن ہوگا
یا کہ مظالم کی دو قسمیں ہیں کبائر صغائر اسکی صغائر معاف ہوتی ہیں والا یہ طریق فرماتے ہیں
کہ اسکے وہ حقوق مراد ہیں جن کو عبد ادا نہیں کر سکتا ان کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

باب الدفع من عرفة والمزدلفة ۲۱

(الفصل الاول) ۲۲۹/۲۵

2606 وعنہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمی جمرہ عقبہ کے وقت تلبیہ
قطع کر دیا اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کس مقام پر پہنچ کر محرم تلبیہ کو قطع کرے ائمہ ثلاثہ کے ۲۵
نزدیک جمرہ عقبہ کے آخر تک تلبیہ کہیگا جب اسکی رمی کرے وقت قطع کر دیگا۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ
حرم میں داخل ہونے کے بعد قطع کرے لیکن جب مکہ سے عرفہ کی طرف چلے تو پھر تلبیہ کہیگا۔ امام مالک
حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ جب موقف پر پہنچے تو تلبیہ قطع کرے ابن امام
مالک نے بعد الزوال کی قید لگائی ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جس جگہ پر بھی قطع تلبیہ ہو اسکا
مطلب یہ نہیں کہ اسکے بعد پھر وہ شروع نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسکے بعد دوسرے کام مثلاً تکبیر، تہلیل
تسبیح وغیرہ میں مشغول ہو جائے دوسرا اختلاف ائمہ ثلاثہ کے اندر اس بات میں ہے کہ کونسی رمی
کے وقت قطع تلبیہ کریگا جمہور کے نزدیک اول کنکری پر قطع کر دے امام احمد سے نقل کیا گیا ہے
کہ رمی کی آخری کنکری پر تلبیہ قطع کرے بہاتے فوت شیخ فرماتے ہیں کہ امام احمد کی مروی جمہور کے موافق ہے

۲۲۹/۲۷

2607 عن ابن عمر: اس حدیث سے مزدلفہ کے اندر جمع بین المغرب والعشاء ثابت ہوا اب ۲۷
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ان دونوں نمازوں کیلئے اذان و اقامت کی کیا صورت ہوگی؟
(۱) محب طبری نے بعض علماء سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں کیلئے اذان و اقامت کچھ نہیں ہوگا۔
(۲) امام مالک فرماتے ہیں کہ دونوں کیلئے اذان و اقامت ہوگی (۳) امام محمد۔ امام ابو یوسف فرماتے
ہیں کہ صرف اول کیلئے اذان و اقامت ہوگی (۴) اسحاق بن راہویہ امام احمد امام شافعی کے نزدیک
ہر ایک کیلئے صرف اقامت ہوگی (۵) سفیان ثوری۔ ابو بکر بن ابی داؤد امام احمد کے نزدیک
اقامت صرف پہلی نماز کیلئے ہوگی (۶) امام احمد کا مذہب امام شافعی کا قدیم یہ ہے کہ پہلی نماز کیلئے

۲۳۰/۱

2608 اذان اور دونوں کیلئے اقامت دونوں ہوں گی۔ عن عبد اللہ بن مسعود: اس حدیث ۲۳۰/۱
سے معلوم ہوتا ہے کہ مزدلفہ کے اندر جمع ہوگا لیکن اگر کسی شخص نے راستہ کے اندر مغرب پڑھ لی تو اسکا

2608 کیا حکم ہے امام صاحب۔ امام محمد کے نزدیک اعادہ ضروری ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ وادی کے اندر ۲۳۰ ۱
اگر عذر ہے یا کسی اور عذر کی وجہ سے نماز مغرب راستہ کے اندر پڑھ لی تو جائز ہے۔ مدونہ کے اندر
امام مالک سے روایت عدم جواز کی ہے اور اعادہ ضروری ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اعادہ نہیں ہے
2610 امام احمد امام شافعی کا یہی مذہب ہے وعنہ ص۲۳ :- رادی کی تحقیر کے متعلق اس حدیث کے اندر فرمایا کہ
وھو من بنی سلیم۔ اس کے اندر اختلاف ہے بعض کے نزدیک وہ منی کے اندر ہے اور بعض کے ۴
2611 نزدیک وہ منی میں نہیں۔ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ کالبرزخ ہے بینہما عن جابر ص۲۳
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور وادی محسر کے اندر بہت جلدی سے گزرے اور مسلم میں ابن عباس کی ۷
حدیث کے اندر آگیا ہے وادی محسر کے متعلق کہ وھو کاف ناقتہ اذا وقف یعنی وہاں سے جلدی سے
گذر نہیں کیا دونوں حدیثوں کے اندر تعارض ہے لہذا جواب یہ ہے کہ پہلی حدیث کے اندر عرفہ سے
2612 لوٹتے وقت کا ذکر ہے اور اس حدیث کے اندر جاتے وقت کا ذکر ہے **الفصل الثانی عن**
محمد بن قیس :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عرفہ سے غروب شمس کے بعد رجوع کرے اس مسئلہ کے اندر ۹
اختلاف ہے کہ اگر غروب سے پہلے لوٹے تو آیا حج صحیح ہوگا یا نہیں جمہور کے نزدیک حج صحیح ہے امام مالک
فرماتے ہیں کہ حج صحیح نہیں ہے۔ حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ امام مالک کے قول پر کسی
2617 عمل کیا ہو **الفصل الثالث عن ابن شہاب** :- انھم کانوا یجمعون بین الظہر والعصر ۲۰
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اس دن کون کون شخص جمع کرسکتا ہے امام مالک امام شافعی امام احمد
صاحبین۔ امام اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جمع کرلے گا۔ امام صاحب سفیان ثوری
ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر امام ہے تو سب جمع کریں گے اور اگر منفرد ہے تو جمع نہ کرے کیونکہ
قرآن پاک کے اندر ہے ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتٰبا موقوتا لہذا یہ جمع خلاف قیاس ہونے کی
وجہ سے اپنے مورد پر محمول ہوگی۔ دوسرا اختلاف اس بات کے اندر ہے کہ یہ جمع کرنا کس علت کی بناء
پر ہے جمہور کے نزدیک سفر کی وجہ سے ہے امام مالک امام اوزاعی اور ایک جماعت شافعیہ کی یہ ہے
کہ یہ جمع نسک حج کی وجہ سے ہے یہی حنفیہ کے مسلک کا مقتضی ہے اور اختلاف کا ثمرہ یہ ظاہر ہوگا
1 کہ جمہور کے نزدیک مکی کے لئے جمع جائز نہیں ہے اور امام مالک وغیرہ کے نزدیک جائز ہے

باب رمی الجمار ص۲۳۰ (الفصل الاول) ۲۴

جمار جمرۃ کی جمع ہے وہ ستون اور اس کا احاطہ ہیں جن پر کنکری مارا جاتا ہے بعض کے نزدیک یہ سنت ابراہیمی
اور بعض کے نزدیک سنت آدم ہے جمہور کے نزدیک یہ واجب ہے اور ترک سے دم واجب ہوگا۔ مالکیہ کے نزدیک
سنت ہے دوسرا قول ہے کہ رکن ہے اور اس کے ترک کرنے سے حج صحیح نہ ہوگا۔ علامہ طبری نے حضرت عائشہ
2620 سے نقل کیا ہے کہ امر کے عوض تکبیر وغیرہ کہہ لے تو کافی ہے **وعنہ** ص۲۴ **قال** :- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یوم نحر ۲۷
کے اندر آپ نے وقت الضحی رمی کی اور یوم نحر کے بعد زوال الشمس کے بعد رمی کی۔ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
کس دن کس وقت رمی ہوگی یوم نحر کے اندر تو قبل الزوال رمی ہوگی اور یوم نحر کے علاوہ میں بعد الزوال

2620 رمی ہوگی۔ یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ اسحاق بن راھویہ کہتے ہیں کہ تیسری تاریخ کو قبل الزوال رمی جائز ہے۔ عطاء ٣٠/٢٧
بن ابی رباح کے نزدیک مطلقاً رمی قبل الزوال جائز ہے۔ ہمارے نزدیک یوم ثانی کے اندر تعجیل نفر کا جائز ہے
2621 کہ قبل الزوال رمی کرے۔ عن عبد اللہ بن مسعود [٢٣١] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمی کے اندر سبع حصیات ہوں گے ٢٣١/١
اس کے اندر اختلاف ہے کہ اگر اس سے کم کر دے تو کیا حکم ہے۔ امام مالک، امام اوزاعی کے نزدیک دم واجب ہوگا
امام شافعی کے نزدیک اگر ایک کنکری کم کر دی تو ایک مد اور اگر دو کم کی تو دو مد اور اگر اس سے زیادہ
کم کر دی تو دم واجب ہوگا۔ حنفیہ فرماتے ہیں کہ اگر اقل کو ترک کیا تو نصف صاع صدقہ اور اکثر کا ترک کیا
2626 میں دم واجب ہوگا۔ الفصل الثالث عن نافع [٢٣١] جمرہ و جمرہ ثانیہ کے بعد ان میں وقوف کرے ١٠
ویدعو الله الخ امام مالک کے نزدیک یہ دعا بغیر رفع یدین کے ہے اکثر ائمہ کے نزدیک رفع یدین کیا ہوگا

باب الهدى

(الفصل الاول) ١١

2627 عن ابن عباس [٢٣١/١٢] فاشعرها في صفحة سنامها الخ اس حدیث سے اشعار ثابت ہوا چنانچہ جمہور کے نزدیک مسنون ١٢
ہے۔ صاحبین فرماتے ہیں کہ اشعار حسن ہے۔ امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ جمہور کا مستدل اس
حدیث سے ہے۔ حضرات صاحبین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے تو ثبوت ہے اور ایک حدیث سے مثلہ
کی ممانعت ہے لہذا سنیت سے نیچے کا درجہ حسن ہے۔ اب امام صاحب کی دلیل کا جاننا مشکل ہے
بعض لوگوں نے امام صاحب کی یہ دلیل پیش کی کہ اشعار مثلہ کے عموم کے اندر داخل ہو کر منسوخ ہوگیا ہے
لیکن حضور سے حجۃ الوداع کے اندر اشعار ثابت ہے اور یہ واقعہ سنہ ١٠ھ کا ہے اور مثلہ کی ممانعت
اس سے پہلے ہو چکی تھی لہذا النسخ کا دعویٰ غلط ہے۔ نیز مثلہ کے اندر تشویہ الخلق ہے اور اشعار
کے اندر یہ بات نہیں ہوتی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اشعار کے معنی اعلام کے ہیں اور وہ تقلید کے ذریعہ
بھی ہوتا ہے لہذا اس حدیث کے اندر اشعار سے تقلید مراد ہے لیکن یہ قول باطل ہے کیونکہ حدیث
کے اندر آگے آرہا ہے وسلت الدم عنها۔ امام طحاوی امام صاحب کی طرف سے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ
امام صاحب نے اپنے زمانہ کے اشعار کو مکروہ سمجھا ہے کیونکہ وہ لوگ مبالغہ کرتے تھے جس کی وجہ سے زخم کا سرایت ہو جاتا
تھا اس وجہ سے امام صاحب نے مکروہ سمجھا۔ یہ دلیل تمام دلائل کے اندر سب سے بہتر ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ
چونکہ اشعار اس لئے کیا جاتا تھا کہ کفار تعرض نہ کرتے تھے اور اب چونکہ یہ علت نہیں رہی لہذا اشعار مکروہ ہے
لیکن یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس کی بنا پر الرمل لازم آتا ہے کہ رمل بھی مکروہ ہو۔ صفحة سنامها الايمن
امام شافعی، ابو ثور کے نزدیک سنام ایمن کے اندر اشعار ہوگا۔ امام مالک، امام ابو یوسف کے نزدیک سنام ایسر
کے اندر ہوگا۔ امام محمد سے دونوں قول ہیں۔ صاحب ہدایہ حنفیہ کا مسلک سنام ایمن نقل کیا ہے
آگے چل کر فرماتے ہیں والاشبه انه الى الجانب الايسر۔ بعض علماء نے بیان کیا کہ سنام ایسر کے اندر
اشعار اولیٰ ہے کیونکہ آپ سنام ایمن کے اندر اتفاقاً اور سنام ایسر کے اندر قصداً اشعار فرماتے تھے
2628 عن عائشة [٢٣١/١٢] فتلت قلائدها الخ اس کے اندر بھی علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی، امام احمد کے نزدیک قلادہ ١٣
ڈالا جائیگا۔ امام مالک اور امام صاحب کے نزدیک قلادہ نہیں ڈالا جائیگا۔ حضور نے بکری کی رحال

2628 فرماتے ہیں کہ قلادہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مشکیزہ وغیرہ کا ہوتا ہے یہ مکروہ ہے کیونکہ اس کے اندر اسکو مشقت ۲۲۱/۱۲

2629 ہوتی ہے اور ثانی قسم جوتے وغیرہ کا قلادہ ہے یہ جائز ہے **عن جابر** [ص ۲۳۱/۱۵] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ۱۵

حضور نے بقرہ کا ذبح فرمایا اور اس کے بعد والی حدیث سے معلوم ہوا کہ نحر فرمایا۔ علماء نے بیان کیا کہ جائز دونوں

2631 ہیں لیکن اولیٰ ذبح بقرہ ہے **عن عائشۃ** [ص ۲۳۱/۱۷] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض سوق ھدی سے یا تقلید سے ۱۷

محرم نہیں ہوتا ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تقلید ھدی کی وجہ سے محرم ہوگا یا نہیں۔ امام احمد، سفیان

ثوری، اسحاق بن راھویہ کے نزدیک محرم ہو جائیگا۔ حنفیہ کے نزدیک اگر وہ حج کا ارادہ کرے اور سوق ھدی

تقلید وغیرہ کرے تو محرم ہوگا ورنہ نہیں اور دوسرے علماء کے نزدیک تقلید وغیرہ سے محرم نہیں ہوگا۔۔۔

2633 **عن ابی ھریرۃ** [ص ۲۳۱/۱۹] قال ارکبھا الخ اس حدیث سے رکوب بدنہ کا ثبوت ہوا۔ ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے ۱۶

عروۃ بن الزبیر، امام احمد، اسحاق بن راھویہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام احمد، امام شافعی، امام مالک

کی ایک روایت میں حاجت کے وقت جائز ہے۔ امام صاحب، شعبی، حسن کے نزدیک اضطرار کے

وقت جائز ہے۔ امام صاحب سے ایک قول مطلق جواز کا نقل کیا گیا ہے اب یہ کہ اس شخص نے بار بار

اٹھا بدنہ کیوں کیا جواب یہ ہے کہ اس کے ذہن میں یہ تھا کہ بدنہ پر رکوب جائز نہیں ہے **عن ابن** [ص ۲۳۱/۲۳]

2635 **عباس** اس حدیث سے سولہ [۱۶] ھدی بھیجنا ثابت ہوا اور ایک روایت کے اندر اٹھارہ [۱۸] ہیں امام نووی ۲۳

نے دونوں حدیثوں کو تعدد پر محمول کیا ہے لیکن ایک واقعہ ہونے میں بھی اشکال نہیں کیونکہ مفہوم مخالف

2640 ہمارے یہاں ضعیف ہے **الفصل الثانی عن ابن عباس** [ص ۲۳۲/۱۴] اس حدیث کے اندر جمل کا ذکر ہے اس کا تعلق ۲۳۲/۵

ترمذی کے اندر وارد ہوا ہے ~~[illegible]~~ کہ وہ جمل ابوجہل

کے اندر ذبح کیا گیا تھا اور اس روایت سے معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا تھا جواب ۱ یہ کہ ایام حدیبیہ کے

اندر بھاگ گیا تھا اور پھر ابوجہل کے اندر مل گیا تھا اسکو ذبح کیا گیا جواب ۲ ترمذی کی روایت

ضعیف ہے۔ ایسے ہی ایک روایت کے اندر برۃ من فضۃ اور ایک کے اندر من ذھب وارد ہوا ہے

باب الحلق ۱۷

(الفصل الاول)

دسویں تاریخ کو چار عمل کئے جاتے ہیں رمی۔ ذبح۔ حلق۔ طواف۔ جیسے حلق جائز ہے ایسے ہی

تقصیر بھی جائز ہے لیکن مصنف نے صرف حلق کا باب باندھا تقصیر کا اسلئے نہیں باندھا کہ حلق اولیٰ

ہے اور افضل ہے اس مسئلہ کے اندر بھی اختلاف ہے کہ حلق نسک میں سے ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک

نسک میں سے ہے امام شافعی کے نزدیک انساک میں سے نہیں ہے بلکہ استباحۃ محظور ہے لیکن یہ ان

کی روایت ضعیف ہے دوسری روایت امام شافعی کی یہ ہے کہ رکن ہے تیسری روایت وجوب کی اور

46 چوتھی روایت استحباب کی ہے **عن ابن عمر** [ص ۲۳۲/۱۴] بعض مواقع کے اندر آپ کے حلق ثابت ہے اور بعض کے ۱۷

اندر ثابت نہیں ہے اسلئے علماء کے اندر اختلاف ہوگا کہ حلق سنت ہے یا بال رکھنا بعض کے نزدیک

حلق سنت ہے اور بعض کے نزدیک بال رکھنا سنت ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اصل سنت بال رکھنا ہے ۱۹

47 **عن ابن عباس** [ص ۲۳۲/۱۹] یہ حدیث علماء اور محدثین کی نظروں میں نہایت مشہور کہ الا الاذخر ہے کیونکہ حضور نے

2647 حجرۃ کے بعد ایک حج اور چار عمرے فرمائے ہیں لہٰذا یہ حدیث دو حال سے خالی نہیں یا تو عمرہ ہی محمول ہے ٢٣٢/١٩
یا حج ہی لیکن حج اس کا محل اس وجہ سے نہیں بن سکتا کہ مسلم کے اندر اس حدیث میں اتنی زیادتی وارد
ہوئی ہے کہ عند المروۃ - اور حلق و تقصیر حج کے اندر منی میں ہوئی ہے نیز آپ نے حجۃ الوداع کے اندر
قصر نہیں کیا بلکہ حلق فرمایا اور آپ کے حالق معمر بن عبد اللہ العدوی ہیں اب رہ گئے آپ کے چار عمرے
ان میں سے ایک عمرہ تو وہی حجۃ الوداع کے اندر آگیا ہے لہٰذا یہ محل نہیں ہو سکتا جیسا کہ تفصیل ابھی گذری
اب باقی رہ گئے تین عمرے ان میں سے کوئی ایک محل ہوگا ان میں سے ایک عمرہ حدیبیہ ہے یہ اس کا محل
نہیں ہو سکتا کیونکہ اس وقت تک حضرت معاویہ مسلمان نہیں ہوئے تھے نیز وہاں آپ نے حلق کرایا تھا جیسا کہ
روایات سے معلوم ہوا اب تیسرا عمرہ جعرانہ ہے اور چوتھا عمرۃ القضاء ہے ان دونوں میں سے ایک ہے
علماء ہوں کے نزدیک عمرۃ القضاء اس کا محل نہیں بلکہ جعرانہ ہے کیونکہ معاویہ فتح مکہ کے اندر مسلمان
ہوئے عمرۃ القضاء کے اندر مسلمان نہیں تھے۔ لیکن حافظ ابن قیم۔ ابن کثیر محب طبری نے اسے راجح قرار
دیا ہے کہ عمرہ جعرانہ کے اندر آپ نے قصر فرمایا - حافظ کی رائے ہے کہ جعرانہ کے اندر آپ نے حلق کیا ہے
اور اس حدیث کا محل عمرۃ القضاء ہے اب یہ کہ وہ مسلمان فتح مکہ کے اندر ہوئے اس کا جواب یہ ہے
ممکن ہے کہ چپکے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے ہوں اور کسی وجہ سے اسلام کو چھپا رکھا ہو اور پھر فتح
مکہ کے اندر ظاہر کیا ہو اور چونکہ مکہ خالی ہو گیا تھا عمرۃ القضاء کے اندر اس لیے بلا خوف و خطر آپ کا
50 قصر انہوں نے کر دیا ہوگا **عن انس** رض ثم دعا بالحلاق (یعنی ان حلاق کا نام خراش بن امیہ ہے ٢٤
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے دائیں جانب کا حلق کرا کر ابو طلحہ کو دیا اور جانب ایسر کا حلق کرا کر ان
کو تقسیم کر دیا اور ایک روایت کے اندر اس کا عکس وارد ہوا ہے اب دونوں حدیثوں کے اندر تطبیق
کیا ہے؟ جواب محمد بن عبد الواحد مقدسی کی رائے ہے کہ یہ روایت راجح ہے - حافظ ابن قیم نے
51 دوسری روایت کو راجح قرار دیا کیونکہ آپ ابتداء یا تیمن کو پسند فرماتے تھے **عن عائشہ** اس حدیث سے ٢٦
استدلال ہوا کہ آپ قبل الطواف خوشبو استعمال کرتے تھے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حلق وغیرہ
کے بعد طواف سے پہلے محرم کے لئے خوشبو حلال ہے یا نہیں جمہور ائمہ کے نزدیک بعد الحلق سب چیزیں
حلال ہیں الا النساء امام مالک کے نزدیک عورتوں کی طرح طیب (خوشبو) کی بھی ممانعت ہے
52 **عن ابن عمر** رض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے یوم النحر کے اندر منی میں نماز پڑھی اور اس کے پہلے حضرت ٢٣٣/١
جابر کی طویل حدیث کے اندر گذر چکا کہ آپ نے مکہ کے اندر یوم نحر میں نماز پڑھی اب دونوں روایات کے
اندر اختلاف ہے اب علماء کے اندر بھی اختلاف ہو گیا - ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ حضرت جابر کی
روایت راجح ہے کیونکہ وہاں حضرت جابر کے ساتھ ساتھ حضرت عائشہ سے بھی یہی حدیث وارد ہے
اور حضرت عائشہ اہل بیت میں سے ہیں وہ زیادہ واقف ہیں اور حضرت جابر کی حدیث کا سیاق بھی حج
کا سیاق ہے لہٰذا جب دو متعارض ہیں اور وجہ ترجیح بھی موجود ہے تو وہی راجح ہوگا - اس کے برخلاف
ابو بکر بیہقی نے اس حدیث ابن عمر کو راجح قرار دیا ہے ابن قیم علامہ [illegible] بھی اسی طرف ہے اور

ع/ نوٹ: اہل علم [illegible] عمرہ فی محل [illegible] عمرہ والراجح عند [illegible]

2652 ابن عمر کی حدیث راجح اس وجہ سے ہے کہ حضور کی عادت طیبہ یہ تھی کہ آپ خود مکہ کے اندر نماز ٢٣٣/١
پڑھتے اور باقی تمام لوگ دو رکعت پڑھ کر منیٰ کے اندر پڑھ لیتے نیز صحیحین کی روایت بھی ہے کہ آنحضرت
منیٰ کے اندر نماز پڑھی ہے لہٰذا وہ راجح ہوگی غیر صحیحین کی روایت پر۔ ابن قیم فرماتے ہیں کہ
دونوں حدیثوں کے اندر تطبیق اس طرح ہے کہ مکہ کے اندر آپ نے تحیۃ الطواف پڑھی ہوگی لوگوں نے اسکو
ظہر سمجھا۔ علامہ نووی نے ایک عمدہ طریقے سے تطبیق دی ہے کہ آپ نے نماز ظہر مکہ کے اندر
پڑھی اور پھر لوگوں کو منیٰ کے اندر پڑھائی کیونکہ اقتداء المفترض بالمتنفل جائز ہے۔ ابو الفتح
ابن سید الناس یعمری نے فرمایا کہ دونوں حدیثوں میں ایک صحیح ہے لیکن ہم تعیین نہیں کر سکتے ٢

باب الفصل الاول

55 عن عبد اللہ بن عمرو ۔۔ معلوم ہو چکا کہ دسویں تاریخ کو چار افعال کئے جاتے ہیں اول ٢
رمی۔ ذبح۔ حلق۔ طواف۔ ان کے اندر اختلاف ہے کہ ان چاروں میں کوئی ترتیب ہے یا نہیں
اور اگر ترتیب ہے تو اسکا تارک پر کچھ دم وغیرہ واجب ہے یا نہیں۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ حج کرنے والا
تین ہیں مفرد قارن متمتع۔ تو فرماتے ہیں کہ طواف اور باقی تین کے اندر ترتیب نہیں ہے
اسکے بعد ان تین کے اندر قارن اور متمتع کیلئے ترتیب ہے اور مفرد کیلئے رمی اور حلق کے اندر
ترتیب ہے کیونکہ ذبح تو اسپر واجب ہی نہیں ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ کسی میں ترتیب نہیں ہے۔ اب
یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شی کی تقدیم و تاخیر کے اندر کوئی حرج نہیں ہے ہماری طرف سے جواب
یہ ہے کہ لا حرج سے نفی اثم مراد ہے جسکے یہ لازم نہیں آتا کہ اسپر کچھ واجب نہو الفصل الثالث
58 عن اسامۃ ۔۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سعی قبل الطواف جائز ہے یہی مذہب امام احمد عطاء کا ١٢
جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب ہے کہ اس نے طواف قدوم کی سعی کی ہوگی اور پھر
طواف زیارۃ کیا ہوگا اور دونوں کو ملا کر سوال کر لیا ہوگا۔ بعض نے کہا کہ اس حدیث کے اندر
ایک راوی متفرد ہے جسکا نام جریر ہے لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے ابن قیم کی یہی رائے ہے

باب خطبۃ یوم النحر و رمی ایام التشریق (الفصل الاول) ١٢

59 عن ابی بکرۃ ۔۔ اس حدیث سے امام شافعی اور امام احمد نے استدلال کیا کہ یوم نحر کے دن آپ نے ١٥
خطبہ دیا اور سنت ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ اسکی سنیت کا منکر ہیں اور اس حدیث کا جواب ہے کہ
آپ نے یہ خطبہ تو دیا ہی نہیں تھا کہ بلکہ سمجھانا تھا جاہلوں قافلوں کو اس دن آپ نے فرمایا تھا امام طحاوی
فرماتے ہیں کہ اس خطبہ کے اندر احکام حج میں ایک کا بھی ذکر نہیں تھا اور آپ نے فرمایا کہ
ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق السموات والارض اسکا مطلب ہے کہ کفار کے یہاں جو نسیء حیلہ کرتے تھے جسکی وجہ ١٥
مہینوں کے اندر فرق پڑ جاتا تھا کبھی ربیع الاول سے اسکو صفر کی جگہ کر دیا اور صفر کو محرم
کی جگہ یا اسکا الٹ کر دیا تاکہ اشہر حرم سے بھی بچے رہیں اور شرارت کے اندر بھی کمی
نہ آئے تو چونکہ اس حج والے سال کے مہینوں پر فرق پڑتا تھا تو اسکا مشورہ فرمایا کہ

2662 ص۲۳۴
حال وہ موقوف صحیح ہو اب تا دو ماہ اپنے معمول پر آگئے ہیں عن ابن عمرؓ اس حدیث سے معلوم ہوا ۲۳۴/۵
کہ حضور نے لیالی منی کو مکہ کے اندر گذارنے کی اجازت رخصت فرمائی اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ
منی کی رات کس جگہ گذارے امام شافعی کا قول امام مالک کا مذہب امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ
منی کے اندر رات کا گذارنا واجب ہے۔ امام صاحب کے نزدیک سنت ہے یہی حسن بصری کا مذہب
اور امام احمد کی ایک روایت ہے اور آپ نے عباس کو سقایہ کی وجہ سے اجازت دی ہے اب
اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس کے علاوہ کسی کو اجازت ہے یا نہیں۔ مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک جو
کوئی اجازت ہے جیسا کہ فتح الباری میں اہل العباس کی روایت آئی ہے امام شافعی کے نزدیک اہل
والوں کو ان کے علاوہ لوگوں میں امام احمد کی ایک روایت ہے کہ اولاد عباس کے لئے جو سقایہ میں ان
کو اجازت ہے اور غیر منی کے اندر شب باشی کریں ص۲۳۴ **الفصل الثانی عن عمرو بن الاحوص**

70 قالوا یوم الحج الاکبر الخ حج اکبر کے مصداق میں اقوال مختلف ہیں (۱) یوم النحر (۲) یوم عرفہ (۳) تمام ایام حج ۲۲
اس پر کہ یوم الحج الاکبر کہا گیا ایام حج کا صیغہ لایا جاتا ہے کہ اس کا جواب دیا کہ یوم مصدر بمعنی ایام
(۴) اس سے حج ہے اور حج اصغر سے عمرہ مراد ہوتا ہے (۵) اس سال خاص وہ حج مراد ہے جس کو آپ نے
حج فرمایا (۶) حج اکبر ہے کہ جو جمعہ کے دن واقع ہو الا لا یجنی جان علی نفسہ الخ اپنے
نفس پر جنایت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کسی کو قتل کرے یا کوئی اور ظلم کرے تو خود ہی اس کا ۲۴
بدلہ پائے گا تو بیٹے اور جنایت کی وجہ سے باپ کا بدلہ اور جنایت اس کو پہنچے گی مگر ابن ماجہ وغیرہ کے سوال
کے اندر ہے الا لا یجنی جان الا علی نفسہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر بھی جو الا ہے لہذا یہ صحیح ہے
یعنی اس کو چاہیے کہ وہ اپنے ایک ذات سے زیادہ ظلم کا ارادہ نہ ہو اور یہ اس کی جو بات
پیش آئی کہ ان لوگوں کے یہاں کسی ایک شخص کی جنایت کی وجہ سے غیر ذمہ دار کو بھی جرم قرار دیا جاتا
تھا تو آپ نے اس کو منع فرمادیا کہ بس ایک ہی کا بدلہ لو لہذا اس کی جنایت کا تدارک اسی پر ہوگا
72 ص۲۳۵ عن عائشۃ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ نے طواف زیارت رات کے اندر فرمایا اور اس کے ۲۳۵/۱
حدیث جابر کے اندر گذرا کہ آپ نے دن کے اندر طواف زیارت فرمایا ان دونوں کے اندر جمع کرنے کے
لئے علماء نے مختلف جواب دیئے ہیں (۱) یہ شاذ کی روایت ہے اور حدیث جابر کی روایت صحیح
کی ہے لہذا وہ راجح ہوگی (۲) اس حدیث کے اندر ابو الزبیر ایک راوی ہیں جو مدلس ہیں عنعنہ
مقبول نہیں ہے (۳) یہ حدیث ضعیف ہے (۴) الی اللیل کے اندر الی سے اذا ما بعد الزوال ہے
(۵) اخر طواف الزیارۃ الخ سے مراد ہے کہ وقت مستحب تو آپ نے رات تک موخر کیا ہے (۶) آپ خود
ستودہ طواف کرتے تھے راوی نے اپنے گمان سے اسکو زیارت سمجھ لیا (۷) یہاں راوی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی
77 ازواج کے طواف کو موخر کر دیا تھا استاذ کا اس حدیث کے اندر ص۲۳۵ **عن ابی البداح** فیرمونہ فی احدہما
احدھما سے مراد اگر گیارہویں ہے تو تقدیم اور اگر بارہویں مراد ہے تو تاخیر لازم آئیگی امام مالک فرماتے ۹
ہیں کہ اس کا بارہویں تاریخ مراد ہے کیونکہ عبادات کے اندر تاخیر تو جائز ہے تقدیم ناجائز ہے

باب ما یجتنبہ المحرم (الفصل الاول)

ص ۲۳۵ / ۱۱
2678 عن عبد اللہ بن عمرؓ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رجل نے ملبوسات کا سوال کیا تھا لیکن آپ نے جواب 11
غیر ملبوسات کا دے دیا (۱) وجہ یہ ہے کہ غیر ملبوس محصور ہے اور ملبوسات غیر محصور ہیں اور محصور کا بیان کرنا آسان ہے
(۲) آپ نے غیر ملبوسات کا جواب دے کر اشارہ کر دیا کہ سائل کو غیر ملبوس کا سوال کرنا چاہئے تھا (۳) مباح
کو عام طور سے لوگ جانتے ہیں اس لئے غیر مباح کو بیان فرمایا۔ دوسری بات حدیث پاک سے یہ معلوم
ہوئی کہ خفین کو پہننا جائز نہیں مگر ایسے شخص کیلئے جائز ہے جس کے پاس جوتے نہیں اور اسکو چاہئے
کہ خفین کو قطع وغیرہ کعبین سے اوپر کے حصہ کو کاٹ دے کعبین سے مراد ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
ٹخنوں کا نشان اور امام صاحب کے نزدیک العظم الناتی عند معقد الشراک مراد ہے۔ اب یہ مسئلہ
کہ اگر اقتدار ہے کہ جوتے نہ ہوں تو موزے خفین کو پہننا جائز ہے یا نہیں۔ مولانا عبد الحی فرنگی محلی نے
علامہ عینی نے جواز کی تصریح کی ہے ایسے ہی محقق ابن ہمام نے جواز کی تصریح کی ہے۔ علامہ کے ظاہر حدیث سے عدم
جواز معلوم ہوتا ہے چنانچہ مولانا علی اور صاحب بحر کی روایت ہے کہ جائز نہیں اور مخالفت کی
وجہ یہ ہے کہ اس سے ٹخنے ڈھک جاتے ہیں اگر مکعبین نہ ہو تو پھر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قطع خفین شرط ہے
اور امام احمد کے نزدیک قطع خف شرط نہیں ہے۔ ولا تلبس القفازین: امام صاحب کے نزدیک عورت کیلئے پہننا
جائز ہے اور حدیث احرام المرأۃ فی وجہہا سے استدلال ہے حضرت شعبی وغیرہ کے نزدیک بھی جائز ہے اور ائمہ
ص ۲۳۵ / ۱۵
79 حدیث کی نہی کا محمل کراہت ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ عن ابن عباس: لبس 15
سراویل الخ جمہور کے نزدیک فتق ضروری ہے اور شافعیہ حنابلہ کے ہاں فتق ضروری نہیں ہے
ص ۲۳۵ / ۱۶
80 عن یعلی بن امیۃ: اذ جاءہ رجل الخ حافظ فرماتے ہیں کہ اس کا نام عطاء بن منیہ ہے اور حدیث 16
کہ آپ نے اس رجل کو جبہ کے اتارنے کا حکم دیا اب یہاں اختلاف ہے کہ جبہ اسکی کفن
سے وہ جبہ ہے یا نہیں امام احمد فرماتے ہیں کہ اس پر دم وغیرہ دینے سے کچھ واجب نہیں اور اسکو فوراً
اتار دینا چاہئے امام صاحب سفیان ثوری، لیث بن سعد کے نزدیک فدیہ واجب ہے پہننے کی
وجہ سے۔ امام مالک کے نزدیک اگر تاخیر ہو جائے تو فدیہ واجب ہے ورنہ نہیں۔ اسی طرح
کے اتارنے میں جمہور کے نزدیک تو سر کے اوپر سے اتارے جیسا کہ اس حدیث میں اتارنے
کا حکم دیا اور شعبی، نخعی، ابو قلابہ، سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ اسکو اوپر سے اتارے
ص ۲۳۵ / ۲۰
83 اسکو پھاڑ دے اور نیچے کو نکالے۔ عن یزید بن الاصم: اس مسئلہ کے اندر اختلاف 20
ہے کہ محرم کیلئے نکاح جائز ہے یا نہیں۔ امام صاحب، حماد بن سلیمان، ثوری وغیرہ کے نزدیک
جائز ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز نہیں اور استدلال کرتے ہیں حضرت عثمان کی حدیث لا ینکح
المحرم ولا ینکح الخ۔ ایسے ہی اس حدیث سے کہ حضور نے میمونہ سے تزوج حالت حلال میں کیا۔ ہمارے 21
استدلال حضرت ابن عباس کی حدیث سے ہے امام بخاری نے دو جگہ باب منعقد کیا ہے اور اس حدیث کو
دونوں جگہ ذکر کیا ہے حافظ فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری بھی محرم کے نکاح کے جواز کے
قائل ہیں۔ ہمارے علماء جواب دیتے ہیں کہ روایتی حیثیت سے ہم کلام کرتے ہیں کہ بخاری کی حدیث متفق علیہ

2683 اور آپ کی روایت مسلم شریف کی روایت ہے اور آپ کے قاعدہ کے مطابق متفق علیہ حدیث راجح ہوتی ہے ۲۳۵/۲۱
نیز آپ کی روایت محتمل ہے کیونکہ ابن عباس کے معنی لا یطؤها کے بھی ہیں لہذا آپ کا کہنا کہ بخاری کی روایات
قوی ہیں اور وہ مقدم کی جائے راجح ہوتی ہیں صحیح نہیں ہے۔ شافعیہ نے اعتراض کیا کہ آپ کی حدیث کے اندر
وہو محرم کی تو محتمل ہے کیونکہ اس کے معنی دخول فی الحرم کے بھی آتے ہیں جیسے شاعر کہتا ہے کہ
قتلوا ابن عفان الخليفة محرماً ۔ جبکہ حضرت عثمان مدینہ کے اندر قتل کئے گئے تھے محرم
نہیں تھے لہذا اس کے معنی دخل فی الحرم کے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس
شعر کے اندر ہارون رشید نے محرم کے متعلق اصمعی سے پوچھا کہ اس کے معنی کیا ہیں انہوں نے کہا کہ جو اس
شعر کے "قتلوا کسریٰ بلیل محرماً" کے اندر محرم کے معنی ہیں وہی معنی مراد ہیں اور اس میں محرم سے
مراد ذو حرمت ہے لہذا دوسرے شعر کے اندر محرم سے مراد ذو حرمت ہے لہذا آپ کا استشہاد باطل ہے
انہوں نے کہا کہ حضور کا محرم ہونے کی حالت کے اندر نکاح کرنا آپ کی خصوصیات میں سے ہے ہم کہتے ہیں کہ خصوصیت
کی دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ آپ اقتداء کے لئے تشریف لائے تھے۔ محی السنۃ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم
کی احادیث وارد ہیں تو دونوں کے اندر توفیق یہ ہے کہ احرام کی حالت کے اندر آپ نے نکاح کا
ارادہ فرمایا ہوگا اور حل کی حالت میں نکاح کیا ہوگا ہم کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ کیسے اور بھی تو
جمع کیا جا سکتا ہے لہذا یہ توجیہ بھی صحیح نہیں ہے لہذا تعارض کے وقت قیاس کی طرف رجوع
کیا جاتا ہے اور قیاس متقاضی ہے کہ نکاح احرام کی حالت میں بھی جائز ہو۔ نیز بخاری کی تائید اس سے
بھی ہوتی ہے کہ یہ مشہور ہے کہ حضور نے سرف کے اندر نکاح ۔ بناء ۔ اور انتقال تینوں ہوا
اب اگر آپ نے جاتے وقت نکاح کیا تو ہمارا مذہب اور اگر واپس آتے ہوئے نکاح کیا تو تمہارا مذہب
ثابت ہوگا۔ اب مسند احمد ابن قیم لکھتے ہیں کہ حضور نے جب مکہ کے اندر قیام فرمایا تو مشرکین مکہ کی طرف سے
ایک آدمی آیا اور حضور سے کہا کہ تم لوگوں کو صرف تین دن کی اجازت دی گئی ہے اور اب
تین دن پورے ہو گئے ہیں لہذا تم لوگ چلے جاؤ حضور نے فرمایا میں نے تمہارے یہاں کی ایک لڑکی سے
نکاح کیا ہے ولیمہ کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم لوگ بھی اس کھانے کے اندر شرکت کرو۔ انہوں نے
اس کھانے کا انکار کر دیا تو دیکھو صاف معلوم ہوگیا کہ آپ نے جاتے وقت نکاح فرمایا لہذا ہمارا
مذہب ثابت ہوگیا ہے۔ ابن الجوزی نے یہ اعتراض کیا کہ آپ اس نکاح کے وقت محرم کیسے
ہو سکتے ہیں حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ آپ میقات سے بغیر احرام کے گذرے ہوں تو جائز ہی ہے
انہوں نے کہا کہ بخاری کی روایت ابن اخت میمونہ کی ہے لہذا وہ زیادہ جاننے والے ہوں گے ہم کہتے ہیں کہ
۲۳۵/۲۵
87 حضرت ابن عباس بھی ابن اخت میمونہ ہیں لہذا وجہ ترجیح کچھ نہیں ہے عن ام الحصین ۲۵
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استظلال جائز ہے یہی ہمارا اور شافعیہ کا مذہب ہے امام مالک اور احمد کے
89 نزدیک جائز نہیں ہے الفصل الثانی عن ابن عمر ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو معصفر ۲۳۶/۳
کا کپڑا پہننا جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک پہننا جائز ہے

ص ۲۳۹

2689 امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ معصفر (گیروا) ہے تو جائز ہے اور ۲۳۶/۳

اگر اس کا رنگ کچا ہے اور نچوڑتا رہتا ہے تو مکروہ ہے محقق ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے

90 ولتلبس بعد ذلک الخ مرجوح ہے عن عائشةؓ: سدلت احدانا جلبابها الخ اس سے معلوم ۵

ہوا کہ عورت اپنے چہرہ پر پردہ وغیرہ ڈال سکتی ہے اور اسکی مثل حدیث کے اندر گزرا لا تنتقب الخ

اس سے معلوم ہوا کہ ڈال نہیں سکتی جواب جیسے ایک جگہ سدل ثابت ہے اور ایک جگہ نہی آئی ہے [illegible]

91 چہرہ کا سدل بالا تجافی ہے اور یہ ہمارے نزدیک واجب ہے عن ابن عمرؓ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زیتون ۷

کا تیل محرم کو لگانا جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر تیل کے اندر خوشبو

ہے تو ناجائز ہے اور اگر خوشبو نہیں تو جائز ہے حنابلہ کے یہاں دونوں قول ہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک

جو بغیر خوشبو والا جائز ہے وہ بغیر داڑھی کے اندر ہے داڑھی کے اندر ان کے یہاں بھی جائز نہیں ہے لیکن

حنفیہ کے یہاں تداوی کے طور پر جائز ہے اور اگر تداوی کیلئے نہ ہو تو عضو کامل کے اندر اگر لگایا

93 تو دم واجب ہوگا اور کم کے اندر کچھ واجب نہیں ہوگا عن عبد اللہ بن مالکؓ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ۱۰

احرام کی حالت میں حجامت کرائی ائمہ ثلاثہ اسحاق بن راہویہ کے نزدیک حجامت محرم کیلئے جائز ہے

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایذاء اور اضطرار کی صورت ہے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے

(الفصل الثالث)

باب المحرم یجتنب الصید (الفصل الاول) ۱۴

97 عن ابی قتادةؓ: فکلوا ما بقی من لحمها الخ محرم کیلئے صید بحر بالاتفاق جائز ہے۔ صید بر

کے اندر علماء کا اختلاف ہے جس کی چند صورتیں ہیں (۱) حلال شخص اپنے واسطے شکار کرے

اور اس میں سے محرم کو کھلادے یہ بالاتفاق جائز ہے۔ حضرت عمر، ابن عمر، علی، عثمان، لیث بن سعد

کے نزدیک مطلقاً محرم کیلئے شکار کا گوشت جائز نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر محرم کیلئے اشارۃً

یا دلالۃً شکار کیا گیا تو جائز نہیں ہے اور اگر اس نے شکار اپنے لئے کیا تو جائز ہے حنفیہ کے

نزدیک حلال نے اگر اپنے لئے یا محرم کی نیت سے شکار کیا تو جائز ہے فریق اول صعب بن جثامہ

کی حدیث سے استدلال کرتا ہے کہ آپؐ نے حمار کو واپس کر دیا تھا احناف کی طرف سے جواب

دیا کہ چونکہ وہ پورا حمار تھا وہ حضورؐ اسکو اپنے ساتھ نہیں لیجا سکتے تھے اسلئے واپس کر دیا۔ فریق ثانی

کا استدلال فصل ثانی کے اندر حضرت جابرؓ کی حدیث ہے جس کے اندر ہے کہ گوشت حلال ہے جب

تک کہ محرم نہ شکار کرے اور نہ اس کیلئے شکار کیا جائے لہٰذا اگر حلال نے اسکی نیت یا اشارہ

یا دلالت کی وجہ شکار کیا تو جائز نہیں ہے ہماری طرف سے اس استدلال کا جواب ۱ یہ ہے کہ

یہ حدیث منقطع و ضعیف ہے کیونکہ جابرؓ سے مطلب کا لقاء ثابت نہیں ہے جواب ۲ جیسے کہ

او یصاد لکم ہے ایک دوسری روایت کے اندر بجائے اس کے او یُصَدْ لکم واقع ہوا جس سے معلوم

ہوا کہ یصد لکم تو نہی کے تحت میں ہے لیکن او یصاد لکم تحت النہی داخل نہیں ہے بلکہ او یہاں

الیٰ ان کے معنی میں ہے ای الیٰ ان یصاد لکم فیجوز لکم جواب ۳ یصاد لکم کا مطلب ہے بامرکم اور [illegible]

2698 کی حدیث ہے عن ابن عمرؓ (ص ۲۳۶/۲۱):- اس حدیث سے پانچ جانوروں کے قتل کی اجازت ثابت ہوئی اب ان کے ۲۲۶/۲۱
اندر اختلاف ہے کہ ان ہی پانچ کے اندر حصر ہے یا ان کا بھی زیادہ میں ماحصل جمہور کے نزدیک پانچ
کیا تو حصر ہے صاحب ہدایہ اس کی مخالف ہیں اور ان کے نزدیک جو موذی ہو اس کو قتل کرنا جائز ہے جو تکلیف
وہ پہنچائے بالابتداء ہو امام شافعی امام احمد کے نزدیک غیر ماکول کو قتل کرنا جائز ہے **الفصل الثانی**

2701 عن ابی ہریرۃؓ (ص ۲۳۶/۲۶):- اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ جراد کے اندر جزاء ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک جزاء ہے
اور حضرت عروہ اور ابو سعید سے مروی ہے کہ جزاء نہیں ہے کعب احبار سے روایات مختلف ہیں۔ ۲۶
حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ ان کا مذہب یہی ہے کہ جزاء ہے اور اس کا کھانا اکثر کے

2704 کے نزدیک جائز ہے عن جابرؓ (ص ۲۳۷/۴):- ضبع کے حلال و حرام ہونے کے اندر اختلاف ہے امام صاحب امام ۲۳۷/۴
مالک کے نزدیک ناجائز ہے اور امام احمد امام شافعی کے نزدیک جائز ہے اور اس کے اندر جزاء ہے
اب یہ کہ کیا جزاء واجب ہے اس کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کبش اور امام صاحب کے نزدیک قیمت
اور ائمہ ثلاثہ کا استدلال اس حدیث سے ہے اور ہماری طرف سے جواب ہے کہ وہ کبش اس کی قیمت کے برابر تھا

باب الاحصار وفوت الحج ۹

اب یہ کہ احصار کس چیز سے ہوتا ہے امام مالک کے نزدیک صرف عدو سے احصار ہوتا ہے جمہور کے نزدیک مرض
وغیرہ دونوں سے ہوتا ہے اب یہ کہ احصار کا سبب کیا ہو سکتا ہے امام شافعی امام مالک کے نزدیک صرف
عدو کے ذریعہ ہوتا ہے یہی امام احمد کا مذہب ہے امام صاحب کے نزدیک مرض اور عدو دونوں کے ذریعہ ہوتا ہے
ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ حصر آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص تھا بعد میں ختم ہو گیا **الفصل الاول** عن

07 ابن عباسؓ (ص ۲۳۷/۱۰):- اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ پر عمرہ واجب تھا اس کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ ۱۰

11 کے نزدیک واجب ہے امام صاحب حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ واجب تھا عن عائشۃؓ (ص ۲۳۷/۱۵):- اس حدیث
کے اندر آپ نے فرمایا حجی واشترطی اس اشتراط کے حکم میں اختلاف ہے ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے ۱۵
شرط لگانا۔ امام شافعی کے نزدیک مستحب ہے امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز

13 نہیں ہے امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے **الفصل الثانی** عن الحجاجؓ (ص ۲۳۷/۱۸):- اس حدیث کے اندر وارد ۱۸
ہوا فقد حل اس کے اندر اختلاف ہے کہ اس حلال ہونے کا مطلب کیا ہے داود ظاہری کے نزدیک اس کا
مطلب ہے کہ محض لنگڑے ہونے اور کسر کی وجہ سے وہ حلال ہو گیا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ طواف
کے ذریعہ حلال ہو گا امام صاحب کے نزدیک ذبح ہدی۔ اس حدیث وغیرہ کا مطلب ہے کہ حلال ہونا عن عبد

14 الرحمن بن یعمرؓ (ص ۲۳۷/۲۱):- فمن تعجل فی یومین الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ ہر ایک کو اجازت ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ ۲۱
کے نزدیک عام ہے امام صاحب کے نزدیک غیر مکی کے لئے ہے اور مکی کے لئے عذر کی صورت میں اجازت ہے

باب حرم مکۃ حرسہا اللہ تعالیٰ (الفصل الاول) ۲۴

15 عن ابن عباسؓ (ص ۲۳۷/۲۵):- فہو حرام بحرمۃ اللہ الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کی ۲۵
وجہ سے حرام ہوا ہے اور ایک حدیث کے اندر آیا ہے کہ ان ابراہیم حرّم مکۃ اس سے معلوم ہوا کہ

2715 ابراہیم علیہ السلام نے تحریم کی ہے دونوں کے اندر تعارض ہے جواب ۱ — ابراہیم علیہ السلام کی تحریم کا مطلب ہے ۲۳۷/۲۵
کہ اظہار تحریم یعنی تحریم تو پہلے ہو چکی تھی لیکن انہوں نے اس تحریم کا اظہار کیا ہے جواب ۲ — حرم اللہ تعالیٰ
علی لسان ابراہیم علیہ السلام لا یعضد شوکہا الخ حرم کا درخت کا کاٹنا بلا ضرورت ناجائز ہے اور ضرورت کی
صورت میں کاٹنا جائز ہے اور کاٹنا ہی اس کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک جو ایسے درخت
کا کاٹنا ناجائز ہے جو منسوب بنفسہ ہو اور اس کو لوگوں نے اگایا نہ ہو اور نہ وہ اس قبیلے سے ہو
جس کو اگایا جاتا ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ جو ایسے درخت جس کو کسی نے اگایا نہ ہو وہ کاٹنا ناجائز ہے
خواہ وہ حرم میں قبیل ما ینبت الناس ہو یا نہ ہو امام مالک فرماتے ہیں کہ جو ایسے درخت کو کاٹنا جائز ہے جس
کو کسی نے اگایا یا نہ جاتا ہو امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر درخت کا کاٹنا ناجائز ہے۔

17 عن جابرؓ ص ۲۳۸ س ۳ — اس حدیث سے حمل کی نفی فرمادی گئی ہے چنانچہ اس کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت ہتھیار ۲۳۸/۳
حرم جانا جائز نہیں ہے لیکن اگر کسی شخص نے دوسرے کو تکلیف پہنچائی ہے تو وہ حال سے خالی نہیں ہے یا تو اس کو
اطراف کے اندر تکلیف ہے یا نفس کو تکلیف دی ہے اول صورت کے اندر بدلہ جائز ہے حرم کے اندر
اور اگر نفس کو قتل کیا ہے تو وہ حال سے خالی نہیں ہے یا تو حرم کے اندر کیا ہے یا باہر اگر اندر قتل
کیا ہے تو بدلہ لیا جائیگا اور اگر باہر قتل کر کے اندر چلا گیا تو امام شافعی امام مالک کے نزدیک حرم
کے اندر قتل کیا جائیگا اور امام صاحب امام احمد کے نزدیک باہر نکالنے پر مجبور کیا جائیگا اور قتل کیا جائیگا

19 عن جابرؓ ص ۲۳۸ س ۵ — اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر احرام کے دخول جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ۵
اگر نسک کا ارادہ نہ ہو تو امام شافعی امام احمد کے نزدیک جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے
ہم اس حدیث کا جواب دیتے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ مکہ آپ کیلئے حلال ہو گیا تھا ایک گھڑی کیلئے

باب حرم المدینة حرسها اللہ تعالیٰ

28 الفصل الاول عن علیؓ — اس حدیث کا مقصد اور ماحصل یہ ہے کہ بعض لوگوں کا زعم یہ ۲۴
تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو کچھ خاص خاص باتیں بتلائی ہیں تو حضرت علیؓ نے
اس زعم کو باطل کر دیا کہ ہم نے حضور سے صرف قرآن لکھا ہے یہی ہمارا اصل اصول ہے اور حضور
کی بعثت محض تبلیغ احکام کیلئے تھی آپ سب کو بتلا گئے ہیں کسی کی خصوصیت نہیں ہے
ہذہ الصحیفۃ اس کا مصداق وہ کتاب ہے جس کے اندر دیات وغیرہ اور چند ضروری امور تحریر تھے
عیر اور ثور دونوں پہاڑوں کے نام ہیں البتہ اس کے اندر اختلاف ہے کہ کہاں واقع ہیں (۱) عیر علاقہ
مکہ کے اندر اور ثور مکہ کے اندر ہے (۲) دونوں مکہ کے اندر ہیں (۳) دونوں مدینے کے اندر ہیں
ثور جبل کے مکہ کے اندر ہے ایسے ہی چھوٹا سا پہاڑ مدینے کے اندر ہے — دوسری بات اس حدیث
سے معلوم ہوئی کہ جیسے مکہ کیلئے حرم ہے ایسے ہی مدینے کے اندر بھی حرم ہے عیر اور ثور کے مابین
یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اور اسی حدیث سے استدلال ہے امام صاحب۔ امام ابو یوسف
امام محمد جمہور کوفیین کے نزدیک مدینے کے اندر حرم نہیں ہے اور جن احادیث کے اندر تحریم و حرم کا

27 28 ذکر ہے اسکی تعیین حرم اور بیان حرم مقصود نہیں ہے بلکہ مطلق تعظیم مقصود ہے اور اسکی دلائل ۲۳۸/۲۶
بہت سے ہیں (۱) باب الاحرام کے اندر ایک حدیث حضرت انس کی آرہی ہے جسکے اندر ہے کہ آپ نے بچہ
کو مشفقانہ فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر تو انہوں نے بلبل پکڑ رکھی تھی تو اگر وہاں حرم ہوتا تو کیسے جائز
ہوتا اسکا پکڑنا ان حضرات نے اسکا جواب دیا کہ وہ کسی دوسری جگہ سے پکڑ کر لائے ہوں گے
ہم کہتے ہیں کہ یہ احتمال بعید ہے (۲) آپ نے مدینہ کے شتروں کے لئے گھاس کاٹنے توڑنے وغیرہ کی اجازت
دی ہے پس ان تمام سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے لئے حرم نہیں ہے۔ اب اسکے اندر اختلاف ہے کہ مدینہ
کے اندر اگر کوئی جانور وغیرہ مارے تو کوئی شخص تو اسکی کیا جزا ہے۔ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ اسکے
کپڑے اتار لیے جائیں گے ابن المنذر، ابن ابی ذئب امام شافعی کا بھی یہی قول ہے علامہ تورپشتی فرماتے
ہیں کہ کوئی صحابی بھی اس فیصلہ کا قائل نہیں ہے سوائے حضرت سعد کے انہوں نے اسکا قول کیا ہے
صرف ولا عدل الخ اسکی تعداق میں بھی اختلاف ہے (۱) صرف سے فرائض اور عدل سے نافلہ مراد ہے
(۲) اول کا عکس یعنی صرف سے نافلہ اور عدل سے فرائض مراد ہے (۳) صرف سے فدیہ اور عدل سے شفاعت
مراد ہے (۴) اس کا عکس یعنی صرف سے شفاعت اور عدل سے فدیہ مراد ہے ذمۃ المسلمین واحدۃ یعنی
مسلمانوں میں سے اگر ایک شخص کسی کو امن دیدے تو وہ معتبر ہے۔ آگے فرماتے ہیں من والی بغیر اذن موالیہ
اس موالاۃ سے کیا مراد ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس سے ولی الموالاۃ مراد ہو
یعنی ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو پہلے مر جائے تو میں تیرا وارث اور اگر میں پہلے مر جاؤں تو تو میرا وارث
اور جو کچھ تجھ پر جنایات وغیرہ آئے اسکا میں ذمہ دار ہوں اور مجھ پر جو کچھ ہو اسکا تو ذمہ دار ہے تو اگر
ایک دوسرے کی ذمہ داری لے لی اسکے بعد اسکی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص سے بھی موالاۃ کر لی تو آپ نے اس کو
منع فرمایا ہے دوسرا مطلب اسکا یہ ہے کہ اپنے مسلمان ساتھیوں کو چھوڑ کر کفار سے موالاۃ کرے
29 تیسرا مطلب اسکا یہ ہے کہ مولی العتاقہ سے اپنا تعلق توڑ کر کسی دوسرے سے جوڑے۔ **عن سعد:** ۲۳۹/۳
اس حدیث کے آخر میں وارد ہوا شفیعا او شہیدا اس او کے اندر دو احتمال ہیں (۱) راوی کی طرف سے
شک کیا ہے (۲) بعض نے کہا کہ تنویع کے لئے ہے یعنی اگر اسکا انتقال ہو گیا تو شہید ہوں گا اور اگر انتقال
41 نہیں ہوا تو شفیع ہوں گا۔ **وعنہ قال:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ کے اندر طاعون داخل ۲۴۰/۲
نہیں ہوگا۔ قتیبہ اور نووی نے جزم کے ساتھ نقل کیا ہے کہ مکہ، مدینہ کے اندر طاعون داخل ہوا اور
نہ داخل ہوگا حافظ کہتے ہیں کہ مکہ کے اندر تو داخل ہوا ہے مدینہ کے اندر نہیں ہوا۔ **الفصل الثانی:**
47 **عن سلیمان:** اس حدیث سے علامہ طیبی نے استدلال کیا کہ مکہ مدینہ حرم ہونے کے حکم میں مساوی ۱۰
ہیں کیونکہ ہر دو جگہ حضرت نے سلب لی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ سلب لینے سے دونوں کا مساوی
فی الحکم ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ مکہ کے اندر سلب لینا جائز نہیں ہے اور تحریم سے مطلق تعظیم مراد ہے
وعن الزبیر: اس حدیث کے متعلق علماء نے بیان فرمایا کہ ضعیف ہے عبد الرحمن بن انسان اسکا ایک راوی ضعیف ہے
امام بخاری نے بھی اسکو ضعیف قرار دیا اسی وجہ سے صید وج کی تحریم کا امام شافعی کے علاوہ کوئی اور قائل نہیں ہے

مصنف علیہ الرحمۃ نے عبادات مخصوصہ کے بعد اب معاملات مخصوصہ کو بیان فرمایا بیع و سلام شروع کئے اور
کسب میں صیاد الحلال بالحلال بالتراضی بعض لوگوں نے بالتجارۃ کی بھی قید لگائی تاکہ جب بشرط الخوف
نکل جائے لیکن دوسرے لوگوں نے اس قید کی ضرورت نہیں سمجھی کیونکہ مجازی اس بیع سے مراد بیع ابتداً
ہے اور جب بشرط الخوف ابتداً بیع نہیں ہے بیع کی چند قسمیں ہیں کبھی عین کی عین کے عوض ہوتی ہے
اسکو مقایضہ کہتے ہیں کبھی بیع عین کی دین کے عوض ہوتی ہے اسکو مطلق بیع کہتے ہیں اور کبھی بیع
دین کی عین کے عوض ہوتی ہے اسکو بیع سلم کہتے ہیں اور کبھی بیع دین کی دین کے عوض ہوتی ثمن کی
ثمن کے عوض تو اسکو بیع صرف کہتے ہیں اسکے علاوہ اور بیع کی اور قسمیں ہیں جن کی وجہ سے مصنف
2762 نے البیوع جمع کا صیغہ لائے **الفصل الاول عن النعمان بن بشیر** ص ۲۴۱ الحلال بین یعنی جو منصوص ہے ۱۵
یا ہو کسی قاعدہ کے تحت ہو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اشیاء کی تین قسمیں ہیں حرام، حلال، مشتبہات
حالانکہ ایک حدیث کے اندر ان تینوں کے علاوہ چوتھی قسم کا بھی ذکر ہے کہ ما سکت عنہ فہو عفو لہذا
اس کا جواب یہ ہوگا کہ مشتبہات کی حیثیت بھی عفو کی ہے لہذا قسم رابع قسم ثالث کے اندر داخل ہے
63 **عن رافع بن خدیج** ص ۲۴۱/۱۹ اس حدیث کا پہلا جز ہے کہ ثمن الکلب خبیث اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے ۱۹
کہ بیع کلب کا کیا حکم ہے امام احمد امام شافعی کے نزدیک بیع جائز نہیں ہے یہی ایک روایت امام مالک کی ہے
امام صاحب، ابراہیم نخعی، امام ابو یوسف، امام محمد فرماتے ہیں کہ جس کتے سے نفع حاصل کیا جا سکے
بیع جائز ہے۔ ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ مطلق ہے حرام کہتے ہیں اور ایک روایت
کے اندر الا کلب صید او ماشیۃ کی قید ہے امام طحاویؒ اس حدیث کا جواب دیا کہ یہ جب تھا جبکہ آپ نے قتل کلاب
65 کا حکم دیا تھا بعد میں منسوخ ہو گیا **عن ابی جحیفۃ** ص ۲۴۱/۲۱ اس حدیث کے اندر والوشم ہے یعنی گودنے ۲۱
سے کیونکہ فعل حرام ہے کیونکہ وشم حرام ہے اور مصور سے مراد ذی روح کا مصور ہے کیونکہ یہ فعل بھی حرام ہے
68 **عن جابر** ص ۲۴۱/۲۴ نہی عن ثمن السنور بلی کی بیع کے اندر بھی اختلاف ہے جمہور، جابر بن زید ۲۷
مجاہد کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اس حدیث کے اندر نہی عن بیع السنور
69 کا نسخ ثابت ہو گیا ہے چنانچہ اس حدیث پر بہت سے کلام کیا ہے **عن انس** ص ۲۴۱/۲۴ اس حدیث کے اندر ہے ۲۷
آنحضرت نے حجامت کرائی اور حجام کو ایک صاع دو صاع کے اندر دینے کا حکم فرمایا معلوم ہوا کہ پہلی حدیث کے
اندر رافع بن خدیج سے جو روایت کی گئی اندر ہے کسب الحجام خبیث اب ان دونوں کے اندر تعارض ہے
بعض لوگوں نے کہا کہ حدیث رافع بن خدیج منسوخ ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ حجامہ کے لئے اجرت لینا
جائز ہے اور اجرت لینا جائز نہیں ہے بعض نے کہا کہ لینا جائز نہیں لیکن دینا جائز ہے۔ حضرت ابو جحیفہ
کی حدیث کے اندر گذر چکی عن ثمن الدم اگر دم سے حجامت مراد ہے تو حکم مسئلہ گذر گیا اور اگر اس سے خون مراد
ہو تو چونکہ وہ نجس ہے اسلئے منع فرمایا اب اس حدیث کے اندر بعض لوگوں نے کسب الحجام خبیث کا مطلب
یہ بیان کیا کہ اس حجامت سے وہ مراد ہے جو حجامت کے بعد اس خون کو فروخت کرتا ہو **الفصل الثالث**
89 **عن ابن عمر** ص ۲۴۳/۱۰ امام احمد کے نزدیک تو یہ حرام ہے اور نماز جائز نہیں ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا جمہور کے نزدیک جائز ہے ۲۴۳/۱۰
اور حدیث کے متعلق علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے نیز اثبات کی نفی ہے۔

باب المساهلة في المعاملة ص۲۲۳ (الفصل الاول)

2795 عن ابي ذر: منّان اسکے تین معنی ہیں (۱) احسان جتلانیوالا (۲) کمی وزن کے اندر کمی کرنیوالا (۳) قاطع رحم ۲۲۲/۱۲

96 الفصل الثاني عن ابي سعيد: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تاجر صدوق کا حشر انبیاء کرام کیساتھ ۲۲

ہوگا اسکے دو مطلب ہیں (۱) یعنی جیسے مخدوم کیساتھ خادم رہتا ہے ایسے ہی وہ شخص انبیاء کیساتھ

98 رہیگا (۲) گاہے گاہے وہ انبیاء سے ملاقات کرلیگا عن قيس بن ابي غرزة: یا سبحان جس زمانہ ۲۵

یعنی ہم لوگوں کا نام "سماسرۃ" رکھا تھا لیکن حضور نے ہمارا اسکے بجائے نام "تجار" رکھدیا اب یہ کہ تجار

سماسرہ سے احسن کس وجہ سے ہے اسکے اندر چند قول ہیں (۱) سماسرۃ دلال کو کہتے ہیں اور دلال

سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں (۲) تجار کا ذکر قرآن پاک میں ہے اور سماسرۃ کا لفظ قرآن میں نہیں ہے (۳) تجارۃ

~~[illegible]~~

باب الخيار ص۲۲۳ (الفصل الاول) ۲۲۳/۳

خیار کی تین قسمیں ہیں خیار رویت، خیار عیب، خیار شرط جو مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں ہے اور

شافعیہ و حنابلہ کے یہاں ایک قسم خیار کی اور ہے وہ خیار مجلس ہے اور اس باب کی پہلی حدیث ابن عمر سے

استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا فكل واحد منهما بالخيار ما لم يتفرقا الخ اى ما لم يتفرقا بالابدان

یعنی جب تک کہ وہ ایک مجلس کے اندر ہیں ان کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کردیں یا باقی رکھیں

جو لوگ خیار مجلس کے منکر ہیں وہ اس حدیث کا جواب دیتے ہیں مالکیہ میں سے قاضی ابو الولید باجی

نے امام مالک سے نقل کیا ہے کہ اسکا مطلب ہے کہ المتبايعان بالخيار ما لم يتفرقا بالاقوال حنفیہ میں سے

امام محمد نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد نہیں ہے بلکہ بالاقوال مراد ہے یعنی ایجاب و قبول

سے پہلے پہلے اختیار ہے جب ایجاب و قبول ہوگیا تو اب اختیار باقی نہیں رہا ہے اسپر شافعیہ نے اعتراض

کیا کہ اقوال کے اندر تفرق کا لفظ استعمال نہیں ہوتا ہم کہتے ہیں کہ قرآن پاک کہتا ہے وان يتفرقا

يغن الله كلا من سعته الخ یہاں تفرق کا استعمال قول کے اندر ہے — اس حدیث کی دوسری تاویل

حنفیہ میں سے امام ابو یوسف عیسی ابن ابان نے کی ہے کہ اگرچہ تفرق سے تفرق بالابدان مراد ہے لیکن

مطلب یہ نہیں ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد اگر فسخ وغیرہ کرنا چاہیں تو اختیار ہے بلکہ مطلب ہے کہ

اس مجلس کے اندر بیٹھے بیٹھے ایجاب و قبول سے پہلے اختیار ہے اور اگر ایجاب و قبول کے بعد مشتری چلا گیا

2801 اور پھر کہتا ہے کہ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں تو کیا اختیار نہیں ہے عن ابن عمر ص۲۲۳: اس حدیث کے ۳

اندر وارد ہوا ما لم يتفرقا الا بيع الخيار الخ اسکے مطلب میں اختلاف ہے (۱) یعنی جدا ہونے سے پہلے پہلے

بائع و مشتری کو اختیار ہے اور اگر تفرق ہوجائیگا تو دونوں کا اختیار ختم ہے مگر خیار شرط کے اندر تفرق کے

بعد بھی اختیار ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ خیار شرط کی مدت کیا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ

کوئی مقدار معین نہیں ہے امام صاحب اور امام شافعی کے نزدیک تین دن ہے امام احمد اور امام محمد کہتے ہیں کہ جتنے

دن چاہیں مقرر کریں (۲) الا بیع الخیار کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بائع و مشتری نے بیع سے پہلے ہی کہدیا

کہ اختیار نہ ہوگا اب اگر بیع کریں گے تو دونوں کو اختیار نہیں ہوگا (۳) مطلب ہے کہ ایجاب و قبول کے

بعد بائع کہے کہ اختیار کر اور مشتری کہے کہ اختیار کرلی تو ان لوگوں کے یہاں بعد التفرق بھی اختیار ہے

باب الربوٰا [٢٢٣/١٥] (الفصل الاول)

ربوا لغت کے اندر مطلق زیادتی کو کہتے ہیں اور شریعت کے اندر وہ زیادتی ہے جو بغیر عوض کے ہو اس کی
حرمت کتاب۔ سنت۔ اجماع۔ قیاس سے ثابت ہے۔ احادیث کے اندر چھ اشیاء میں ربوا
کا ذکر ہے وہ چھ ہیں تمام مسلمین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان چھ کے اندر ربوا حرام ہے اب ان کے
اندر اختلاف ہے کہ ربوا انہی چھ اشیاء کیساتھ مخصوص ہے یا ان کے غیر کے اندر بھی ربوا ہو سکتا
ظاہریہ۔ مسروق۔ شعبی کے نزدیک انہی کیساتھ مخصوص ہے جمہور کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ کے
اندر بھی ربوا ہو سکتا ہے جو علت ان چھ کے اندر ہے وہ غیر کے اندر پائی جائے اب اس کے
اندر اختلاف ہے کہ وہ علت کیا ہے حنفیہ کے نزدیک جنس وقدر (کیل وزن) امام مالک کے
نزدیک ثمنین کے اندر ~~ثمنیت~~ ثمنیت اور غیر ثمنیات کے اندر ادخار اور اقتیات ہے۔ امام شافعی
فرماتے ہیں کہ ثمنیات کے اندر ثمنیت اور غیر کے اندر طعم ہے امام احمد کی ایک روایت حنفیہ کے موافق
اور دوسری امام شافعی کے موافق ہے تیسری روایت ان سے یہ کہ ثمنین کے اندر ثمنیت اور ان کے غیر کے
اندر طعم مع الکیل والوزن۔ سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ ان اشیاء ستہ کے اندر اختلاف اگر ہو جائے
2809 تب بھی تفاضل جائز نہیں ہے عن ابی سعید [٢٢٥] ۔ استعمل رجلاً دار قطنی کے اندر ان کا نام سواد بن غزیہ ١٩
یا مالک بن صعصعہ مروی ہے اس حدیث سے حیلہ کا جواز معلوم ہوا چنانچہ حنفیہ کا یہی مذہب ہے وقال
15 فی المیزان مثل ذلک الخ یعنی مکیلات۔ موزونات دونوں کا ایک ہی حکم ہے عن جابر [٢٢٥] ۔ اس حدیث کے ٢٢٥/٦
اندر حضور نے ایک عبد کو عبدین کے بدلے میں خریدا اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ حیوان کی بیع
حیوان کے بدلے جائز ہے یا نہیں اگر دونوں برابر ہیں تو بالاتفاق جائز ہے ایسے ہی تفاضلاً یداً بید
جائز ہے تفاضلاً نسیئۃً ~~حنفیہ~~ امام صاحب۔ عطاء بن ابی رباح۔ امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے
امام شافعی۔ امام مالک۔ بعض صحابہ وتابعین کے نزدیک تفاضلاً ونسیئۃً بھی جائز ہے اور ان کا
حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ اس کے اندر آپ نے خریدا اور یہ حدیث مطلق ہے نقد یا نسیئۃ کا ذکر
نہیں ہے اور آپ نے تفاضلاً بھی خریدا ہے۔ ہماری طرف سے جواب ہے کہ یہ حدیث نقد پر محمول ہے
17 کیونکہ آگے سمرہ بن جندب کی حدیث کے اندر واضح نسیئۃ بیع سے نہی وارد ہوئی ہے عن فضالۃ [٢٢٥]
بن ابی عبید جس چیز میں زیور وغیرہ کے اندر سونا وغیرہ لگا ہوا ہو ان کی بیع سونے چاندی کیساتھ جائز ١٠
ہے یا نہیں اس کے اندر اختلاف ہے امام شافعی امام احمد ابن المبارک کے نزدیک جائز نہیں امام صاحب۔
حسن بن حسن بصری۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر وہ سونا زائد ہو اس سونے سے جو اس شئی پر چڑھا
ہوا ہے تو جائز ہے اور اگر برابر ہے تو جائز نہیں کیونکہ جب دونوں سونا برابر ہو گئے تو وہ شئی جس کو
ہوا ہے وہ زائد رہ جائیگی اور یہ ربوا ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر سونا یا چاندی جو اس پر لگا ہوا ہے
اگر وہ اس کا تابع ہے یعنی ثلث یا اس سے کم ہے تو اس صورت کے اندر بیع جائز ہے

الفصل الثانی

20 عن سعد بن ابی وقاص [٢٢٥] ۔ ائمہ ثلثہ کے نزدیک رطب کی بیع تمر کیساتھ مطلقاً جائز نہیں ہے حضرت ١٨
امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر متساویاً ہے تو جائز ہے کیونکہ ہم پوچھتے ہیں کہ رطب اور تمر دونوں کی جنس ایک ہے

عبادۃ بن الصامت

2820 یا دونوں مختلف الجنس ہیں اگر جنس ایک ہے تو التمر بالتمر الخ حدیث متفقہ سے ... کا ادا ہونا ضروری ہے ۲۲۵/۱۸

جیسا کہ حدیث مذکور میں ہے مثلاً بمثل وارد ہوا ہے اور اگر مختلف الجنس ہو تو ایک حدیث کے اندر وارد

التمر بالتمر یداً بید واذا اختلف الجنسان فبیعوا کیف ما شئتم لہٰذا اس شعیر کی وجہ سے جائز ہے اور

اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس کے اندر زید بن عیاش راوی ضعیف ہے جیسا کہ مولانا عبدالحق ... امام طحاوی

ابن حزم ... ابو حنیفہ وغیرہ نے مجہول قرار دیا ہے اور اگر ہم مان لیں کہ یہ روایت صحیح ہے تو آپ کے قول

الجواب ... ہے کہ وہ ... کی حدیث ہے لہٰذا ... ہوگی بعض لوگوں نے اس حدیث

21 کا ایک جواب یہ دیا کہ اس کا محمل نسیئہ ہے عن سعید بن المسیب ۲۲۵/۲۰ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیوان کی

بیع حیوان کے بدلے جائز نہیں ہے یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے البتہ نسیئہ ۲۰

23 جائز نہیں ہے عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ۲۲۵/۲۳ اس حدیث سے امام شافعی امام مالک ... استدلال کرتے ہیں کہ

حیوان کی بیع حیوان کے بدلے نسیئہ جائز ہے ... اس حدیث کا جواب ... میں کہ یہ ۲۳

تحریم ربوا سے پہلے کا واقعہ ہے جواب ۲ ... اونٹ ... وہ قیمت ... اور ... میں اس قیمت کے

برابر ... یا حقیقۃً ... دو اونٹ کا ایک کے بدلے بیع نہیں ہوئی ہے الفصل الثالث عن اسامۃ

24 بن زید ۲۲۵/۲۶ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ربوا صرف نسیئہ کی صورت کے اندر ہے یہی ... ابن عباس اور ۲۶

ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مذہب تھا ... ابن عمر نے رجوع کر لیا اور ابن عباس کے رجوع کے اندر تردد

باقی تمام جمہور کا اتفاق ہے کہ ربوا صرف نسیئہ میں نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب ... مقصود ہے

باب المنہی عنہا من البیوع ۲۲۶/۱۵ (الفصل الاول) ۲۲۶/۱۵

36 وعنہ قال نہی ۲۲۶/۲۲ اس حدیث جابر کے اندر چھ چیزیں مذکور ہیں محاقلہ، مزابنہ، مخابرہ، معاومہ ۲۲

ثنیا ... کا بیان ... ہر ایک کی تفصیل ... اول محاقلہ ... حقل سے ماخوذ ہے جس کے

... اس کی تفسیر خود حدیث کے اندر آگئی ہے کہ ایک شخص اپنی کھیتی کو ... گندم

... فروخت کرے ... دوسرا مزابنہ ... زبن سے ماخوذ ہے جس کے

معنی ہیں ... اس کی تفسیر یہ ہے کہ ایک شخص اپنے باغ کی کھجوروں کو ... معین کے بدلے فروخت کرے ... ۱۲

کہ جیسے ... کھجوریں ہوں گی ... دونوں ... امام ... ایک ... تیسری مخابرہ ... خیبر سے

ماخوذ ہے ... خیبر ... بعض لوگوں نے کہا کہ خبار سے ماخوذ ہے جس کے معنی

... اس کی تفسیر حدیث کے اندر ... کہ ... زمین کو ... یا ربع ... کے

یہ امام ... کے نزدیک ... اور ... کے نزدیک جائز ہے اور اسی پر فتویٰ بھی ہے

چوتھی چیز معاومہ ... عام سے ماخوذ ہے ... چند سال ... فروخت کر دے ...

... یہ بھی ... کے نزدیک ... جائز ہے ... پانچویں چیز ثنیا ... بیع کے وقت

کسی چیز کا استثنا کر دے اس کی چند صورتیں ہیں (۱) کل معین کا استثنا کرے (۲) جزء شائع

مثلاً نصف ثلث ربع وغیرہ کا استثنا کرے (۳) ... مجہول کا استثنا کر دے ...

صورتیں ہیں۔ ابن قدامہ نے تصریح کی ہے کہ پہلی صورت بالاتفاق جائز ہے۔ دوسری صورت بھی تمام ائمہ کے
نزدیک جائز ہے سوائے ابوبکر بن ابی موسیٰ کے وہ اسکو حرام کہتے ہیں اور تیسری صورت امام مالک
ابن مسیب بن سالم کے نزدیک جائز ہے امام محمد امام شافعی امام احمد کے نزدیک جائز نہیں ہے
شراح حدیث نے حنفیہ کا مسلک یہی نقل کیا ہے لیکن صاحب ھدایہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کی ظاہر روایت
یہ ہے کہ اگر ارطال معلومہ کا استثناء کر دیا تو جائز ہے چھٹی چیز عرایا ہے یہ عریۃ کی جمع ہے
یہ ماخوذ ہے عری یعرو عروا یعنی القصد سے یا عری یعری عریا سے یعنی ننگا ہونا اس کی
ماخوذ ہے اہل عرب کے یہاں دستور تھا کہ جن لوگوں کے یہاں باغات وغیرہ ہوتے تھے وہ اپنے فقیر پڑوسیوں
کو ایک دو درخت اس طور پر دیتے تھے کہ یہ لوگ اس کے پھل وغیرہ سے نفع حاصل کرلے تو وہ درخت
ہوتے تھے اصل مالک کے خود اس فقیر کی مملوک نہیں ہوتے تھے اب اگر یہ فقیر اس درخت کو صورت کے پھل
کو فروخت کرنا چاہے تو اس کے حکم کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع جائز ہے
امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے پھر جو لوگ جواز کے قائل ہیں ان کے اندر اختلاف ہے کہ
ہر شخص کو پھل کو فروخت کر دینا جائز ہے یا صرف اس شخص کو جس کو عاریۃ یہ ملا تھا تو فروخت
کرے جسکو عریہ کہتے ہیں۔ امام مالک کے نزدیک عریہ کیساتھ خاص ہے اور امام شافعی امام احمد
فرماتے ہیں کہ اس عریہ کیساتھ خاص نہیں بلکہ ہر شخص کے ہاتھ بیچ سکتا ہے نیز اختلاف
ہوا ائمہ ثلاثہ کے اندر اس مسئلہ میں کہ کتنی مقدار کے اندر بیع ہوسکتی ہے امام مالک فرماتے
ہیں کہ پانچ وسق اور اس کے کم دونوں کے اندر جائز ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک پانچ وسق
کم میں جائز ہے کیونکہ اور دونوں فریق کا استدلال ابوھریرہ کی حدیث سے ہے امام شافعی
امام احمد فرماتے ہیں کہ پانچ وسق سے کم یقیناً داخل ہے اور اس کے اوپر یقیناً خارج ہے اور پانچ
کے اندر شک ہے کہ داخل ہے یا نہیں لہذا جو یقینی طور پر داخل ہے یعنی پانچ سے کم وہی جائز ہوگا
امام مالک فرماتے ہیں کہ رخص فی العرایا اپنے عموم کی وجہ سے پانچ سے زیادہ کو بھی شامل ہے
لیکن انکے صراحت کے اندر زیادتی کی نفی ہوگئی لہذا اتنا تو ختم لیکن پانچ کو شک کی وجہ
خارج نہیں کیا جائیگا وہ داخل رہیگا بہرحال یہ تو جواز والوں کی کہانی تھی اب حنفیہ کی بات
سنیئے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے اور رخص فی العرایا سے جو بیع کی رخصت کا ثبوت
ہوا وہ حقیقۃ بیع نہیں تھی بلکہ بات یہ تھی کہ چونکہ وہ باغ والا پھل کے موسم میں اپنے بیوی بچوں کو
بھی جنگل کے اندر رکھتا تھا تو جسکو اس کے درخت وغیرہ انتفاع کیلئے دیئے تھے وہ بھی پھل توڑنے
کیلئے باغ میں آتا جس سے اس مالک کے بال بچوں کو دقت و پریشانی ہوتی تو اس کو خفیہ کہتے وہ اس کو
کہتا کہ بھائی ان درختوں پر جو پھل لگا ہوا ہے اسکے بدلے مجھ سے ٹوٹا ہوا پھل لے لے تاکہ مجھے بھی
نقصان نہ ہو اور مجھے بھی دقت نہ ہو تو گویا یہ مبادلۃ الموھوب بالموھوب کے قبیل سے ہے
اور بیع اسلئے نہیں کہ مبیع کا بائع کے قبضہ میں ہونا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں ہے۔

2839 عن عبد اللہ بن عمرو — اس حدیث پاک کے اندر بیع الثمار کو بدو صلاح پر موقوف کر دیا ہے اب بدو صلاح 226/27
کی تفسیر کے اندر علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ پک جائے اور اتنا پختہ ہو جائے کہ ہلاکت کے خوف سے
محفوظ ہو جائے۔ محقق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ جو پھل کا بدو صلاح ان کے اعتبار سے ہے مثلاً جو
پھل میٹھے ہیں ان کا بدو صلاح مٹھاس پر موقوف ہے اور جو پھل ترش والے ہوتے ہیں ان کا بدو صلاح
ان کے اندر ترشی آجانے پر موقوف ہے اور جو پھل بدو صلاح سے قبل فروخت کیے جاتے ہیں
ان کی چند صورتیں ہیں (۱) ایک بیع بشرط القطع ہے یعنی شرط لگائے پھل کی بیع کے وقت کہ
میں پھل توڑ لوں گا (۲) ایک بیع بشرط التبقیہ ہوتی ہے یعنی پھل خریدے اور شرط لگائے کہ پھل درخت
ہی پر رہیں گے (۳) مطلقاً خریدے کسی قسم کی شرط نہ لگائے ان تین صورتوں میں سے اول بالاتفاق جائز ہے
اور دوسری صورت بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے اور تیسری صورت کے اندر اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک جائز نہیں ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کاٹ لیگا

41 عن جابر — اس حدیث کے اندر وضع جوائح کا حکم ہے یعنی اگر مشتری کے پاس ساری کی ساری ہلاک ہو جائے تو بائع 227/3
کو چاہیے کہ اسکی ثمن کو معاف کر دے جوائح جائحۃ کی جمع ہے آفت سماویہ کو کہتے ہیں بعض لوگوں نے چوری
کو اسکے اندر داخل کیا ہے اور بعض نے خارج مانا ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اس ہلاکت کی
صورت میں بیع کا ضمان مشتری سے جائیگی یا ضمان بائع سے جائیگی امام شافعی کا قول قدیم امام مالک امام احمد
کے نزدیک بائع کے ضمان سے جائیگی جمہور کے نزدیک دونوں صورتیں فی ہیں اگر وہ مشتری کے قبضہ میں آنے کے بعد
اسکو نقصان ہوا تو ضمان مشتری سے اور اگر بائع کے قبضہ کے اندر نقصان پہنچا تو بائع کے ضمان سے
ہلاک ہوگی۔ امام مالک وغیرہ نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث بدو صلاح
43 سے قبل پر محمول ہے عن ابن عمر — اس حدیث کے اندر حضور نے اس سے منع فرمایا کہ اگر تجار لوگ 6
شہر سے باہر جا کر تجارت کا سامان خریدیں اور پھر اسی جگہ فروخت کر دیں تو یہ نہ کرنا چاہیے اور
اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اسی جگہ فروخت کر دیں گے نفع کم ہوگا تو ارزاں فروخت کرنے والوں کو لالچ آئیگا
44 جس سے جھگڑا پیدا ہوگا وعنہ قال — اس حدیث سے منع فرمایا گیا کہ شی کو قبل القبض فروخت کرنا 7
جائز نہیں ہے اس مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف ہے کہ بیع کو قبل القبض فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں
عثمان البتی کے نزدیک مطلقاً قبل القبض بیع جائز ہے جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے امام شافعی
امام محمد امام زفر کے نزدیک کسی بھی شی کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے امام صاحب امام ابو یوسف کے نزدیک
قبل القبض عقار کی بیع جائز ہے اور منقولات کی بیع جائز نہیں ہے امام احمد کے نزدیک مکیل اور
معدود کی بیع قبل القبض جائز نہیں اسکے علاوہ جائز ہیں اسکے بعد حضرت ابن عباس کی حدیث
ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شی کی بیع قبل القبض جائز نہیں ہے حضرات حنفیہ کے نزدیک
غیر منقولات کی بیع جائز ہے اسکا جواب یہ ہے کہ ابن عباس کی حدیث کے اندر "لا احسب
47 کل شی الا مثلہ" یہ ان کا اجتہاد ہے عن ابی ہریرۃ — اس حدیث کا پہلا ٹکڑا ہے لا تلقوا 10

2847 ازکبان نبیع (الخ) اسکا مطلب یہ ہے کہ کوئی قافلہ جب باہر سے بیع و تجارۃ کیلئے کسی شہر کے اندر آتا اور وہاں ۲۲۷/۱۰
والوں کو علم ہو جاتا تو وہاں کے تجار شہر سے باہر جا کر اس کی ملاقات کرتے اور کہتے کہ شہر کے اندر
تو یہ بھاؤ ہے اور تم ہم کو اتنی قیمت پر دیدو تو آپؐ نے اس سے منع فرمایا کیونکہ اس کے ان لوگوں کو
ضرر اور نقصان ہے ممکن ہے کہ ان کا سامان بازار کے اندر زیادہ قیمت پر فروخت ہوتا اور
یہ بلد کے اور عوام کو بھی اس کا ضرر ہوگا کیونکہ یہ تجار اسکو زیادہ قیمت پر فروخت کریں گے ہاں
اگر ان مذکورہ شکی میں کوئی بات نہ پائی جائے تو یہ بیع اور تلقی جائز ہے دوسرا جملہ ہے ولا یبیع
بعضکم علی بیع بعض الخ اس کے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص سے دوسرا آدمی کوئی چیز خرید رہا ہے
تو دوسرا شخص کہنے لگے کہ میرے یہاں سے اس کم کے اندر خرید لے (۲) ایک آدمی کوئی شی خرید
رہا دوسرا شخص آ کر کہے کہ مجھے اس کو زیادہ قیمت پر دیدے یہ دونوں ناجائز ہیں اس کے اندر
اختلاف ہے کہ علی بیع بعض کے اندر بعض کا مصداق کون ہے امام اوزاعی فرماتے ہیں کہ اس سے
صرف مسلمان مراد ہے جمہور کے نزدیک عام ہے مسلمان اور کافر جمیعت دونوں کو شامل ہے تیسرا جملہ
حدیث پاک کا ہے ولا تناجشوا النجش مکر و حیلہ یعنی ایک شخص کسی دوکاندار سے کوئی چیز خرید رہا ہے دوسرا
جا کر کہے کہ مجھے فروخت کردے اس کو زیادہ قیمت پر اور خود کچھ نہ لے تو خود سے بھی روکا اور دوسرے کو
بھی روک دیا۔ چوتھا جملہ حدیث شریف کا ہے ولا تصروا الابل الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ تصروا ۱۱
صر شی سے ماخوذ ہے بعض نے کہا کہ صری یصری کا صیغہ ہے ماخوذ ہے جس کا معنی جمع کرنا ہیں اور
بعض نے کہا کہ صری یصرو لفظ صر سے ماخوذ ہے جس کا معنی باندھنے کے ہیں تو چونکہ تھن کے اندر جمع
کیا جاتا ہے اور اس تھن کو گویا باندھ دیا جاتا ہے اسلئے اس کا ترجمہ تحفیل کو مصراۃ کہتے ہیں
تو آپؐ نے منع کیا کہ جب جانور وغیرہ فروخت کیا کرو تو اس کے تھنوں کو باندھا مت کرو اور دودھ کو
جمع نہ کیا کرو اسکے تھن میں تاکہ دیکھنے والا وغیرہ زیادہ دیکھ کر لے لے اب اس کے اندر اختلاف
ہے کہ اگر کسی شخص نے مصراۃ خرید لیا تو اسکو رد کرسکتا ہے یا نہیں امام احمد امام مالک امام شافعی
اسحاق بن راہویہ لیث بن سعد، داؤد ظاہری، ابو ثور، ابو عبید وغیرہ کے نزدیک جائز ہے
امام زفر۔ امام ابو یوسف کی بھی یہی روایت ہے اور اس مصراۃ کیا تھا کیا شی اور واپس کرے
اس کے اندر بھی اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک غالب قوت بلد کو اس کے ساتھ واپس کرے امام شافعی
کے نزدیک ایک صاع تمر کی قیمت دیگا اور قیمت کا اعتبار مدینہ کی قیمت سے ہوگا یا اقرب البلاد کے اندر
جو ایک صاع کی قیمت ہے۔ ابن ابی لیلی۔ ابو یوسف کے نزدیک ایک صاع گیہوں کی قیمت دیگا امام زفر
کے نزدیک ایک صاع گیہوں دیگا پھر اس کے اندر روایات مختلف ہیں کہ ان کو کب تک رد کرنے کا اختیار
رہتا ہے امام احمد کے دو قول ہیں (۱) تین دن (۲) تین دن سے زیادہ۔ بہر حال یہ جواز والوں کا
تفصیلی کھانی تھی اور ان لوگوں کا جواز پر استدلال اس حدیث سے کہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ مخیر ہے والا کہ
بخیر النظرین یعنی دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے کہ اسکو چاہے رکھ لے اور چاہے واپس کردے اور ۱۱

2847 راس کے ساتھ ایک صاع تمر بھی دے — حضرت امام صاحب امام محمدؒ کے نزدیک تو اس کو رد کرنا جائز نہیں ہے ۲۴۷/۲۱
یہی ایک روایت امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلی کی ہے اشہب مالکی کا بھی یہی مذہب ہے — اب یہ کہ وہ
دیئے نقصان کو بھی واپس لے سکتا ہے یا نہیں امام محمدؒ کی کتاب الآثار کے اندر ہے کہ کچھ نہیں واپس لے سکتا
اور شرح طحاوی کے اندر ہے کہ نقصان کو واپس لے گا جو اس کا قائل ہے اور اس حدیث سے استدلال
کرتے ہیں ان کو حنفیہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ حضور کا ارشاد گرامی صحیح ہے لیکن یہ خلاف قیاس کے
خلاف ہے — قرآن پاک کے اندر ہے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم اور اس کے مضمون کے اندر بہت
سی آیات ہیں لہذا اب اگر کسی نے مثلاً ایک گائے خریدی اور اس کو ڈیڑھ دو سیر دودھ ہوا اس کو نکالا
لیکن جب وہ واپس کرے گا تو واپس کرے گا ایک صاع تمر کیسا تو یہ ایک صاع کی قیمت تو اس پانچ
سیر دودھ سے بہت کم ہے تو چونکہ یہ حدیث قرآن پاک اور دیگر احادیث کے خلاف ہے لہذا
یہ قبول نہیں ہے نیز اس کی سند بھی معلول ہے — محمد بن الشجاع بلخی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہے
کیونکہ رد کرنے کا اختیار تو بیع خیار کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہاں خیار شرط وغیرہ نہیں ہے لہذا
رد نہیں ہوگا لیکن اس جواب کو امام طحاوی نے رد کر دیا کہ اگر خیار شرط کی وجہ سے رد نہیں کر سکتا
لیکن خیار عیب تو ہو سکتا ہے اسکی وجہ سے رد کرنے کا اختیار ہے بعض نے جواب دیا کہ ایک صاع
تمر دینے کی صورت میں دودھ کی قیمت چونکہ زیادہ ہے تو ربوا لازم آئیگا اس لیے رد وغیرہ جائز نہیں ہے

ص ۲۴۷/۱۸

53 عن ابی سعید — حضور نے اس حدیث پاک کے اندر دو قسم کی بیع اور دو قسم کے کپڑے پہننے سے منع فرمایا ہے ۱۸
ان دونوں بیع میں پہلی ملامسہ ہے جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مشتری بغیر مبیع کو دیکھے اور بغیر دیکھے چھو کر خرید لیتا
اور دوسری قسم منابذہ ہے کہ مشتری یا بائع کہے کہ جس کی طرف یہ کپڑا بھی مثلاً پھینک دیا یا کنکری پھینکی
اس کی بیع ہو جائیگی تو اللہ کے رسول نے منع فرمایا کیونکہ اس کے اندر بائع کی عدم رضا کا احتمال ہوتا ہے اور جن
دو کپڑوں کے پہننے سے منع فرمایا ہے اس میں ایک اشتمال الصماء ہے اس کی علماء نے دو تفسیریں کی ہیں
(۱) ایک کپڑا بدن پر لپیٹے اور پھر اس کی ایک جانب کو سر پر ڈال دے تو دوسری جانب نیچے سے کھل جائیگی
(۲) کپڑے کو ایسے لپیٹے جس سے ہاتھ وغیرہ باہر نہ نکال سکے اور دوسرا کپڑا احتباء ہے کہ
زمین پر سرین کو ٹیک کر گھٹنوں کو پیٹ سے ملا کر اوپر سے کپڑا ڈال لے اور نیچے سے کھلا رہے جس سے ستر کھلا

ص ۲۴۷/۲۴

54 جاوے تو ایسا کرنے میں احتمال کشف رہتا ہے اس لئے آپ نے منع فرمایا عن ابی ہریرۃ — بیع الحصاۃ اس کی صورت ۲۴
یہ ہوتی ہے کہ سنگریزہ جس چیز پر جا پڑے اس کی بیع ہو جاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ دھوکہ ہوتا
اس لیے منع فرمایا بیع غرر یہ تخصیص بعد تعمیم ہے اور اس کی وجہ دھوکہ کا ہونا ہے عن

ص ۲۴۷/۲۵

55 ابن عمرؓ — نهی عن بیع حبل الحبلۃ حبل کے معنی حمل کے ہیں اور حبلۃ حابل کی جمع ہے اور نهی عن بیع ۲۵
حبل الحابل حضور نے حاملہ کے حمل سے منع فرمایا ہے کہ حمل کو فروخت کیا جائے اب اس کی چار صورتیں ہیں
یا تو حمل سے جنین مراد ہے یا جنین الجنین پھر اس کی دو صورتیں ہیں یا تو اس کی بیع قرار دیا جائیگا
یا اجل بیع بنایا جائیگا — اول صورت مثلاً یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں اس حاملہ کا حمل کو فروخت

۲۲۷/۲۵

2855 آتا ہوں تو یعنی جنین ہے اور وہ بیع ہے دوسری صورۃ یہ ہے کہ کہتا ہوں اس حمل کے جو اونٹنی
کے پیٹ میں ہے جو حمل ہوگا اسکو فروخت کرتا ہوں تو اسکی اصل بیع ہے اور وہ جنین الجنین ہے تیسری صورۃ
کی مثال یہ ہے کہ یا تیسری یہ کہے کہ میں یہ کتاب فروخت کرتا ہوں اسوقت جبکہ اس ناقہ کا حمل کا بچہ پیدا ہو
تو یعنی جنین ہے اور بیع میں بلکہ اجل بیع ہے اور اسی صورۃ کی مثال یہ ہے کہ کوئی کتاب وغیرہ کو
فروخت کرے اور کہے کہ اسوقت فروخت کروں گا جبکہ اس ناقہ کے حمل پیدا ہوجائے کہ اس حمل کا بچہ
پیدا ہوجائے تو چونکہ اسکی اصل بیع الی اجل مجہول اور بیع معدوم لازم آتی ہے اس لیے ممانعت کردی

56 **وعنہ قال:** عسب الفحل نر کا مادہ سے جفتی کرنا اور اسکی اجرت اس حدیث کا مطلب کہ اسکی جفتی کی بیع منع ۲۷
فرمایا دفتلہ یعنی کہ یہ اجرت جو نر کا مادہ سے جفتی کرائیگا اسکی یا بچہ پیدا ہوگا اسکی آپ نے منع فرمایا
کیونکہ نہ تو منی کی مقدار معلوم ہے نہ اسکا علم ہے کہ حمل ٹھہرے گا یا نہیں نیز نہ معلوم اسکا اثر ہوگا
یا نہیں۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بیع ناجائز اور حرام ہے امام احمد اسی میں فرماتے ہیں کہ
جائز ہے بشرطیکہ اوقات معلوم ہوں دیکھا گیا کہ اگر اس رقبہ کو دیکھا گیا تو [illegible]
یہی امام مالک کا ایک روایت ہے دوسرا یہ جزء اسی قسم کے کرایہ ہے علماء کرام نے حدیث کے
اندر [illegible] یہ ہوتا ہے کہ جفتی وغیرہ میں تو کوئی کچھ نہیں لیتے بلکہ جب بچہ پیدا ہوجاتا
تو وہ مالک جوڑ اسکو اپنی طرف سے کچھ دیدیتا ہے یہ الگ اجرت کے نزدیک جائز ہے حضرت
اقدس مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا اسکا رواج ہو جائے کہ جفتی بچہ کے پیدا
2857 ہونے کے اسکو کچھ دینا ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ المشہور کالمشروط **وعن جابر قال:** ۲۲۸/۱
اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے منع فرمایا عن بیع ضراب الجمل وعن بیع الماء والارض لتحرث
اسکی مراد یہ ہے کہ زمین کرایہ پر دینا زمین اور پانی اور بیج [illegible] اور مزارعت کو بھی آپ نے
2858 منع فرمایا کیونکہ مخابرہ [illegible] **وعنہ قال:** نہی عن بیع فضل الماء پانی کی تین شکلیں ہیں ۲
(۱) مثلاً ایک نہر جس پر کسی شخص کا اپنا پانی جاری ہے اس سے منع کرنے کا کوئی حق نہیں جو شخص
اپنی حاجت سے زائد [illegible] (۲) اپنی زمین کے اندر کنواں کھودا تو اس شخص کو جانور
ہے کہ وہ اس کنویں سے [illegible] بشرطیکہ ان کی آمد جانب اسکے کنویں کو [illegible]
(۳) ایک آدمی اپنے برتن کے اندر پانی رکھے ہوئے تو اسکو بیچنے کا حق حاصل ہے اس حدیث کے
اندر جس بیع الماء سے نہی وارد ہوا ہے وہ پہلی دو صورتوں کے اندر [illegible]
59 **عن ابی ہریرۃ:** اس حدیث میں منع فرمایا کہ آدمی کو فضل پانی کی بیع ناجائز ہے کیونکہ اسکی وجہ یہ ہے کہ ۳
عام طور سے کنویں کے اردگرد گھاس اگتی ہے اور جب جانور پانی پینے آئیں گے تو اس گھاس کو بھی کھائیں گے
تو اس شخص نے جو پانی سے منع کردیا تو گویا اسنے وہ گھاس کھانے سے بھی روک دیا ہے لہذا پانی
کی بیع سے گھاس کی بھی بیع لازم آئی اور حضور نے گھاس کی بیع سے منع فرمایا ہے لہذا فضل
63 پانی کی بیع بھی جائز نہیں ہے **الفصل الثانی عن ابن عمر:** بیع الکالی بالکالی کی تفسیر ادھار [illegible] ۱۱

2863 بیع الدین بالدین کیا تھوکی ہے اسکی دو صورتیں اور دو تفسیریں ہیں (۱) مثلاً مشتری بائع سے مبیع دینے کی ۲۲۸/۱۱
ایک مدت مقرر کرے کہ ایک ماہ بعد مثلاً دوں گا جب پوری ہوگی اور بائع نے مطالبہ کیا تو دوسری مدت کیلئے اس ثمن کو
بڑھا کر فروخت کر دے تو اسکو آپ نے منع فرمایا یہ بیع النسیئۃ بالنسیئۃ ہے (۲) ایک شخص کے ذمہ
دوسرے شخص کا مثلاً کوئی کپڑا واجب ہے اور دوسرے شخص کا کچھ روپیہ ہے تو اب روپے والا اس کپڑے والے
کہے کہ میں تمہارا کپڑا جو فلاں کے ذمے ہے اپنے اس روپیے کے عوض خریدتا ہوں تو یہ بھی بیع الکالی بالکالی ہے اسکو بھی
منع فرمایا یہ بھی بیع معدوم ہے ان دونوں کی مخالفت ہے امام احمد فرماتے ہیں کہ اگرچہ اسکی سند کے اعتبار سے یہ حدیث
64 ضعیف ہے لیکن اس پر علماء کا اجماع ہے کہ بیع الکالی بالکالی جائز نہیں ہے ص ۲۲۸/۱۲ **عن عمرو بن شعیب** ۱۲
بیع العربان - عربان کے معنی اظہار کے ہیں اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص مثلاً کسی کو ننانوے روپے
دے کہ میں فلاں چیز اس سے خریدوں گا اور دس روپے بطور ایڈوانس دے کہ اگر میں نے خریدوں تو یہ دس روپے
65 تم رکھ لینا **عن علی** ص ۲۲۸/۱۲ بیع المضطر اسکے دو مطلب ہیں (۱) ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اس چیز کو ۱۴
فروخت کر دے ورنہ جان سے مار دوں گا (۲) ایک شخص نہایت مصیبت کے اندر ہے اور سو روپے
کی چیز دس روپے میں مجبوری کی وجہ سے فروخت کرتا ہے تو آپ نے مشتری کو حکم دیا کہ اسکو نہ خریدنا
67 چاہیے **عن حکیم بن حزام** ص ۲۲۸/۱۶ لا تبع ما لیس عندک ابن المنذر فرماتے ہیں کہ اسکی ۱۶
چند صورتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ مبیع دوسرے کے پاس ہو اور وہ اسکو فروخت کرے تو ممکن ہے کہ مشتری کو اپنے نہ
(۲) ایک غلام دوسرے کا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں اسکو خرید کر تجھے فروخت کرتا ہوں ممکن ہے کہ وہ غلام
کا مالک اسے فروخت نہ کرے حافظ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر ثانی حدیث کے مضمون کے مناسب ہے اب اسکی
اسمیں اختلاف ہے کہ اگر اسکو وہ دوسرے کا غلام فروخت کر دیا تو بیع ہو جائیگی یا نہیں اگر اسکی اجازت
ملے - ائمہ ثلثہ کے نزدیک اگر اصل مالک نے اجازت دیدی تو بیع ہو جائیگی امام شافعی کے نزدیک
68 نہیں ہوگی کیونکہ یہ بیع الفضول ہے **عن ابی ھریرۃ** ص ۲۲۸/۱۹ عن بیعتین فی بیعۃ اسکی تفسیر ابن عمر ۱۹
اور ابو عبید کرتے ہیں کہ اسکی دو صورتیں ہیں (۱) یہ چیز دس روپے کی فروخت کرتا ہوں اگر نقد ہو اور
اگر ادھار تو بیس روپے کی فروخت کرتا ہوں (۲) اپنا گھر اس شرط پر تمہارے اندر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ
تم اپنا غلام پانچ سو کا مجھے فروخت کر دو - صاحب ہدایہ نے اسی شرط کی صورت یہ بیان کی کہ میں اپنا
70 گھر فروخت کرتا ہوں بشرطیکہ ایک ماہ اسکے اندر میں قیام کروں گا **وعنہ** ص ۲۲۸/۲۲ **قال** لا یحل سلف ۲۲
ولا بیع اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص فروخت کرے دس روپے کی بشرطیکہ پانچ روپے مشتری بائع کو قرض دے
ولا شرطان فی بیع اسکا ایک مطلب تو وہ ہے جو حدیث ابو ہریرہ کے اندر بیعتین فی بیعۃ کے تحت بیان کیا
گیا دوسری صورت یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ یہ کپڑا تجھ سے خریدتا ہوں بشرطیکہ تو اسکو دھو دے
اور سی دے اسکو منع فرمایا اب یہ کہ دو شرطوں کی ممانعت ہے کیا ایک شرط بھی جائز ہے یا نہیں امام احمد
اس حدیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہوئے جواز کے قائل ہیں جمہور کے نزدیک ایک شرط بھی لگانا
جائز نہیں ہے اور استدلال کرتے ہیں لا یحل سلف ولا بیع سے کہ وہ سلف سے شرط ہی مراد ہے اور سوال

2870 پیدا ہوا کہ دو شرطوں کی صراحۃ کی کیا ضرورت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس وضع اور ورع کو رفع کرنے کیلئے کہ ۲۲۸/۲۲
کہیں شاید اگر ایک شرط مشتری لگائے اور ایک شرط بائع لگائے تو یہ جائز ہوگا ایک جزء حدیث پاک کا ہے
4 ربح مالم یضمن اور ایک شخص نے کسی دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے کسی دوسرے کے ہاتھ
71 فروخت کر دی اس کو منع فرمایا **عن ابن عمر** ؓ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں دراہم کو دنانیر کے بدلہ
اور اس کا عکس کر کے بیچا کرتا تھا مثلاً اگر اس پر پانچ دینار واجب ہوتے تو میں اس کے بدلے پانچ اور چھ ۲۴
لیتا ہوں اور اگر پانچ درہم کسی پر واجب ہوتے تو اس کے عوض میں پانچ یا چھ دینار لیتا ہوں تو یہ
جائز ہے یا نہیں حضور ﷺ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں کیسے تو جائز ہے لیکن یہ کہ سعر الیوم ہو
اور ثانی یہ ہے کہ تقابض ہو۔ جمہور کے نزدیک سعر الیوم کی شرط اتفاقی ہے ابن ابی لیلیٰ اور امام احمد کے
72 نزدیک یہ ضروری ہے اور تقابض کی شرط سب کے نزدیک ضروری ہے **عن العداء بن خالد**
اس حدیث پاک کے اندر حضور ﷺ کو بائع اور مشتری عداء بن خالد کو قرار دیا گیا ہے ایسا ہی سنن۔ طبقات ۲۷
ابن سعد۔ ابن شاہین۔ معرفۃ الصحابہ لابن مندہ۔ معانی الآثار وغیرہ کے اندر ہے لیکن بخاری شریف
کے اندر اس کا عکس وارد ہوا کہ بائع تو عداء بن خالد ہیں اور مشتری سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
اب علماء کے اندر اختلاف ہو گیا کہ کون سی حدیث صحیح و راجح ہے بعض نے کہا کہ سنن کے اندر صحیح ہے
ابن حجر نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ بخاری کے اندر جس حدیث کے اندر کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ دونوں اشتراء یا بیع کے معنی میں ہے۔ عینی کہ لفظ بیع اضداد میں ہے کہ دراصل یہ بیع تقابض
73 کی اور اس کے اندر جو ایک مشتری اور بائع ہوتا ہے **عن النبی** ؐ اس حدیث بیع فرائیر دنیا ان ۲۲۹/۲
کا ثبوت ہوا۔ علامہ عینی نے نقل کیا ہے کہ یہ بیع المزایدہ کے نزدیک جائز ہے امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ
یہ بیع مکروہ ہے۔ اسحاق بن راہویہ۔ امام اوزاعی کے نزدیک یہ بیع غنائم اور مواریث کے ساتھ خاص ہے

باب الفصل الاول ۴

75 **عن ابن عمر** ؓ کھجور میں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک نر کھجور ہیں اور ایک مادہ کھجور ہیں تو اہل عرب کیا کرتے
پھول کو دوسرے پیڑ کو لگا دیتے جس سے کہ پھل عمدہ آتا اس کو تأبیر کہتے ہیں۔ اگر تأبیر کے بعد کسی نے ۷
کھجور کا درخت فروخت کر دیا تو پھل بائع کا ہوگا اور درخت مشتری کا ہوگا ہاں اگر پھل کی بھی شرط لگا دی تو وہ
پھل بھی مشتری کا ہو جائیگا اس مسئلہ کے اندر کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اگر قبل التأبیر درخت فروخت کیا تو
امام صاحب کے نزدیک مسئلہ کی شکل وہی رہے گی جو پہلے مسئلہ کی ہے کہ پھل بائع کا ہوگا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
پھل مشتری کا ہوگا کیونکہ حضور نے اس حدیث پاک کے اندر بعد التأبیر کی قید لگائی ہے ہم کہتے ہیں کہ مفہوم
مخالف ضعیف ہے۔ اور چونکہ عادۃً بیع بعد التأبیر ہوتی ہے تو بیان واقع کیلئے قید لگائی ہے
قید احترازی نہیں ہے۔ بعض سلف کے نزدیک دونوں صورتوں میں پھل مشتری کا ہوگا اور حکم حدیث پاک
کے اندر عبد و غلام کے متعلق فرمایا کہ فمالہ للبائع الخ اس سے معلوم ہوا کہ عبد مال کا مالک ہو سکتا ہے لیکن ۹
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ امام مالک کے نزدیک مالک ہو جائیگا یہی امام شافعی کا قول قدیم ہے اور بخاری کا

2875 اتفاق ہے کہ وہ مالک نہیں ہوگا اور فرمایا کہ اس اضافت تخصیص کیلئے ہے اب یہ کہ اپنے کپڑوں کا کیا حکم ہے ۲۲۹/۹
76 جمہور شوافع کے یہاں بائع کیلئے ہوں گے اور ہمارے یہاں ان کا مالک مشتری ہوگا عن جابر [ص ۲۲۹/۱۰] اس حدیث سے ۱۰
معلوم ہوا کہ سواری کی بیع بشرط الرکوب جائز ہے اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام مالک کے نزدیک اگر
مسافت قریب ہے تو جائز ہے امام شافعی اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ
77 یہاں شرط حقیقۃ نہیں تھی بلکہ یہ تو عاریۃ کے طور پر تھا عن عائشہ [ص ۲۲۹/۱۳] اس حدیث کے اندر حضور نے فرمایا کہ ۱۳
خریدیا اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع مکاتب جائز ہے چنانچہ امام مالک امام احمد کا یہی مذہب ہے۔ امام شافعی اور
حنفیہ امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ حضرت بریرہ کی رضامندی کی بنا پر تھا
دوسرا یہ کہ آپ نے فرمایا "واشترطی" اس پر اشکال ہوا کہ یہ تو شرط باطل تھی آپ نے اس کے لگانے کا کیسے حکم دیا
جواب ۱ قاضی یحیی بن اکثم نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے اس واشترطی کی وجہ سے جواب ۲ وہ یہ شرط کا حکم
نہیں تھا بلکہ یہ امر تہدید کے لئے تھا جواب ۳ اشترطی لھم کے اندر لام علی کے معنی میں ہے یہ امام طحاوی نے توجیہ فرمائی ہے
لیکن امام نووی نے اس توجیہ کو ضعیف قرار دیا ہے الولاء لمن اعتق الخ [illegible] کے اندر [illegible] ہوگا
اتفاق ہے کہ جائز نہیں ہے ایسے ہی ہبہ کی بیع بھی جائز نہیں ہے۔ عروۃ بن الزبیر اور حضرت میمونہ سے جواز منقول ہے
کہ بیع ہبہ جائز ہے جمہور کا استدلال اس مسئلہ کے اندر اسکے بعد والی ابن عمر کی حدیث سے ہے

الفصل الثانی

80 عن عبداللہ بن مسعود [ص ۲۲۹/۲۲] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ~~[illegible]~~ اگر بائع اور مشتری کے اندر اختلاف ۲۲
ہو جائے تو بائع کا قول معتبر ہوگا یہ اس وقت ہے جبکہ بائع قسم کھائے اور مبیع موجود ہو اور پھر مشتری
سے بھی کہا جائیگا کہ تو بھی قسم کھا اگر اس نے انکار کر دیا تو بائع کا قول معتبر ہے اور اگر اس نے بھی قسم کھا لی تو
دونوں کے درمیان تفریق ہو جائیگی اور اگر مبیع معدوم ہے تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ قول مشتری کا ہوگا
امام شافعی فرماتے ہیں کہ اول مسئلہ والی صورت اسکی بھی ہوگی امام مالک امام احمد کے دونوں قول ہیں۔ امام
شافعی کا استدلال یہی حدیث ہے ہم کہتے ہیں کہ اس حدیث کا محمل وہ صورت ہے جبکہ مبیع موجود ہو۔

باب السلم والرہن

(الفصل الاول) ۲۵۰/۸

83 عن ابن عباس [ص ۲۵۰/۹] بیع سلم کو بیع سلف بھی کہتے ہیں اسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ روپیہ پیشگی دیدیا اور کہدیا ۹
کہ فلاں ماہ کے اندر فلاں غلہ ہم کو اتنی قیمت پر دینا ہے باوجودیکہ بیع معدوم ہے لیکن آپ نے اسے جائز
فرمایا ہے اس حدیث کے اندر وارد ہوا الی اجل معلوم اس سے معلوم ہوا کہ یہ بیع موجلاً ہو سکتی ہے تعجیل
اس بیع کے اندر جائز نہیں ہے یہی امام صاحب امام احمد امام مالک کا مذہب ہے اور اسی حدیث سے استدلال ہے
86 امام شافعی کے نزدیک تعجیل بھی ہو سکتی ہے عن ابی ہریرۃ [ص ۲۵۰/۱۲] اس حدیث سے امام احمد نے استدلال کیا کہ ۱۲
مرتہن کو رہن سے انتفاع جائز ہے ائمہ ثلثہ کے نزدیک جائز نہیں ہے کیونکہ اس کے اندر ربوا لازم آئیگا
اور وہ منسوخ ہے اور یہ کہ "[illegible]" کا مطلب یہ ہے کہ اگر راہن یہ نفع اسکا حاصل کر رہا ہے تو
راہن کو چاہیے کہ وہ نفقہ دے [illegible]

باب الاحتکار

۲۵۰ / ۵۰

احتکار کے معنی لغت کے اندر حبس و منع کے ہیں۔ اصطلاح کے اندر کہتے ہیں حبس الطعام حین احتیاج الناس الیہ
اس کے اندر اختلاف ہے کہ احتکار خوراک کے اندر ہوتا ہے یا کسی شئی تک خاص ہے۔ امام مالک امام
ابو یوسف، سفیان ثوری کے نزدیک ہر شئی کے اندر احتکار ہوتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اقوات کے
ساتھ خاص ہے اور ان کے علاوہ میں نہیں ہوتا۔ اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بازار میں بھاؤ مندہ
ہو رہا ہے تو سامان کو روک لے تاکہ جب مہنگا ہو جائے تو فروخت کریں یہ جائز نہیں ہے۔

الفصل الثانی

2894 ۱۵۱ عن انس: اس حدیث پاک کے اندر آپ نے نرخ مقرر کرنے سے انکار کر دیا۔ علامہ شوکانی نے مالکیہ اور شافعیہ کا ۱
مذہب نقل کیا ہے کہ اگر کار تاجر ظلم اور تعدی کر رہے ہوں تو حاکم کے لئے جائز ہے کہ وہ نرخ مقرر کر دے۔ حنابلہ
اور شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے ۔۔۔

باب الافلاس والانظار ۱۰

(الفصل الاول)

افلاس مفلس ہونا، مفلس کو مفلس اس لئے کہتے ہیں کہ پہلے وہ دراہم و دنانیر والا تھا اور اب وہ صاحب فلوس ہو گیا
ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا کہ افلاس باب افعال سے ہے سلب ماخذ کے لئے ہے لہذا اخرج فلوس والا جو ہو وہ مفلس ہے

99 عن ابی ہریرۃ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی چیز خریدی اور بعد میں وہ مفلس ہو گیا اور ۱۱
قاضی نے اس کے افلاس کا حکم لگا دیا تو اگر وہ مبیع اس کے پاس بعینہٖ موجود ہے تو بائع کو لینے کا حق ہوگا
اس کے دوسرے قرضخواہ کا اس کے اندر حصہ نہیں ہوگا لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے۔ امام صاحب
فرماتے ہیں کہ افلاس کا حکم اگر قبل القبض ہے تو مبیع کا مالک ہوگا وہی اس کا مستحق ہے اور اگر افلاس
کا حکم بعد القبض ہے تو اس کے اندر سب غرماء شریک ہوں گے یہی مذہب ابراہیم نخعی حسن بصری
شعبی وغیرہ کا ہے اس کے برخلاف امام مالک امام شافعی امام احمد طاؤس اوزاعی اسحاق بن راہویہ
داؤد ظاہری کے نزدیک صرف بائع کا ہوگی۔ لہذا یہ حدیث ان کی مستدل ہے۔ حنفیہ کی طرف سے اس کا
جواب (۱) یہ ہے کہ یہ حدیث محمول ہے اس صورت پر جبکہ قبل القبض افلاس کا حکم ہو۔ اس پر اعتراض ہوا کہ
صحیح کے اندر بعد القبض کی قید آئی ہے لہذا قبل القبض سے جواب دینا صحیح نہیں۔ اب جواب (۲) ہوگا وہ یہ کہ
امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ مغصوب و ودیعت۔ طحاوی وغیرہ اس حدیث کا محمل ہیں اب اس پر بھی
اعتراض وارد ہوا مسلم شریف کے اندر ہے کہ بائع اس کا مستحق ہوگا لہذا جب بیع کی تصریح ہے
تو عاریۃ مغصوب و ودیعت پر محمول کیسے صحیح ہے لہذا اب جواب (۳) ہو یا جائے گا کہ علامہ کشمیری فرماتے
ہیں کہ یہ حکم قضاءً نہیں ہے بلکہ دیانۃً یہ حکم ہے پھر اس کے اندر اختلاف ہے کہ اگر اس مبیع کے اندر
تغیر ہو جائے تو پھر بھی مالک اس کا مستحق ہوگا یا نہیں امام شافعی کے نزدیک وہی مستحق ہوگا اور باقی ائمہ کے
2905 نزدیک اس وقت حکم بدل جائے گا۔ ۳۵۱ عن ابی رافع: اس حدیث سے امام مالک امام شافعی امام احمد ۲۲
امام اوزاعی لیث بن سعد نے استدلال کیا کہ حیوان کا قرض جائز ہے۔ امام محمد سفیان ثوری اور
فقہاء کوفہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ [illegible] اس حدیث کا جواب (۱) یہ ہے کہ اس روایت
لازم آتا ہے لہذا منسوخ ہے جواب (۲) علامہ انور شاہ کشمیری شارح مشارق کے اندر تحریر فرماتے ہیں کہ حقیقت

2906 پر فرض دیا گیا تھا اور پھر اس قیمت کے برابر ایک اونٹ دیدیا گیا عن ابی ھریرۃ ص ۲۵۱/۲۲ ۔ اس کے اندر جلانے کے 251/25
مصداق میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ کافر تھا اور بعض نے کہا کہ اداء کے نا واقف ایک اعرابی تھا دوسری
چیز اس حدیث کے اندر یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نے خرید کر دیا اور اس کے بعد حدیث کے اندر گذرا کہ
آپ نے اہل صدقہ کے اندر سے دیا جواب ۱ مستحقین صدقہ سے خرید کر اہل صدقہ میں سے اونٹ دیا تھا۔
جواب ۲ مستقرض خرید کر دیا اور پھر اہل صدقہ میں سے ادا کر دیا و عنہ ص ۲۵۱/۲۴ ۔ مطل الغنی اضافت اگر فاعل 27
کی طرف ہے تو مطلب یہ ہے کہ مالدار کو چاہئے کہ وہ کسی کے مال میں ٹال مٹول نہ کرے اور اگر اضافت مفعول کی طرف ہے
تو مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مالدار کا کوئی قرض وغیرہ کسی کے ذمہ ہے تو مالدار سمجھ کر اس کو ٹال مٹول نہ کرنی چاہئے
آگے آپ نے فرمایا فاذا اتبع احدکم علی ملی فلیتبع اس سے حوالہ کا جواز اور ثبوت ہوا اب اس کے اندر اختلاف ہے
کہ فلیتبع کے اندر امر استحباب کے لئے ہے یا وجوب کے لئے ابو ثور ابن جریر اور ظاہریہ کے نزدیک وجوب کیلئے ہے
اور جمہور کے نزدیک استحباب کیلئے ہے اب دوسرا مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ محتال اور محتال علیہ کی
رضا بھی شرط ہے یا نہیں امام صاحب کے نزدیک دونوں کی رضاء شرط ہے امام احمد کے نزدیک کسی کی رضاء
شرط نہیں ہے امام شافعی کے یہاں محتال علیہ کی رضاء شرط ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر محتال اور محتال علیہ
کے درمیان دشمنی ہے تو محتال علیہ کی رضاء شرط ہے اور اگر دشمنی نہیں تو رضاء شرط نہیں ہے

09 **عن سلمة بن الاکوع** ص ۲۵۲/۵ ۔ اس حدیث کے اندر جو حضرت ابو قتادہ کا قول علی دینہ نقل کیا گیا ہے 252/5
اس کے ذریعہ ثلثہ نے استدلال کیا کہ الکفالۃ عن المیت ثابت اور جائز ہے امام صاحب کے نزدیک جائز
نہیں ہے اور اس حدیث کا جواب ہے کہ یہ کفالت نہیں ہے بلکہ فی الحقیقۃ تبرع اور وعدہ تھا۔

15 **الفصل الثانی عن ابی ھریرۃ** ص ۲۵۳/۲۰ ۔ نفس المؤمن سے مراد روح مراد ہے اور معلقۃ کے معنی ہیں کہ علماء 20
بیان فرمائے (۱) اس کی روح جنت کے اندر نہیں پہنچی (۲) معذب رہتا ہے (۳) صالحین کے زمرہ کے اندر
16 نہیں پہنچتا ہے **عن البراء بن عازب** ص ۲۵۳/۲۲ ۔ لیتکوا الی ربہ وحدہ الخ وحدہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ دین 22
دین کی وجہ سے جنت کے اندر نہ جاسکیگا اور جنت کی نعمتوں اور اپنے مددگاروں سے محروم رہا اب تیسرا حکم
قرض کی شکایت کرتا کیا آگے چلکر مصنف نے ایک روایت نقل کی ہے جس کے اندر حضرت معاذ کے مال کے متعلق
حضور کے فعل کا بھی تذکرہ ہے کہ آپ نے ان کے مال کو فروخت کر دیا اس کے متعلق علامہ توربشتی فرماتے ہیں کہ
یہ حدیث غیر مستقیم المعنی ہے کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے حضرت معاذ سے کچھ کہے سنے بغیر ان کے مال کی
بیع فرمادی حالانکہ بعد اگر یہ چاہئے تھا کہ حضرت معاذ سے کہتے کہ [illegible] بیچ کر تمہارے ذمہ جن لوگوں کا قرض
ہے ان کو ادا کرو اگر ادا نہ کرتے تو پھر قید کرنا چاہئے تھا جیسا کہ قانون شرعی ہے۔ ملا علی قاری نے
علامہ توربشتی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو اس وجہ سے غیر مستقیم المعنی کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ ایسا کیوں
کیسے معلوم ہوا کہ حضور نے ان کی رضاء کے بغیر ان کے مال کو فروخت کر دیا۔ عبد ضعیف کہتا ہے کہ دراصل
ملا علی قاری علیہ سے مذکورہ کی بات نہیں سمجھے چونکہ علامہ توربشتی بڑے پکے حنفی ہیں تو وہ اپنے قول
میں بات کے اندر حنفیہ کا کام بنا لیتے ہیں دراصل اپنے کلام سے حنفیہ کے ایک مسئلہ کی

2916 طرف اشارہ فرمایا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی شخص زیادہ قرضدار ہو جائے اور ادا نہ کر پا رہا ہو تو کیا امام اور ۲۵۲/۲۲
حاکم کو حق ہے کہ اسپر حجر قائم کر دے اور اسکو حق تصرف سے روک دے یا حق نہیں ائمہ ثلاثہ کے
نزدیک اسپر حجر کر دیا جائیگا اور اسکی مال وغیرہ کو فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جائیگا اور حضرت
امام صاحب کے نزدیک اسپر حجر وارد نہ ہوگا اور نہ اسکی مال وغیرہ کی بیع کر سکتا ہے تو اس مسلک کی بنا
19 پر اس حدیث کو ضعیف اور غیر مستقل المعنی قرار دیدیا گیا ہے فافہم وتدبر **عن الشرید** :- (ص ۲۵۳/۲) ۲۵۳/۲
اس حدیث کے اندر فرمایا کہ مالدار آدمی اگر ٹال مٹول کرے تو وہ اپنی آبرو کو گراتا ہے اب اس مسئلہ
کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کوئی مالدار ہے اور ہو بھی قرض ادا نہیں کرتا تو اسکا کیا حکم ہے امام صاحب کے
21 نزدیک حبس کیا جائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاکم اسکی مال کو فروخت کر دیگا **عن ثوبان** (ص ۲۵۳/۸)
اس حدیث پاک کے اندر جناب غل الکفن کے دخول جنت کو تین چیزوں پر مرتب کیا کبر سے غلول سے دین سے ۸
اسکی وجہ یہ ہے کہ کبر کے معنی تکبر کے ہیں تو جیسے غل الکفن وغیرہ کو چھوڑا تو اس نے اپنے مالک کے سامنے
تکبر کیا ایسے ہی غل الکفن کا شرک سے آقا و مولی سے غلول اور خیانت ہے ایسے ہی دین کا ادا نہ
کرنا بھی خیانت ہے تو جو ان امور کے اندر مبتلا ہوگا تو وہ شرک غل الکفن کرگیا اسوجہ سے ان اشیاء
کا شوق بھی شرک غل الکفن سے ہے یا یہ کہا جائیگا کہ غل الکفن وغیرہ جو حقوق اللہ میں سے ہے اور ان پر جب
ترتیب ہوا دخول جنت کا ایسے ہی بعض حقوق عباد کے بھی ہیں جن پر جنت کا ترتیب ہوتا ہے تو ان کے
اندر اگرچہ حقوق اللہ کا ذکر نہیں ہے لیکن ان کے اندر آپ نے حقوق العباد پر تنبیہ کی ہے **الفصل**
24 **الثالث عن سوید بن قیس** :- جلبت انا ومخرفة تاریخ بخاری اور کتاب الکنی کے اندر مخرفہ ہیم (ص ۲۵۳/۱۴)
کے ساتھ واقع ہوا اور بعض روایات کے اندر مخرمہ آتی کے ساتھ واقع ہوا دونوں قریب قریب موقع ہیں ۱۴
فاشتیا یہ مکہ کے اس علاقہ سے بنی اور ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت کے اندر تصریح ہے - اس حدیث
سے معلوم ہوا کہ حضور نے سراویل خریدا ہے لیکن اسکے اندر اختلاف ہے کہ آپ نے پہنا ہے یا نہیں ؟
مولانا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ کی رائے ہے کہ خریدنا ثابت ہے پہننا ثابت نہیں ہے حافظ
ابن قیم وعلامہ سیوطی کی رائے ہے کہ آپ نے پہنا بھی ہے اسی طرف حافظ کا رجحان ہے اور استدلال
ایک روایت سے جو مسند الموصلی اور معجم طبرانی کے اندر حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ صحابہ نے جب
آپ سے عرض کیا کہ اتلبس السراویل کیا آپ بھی سراویل پہنتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا کہ نعم فی السفر والحضر
اس روایت کو اگرچہ لوگوں نے ضعیف کہا ہے موضوع تک قرار دیا ہے اور اسکی اسناد کے اندر ایک راوی یوسف
25 نامی متہم بالوضع ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ نے پہنا بھی ثابت ہے **عن جابر** :- فقضانی وزادنی (ص ۲۵۳/۱۷)
یہاں پر زیادتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے طلب عقد کے اندر نہیں تھی بلکہ خارج عقد تھی ورنہ ربوا ہونا ۱۷
28 لازم آئیگا **عن سعد بن الاطول** مات اخی ان کے بھائی کا نام ایاس بن الاطول ہے اور کہ (ص ۲۵۳/۲۱)
چلا ہے کہ فوت ہوئے تو اس لئے حضور نے اسکو فرمایا کہ فانہا صادقۃ یہ آپ نے یا تو اسوجہ سے ۲۱
فرمایا کہ آپ کو پہلے سے علم تھا کہ اسکا قرض ہے یا رب کو وحی اور الہام کے ذریعہ معلوم ہو گیا ہوگا

ص۲۵۴ باب الشركة والوكالة

حافظ فرماتے ہیں کہ شرکت وہ اصطلاح ہے جو بین الرجلین مال کے اندر نفع حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے ۲۵۴/۴
کبھی مضاربت کو اس کیلئے بھی مطلقاً استعمال ہوتا ہے اور وکالت اسم ہے توکیل کا باب تفعیل سے کسی کو ذمہ دار بنا دینا

2934 **الفصل الثانی عنہ** ص۲۵۴/۱۵ :- اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر قرضدار کسی کا قرض ادا نہ کرے اور ۱۵
پھر قرضخواہ کو اسکا کوئی مال کسی جگہ سے مل جائے تو آیا اس کے اندر سے اپنا قرض وصول کر سکتا ہے
یا نہیں امام احمد کے نزدیک ممنوع ہے یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے دوسری روایت امام شافعی کا
یہ ہے کہ اگر وہ مال اسکے قرض کی جنس سے ہے تو لے سکتا ہے یہی امام صاحب کی ایک روایت ہے تیسری روایت
امام شافعی کا یہ ہے کہ غیر جنس سے لیکر دوسرے کی جگہ لے سکتا ہے یعنی اگر اسکے ذمہ سونا قرض تھا
اور اسکو اسکے مال میں سے چاندی ملی تو لے سکتا ہے ایسے ہی اسکا عکس بھی جائز ہے چوتھی روایت
امام شافعی سے یہ ہے کہ مطلقاً لینا جائز ہے امام مالک سے بھی امام شافعی کی مثل روایات مروی ہیں
جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ اس حدیث کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ولا تخن من خانک
جو لوگ عدم جواز کے قائل ہیں وہ جواب دیتے ہیں کہ اگر حدیث بالکل اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو یہ صاحب حق
کے خلاف ہی ہے کیونکہ آپ نے خیانت سے منع فرمایا ہے اور اپنا حق اسکے اندر سے لینا خیانت نہیں ہے

ص۲۵۴/۲۴ باب الغصب والعاریة ۲۳

(الفصل الاول)

محقق ابن الہمام فرماتے ہیں کہ غصب اصطلاح شرع کے اندر کہتے ہیں کسی کا مال بغیر حق حاصل کرنا بغیر حق
38 **عن سعید بن زید** ص۲۵۴: اس حدیث سے جو سات زمین کا طوق گلے میں ڈالا جانا معلوم ہوا ہے یا تو حقیقت پر ۲۴
39 محمول ہے یا پھر کنایہ ہے خسف زمین کے اندر دھنسنے سے **عن ابن عمر** ص۲۵۴/۲۶ :- ایک مسئلہ مختلف فیہ
ایک شخص جا رہا ہے زاد راہ ختم ہوگیا اب کھانے کی ضرورت پیش آئی تو راستے کے اندر جو جانور دودھ والے ۲۵۴/۲۶
ملے یا کوئی پھل والا باغ ملا تو آیا اس کے اندر سے کچھ لے سکتا ہے یا نہیں؟ امام احمد کی اصح الروایۃ
اسحاق بن راہویہ کے نزدیک مطلقاً اسکو لینا جائز ہے خواہ اسکو حاجت ہو یا نہ ہو۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
بلا اجازت کے نہیں استعمال کر سکتا اور حالت اضطرار کے اندر اسکو شرط ہے کہ لے سکتا ہے کہ پھر ادا کرے
اور اللہ کو گواہ بنائے اس حدیث سے استدلال کیا کہ آپ نے بغیر اذن کے لینے سے منع فرمایا حضرات امام احمد استدلال
ص۲۵۶ پر شروع صفحہ کے اندر حضرت حسن سے مروی ہے اور اسکے بعد والی حدیث ابن عمر سے مروی ہے ان
دونوں سے استدلال ہے کہ آپ نے مطلقاً کھانے کی اجازت مرحمت فرمائی اب ان دونوں حدیثوں اور
اس متن والی حدیث کے اندر تعارض ہوگیا اب دفع کیلئے چند جوابات دیئے گئے ہیں (۱) یہ ابن عمر کی
روایت ارجح ہے متفق علیہ ہونے کی وجہ سے (۲) یہ حدیث محرّم ہے مبیح پر راجح ہوگی
(۳) ترجیح کی ضرورت نہیں بلکہ دونوں کے اندر جمع کیا جا سکتا ہے بغیر اجازت کے کھانے والی حدیث مالک کی
رضا پر محمول ہے اور اجازت والی عدم رضا پر محمول ہے (۴) عدم اجازت کی حدیث عام ہے کہ حکم
پر محمول ہے اور اجازت کا اور حدیث کے اندر وہ دن شمار ہوں گے کہ جن میں بغیر اجازت کے کھا سکتے ہیں
40 **عن النبی** ص۲۵۵ :- بعض نسخوں کے اندر ام المؤمنین حبیبۃ الرسول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آتا ہیں وہ اور اہل الحدیث ۲۵۵/۱

2940 کے مصداق میں تین قول ہیں ۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ۲۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ۳۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۲۵۵/۱
اصح یہ ہے کہ یہ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اور جو طعام انہوں نے حضور کے پاس بھیجا
تھا وہ حلوہ تھا جیسا کہ ابن حزم ظاہری کی روایت کے اندر تصریح ہے لیکن جب وہ حلوہ حضرت عائشہ کے
گھر پہنچا تو ان کو غیرت اور حیاء آگئی کہ حضور میرے گھر کے اندر ہوتے ہوئے دوسرے کے گھر کا کھانا تناول فرمائیں گے
یہی مطلب ہے غارت امکم کا یعنی مخاطب یا تو موجودین کو ہے یا تمام امت کو ہے اسلئے کہ وہ تمام امت
کی مائیں ہیں۔ دیگر جملہ حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور نے اس ٹوٹے ہوئے پیالہ کا بدلہ صحیح سالم دوسرا پیالہ
بھیج دیا۔ درس کا علمی پہلو یہ ہے کہ حنابلہ اور داؤد ظاہری نے یہ استدلال کیا کہ اگر کسی شخص سے کسی کی کوئی شئی ہلاک
ہو جائے تو اس کے مثل دینا واجب ہے خواہ وہ کسی شئی سے متعلق ہو ذوات القیم ہو یا ذوات الامثال ہوں۔ ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک ذوات الامثال کے اندر مثل اور ذوات القیم کے اندر قیمت دی جائیگی یہی امام مالک کی ایک روایت
ہے دوسری روایت امام مالک کی یہ کہ ہر شئی کے اندر قیمت واجب ہوگی ذوات الامثال سے ہو یا ذوات القیم سے
اور تیسری روایت ہے کہ جو عرف ہے اس کے اندر وہی دیا جائیگا اب یہ حدیث ائمہ اربعہ کے مذہب کے خلاف ہے
بنا بر جواب کی ضرورت ہے امام بیہقی نے جواب دیا کہ وہ پیالہ حضور ہی کا تھا آپ نے دوسرا اسلئے بھیج دیا تاکہ
دل شکنی نہ ہو جواب ۲ ممکن ہے کہ وہ اس پیالہ کے بدلے پر راضی ہو گئی ہوں جواب ۳ ممکن ہے کہ وہ تمام پیالے ایک
ہی نوع کے بعض ہوں اور اس صورت کے اندر وہ ذوات متقارب کے اندر داخل ہوں گے

(الفصل الثانی)

44 عن سعید بن زید ۲۵۵/۱۵ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص نے کوئی موات زمین یعنی وہ زمین جو شہر سے دور ہو ۱۵
اور اس کے اندر کسی کا حق نہ ہو اگر کسی نے اسکے اندر زراعت کی تو وہی اسکا مالک ہے یہی امام احمد امام شافعی کا
مذہب ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ بغیر اجازت امام کے وہ اس زمین کا مالک نہ ہوگا امام مالک فرماتے ہیں کہ
اگر اس زمین کا تعلق شہر کے قریب سے ہے یا بستی سے تو بغیر اجازت امام کے مالک نہ ہوگا اور اگر قریب سے
خارج ہے تو مالک ہو جائیگا۔ امام صاحب کا مستدل طبرانی کی روایت ہے معاذ بن جبل سے کہ انما للمرء ما طابت
به نفس امامه اور ایسے ہی صعب بن جثامہ سے مروی ہے کہ لا حمی الا للہ و رسولہ سے استدلال ہے امام صاحب
47 کے ساتھ مکحول ابن مسیب ابن سیرین ابراہیم نخعی وغیرہ ہیں عن عمران بن حصین ۲۵۵/۱۹ اس حدیث کا اسی ۱۹
جلب و جنب کی تفسیر ما قبل کے اندر گزر چکی آگے آپ نے فرمایا کہ ولا شغار فی الاسلام شغار کہتے ہیں کہ ایک
شخص کہے کہ میں تیری لڑکی سے نکاح کرتا ہوں اس شرط پر کہ میری لڑکی کا نکاح تجھ سے ہو یہ ہی بدلہ مہر ہو جائے
یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ناجائز اور امام صاحب کے نزدیک جائز ہے احناف حضرات فرماتے ہیں کہ نفس نکاح کو اگر مہر
قرار دیں تو امام صاحب کے نزدیک نکاح ہی جائز نہیں ہے اور اگر الگ سے کوئی مہر کا ذکر کیا یا ایسی کسی بات کا ذکر کیا جو
مہر مثل بن سکتا ہے تو اب یہ نکاح جائز ہے اور یہ ماخوذ ہے شغر الکلب سے کہ وہ ٹانگ
اٹھا کر پیشاب کرتا ہے ایسے ہی وہ شوہر دوسرے کی مخدرہ کی ٹانگ اٹھا لیگا اسلئے شغار کہتے ہیں
51 عن حرام بن سعد بن محیصۃ ۲۵۵/۲۵ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر جانور کسی کا نقصان کر دے تو کیا حکم ۲۵
ہوگا؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مالک اس سواری اور جانور کے ساتھ ہے تو اس کو ضمان دیا جائیگا

2951 ورنہ ضمان واجب نہیں ہے ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ اگر مالک کے ساتھ ہے تو ضمان واجب ہے اور اگر اس جانور کے ساتھ ۲۵۵/۲۵
اس کا مالک نہیں تھا تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو رات کو اس نے نقصان کیا اس صورت کے اندر ضمان
واجب ہوگا کیونکہ اس کے اندر مالک کی کوتاہی ہے کہ رات کو عام طور پر سب جانور باندھے جاتے ہیں اس کو کیوں
نہیں باندھا اور اگر دن کے اندر نقصان پہنچایا تو ضمان واجب نہیں ہے کیونکہ اس صورت کے اندر خود اس کی
کوتاہی ہے صاحب ماشیہ کی کوتاہی نہیں ہے اور ان لوگوں کا اس حدیث سے استدلال ہے حنفیہ کا
52 استدلال صحاح ستہ کی روایت سے ہے الرجل جبار۔ عن ابی ہریرۃ۔ اس حدیث کے اندر فرمایا کہ ۲۵۶/۱
الرجل جبار اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ کسی دابہ نے کسی کو لات (ٹانگ) ماردی تو ضمان نہیں ہے ابن حزم
کہتے ہیں کہ مصنف نے یہ مطلب بیان کیا کہ سلاف کے اندر اگر کوئی شخص دوسرے کے قدم کے اندر گر جائے تو
ضمان واجب نہیں ہوگا۔ النار جبار اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی اور اتفاق سے ہوا
خوب تیز چلی جس سے وہ آگ دوسرے کے گھر کو [illegible] نقصان پہنچا تو اس پر ضمان واجب نہیں ہے
55 معنی اس حدیث کی تصحیح حاکم نے کی ہے اور ابن حزم بالفاظ صحیح ہے عن امیۃ بن صفوان حضور اقدس صلی اللہ ۶
علیہ وسلم نے یوم حنین کے اندر صفوان سے تیس (۳۰) ذرع (زرہ) عاریۃ لی تھیں اور حضرت صفوان اس
وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ عاریۃ پر لینے کے بعد اگر شئی مستعار ضائع
ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے امام شافعی امام احمد کے نزدیک ان کا ضمان دینا پڑے گا امام ابوحنیفہ کے نزدیک ضمان
واجب نہیں ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ شئی عاریۃ کے وقت یا تو ظاہر الہلاک تھی یا نہیں اگر ظاہر الہلاک
تھی تو ضمان واجب نہیں اور اگر ظاہر الہلاک نہیں تھی تو ضمان واجب ہے۔ امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر
واپسی کی شرط طے ہوئی قرار دی تو ضمان ہے ورنہ ضمان نہیں ہے امام احمد شافعی نے اس حدیث سے استدلال کیا
ہے حنفیہ کا استدلال ابوداؤد کی حدیث سے ہے علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ ضمان دو طرح کا ہوتا ہے ایک
ضمان اداء ایک ضمان فوت۔ اول کا مطلب یہ ہے کہ وقت پر اس کو ادا کرنے کا ضامن ہوں اور ثانی کا
مطلب یہ ہے کہ اگر فوت ہوگی تو میں ضمان دوں گا لہذا اس حدیث کے اندر مضمونۃ سے ضمان اداء
مراد ہے کیونکہ ایک دوسری روایت کے اندر حضور اقدس کا حکم ہے اب دونوں طرح کی احادیث کے اندر جمع پیدا ہوگا
نیز روایت مضمونۃ سے معلوم ہوا کہ کچھ ذرع ضائع ہو گئیں تھیں تو حضور نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کا
ضمان دیدوں اس سے معلوم ہوا کہ وہ ضمان واجب نہیں تھا ورنہ اس کی مشیت پر ادا واجب کیوں معلق فرماتے

باب الشفعة

شفعہ یہ شفع سے ماخوذ ہے جو ضم کے معنی میں ہے اور اصطلاح فقہاء کے اندر کہتے ہیں مبیع کا مالک ہو جانا ۱۷
اس قیمت کے بدلے جس کے ساتھ مشتری مالک ہوا تھا بغیر رضاء بائع کے۔ شفعہ کی تین قسمیں ہیں ایک
شفعہ فی حق المبیع ایک شفعہ فی نفس المبیع اور ایک شفعہ فی الجار۔ اول اور ثانی قسم کے اندر کوئی اختلاف
نہیں ہے البتہ شفعہ جار کے اندر اختلاف ہے کہ دوسرے پڑوسی کو بھی شفعہ کا حق ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک
نہیں ہے۔ امام صاحب، حماد بن سلیمان، عطاء فرماتے ہیں کہ دوسرے پڑوسی کو بھی حق ہے جو کہ شفعہ

2961 جار کا انکار کر رہے ہیں وہ اس باب کی پہلی حدیث حضرت جابرؓ سے استدلال کرتے ہیں کہ اذا وقعت الحدود 256/17
وصرفت الطرق فلا شفعۃ اس میں آپ نے شفعہ کی نفی فرمادی ہے حنفیہ کا استدلال طحاوی کی روایت انس بن مالک
سے مروی ہے کہ جار الدار احق بالدار سمرہ بن جندب سے سنن، مسند احمد، معانی الآثار کے اندر ایک
روایت مروی ہے کہ جار الدار احق بالدار اور اسی قسم کی حدیث حضرت علی، ابن مسعود وغیرہ سے مختلف
کتب کے اندر مروی ہے جس سے جار کا مذہب ثابت ہوتا ہے۔ اب یہ کہ اس باب کی پہلی حدیث جو
حضرت جابرؓ سے مروی ہے جو ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا اس کا کیا جواب ہوگا اس کا جواب ۱
یہ ہے کہ شفعہ کی تین قسمیں ہیں اس حدیث کے اندر شفعہ فی نفس المبیع اور شفعہ فی حق المبیع
کی نفی ہے اور ثالث قسم کا ثبوت دوسری احادیث سے ہے جواب ۲ اس حدیث کے اندر اذا وقعت
الحدود الخ مرفوعا نہیں ہے بلکہ مدرج ہے حضرت جابرؓ کا قول ہے جو النبویؐ نے اپنی طرف سے فرمایا شوافع نے
اعتراض کیا کہ آپ کے مستدل کے اندر الجار احق بالدار میں جار سے شریک مراد ہے لہذا آپ کا استدلال
بھی ختم ہو گیا جواب ہم یہ دیں گے کہ جب حقیقی معنی مراد لینا صحیح ہے تو مجاز کی طرف رجوع کیا کیا جائے
جواب ۳ حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ جب شریکین اپنا مال تقسیم کرتے ہیں تو چونکہ ہر جزء کے اندر دو کا
شریک ہوتا ہے تو اب جب تقسیم ہوگئی تو یہاں مبادلۃ البعض الاجزاء ببعض پایا گیا اور بیع کے
اندر بھی مبادلہ ہوتا ہے تو کوئی اس قسم کو بیع سمجھکر اس کے اندر شفعہ کا دعوی نہ کرے اس لئے
اس حدیث کے اندر اس شفعہ کی نفی فرمائی ہے۔ اب یہ کہ جار سے کیا مراد ہے حنفیہ کے نزدیک وہ
جار مراد ہے جس کا گھر ملاصق ہو اور دوسرا جانب دوسرے گھر کے دروازے سے ملا ہو اب یہ کہ کہاں تک جار
کیلئے حق ہوگا یعنی کون کون جار شمار کیا جائیگا اس کے اندر حنفیہ سے روایات مختلف ہیں (۱) چالیس
دس گھر تک تمام لوگ جار ہیں (۲) چالیس گھر تک جار کا حکم ہے (۳) پچاس گھر تک ہے

62 **الفصل الاول** (ص ۲۵۶/۱۸) **وعنہ قال:** یہ مسئلہ کے اندر اتفاق ہے کہ ایک آدمی نے اپنے شریک سے 18
کہا کہ میں اپنا گھر فروخت کر رہا ہوں تو اگر شفعہ کا دعوی کرنا چاہے تو کر دے اس نے انکار کر دیا اور دوسرے
کو بیع کی اجازت دیدی تو اب اجازت کے بعد اس کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں حسن بصری، ابو عبید،
سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حق شفعہ نہیں ہے امام احمد سے دونوں روایتیں ہیں جمہور کے نزدیک حق شفعہ
باقی ہے کیونکہ یہ حق بیع کے وقت موجود ہوتا ہے لہذا قبل البیع اجازت اور عدم اجازت سے فرق
64 نہیں پڑتا بلکہ اصل شفعہ کا دعوی بیع کے وقت ہے **عن ابی ہریرۃؓ** (ص ۲۵۶/۲۳): اس حدیث کے اندر 23
آپ نے فرمایا کہ اپنے پڑوسی کو لکڑی وغیرہ دیوار کے اندر لگانے سے منع نہ کرو اب یہ کہ یہ حکم کیسا ہے
امام صاحب کے نزدیک استحبابی ہے اہل حدیث اور امام احمد کے نزدیک وجوبی ہے امام شافعی امام مالک
69 دونوں روایات ہیں **الفصل الثانی** (ص ۲۵۷/۳) **عن ابن عباس:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شفعہ 257/3
ہر شئی کے اندر ہوتا ہے یہی مذہب ہے عطاء ابن ابی رباح کا۔ جمہور کے نزدیک غیر منقولات کے اندر شفعہ ہوتا ہے
اور منقولات کے اندر نہیں ہوتا البتہ امام صاحب کے نزدیک تابع ہوکر شفعہ منقولات کے اندر بھی ہوتا ہے

۲۵۷ ص

2970 عن عبد اللہ بن حبشی: یہ حبشی ہیں کہ اللہ بعض کو وہم ہوا یہ الحبشی ہے۔ من قطع سدرۃ الخ 257/4
کہ جھاڑ دار درخت کے کاٹنے سے بھی آدمی جہنم میں جائیگا اب اس کی سند و مطلب کے اندر اختلاف ہے۔
(۱) بعض نے کہا کہ اس مکہ کی سدرۃ مراد ہے (۲) مدینہ کی مراد ہے (۳) مملوک سدرۃ مراد ہے (۴) ایسے
جنگل کے اندر ہو جس سے لوگ نفع حاصل کرتے ہوں (۵) امام مزنی فرماتے ہیں کہ غیر کی سدرۃ مراد ہے

ص ۲۵۷

71 **الفصل الثالث عن عثمان:** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کنویں کے اندر شفعہ ہے یہی امام محمد 7
اور شافعی کا مذہب ہے امام مالک اور امام احمد بن حنبل سے دونوں قول منقول ہیں۔

باب المساقاۃ والمزارعۃ 8

مساقاۃ مفاعلۃ کا مصدر ہے سقی یسقی سے ماخوذ ہے سیراب کرنا اس کا معنی ہیں۔ مساقاۃ کہتے ہیں کہ کسی کو درخت
وغیرہ دے دینا تاکہ وہ اس کی پرورش کرے اور سیراب کرے اور جو پھل ہوگا اس کے اندر دونوں شریک ہونگے
مزارعۃ کی صورت یہ ہے کہ کھیتی کسی کو دے دینا تاکہ وہ اس کے اندر زراعت کرے اس کی چند صورتیں ہیں
(۱) زراعت کے لئے زمین دیکر روپیہ کے عوض میں مثلاً ایکڑ اور دو سو روپے دے دینا (۲) غلہ کے بدلے
زمین دینا مثلاً یہ کہ کسی کو زمین کے اندر زراعت کرنا ہے اس کے عوض میں اندر دو من غلہ دیدینا
(۳) زمین دے مثلاً نصف یا ربع یا ثلث حصہ پیدا ہوگا (۴) زمین دے لیکن کہہ دے کہ اس کی فلاں
جانب کا غلہ خاص طور سے دیدیا جائیگا۔ اب علماء کے اندر اختلاف ہے کہ مزارعۃ اور مساقاۃ جائز ہے
یا نہیں اور ان کی صورتوں میں سے کونسی صورت جائز ہے اور کونسی ناجائز ہے حضرت عبداللہ بن عمر اور طاؤس سے نقل
کیا کہ مزارعۃ مطلقاً ناجائز ہے ربیعہ کہتے ہیں کہ اگر روپیہ وغیرہ کے بدلے اندر زراعت کی تو جائز ہے
ورنہ نہیں یعنی مذکورہ چاروں صورتوں میں سے اول صورت جائز ہے باقی ناجائز ہیں۔ چوتھی صورت بالاتفاق
تمام کے نزدیک ناجائز ہے اور باقی تین صورتوں کے اندر اختلاف ہے امام صاحب کے نزدیک اجرۃ
پر زمین کو دینا جائز ہے خواہ وہ اجرۃ غلہ ہو یا روپیہ ہو یعنی پہلی صورت اور دوسری صورت کا جائز ہے
تیسری ناجائز ہے لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تیسری بھی جائز ہے یہ مسئلہ تو مزارعۃ کے متعلق تھا۔
(ب) مساقاۃ کا مسئلہ شروع ہوا اس کے اندر بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں (۱) ناجائز ہے یہ امام صاحب
کا مذہب ہے (۲) امام احمد صاحبین اسحاق بن راہویہ اکثر صحابہ اور تابعین کے نزدیک مطلقاً جائز ہے
(۳) اگر تبعاً ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں یعنی جو زمین باغ کے اندر خالی پڑی ہوئی ہے لیکن اس کے
پاس کچھ درخت ایسے ہیں کہ ان کو لئے بغیر مساقاۃ مشکل ہے تو جائز ہے یہ بعض سلف سے منقول ہے
امام صاحب جو عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ صورۃ مخابرہ کے اندر داخل ہے
اور آپ نے مخابرہ سے منع فرمایا ہے لیکن اس وقت صاحبین کے مسلک پر فتویٰ ہے کہ مساقاۃ

ص ۲۵۷

72 جائز ہے جمہور فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا عمل صورت ثالثہ پر ہے **الفصل الاول عن عبد اللہ بن عمر:** 9
یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہے اور جو لوگ صورت ثالثہ کے جواز کے قائل ہیں ان کا مستدل ہے حنفیہ کی طرف
سے جواب اس حدیث کا یہ ہے کہ یہ تقسیم خراج المقاسمہ تھی یعنی آپ نے ان پر خراج مقرر فرمایا تھا کہ نصف

2974 عنوۃ فتح ہوا تھا تو یہ خراج اور جزیہ کے طور پر تھا مزارعت کے طور پر نہیں تھا عن حنظلۃ بن قیس: (ص ۲۵۷/۱۳) ۲۵۷/۱۳
اس حدیث سے بھی ائمہ ثلاثہ نے صورت ثالثہ کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن مصنف نے فرمایا کہ و کان
الذی نہی عن ذلک الخ اس کے اندر اختلاف ہے کہ یہ کس کا قول ہے بعض نے کہا کہ امام بخاری کا قول ہے اور
76 بعض نے رافع بن خدیج اور بعض نے لیث بن سعد کا قول قرار دیا ہے عن عمرو: (ص ۲۵۷) — اس حدیث سے 18
معلوم ہوتا ہے کہ طاؤس کے نزدیک مزارعت جائز ہے حالانکہ اس کی ترجمۃ الباب کے اندر طاؤس کا قول نقل
کیا گیا ہے کہ طاؤس کے نزدیک مزارعت مطلقاً جائز نہیں ہے اب دونوں کے اندر تعارض ہو گیا لیکن اسکا
جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے جواز مزارعت و مخابرہ معلوم نہیں ہوتا کیونکہ طاؤس کا فرمانا ان اعطیہم
78 المنیحۃ کا مطلب یہ ہے کہ اعانت کیلئے دیتا ہوں مخابرہ کے طور پر نہیں دیتا عن ابی امامۃ: (ص ۲۵۷/۲۳) — 22
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھیتی کرنا ذلت ہے — علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ اصول المکاسب تین ہیں
زراعت، تجارت، صناعت اور پھر ان کے اندر اولویت کے اعتبار سے اختلاف ہے بعض نے زراعت
کو اور بعض نے تجارت کو اولیٰ و افضل قرار دیا ہے اب یہی و ترجیح کے نزدیک زراعت اولیٰ ہے الا کہ یہ
حدیث خلاف ہے اب اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ذلت نفس زراعت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ
79 فرائض و واجبات وغیرہ کے اعتبار سے ذلت کہا گیا الفصل الثانی عن رافع بن خدیج: (ص ۲۵۷/۲۳) — اگر کوئی 24
بغیر اجازت کے زمین کے اندر زراعت کرے تو امام احمد فرماتے ہیں کہ وہ زمین کا مالک نہیں ہوگا بلکہ وہ اصل مالک کی
رہے گی اور صاحب بذر کو اجرت ملے گی جمہور کے نزدیک صاحب بذر کی ملک ہو جائیگی اور زمین والے کو زمین کی اجرت ملیگی

باب الاجارۃ (ص ۲۵۸/۳) ۲۵۸/۳

(الفصل الاول)

83 عن ابی ہریرۃ: (ص ۲۵۹/۴) — ما بعث اللہ نبیا الخ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام نے بکریاں چرائی ہیں 46
اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ان کو چرانے سے آدمی کے اندر سیاست کا اندازہ ہوتا ہے تو امت کی سیاست
اور طریقہ کا علم حاصل کرنے کیلئے یہ کام انبیاء کرام کیساتھ خاص ہوا — نیز بکریوں کے اندر اطاعت ہوتی ہے اور
اونٹ وغیرہ کے اندر شر ہوتا ہے تو اسلئے اس جانور کی خصوصیت رکھی نیز بکری کے اندر تواضع ہوتی ہے
کنت ارعی علی قراریط الخ ابراہیم حربی ابن ناصر اور قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ ایک جگہ کا نام ہے ابن الجوزی نے
اس حدیث کی تصویب کی ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ قیراط کی جمع ہے کیونکہ اہل عرب خود نہیں جانتے کہ
85 قراریط کوئی جگہ ہے یا نہیں عن ابن عباس: (ص ۲۵۹) — ان نفرا یہ حضرات صحابہ کرام تیس نفر تھے 9
لدیغ کہتے ہیں عقرب گزیدہ کو اور سانپ گزیدہ پر بھی استعمال ہوتا ہے اور بعض روایت کے اندر سلیم
وارد ہوا ہے بجائے لدیغ کے اور سلیم سانپ گزیدہ کو کہتے ہیں اور یہ نام تفاؤل کے طور پر ہے
اور شخص جو لدیغ تھا یہ ان اہل ماء کا سردار تھا فانطلق رجل منہم یہ حضرت ابو سعید خدری ہیں
فقرأ بفاتحۃ الکتاب یہ سورۃ انہوں نے سات مرتبہ پڑھی تھی اس حدیث کے اندر ایک مسئلہ تو یہ معلوم ہوا
کہ رقیہ پر اجرت جائز ہے یہی ائمہ اربعہ کا مذہب ہے دوسرا مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ قرآن پر بھی اجرت
جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے — امام صاحب اسحاق بن راہویہ کے نزدیک جائز نہیں ہے

2985 رکھتے ہیں کہ رقبہ اور قراۃ قرآن کے اندر کوئی فرق نہیں ہے جب اول جائز ہے تو ثانی کے اندر بھی کوئی ۲۵۸/۹
اشکال نہیں ہے۔ ابو حنیفہ (متاخرین) کا مسلک بھی یہی ہے کہ قراۃ قرآن پر اجرت جائز ہے۔

للسائل حق الخ یعنی وہ جب تمہارے پاس سے آ گیا دینی عزت کو ختم کر کے بھیک مانگتا ہے اور نہایت ذلت برداشت
کرتا ہے تو اس کی آبرو کا خیال کر کے کچھ عوض دیدینا چاہئے

باب احیاء الموات والشرب (الفصل الاول) ۲۵۹/۱

ص ۲۵۹
93 عن عروۃ [illegible] قال خاصم الزبیر رجلا الخ اس رجل کے مصداق میں مختلف قول ۴
ہیں (۱) حمید (۲) حاطب ابن بلتعہ (۳) ثعلبہ بن حاطب اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں ثم ارسل الماء
یعنی بعض کے نزدیک فاضل پانی کو اور بعض کے نزدیک دونوں پانی کو چھوڑ دیا جائیگا سیراب کرنے کے اندر حق سبک
پہلے اعلی اور پھر اسفل ہے اسفل ثم الاسفل الخ چلتا ہے ایسے ہی حدیث کے اندر وارد ہوا ہے اب
یہ کہ اعلی اور اسفل کا مطلب کیا ہے بعض نے کہا کہ یہ مطلب ہے اعلی کا کہ جس نے سب سے پہلے احیاء الموات
کیا اور پھر اس کے بعد جس نے کیا وہ اسفل ہے لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے بلکہ الاقرب ثم الاقرب سے ثم الاقرب
مراد ہے آگے وارد ہوا الی الجدر بعض روایات کے اندر الی الکعبین وارد ہوا ہے اول سے مراد دیوار
کی جڑیں ہیں تو جب پانی دیوار کی جڑوں میں پہنچتا ہے تو عام طور سے کعبین تک پہنچ جاتا ہے۔
اب یہ کہ یہ رجل کون تھا اس کی یہ حرکت کیسی تھی بعض نے کہا کہ یہ منافق تھا بعض کے نزدیک یہودی تھا لیکن
علماء تو اس کی توجیہ کرتے ہیں کہ اپنی صحابیت کی وجہ سے تقاضائے بشریت لا شک کہہ یا ورنہ وہ مسلمان تھا
بعض نے کہا کہ حاطب بن ابی بلتعہ تک تو قصہ صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ اہل بدر میں نہیں ہیں لیکن ممکن ہے
94 کہ بعد الفاظ کے اندر وہ صحیح ہوں اس لئے اس کو انصاری سے تعبیر کر دیا۔ عن ابی ہریرۃ (ص ۲۵۹/۷) اس کے اندر آپ نے ۷
فضل ماء کے فروخت سے منع فرمایا امام مالک کے نزدیک فضل ماء کو ساقی پر خرچ کرنا واجب ہے اور اکثر کے
96 نزدیک واجب نہیں ہے الفصل الثانی عن الحسن (ص ۲۵۹/۱۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زمین پر دیوار ۱۲
گھیرے تو وہی مالک ہو جاتا ہے یہی مذہب امام احمد کا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دیوار بلند اور مضبوط ہو۔
جمہور کے نزدیک اس زمین کے اندر زراعت اور احیاء کے ذریعہ وہ مالک ہوگا محض دیوار کھینچنے سے مالک نہ ہوگا
3000 عن ابیض بن حمال اس حدیث کے اندر وارد ہوا فاقطعہ یہ اقطاع اس زمین کے اندر ہوتا ہے ۱۷
جو کسی کی ملک نہ ہو اقطاع کہتے ہیں تعیین قطعۃ من الارض وغیرہ۔ نیز اقطاع تیار شدہ چیز کا جائز
نہیں ہے بلکہ ایسی شئ کا ہونا چاہئے جس کے اندر مشقت وغیرہ ہو۔ جب انہوں نے جا کر لگانے لگے
کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ما لم تنلہ اخفاف الابل اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ آبادی سے اتنی
دور ہو کہ جہاں لوگوں کی ضرورت وابستہ نہ ہو دوسرا مطلب یہ ہے کہ شہر سے باہر ہو دوسرا مطلب یہ ہے کہ
3002 اونٹ چرنے کو جاتا ہے یہ دوسرا مطلب ہے کہ جگہ پر اونٹ نہ پہنچ سکے عن اسمر بن مضرس (ص ۲۵۹/۲۲)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانی جس شخص کو پہلے مل جائے گا وہ اسی کا ہے لیکن اس کی وہ ۲۲
کرنے ظروف وغیرہ کے اندر حاصل کیا ہو ورنہ آبار، عیون، نہروں وغیرہ کا پانی تو ہر شخص کیلئے عام ہے

باب العطایا

(الفصل الاول)

عطیہ: دی ہوئی شیٔ کو کہتے ہیں اور یہ مفہوم کے اعتبار سے صدقہ اور ہدیہ دونوں کو عام اور شامل ہے

3008 عن ابن عمرؓ ص ۲۶۰/۱۱: اصاب ارضاً اس زمین کا نام ثمغ ہے اس حدیث سے [illegible] استدلال کیا گیا کہ 11
وقف جائز ہے یہی جمہور کا مذہب ہے شریح کے نزدیک وقف کرنا جائز نہیں ہے اب اس مسئلہ کے اندر اختلاف
ہے کہ وہ ملک سے واقف کی نکلتا ہے یا نہیں جمہور کے نزدیک ملک سے نکل جاتا ہے اور وہ وقف لازم ہو جاتا ہے
امام صاحب، عطاء ابن سائب، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کے نزدیک ملک سے نہیں نکلتا اور نہ لازم ہوتا ہے
ہاں اگر حاکم نے وقف کا فیصلہ کر دیا تو لازم ہو جائیگا اسی طرح اگر آدمی کہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ وقف ہے
تو اس کا کیا حکم ہے اس کے اندر حنفیہ میں اختلاف ہے صاحب قدوری کی رائے یہ ہے کہ امام صاحب کے یہاں لازم
ہو جائیگا اور صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے یہاں لازم نہیں ہوگا محقق ابن ہمام نے لکھا ہے
کہ اب فتوی اس بات پر ہے کہ وقف کے اندر لزوم ہے صاحبین کے قول پر عیسی بن ابان نے امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ
3009 پہلے وہ بیع وقف کے قائل تھے بعد میں رجوع فرما لیا تھا عن ابی ہریرۃ ص ۲۶۰/۱۵ اس حدیث کے اندر فرمایا 15
کہ العمریٰ جائزۃ عمریٰ کا مطلب یہ ہے کہ یہ مال تمہارے لئے تمہاری عمر تک کیلئے دیتا ہوں اس کی تین صورتیں ہیں
(۱) تمہارا اور تمہارے بعد تمہاری اولاد کیلئے یہ زمین دیتا ہوں تمام ائمہ کے نزدیک یہ صورت صحیح ہے
اور معمر لہ اس زمین کا مالک ہو جائیگا اور پھر اس کے اندر وراثت چلے گی (۲) یہ کہدیا کہ تمکو تمہاری عمر کیلئے دیتا ہوں
بس صرف اتنا کہے اولاد وغیرہ کا ذکر نہ کرے تو شوافع کا اصح قول حنفیہ، حنابلہ کا اور جمہور علماء کے نزدیک
معمر لہ اس کا مالک ہوگا اور پھر اس کے ورثہ اس کے وارث ہو جائینگے شوافع کے اس کے اندر تین قول اور ہیں ۱
ایسا کرنا صحیح نہیں اور یہ کہنا باطل ہے ۲ عاریت کے اندر شمار ہوگا وہ مالک ہوگا ۳ عمر تک منتفع رہیگا اور
پھر واپس مالک حقیقی کے پاس چلا جائیگا (۳) یہ کہے کہ میں اپنا گھر تم کو دیتا ہوں اور تمہارے مرنے
کے بعد یہ گھر میرا ہو جائیگا شوافع، حنفیہ کے نزدیک جو مالک ہو جائیگا لیکن شرط باطل ہو گی یہی ایک
قول حنابلہ کا ہے دوسرا قول حنابلہ کا ہے شرط کی وجہ سے مرنے کے بعد پھر اصلی مالک کی طرف لوٹ آئیگا
دوسرا مسئلہ مختلف فیہ یہ ہے کہ عمریٰ کی ذات کا مالک ہوتا ہے جمہور کے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک منافع کا
14 مالک ہوتا ہے **الفصل الثانی** ص ۲۶۰/۲۱ عنہ: اس حدیث کا دوسرا جزء ہے الرقبی جائزۃ عمریٰ کی تفسیر تو 21
گذر چکی اور رقبیٰ کی مشہور تفسیر یہ ہے کہ یہ گھر تمہارا تمہاری عمر تک پھر اگر تم پہلے مر گئے تو میں مالک ہو جاؤنگا
اور اگر میں مر گیا تو تم مالک ہو جاؤ گے یہ امام شافعی امام احمد امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے
امام صاحب امام مالک امام محمد کے نزدیک ناجائز ہے۔ [illegible] اور یہ لوگ حدیث جابر سے استدلال
کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا لا ترقبوا۔ حضرت گنگوہی فرماتے ہیں کہ رقبیٰ کی ایک تفسیر ما قبل کے علاوہ اور ہے
وہ یہ کہ ایک شخص کہے کہ میں یہ تمہیں ہدیہ دیتا ہوں اور تمہارے مرنے کے بعد میرا ہو جائیگا اس کے
اندر ہدیہ اور ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے لہذا جن روایات سے رقبیٰ کا جواز معلوم ہوتا ہے
ان کا محل یہ صورت ہے اور جن سے عدم جواز ثابت ہوتا ہے ان کا محل ما قبل والی تفسیر ہے
لہذا اب روایات کے اندر تعارض ختم ہو گیا۔

باب الفضل الاول

3018 عن ابن عباس اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ہبہ کو واپس لینا جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ ٢٦٠/٢٦
کے نزدیک ہبہ کو واپس لینا حرام ہے الا الوالد یعنی باپ بیٹے سے واپس لے سکتا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ غیر
ذی رحم محرم سے رجوع کرنے کے اندر کوئی اشکال نہیں ہے ائمہ ثلاثہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ امام صاحب
فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے آپ کا استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے اندر ہبہ سے رجوع کو کتے کے
فعل کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور کتے کا یہ فعل حرام نہیں ہے لہذا مشبہ بھی حرام نہیں ہوگا اور تشبیہ اوف قبیح ہونے
19 کے اندر ہے عن النعمان بن بشیر اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر کسی نے ایک بچے کو زیادہ دیا اور
دوسرے بچے کو کم حصہ دیا تو یہ جائز ہے یا نہیں ائمہ ثلاثہ بلکہ جمہور علماء کے نزدیک یہ ہبہ صحیح ہے ٢٧
اگرچہ فعل مکروہ ہے امام احمد، داؤد ظاہری، عروہ، طاؤس، مجاہد کے نزدیک یہ فعل ناجائز ہے
20 اور ہبہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ آپ نے فرمایا کہ لا اشھد علی جور الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو اس حدیث سے ٢٦١/٦
معلوم ہوا کہ اگر والد اپنے ولد کو ہبہ کرے تو رجوع جائز ہے یہی مذہب ائمہ ثلاثہ کا ہے امام صاحب کے نزدیک
رجوع کرنا جائز نہیں ہے اس حدیث کا مطلب ہے کہ اگر والد اپنے ولد کی چیز استعمال کرے
25 تو کوئی حرج نہیں ہے عن ابی ھریرۃ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اس کا مطلب ہے کہ جب کوئی شخص
کسی پر احسان کرتا ہے تو وہ حقیقتاً تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے پھر بندہ ایک قسم کا ذریعہ احسان کا ہوتا ہے ١٧
اس لئے اس ظاہر اور عام طور سے شکر ادا بھی کیا جاتا ہے لیکن جس شخص نے ایسے دنیاوی اور ظاہری محسن
کا شکر ادا نہ کیا تو گویا ایسا ہے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرنا … ہے جو شخص محسن کا شکر ادا نہ کرے
وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا [illegible] تمام محامد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹتے ہیں تو جب اس نے بندہ کا
حمد و شکر ادا نہ کیا تو گویا اللہ تعالیٰ کا بھی حمد و شکر نہ ہوا اس اعتبار سے من لم یشکر اللہ فرما دیا

باب اللقطة (الفصل الاول) ٢٦٢/٧

اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ التقاط اولیٰ ہے یا ترک اولیٰ ہے امام احمد کے نزدیک ترک اولیٰ ہے
یہی امام شافعی کی ایک روایت ہے۔ امام صاحب کے نزدیک دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا تو اس کو
ضائع ہونے کا خوف ہوگا یا نہیں اگر ہے تو التقاط اولیٰ ہے ورنہ ترک اولیٰ ہے اور اسی طرح یہی ہے کہ ترک
33 اولیٰ ہے عن زید بن خالد جاء رجل اس کے مصداق میں تین قول ہیں (۱) حضرت بلال (۲) حضرت
عمیر بن مالک (۳) حضرت سوید جہنی [illegible] اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تعریف کی مقدار ٧
کتنی ہے؟ امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام محمد کے نزدیک ایک سال تعریف ہوگی امام صاحب سے روایات مختلف
ہیں (۱) ایک سال تک (۲) اگر وہ لقطہ دس سے زیادہ درہم کی مقدار کا ہے تو ایک سال اور اگر اس سے کم
کی مقدار کا ہو تو ایک مہینہ اور اگر تین درہم سے زیادہ قیمت کا ہے تو تین دن تک تعریف ہوگی۔
صاحب محیط برھانی نے نقل کیا ہے کہ اگر سو درہم کی مقدار کا ہے تو تین سال تک تعریف ہوگی بعض لوگ
کہتے ہیں کہ اگر کوئی بڑی شئی ہے تو تعریف کی جائے گی اور کوئی مقدار متعین نہیں ہے اور اگر قابل اعتناء
اور کوئی عظیم الشان شئی نہیں تو پھر اس کی تعریف کی ضرورت نہیں ہے [illegible] آپ نے فرمایا فان جاء صاحبھا

3033 اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر مالک آجائے تو اسکو وہ مال دینا واجب ہے یا نہیں امام مالک امام احمد ٢٦٢ / ٨
کے نزدیک واجب ہے امام شافعی امام صاحب کے نزدیک دینا واجب نہیں ہے بغیر بینہ کے اگر بینہ لائے تو واجب ہے
اب یہ کہ اگر نہ آئے مالک تو پھر اس مال کا کیا کرے امام محمد شافعی امام احمد کے نزدیک خود وہ ملتقط
مالک ہو جائیگا۔ امام صاحب امام مالک کے نزدیک وہ مالک نہیں ہوگا بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ ملتقط دو حال سے
خالی نہیں یا تو امیر ہے یا غریب ہے اگر امیر ہے تو صدقہ کر دے اور اگر فقیر ہے تو اپنے اوپر خرچ کر دے جو
لوگ کہتے ہیں کہ وہ خود مالک ہو جائیگا وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور احناف اسکا غیر ملتقط والا
جواب دیتے ہیں حنفیہ کے نزدیک اس کا مالک نہیں ہوگا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ضالۃ الابل کا کیا حکم ہے یعنی اگر اونٹ
گم شدہ کسی کو ملا تو کیا کرے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک التقاط نہیں ہوگا امام صاحب فرماتے ہیں کہ اسکو بھی اٹھا لینا واجب ہے

35 قاضی خان نے ہمارے حنفیہ میں سے فرمایا کہ ترک اولیٰ ہے عن عبد الرحمن (ص ٢٦٢) حضور نے اس حدیث کے ١٣
اندر خصوصیت سے لقطہ حاج سے منع فرمایا کیونکہ حاجی کے لیے تو تعریف ممکن نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ بادجود اس کے
چلے جاتے ہیں تو تعریف سے ہوئے اندر فائدہ نہیں ہوگا ہاں اگر انشاد و تعریف کیلئے اٹھائے تو جائز ہے

37 الفصل الثانی عن ابی سعید (ص ٢٦٣) اس حدیث سے احناف حضرات استدلال کرتے ہیں کہ ملتقط مالک ہو جاتا ہے
حضرت گنگوہی جواب دیتے ہیں کہ یہ واقعہ تعریف سے قبل کا ہے جواب ٢ یہ ہے کہ وہ مضطر تھے اس لئے کھا لیا۔ ٢٠

باب الفرائض ٢٦٣ / ١

(الفصل الاول)

فرائض فریضہ کی جمع ہے مقدر کے معنی میں ہے چونکہ یہ حصے متعین و لکھے ہوئے مقرر ہیں وہ مقرر ہیں
علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ قطع سے ماخوذ ہے کیونکہ اس کے اندر ہر ایک کا حق کو قطع کر کے دیا جاتا ہے

42 عن ابن عباس (ص ٢٦٣) اس حدیث کے اندر فرمایا گیا لاولیٰ رجل ذکر اس پر اعتراض وارد ہوا کہ لفظ ذکر کی کیا ٤
ضرورت تھی اس کی چند وجوہ ہیں (١) خنثیٰ سے احتراز ہے (٢) رجل سے کبھی کامل فی الرجولیۃ یعنی بالغ
مراد ہوتا ہے تو یہاں بتلایا کہ یہاں بالغ مراد نہیں ہے بلکہ مطلقاً رجل مراد ہے (٣) کبھی رجل سے
شخص مراد لیا جاتا ہے جو معنی عام کو شامل ہے مرد و عورت سب کو شامل ہے تو یہاں ذکر بڑھا کر بتلایا کہ عورت
اس کے عموم سے داخل نہیں ہے (٤) اشارہ کر دیا اسباب کی طرف کہ تعصیب کے اندر رجل مذکر کا اعتبار ہے
(٥) علامہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ذکر کا تعلق رجل سے نہیں بلکہ لاولیٰ سے ہے کہ انسان کے اندر اولیٰ

43 رجل ہے عن اسامۃ بن زید (ص ٢٦٣) اس مسئلہ کے اندر بالاتفاق ہے کہ مسلمان کا وارث کافر نہیں ہو سکتا ٥
البتہ اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ کافر کا وارث مسلمان ہوگا یا نہیں جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ
کا مذہب ہے کہ وارث نہیں ہوگا۔ معاویہ۔ مسروق۔ سعید بن المسیب۔ اسحاق بن راہویہ۔ نخعی
کے نزدیک مسلمان کافر کا وارث ہوگا کیونکہ کتابیہ سے ہم نکاح کر سکتے ہیں اور وہ ہم سے نکاح نہیں کر سکتے
ایسے ہم ان کے وارث ہونگے اور وہ ہمارے وارث نہ ہونگے ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ کتابیہ کا
نکاح نص سے ثابت ہے اور یہاں عدم توریث نص سے ثابت ہے پہلا جواب ایک پہلو ہوگا دوسرا مسئلہ
ان کا مذہب وہ صورت کا دار قطنی کی ایک روایت ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی اسکا تقاضہ ہے کہ مسلمان

3043 تو وارث بنے اور کافر وارث نہ بنے بخاری طرف سے اس حدیث کا جواب[1] مسلم اس حدیث کا مطلب تو ۵
یہ ہے کہ ہم جب بین الاسلام والکافر ہو تو دو مسلمان شمار کیا جائیگا جواب[2] اس کا دار الحکم اسلام کو حاصل ہوگا
جواب[3] یہ ہے کہ آپ نے وقت اور الحاق کے اعتبار سے فرمایا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص مرتد ہو جائے کوئی اسکا وارث
بنیگا یا نہیں امام شافعی امام احمد کے نزدیک اسکا مال فئی ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد فرماتے ہیں کہ
مرتد کا مال اسکے ورثہ میں وراثت چلے گی اور اقارب وارث ہونگے امام صاحب فرماتے ہیں کہ مرتد نے جو مال کمایا
اگر اسلام کی حالت میں کمایا تو اسکے ورثہ وارث ہونگے اور اگر کفر کی حالت میں کمایا تو اسکا
مال بیت المال کے اندر داخل کر دیا جائیگا امام مالک فرماتے ہیں کہ دار الحرب چلا جائے وہاں مقیم ہو
یا جو وہ ورثہ کو محروم کرنے کیلئے مرتد ہوا تو اسکے مال کے اندر وراثت چلے گی اور اگر ایسی نیت سے مرتد نہیں ہوا
44 تو پھر بقول الشافعی عن انس (ص ٢٦٣) اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ذوی الارحام وارث ہونگے ۷
یا نہیں امام احمد امام اعظم کے نزدیک وارث ہونگے اور امام شافعی امام مالک کے نزدیک وارث نہیں ہونگے بلکہ
46 اسکا مال بیت المال کے اندر جمع کیا جائیگا الفصل الثانی عن عبد اللہ بن عمرو (ص ٢٦٣ / ٩) لا یتوارث اہل ملتین شتی ۹
اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے امام مالک اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب ہے کہ مسلمان کافر کا وارث
نہیں ہے اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہے۔ امام احمد امام مالک فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی ایک دوسرے کے
وارث نہیں ہونگے اور اصل اختلاف کا منشا یہ ہے کہ کفر تمام کا تمام ایک ملت ہے یا اسکے جتنے فرقے ہیں وہ سب
الگ ملت ہیں حافظ نے شافعیہ سے نقل کیا ہے کہ الکفر ملۃ واحدۃ لہذا یہودی نصرانی مجوسی وثنی وغیرہ
سب داخل ہیں حنفیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ مالکیہ فرماتے ہیں کہ النصاریٰ ملۃ والیہود ملۃ
48 والکفر ملۃ۔ حنابلہ کے یہاں ہر ایک الگ ملت ہے عن ابی ہریرۃ (ص ٢٦٣ / ١١) القاتل لا یرث کے اندر ۱۱
51 قاتل سے قتل مراد ہے جو قصاص کو واجب کرے عن کثیر بن عبد اللہ (ص ٢٦٣ / ١٣) اس حدیث کے اندر حلیف ۱۳
سے مولی الموالاۃ مراد ہے یعنی ایک مجہول النسب دوسرے معروف النسب سے کہے کہ اگر میں جنایت کروں تو تم
دیت دینا اور اگر میں مر جاؤں تو تم میرے وارث ہوگے تو یہ عقد جانبین سے ہوتا ہے اور اسکی جانبین
سے ہوتا ہے اور ثلث اس موالاۃ کے قائل ہیں اور حضرات امام صاحب کے نزدیک یہ موالاۃ صحیح ہے
52 عن المقداد (ص ٢٦٣ / ١٥) حضور نے فرمایا کہ انا مولیٰ من لا مولیٰ له جب میت کے کوئی وارث نہ ہو تو اسکا وارث ۱۵
وہ مولی ہوتا ہے جس نے اسکو آزاد کیا ہے جسکو مولی العتاقہ کہتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول
داعی نے تمام امت کو اخروی عذاب سے آزاد کرایا لہذا آپ بطریق اولی مولی العتاقہ کے طور پر وارث ہونگے
دوسرا جملہ اس حدیث کے اندر ہے الخال وارث اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ ذوی الارحام وارث ہونگے
یا نہیں جو لوگ ان کی وراثت کے قائل ہیں اور ان میں حنفیہ بھی ہیں ان کی ایک دلیل یہ حدیث ہے کہ الخال وارث
کیونکہ خال ذوی الارحام میں سے ہے اور بخاری شریف میں ان کی دلیل قرآن کا ارشاد گرامی ہے کہ واولوا الارحام
بعضهم اولی ببعض اب اس جملہ پر اعتراض ہوگا کہ الخال وارث من لا وارث له جب خال وارث
ہے تو لا وارث له کہنا کیسے صحیح ہے اسکا جواب ہے کہ نفی ذوی الفروض کی وراثت کی ہے اور ثبوت

3052 ذوی الارحام کی وراثت کا ہے۔ اس مسئلہ کے اندر سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام کا کوئی وارث نہیں ۲۶۳/۱۵
ہوتا سوائے شیعہ کے فرقے کے وہ کہتا ہے کہ انبیاء کرام کے بھی اللہ کے وارث ہوں گے اور یہ استدلال کرتے
ہیں قرآن پاک کی آیت وورث سلیمان داؤد سے مگر جن لوگوں کی عقلیں ان کے اعمال بد اور عقائد
فاسدہ کی وجہ سے مسخ ہو چکی ہیں ان کا کوئی علاج نہیں ان مجاہیل کو یہ تو سمجھ نہیں سکا کہ اور یہ
قرآن پاک کے اندر علم و نبوت حکومت و سلطنت کا ذکر ہے اس کی میراث مراد ہے اور انہوں نے
بغض صحابہ رضی اللہ عنہم کی وجہ سے افضل البشر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
اعتراض کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے باغ فدک میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حصہ نہیں دیا اور نعوذ باللہ
حضرت خلیفہ اول نے ان پر ظلم کیا لیکن ہمارا استدلال حضور کے ارشاد گرامی نحن معاشر الانبیاء لا نورث
ما ترکناہ صدقۃ سے ہے اسی ارشاد گرامی کے تحت حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ کو دینے سے انکار
فرمایا اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سکوت فرمایا یہ خود دلیل ہے اس بات کی کہ یہ حضور کا قول صحیح ہے
اب دوسرا مسئلہ باقی ہے کہ انبیاء بھی غیر کے وارث ہوتے ہیں یا نہیں۔ مالکیہ میں بعض کا قول ہے
کہ وارث ہوتے ہیں شافعیہ کا بھی یہی قول ہے حضرت گنگوہیؒ کی بھی یہی رائے ہے بعض حنفیہ نے انکار کیا ہے
53 **عن واثلۃ بن الاسقع** ۔ عورت وارث ہوتی ہے تین چیزوں کی جن میں ایک عتیق ہے کہ آزاد ۱۲
کیا ہو کیونکہ الولاء لمن اعتق۔ دوسری چیز لقیط ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لقیط اگر مر جائے
تو یہ عورت وارث ہوگی یہی اسحاق بن راہویہ کا مذہب ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک جن کے اندر ائمہ اربعہ ہیں
اسکا مال بیت المال کے اندر داخل کیا جائیگا خواہ یہ حدیث جمہور کے خلاف ہے لیکن اسکا مطلب یہ ہے
کہ لقیط کا مال جو بیت المال کے اندر ہے اگر اس کو مستحقین پر خرچ کیا جائیگا تو ان مستحقین کے
55 اندر سب سے احق وہ عورت ہوگی **عن عائشۃ** ۔ اس حدیث کے اندر حضور نے ایک لا وارث شخص کی ۲۱
میراث کو اہل قریہ میں سے کسی ایک کو دینے کا حکم دیا حالانکہ قاعدہ ہے کہ ایسے شخص کی میراث بیت المال کے
اندر جاتی ہے لہٰذا جواب یہ ہوگا کہ آپ نے بطور تصدق کے فرمایا جو آپ کا حق تھا آپ نے اسکو
57 سمجھ کر ایسا فرمایا۔ **عن علی** ۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ تجہیز و تکفین کے بعد وصیت کا اجراء ۲۵
سے پہلے دین کا اجراء ہوتا ہے اور قرآن پاک کے اندر وصیت کو دین پر مقدم کر دیا اسکی کیا وجہ ہے؟
تو حضرت علی نے بتایا کہ لوگ چونکہ وصیت کے دینے کے اندر کوتاہی کرتے تھے اور چونکہ اسکا کوئی مطالب
بھی موجود نہیں ہوتا سمجھتے تھے کہ اسکا اہتمام کرتے تھے بخلاف دین کے وہ تو خود بخود ادا کی دی جاتی
موجود ہے لہٰذا اسکو مؤخر کر دیا حالانکہ فی الحقیقۃ دین مقدم ہے وصیت پر دوسری بات حدیث کے اندر
59 یہ بیان کی گئی ہے کہ [illegible] **عن ھذیل بن شرحبیل** ۔ حضرت ۲۶۴/۷
ابو موسیٰ اشعری سے سوال کرنے والے نے [illegible] حضرت ھذیل میں تکملۃ الثلثین یعنی اگر کسی کی دو لڑکیاں ہوں تو اسکو
دو ثلث ملتا ہے اور اگر ایک لڑکی ہو تو نصف ملتا ہے اور یہاں ایک لڑکی ہے لہٰذا نصف اسکو ملیگا اور
پوتی لڑکی کے قائم مقام ہوتی ہے لہٰذا اسکو سدس دیا جائیگا تاکہ نصف اور سدس ملکر دو ثلث کی تکمیل ہو جائیگی

3059 اور اس حدیث کے اندر مسئلہ جو سے بنیگا اور اسکے صحیح جابر کی حدیث گزری ہے اسکے اندر مسئلہ جو ہے بیگا ٢٦٢/٧
60 عن عمران بن حصین :- اس حدیث کے اندر میراث کا مسئلہ ہے کہ ایک شخص مر گیا اسکا ایک پوتا اور دو ١١
لڑکی چھوڑا ہے تو آپ نے فرمایا دو لڑکی دونوں کو تو ثلثین ملیگا اور سدس بچے ملیگا اور آپ نے وہ سدس اسکو
دیدیا لیکن ایک سدس مال کا اور باقی تھا وہ آپ نے بھی بعد میں بلاکر پھر اسکو دیا اور ایک سدس کو اسلئے
نہیں دیا کہ وہ یہ وہم نہ کرے کہ شاید پوتے کو ثلث ملتا ہے اسلئے بعد میں آپ نے دیا اور دوسرا سدس کو
61 طعمہ فرمایا کہ ان السدس الآخر طعمۃ ۔ عن قبیصۃ بن ذؤیب :- جاءت الجدۃ کے اندر معلوم ہو ١٢
گیا کہ جدہ فاسدہ مراد ہے یا جدہ صحیحہ مراد ہے اب ایک سوال اس حدیث کے اوپر یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر نے
حضرت مغیرہ سے دوسرا آدمی گواہ طلب کیا جب السبوت واقع ہیں فرمایا بعض لوگوں نے جواب دیا کہ حدیث
کی روایت کرنے میں دو شاہدوں کا ہونا ضروری ہے لیکن یہ مسئلہ ضعیف ہے بلکہ جواب یہ ہے کہ حضرت
ابو بکر صدیق یا یہ حدیث کے اندر نہایت تحقیق تھی تو احتیاطاً دوسرا شخص طلب فرمایا عن ابن مسعود
جدات کی دو قسمیں ہیں ایک الوبات ایک امیات اگر میت کی والدہ موجود ہے تو یہ دونوں قسم کی
جدات ساقط ہو جاتی ہیں اسکے اندر اختلاف ہے کہ الوبات باپ کے موجود ہونے کے وقت میں ساقط
ہوتی ہیں یا نہیں ائمہ اربعہ کے نزدیک ساقط نہیں ہوتی اور حضرت علی، حضرت عثمان اور ابو الثور نے یہ اثبات
سے روایت ہے کہ امیات کی طرح جدات بھی ساقط ہو جاتی ہیں۔

64 عن تمیم الداری :- اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے ہاتھ پر اسلام لائے تو یہ شخص اسکی میراث کا وارث ٢٢
ہوگا اور یہ مولی الموالاۃ کی قسم ہے اور حنفیہ کا یہی مذہب ہے ائمہ ثلثہ کہتے ہیں کہ یہ منسوخ ہے کیونکہ آپ نے
فرمایا انما الولاء لمن اعتق اس کا اتفاق ہے کہ معتق کو ملے اور اس حدیث کا اتفاق ہے کہ اسلام لانے والے
کو ملے اب اگر ایک شخص غلام ہے وہ ایک کے ہاتھ پر مسلمان ہوا اور دوسرا شخص جسکا وہ غلام ہے اس نے اسکو آزاد
کر دیا تو اب اس حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ مسلمان کرنے والا وارث ہو اور دوسری حدیث کا اتفاق ہے
کہ وہ معتق وارث ہو دونوں حدیث کے اندر تعارض ہے لہذا الولاء لمن اعتق والی حدیث متفق علیہ ہے
وہی راجح ہوگی ہم کہتے ہیں کہ دونوں کے اندر تعارض دیکھ کر تکلف بے فائدہ کی وجہ سے پیدا ہو جب حنفیہ
ترتیب بیان کر دی تو پھر تعارض کا کیا مطلب حنفیہ مولی العتاقہ مقدم ہے اور پھر مسلمان کرنے والا ہے
65 اگر مولی العتاقہ نہیں تب مولی الموالاۃ وارث ہوگا ورنہ نہیں ۔ عن ابن عباس :- اس مسئلہ کے اندر ٢٧
اختلاف ہے کہ اگر معتق مر جائے تو اسکا معتق (آزاد کردہ) غلام وارث ہوگا یا نہیں بعض تابعین کا مذہب
یہ رہا ہے کہ وارث ہوگا لیکن ائمہ کے نزدیک وارث نہیں ہوگا اور اس حدیث کے اندر جو حضور نے دیا
68 ثابت ہے بطور تفضل کے تھا الفصل الثالث عن محمد بن ابی بکر :- حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ذوی الارحام وارث ٢٦٥/٦
نہیں ہونگے اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ذوی الارحام ہے اور آپ نے فرمایا لا ترث ۔ حنفیہ حنابلہ کے نزدیک وارث ہونگے

باب الوصایا ص ۲۶۵

وصایا وصیۃ کی جمع ہے یہ کبھی مصدر کے معنی میں آتا ہے اور کبھی اسم کے معنی میں آتا ہے اول صورت میں اندر الایصاء کے ۲۶۵/۶
معنی میں اور ثانی صورت کے اندر اس مال کو کہیں گے جس کی وصیت کی گئی ہے۔ وصی یصی ضرب یضرب سے آتا ہے
جوڑنے کے معنی میں شریعت کے اندر کہتے ہیں ہو عہد مضاف الی ما بعد الموت یا کہا جائے کہ ہو تصرف متعلق فیما
بعد الموت۔ وصیت کے اندر کبھی تبرع ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔ وصیت کے حکم کے اندر علماء کا اختلاف ہے
داود ظاہری۔ ابن جریر طبری۔ ابو عوانہ۔ امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ وصیت کرنا واجب ہے جمہور علماء
کے نزدیک وصیت کرنا مستحب ہے لیکن اگر کسی کا حق واجب ہے تو وصیت کرنا واجب ہے۔ اول فریق والے اس
باب کی پہلی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ما حق امرئ الخ اور حق کا استعمال واجب کے اندر
ہوتا ہے ہم کہتے ہیں کہ واجب اور مستحب دونوں کے اندر استعمال ہوتا ہے **الفصل الاول** عن سعد
3071 بن ابی وقاص ص ۲۶۵: حضرت سعد عام الفتح الخ صحیح بخاری کے اندر آٹھ جگہ پر یہ حدیث آئی ہے ایسے ہی مسلم شریف 11
کے اندر مسلم کی حدیث آئی ہے اس کا اکثر کے اندر بجائے عام الفتح کے عام حجۃ الوداع واقع ہے اور یہی صحیح
دونوں حدیثوں کے اندر جمع کیا گیا کہ تعدد واقعہ پر محمول ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ حدیث وہم ہے زہری کے شاگرد
میں سفیان ابن عیینہ اس کے ساتھ متفرد ہیں۔ آگے آپ نے فرمایا کہ ولیس یرثنی الا ابنتی الخ اس لڑکی کا
نام ام الحکم ہے بعض نے عائشہ بتلایا لیکن یہ وہم ہے کیونکہ اس وقت حضرت عائشہ پیدا نہیں ہوئیں۔ قال الثلث
والثلث کثیر الخ امام نووی نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ بغیر اجازت ورثہ کے ثلث مال سے زیادہ وصیت
کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ اگر وارث نہیں ہوں تو ثلث سے زیادہ میں وصیت جائز ہے
یا نہیں امام صاحب امام احمد اسحاق بن راھویہ۔ شریک بن عبداللہ کے نزدیک جائز ہے امام شافعی امام مالک کے
73 نزدیک ثلث سے زیادہ کے اندر وصیت جائز نہیں ہے **الفصل الثانی** عن ابی امامۃ ص ۲۶۵: اگر ورثاء کسی وارث ۲۰
کیلئے میت کو وصیت کی اجازت دیں تو وصیت جائز ہے یا نہیں عبد الرحمان بن کیسان الاصم کے نزدیک
جائز نہیں ہے۔ جمہور کے نزدیک جائز ہے پھر یہ مسئلہ کہ اس اجازت کے بعد ورثاء اپنی اجازت سے رجوع کر سکتے
ہیں یا نہیں جمہور کے نزدیک رجوع کا حق ہے حسن۔ ربیعۃ الرای۔ اوزاعی۔ [illegible] کے نزدیک رجوع کا
حق نہیں ہے امام مالک تفصیل فرماتے ہیں کہ اگر ورثاء نے اجازت صحت کی حالت کے اندر دی ہے تو رجوع
کا حق ہے اور مرض کے اندر اگر اجازت دی ہے تو رجوع کا حق نہیں ہے **الفصل الثالث**
77 عن عمرو بن شعیب عن ابیہ الخ ص ۲۶۶: کافر کو اعمال خیر کا ثواب اکثر علماء کے نزدیک دنیا کے ۲۶۶/۳
78 اندر پہنچتا ہے آخرت کے اندر نہیں پہنچتا ہے و ... عن النبی ص ۲۶۶: حضرت کو میراث الخ ۹
الشیء ... فرمایا ہے بحمدہ تعالی آج بروز ۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۵ھ کو جلد اول مشکوۃ شریف
بحول تام ہوگئی اللہ تعالی اس شان کے اندر فائدہ کامیابی نصیب کرے اور اس علم پر عمل کرنے دونوں کا عمل
کی توفیق نصیب فرمائے آمین ثم آمین یا رب العالمین فقط

العبد محمد سلمان الہاشمی المظاہری
۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۳۸۵ھ

دليل الطالب الى عنوان المطلوب

نمبر شمار		نمبر صفحه	نمبر شمار		نمبر صفحه
١	باب الستر	١٧	٣١	باب صلوة الضحى	١١٥
٢	باب السترة	٢١	٣٢	باب التطوع	١١٦
٣	باب صفة الصلوة	٢٧	٣٣	باب صلوة التسبيح	١١٧
٤	باب ما يقرأ بعد التكبير	٤٩	٣٤	باب صلوة السفر	١١٨
٥	باب القرأة فى الصلوة	٥١	٣٥	باب الجمعة	١٢٢
٦	باب الركوع	٧٢	٣٦	باب وجوبها	١٢٣
٧	باب السجود وفضله	٧٤	٣٧	باب التنظيف والتبكير	١٢٥
٨	باب التشهد	٧٦	٣٨	باب الخطبة والصلوة	١٢٦
٩	باب الصلوة على النبى صلى الله عليه وسلم	٧٨	٣٩	باب صلوة الخوف	١٢٧
١٠	باب الدعاء فى التشهد	٨١	٤٠	باب صلوة العيدين	١٣١
١١	باب الذكر بعد الصلوة	٨٣	٤١	باب فى الاضحية	١٣٣
١٢	باب ما لا يجوز من العمل فى الصلوة	٨٥	٤٢	باب العتيرة	١٣٥
١٣	باب السهو	٨٩	٤٣	باب صلوة الخسوف	١٣٦
١٤	باب سجود القران	٩٠	٤٤	باب فى سجود الشكر	١٣٧
١٥	باب اوقات النهى	٩١	٤٥	باب الاستسقاء	١٣٨
١٦	باب الجماعة وفضلها	٩٢	٤٦	كتاب الجنائز	〃
١٧	باب تسوية الصفوف	٩٥	٤٧	باب عيادة المريض وثواب المرض	〃
١٨	باب الموقف	٩٧	٤٨	باب تمنى الموت وذكره	١٤١
١٩	باب الامامة	٩٨	٤٩	باب ما يقول عند من حضره الموت	١٤٣
٢٠	باب ما على الامام	٩٩	٥٠	باب غسل الميت	١٤٤
٢١	باب ما على المأموم من المتابعة	١٠٠	٥١	باب المشى بالجنازة والصلوة عليها	١٤٦
٢٢	باب من صلى صلوة مرتين	١٠٢	٥٢	باب دفن الميت	١٥١
٢٣	باب السنن وفضائلها	١٠٢	٥٣	باب البكاء على الميت	١٥٢
٢٤	باب صلوة الليل	١٠٤	٥٤	باب زيارة القبور	١٥٦
٢٥	باب ما يقول اذا قام	١٠٥	٥٥	كتاب الزكوة	١٥٨
٢٦	باب التحريض على قيام الليل	〃	٥٦	باب ما يجب فيه الزكوة	١٦٣
٢٧	باب القصد فى العمل	١٠٦	٥٧	باب صدقة الفطر	١٦٨
٢٨	باب الوتر	١٠٨	٥٨	باب من لا تحل له الصدقة	١٦٩
٢٩	باب القنوت	١١٣	٥٩	باب من لا تحل له المسئلة	١٧١
٣٠	باب قيام شهر رمضان	١١٤	٦٠	باب فضل الصدقة	١٧٢

دليلُ الطالِب الى عُنوانِ المطلوب

نمبر شمار		نمبر صفحه	نمبر شمار		نمبر صفحه
۶۱	باب افضل الصدقة	۱۷۴	۹۱	باب الدفع من عرفة والمزدلفة	۲۲۰
۶۲	باب صدقة المرأة الخ	۱۷۵	۹۲	باب رمي الجمار	۲۲۱
۶۳	باب من لا يعود في الصدقة	۱۷۶	۹۳	باب الهدي	۲۲۲
۶۴	كتابُ الصوم	//	۹۴	باب الحلق	۲۲۳
۶۵	باب رؤية الهلال	۱۷۹	۹۵	باب الفصل الاول	۲۳۵
۶۶	باب تنزيه الصوم	۱۸۲	۹۶	باب خطبة يوم النحر الخ	۲۳۵
۶۷	باب صوم المسافر	۱۸۴	۹۷	باب ما يجتنبه المحرم	۲۳۷
۶۸	باب القضاء	۱۸۵	۹۸	باب المحرم يجتنب الصيد	۲۳۹
۶۹	باب صيام التطوع	۱۸۷	۹۹	باب الاحصار وفوت الحج	۲۴۰
۷۰	باب الفصل الاول	۱۸۸	۱۰۰	باب حرم مكة حرسها الله تعالى	//
۷۱	باب ليلة القدر	//	۱۰۱	باب حرم المدينة حرسها الله تعالى	۲۴۲
۷۲	باب الاعتكاف	۱۹۰	۱۰۲	كتاب البيوع	۲۴۳
۷۳	كتاب فضائل القرآن	۱۹۳	۱۰۳	باب الكسب وطلب الحلال	//
۷۴	باب الفصل الاول	۱۹۵	۱۰۴	باب المساهلة في المعاملة	۲۴۴
۷۵	باب الفصل الاول	۱۹۶	۱۰۵	باب الخيار	//
۷۶	كتابُ الدعوات	۱۹۸	۱۰۶	باب الربوا	۲۴۵
۷۷	باب ذكر الله عز وجل	۱۹۹	۱۰۷	باب المنهي عنها من البيوع	۲۴۷
۷۸	كتاب اسماء الله تعالى	۲۰۰	۱۰۸	باب الفصل الاول	۲۵۳
۷۹	باب ثواب التسبيح	۲۰۱	۱۰۹	باب السلم والرهن	۲۵۴
۸۰	باب الاستغفار والتوبة	۲۰۲	۱۱۰	باب الاحتكار	۲۵۵
۸۱	باب الفصل الاول	۲۰۳	۱۱۱	باب الافلاس والانظار	//
۸۲	باب ما يقول عند الصباح	۲۰۴	۱۱۲	باب الشركة والوكالة	۲۵۸
۸۳	باب الدعوات	۲۰۴	۱۱۳	باب الغصب والعارية	//
۸۴	باب الاستعاذة	۲۰۵	۱۱۴	باب الشفعة	۲۶۰
۸۵	باب جامع الدعاء	//	۱۱۵	باب المساقاة والمزارعة	۲۶۲
۸۶	كتاب المناسك	۲۰۷	۱۱۶	باب الاجارة	۲۶۳
۸۷	باب الاحرام والتلبية	۲۱۱	۱۱۷	باب احياء الموات والشرب	۲۶۴
۸۸	باب قصة حجة الوداع	۲۱۴	۱۱۸	باب العطايا	۲۶۵
۸۹	باب دخول مكة والطواف	۲۱۶	۱۱۹	باب الفصل الاول	۲۶۶
۹۰	باب الوقوف بعرفة	۲۱۹	۱۲۰	باب اللقطة	//

دليل الطالب الى عنوان المطلوب

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱۲۱	باب الفرائض	۲۶۷
۱۲۲	باب الوصايا	۲۷۱
۱۲۳	كتاب النكاح	۲۷۲
۱۲۴	باب النظر الى المخطوبة	۲۷۳
۱۲۵	باب الولى فى النكاح	۲۷۵
۱۲۶	باب اعلان النكاح والخطبة	۲۷۷
۱۲۷	باب المحرمات	۲۷۸
۱۲۸	باب المباشرة	۲۸۳
۱۲۹	باب الفصل الاول	〃
۱۳۰	باب الصداق	۲۸۴
۱۳۱	باب الوليمة	۲۸۶
۱۳۲	باب القسم	۲۸۷
۱۳۳	باب عشرة النساء وما لكل	۲۸۹
۱۳۴	باب الخلع والطلاق	۲۹۱
۱۳۵	باب المطلقة ثلثا	۲۹۵
۱۳۶	باب الفصل الاول	۲۹۷
۱۳۷	باب اللعان	۲۹۸
۱۳۸	باب العدة	۳۰۱
۱۳۹	باب الاستبراء	۳۰۳
۱۴۰	باب النفقات وحق المملوك	۳۰۴
۱۴۱	باب بلوغ الصغير الخ	۳۰۵
۱۴۲	كتاب العتق	۳۰۶
۱۴۳	باب اعتاق العبد المشترك	〃
۱۴۴	باب الايمان والنذور	۳۰۸
۱۴۵	باب فى النذور	۳۱۰
۱۴۶	كتاب القصاص	۳۱۲
۱۴۷	باب الديات	۳۱۵
۱۴۸	باب ما لا يضمن من الجنايات	۳۱۶
۱۴۹	باب القسامة	۳۱۷
۱۵۰	باب قتل اهل الردة	۳۱۸

نمبر شمار		نمبر صفحہ
۱۵۱	كتاب الحدود	۳۱۹
۱۵۲	باب قطع السرقة	۳۲۲
۱۵۳	باب الشفاعة فى الحدود	۳۲۳
۱۵۴	باب حد الخمر	۳۲۴
۱۵۵	باب ما لا يدعى على المحدود	〃
۱۵۶	باب التعزير	۳۲۵
۱۵۷	باب بيان الخمر ووعيد شاربها	〃
۱۵۸	كتاب الامارة والقضاء	۳۲۷
۱۵۹	باب العمل فى القضاء	۳۲۸
۱۶۰	باب رزق الولاة وهداياهم	۳۳۰
۱۶۱	باب الاقضية والشهادات	〃
۱۶۲	كتاب الجهاد	۳۳۴
۱۶۳	باب اعداد آلة الجهاد	۳۳۸
۱۶۴	باب آداب السفر	۳۴۱
۱۶۵	باب الكتاب الى الكفار الخ	۳۴۲
۱۶۶	باب القتال فى الجهاد	〃
۱۶۷	باب حكم الاسراء	۳۴۳
۱۶۸	باب الامان	۳۴۵
۱۶۹	باب قسمة الغنائم الخ	〃
۱۷۰	باب الجزية	۳۵۰
۱۷۱	باب الصلح	۳۵۱
۱۷۲	باب اخراج اليهود	۳۵۲
۱۷۳	باب الفئ	〃
۱۷۴	كتاب الصيد والذبائح	۳۵۳
۱۷۵	باب ذكر الكلب	۳۵۵
۱۷۶	باب ما يحل اكله وما يحرم	۳۵۶
۱۷۷	باب العقيقة	۳۵۸
۱۷۸	كتاب الاطعمة	۳۶۰
۱۷۹	باب الضيافة	۳۶۳
۱۸۰	باب الفصل الثانى	۳۶۴